URDU TUBE
A WORLD OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

سسپنس ڈائجسٹ

مدیرِ اعلیٰ
عذرا رسول

مدیرہ یمنیٰ احمد
نائب مدیر اطہر حسین

مینجر اشتہارات
محمد شہزاد خان
0333-2256789

سرکولیشن مینجر
سید منیر حسین
0333-3285269

7
انشائیہ
جون ایلیا
انفرادی اور اجتماعی

8
آپ کے خط
مدیرِ اعلیٰ
سسپنس کی مجلسِ مشاورت و قارئین کی تلخ و شیریں باتیں گلے شکوے اور پُرخلوص مشورے

1
زویا اعجاز

51
بارانِ رحمت
تنویر ریاض
سچے دل سے دعا کرنے والے چند جھوٹے لوگوں کا ماجرا

62
رنگِ آسماں
راجپوت

91
علامتی کہانی
منظر امام
عہدِ گزشتہ کے آئینے میں دورِ حاضر کا ٹوٹا ہوا عکس

95
قاتل
اعتراز سلیم وصلی
جرائم کی دلدل میں اترنے والے ایک سادہ انسان کا قصہ

102
جرأتِ رندانہ
ملک صفدر حیات
دولت کے لالچ میں رشتوں کو روندنے والے خونی رشتوں کی انتہا پسندی

133
مقیدِ خاک
غزالہ یاسین
ٹوٹے ہوئے دلوں کا بکھرا ہوا احساس......ایک پُرفکر تحریر

جلد48 • شمارہ 02 فروری 2019 • زرِ سالانہ 1200 روپے • قیمت فی پرچا پاکستان 100 روپے •
خط کتابت کا پتا: پوسٹ بکس نمبر 215 کراچی 74200 • فون: 35895313 (021) E-mail:jdpgroup@hotmail.com

143 **ساس**

سلیم انور

بوجھل تعلقات کو ترک کرنے کا آسان طریقہ تلاش کرنے والی ایک حسینہ کی چالاکی

146 **محفلِ شعر و سخن**

قارئین

آپ کے ہاتھوں سجی ایک انجمن رنگ رنگ آپ کے ذوق سے ہم آہنگ

149 **حق دار**

شاہزین رضوان

سیدھی انگلیوں [illegible] والی ایک پولیس آفیسر کی کارگزاری

159 **چور**

محمد الیاس

اپنے رشتے [illegible] کی حفاظت کرنے والے ایک چور کا ماجرا

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

162 **وقت**

حسان بٹ

ایک پُرعزم بازی گر کی [illegible] سنسنی خیز واقعات پر مشتمل ایک [illegible] طویل داستان

201 **اوٹنی**

علی اختر

نازک خوابوں کی کرچیوں سے لہولہو ایک دوشیزہ کی اذیت [illegible] کا احوال

209 **حضرت عیسیٰ علیہ السلام**

رضوانہ ساجد

اللہ کے ایک برگزیدہ پیغمبر کے حالاتِ زندگی

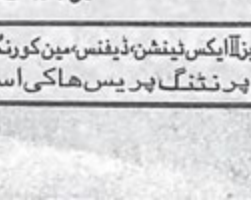

221 **ہوم ورک**

جاوید مرتضیٰ

ایک بہترین استاد کے روپ میں سراغ رسانی کا دلچسپ اور انوکھا انداز

240 **خوبصورت دھوکا**

نشور ہادی

ایک دلفریب حسینہ کی خفیہ سرگرمیوں اور خونی واردات کا چونکا دینے والا انجام

پبلشر و پروپرائٹر: ذیشان رسول مقامِ اشاعت: گراؤنڈ فلور C-63 فیز II ایکس ٹینشن، ڈیفنس، مین کورنگی روڈ کراچی 75500
پرنٹر: جمیل حسن ، مطبوعہ: ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

انتباہ

ادارہ جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز کی جانب سے تنبیہہ کی جاتی ہے کہ جو ویب سائٹس ہمارے ادارے کا نام لے کر ''آفیشل پیج'' کی اصطلاح استعمال کر رہی ہیں ان سائٹس سے ادارے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ فوری ترک کیا جائے تاکہ ہمارے معزز قارئین کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ ایسی تمام ویب سائٹس اور سوشل میڈیا گروپس کو مرتب کرنے والے منتظمین جو اپنے ذاتی مفادات کی خاطر ادارے سے شائع ہونے والے ماہناموں کے مضامین، افسانے اور کہانیاں بلا اجازت اور غیر قانونی طور پر اپ لوڈ کر کے ادارے کو سنگین مالی نقصان پہنچانے کے ساتھ ادارے کی ساکھ متاثر کر رہے ہیں، انہیں خبردار کیا جاتا ہے کہ اس قبیح فعل کو فوری ترک کر دیں، بصورت دیگر ادارہ، سائبر کرائمز کے قانون

PREVENTION OF ELECTRONIC CRIMES ACT 2016

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

اور

COPYRIGHT ORDINANCE 1962/2000

کے تحت کسی بھی قسم کی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔ ایف آئی اے اور دیگر متعلقہ اداروں میں بھی ان افراد/اداروں کے خلاف شکایات درج کرائی جائیں گی۔

جاسوسی ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ

ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

63-C فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی
فون: 35804200-35804300

انشائیہ

آخری المیہ

جون ایلیا

شام ہے، افق لالہ فام ہے اور فضا سے کلام ہے مگر چند لمحے سے میں، میرا ہمزاد اور میرا انشا پرداز بھائی معراج رسول ساکت اور صامت بیٹھے ہیں۔ ہم ابھی چند لمحے پہلے بیسویں صدی اور خاص طور پر بیسویں صدی کے اس دوسرے آدھے حصے کے نفع و نقصان کا حساب لگا رہے تھے اور اس کی سیاسی، اخلاقی، نفسیاتی اور عمرانی صورتِ حال کو معرضِ گفتگو میں لا رہے تھے۔

ہم تینوں اس دور کے ایک غالب رجحان اور میلان کے باعث بہت ہمت شکن تشویش اور بہت مایوس کن خدشوں میں مبتلا ہیں۔ ہمارے اردگرد سانس لینے والے جانے ہماری تشویش اور خدشوں کو شاید وہم اور مالیخولیا خیال کریں لیکن ان کے کسی خیال سے ہمارے مسئلے اور معاملے کی سنگینی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، جو کچھ ہے وہ ہے۔

انسان نے گزشتہ چند صدیوں کے دوران میں خاص طور پر گزشتہ چار ساڑھے چار صدیوں کے دوران میں علمی اور فنی (تکنیکی) ارتقا کا جو عالی شان سفر طے کیا ہے وہ نوعِ انسانی کے ذہنی اعجاز کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ صدیاں علم اور فن (ٹیکنالوجی) کے درجہ بہ درجہ اوج اور عروج، حیران کن اوج اور عروج کی صدیاں رہی ہیں اور بیسویں صدی کا یہ دوسرا حصہ تو ان روشن سے روشن تر اور روشن ترین صدیوں کا حاصل ہے۔

اس دور کو خیر و جمال اور شائستگی اور شائستگی کا سب سے زیادہ زریں دور ثابت ہونا چاہیے تھا لیکن یہ حقیقت کس قدر اذیت ناک حقیقت ہے کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اس برعکس حقیقت کے ذمے دار وہ لوگ ہیں جنہیں صاحبانِ امر و قدر کی حیثیت حاصل ہے۔ دنیا کے ان صاحبانِ امر و قدر نے اپنے آپ کو بڑے بھونڈے انداز میں نااہل، ناہنجار اور نابکار ثابت کیا ہے۔

ابھی چند لمحے پہلے معراج رسول کہہ رہے تھے اور بجا کہہ رہے تھے کہ پتھر کے دور کے انسانوں کا کوئی ایک غول کسی دوسرے غول کے حق میں اتنا مہیب، مدہش اور مہلک نہیں رہا تھا جتنا مہیب، مدہش اور مہلک بیسویں صدی میں رہا ہے۔ تاریخ کی جتنی تباہ کن لڑائیاں علم اور فن کی اس سب سے پُرمایہ صدی میں لڑی گئی ہیں، اتنی تباہ کن و ہیجان وحشت، بہیمیت اور بربریت کے بدترین دور میں بھی نہیں لڑی گئیں۔

بیسویں صدی کا کیا مطلب ہے؟ بیسویں صدی کا مطلب ہے لاکھوں برس کی انسانی ریاضت، علم، تحقیق، ہنرمندی، کاریگری (ٹیکنالوجی) اور مہارت کے کمال کی سب سے تابندہ اور درخشندہ صدی۔ اس صدی کو تو انسانی تاریخ کی سب سے زیادہ سکون بخش، فرحت ناک اور جمال افزا صدی ہونا چاہیے تھا، اس صدی کے انسانوں کو گزشتہ تمام صدیوں کے انسانوں سے کہیں زیادہ انسانیت دوست انسانوں، نفیس انسانوں کی حیثیت سے سامنے آنا چاہیے تھا۔

تاریخ کے شریف اور لطیف انسان لاکھوں برس سے انسانیت کی ...ی، فیروزمندی اور خردمندی کے جو خواب دیکھتے چلے آئے ہیں، اس صدی کو ان خوابوں کی روح پرور ترین تعبیر ثابت ہونا تھا لیکن کیا ایسا ہوا؟ یہ شرمناک ترین اور اشتعال انگیز ترین حقیقت ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔

میں نے بیسویں صدی کے اس آخری دور کی بات کی تھی۔ بیسویں صدی کا یہ آخری عشرہ اپنے مزاج میں انتہائی وحشیانہ دور ثابت ہو رہا ہے۔ اس حقیقت کا ثبوت وہ نسلی، لسانی، سیاسی اور مذہبی تعصبات ہیں جو مشرق و مغرب کے اعصاب پر بری طرح طاری ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے، اس صورتِ حال کے ذمے دار مہذب انسانیت کے سردھرے ہیں۔ ان ارجمند سردھروں نے ذہنی توازن کھو دیا ہے، بری طرح کھو دیا ہے۔ ان کا وجود تاریخ کی انتہائی بیہودہ مسخرگی ثابت ہو رہا ہے۔ یہ عالمی ٹولا صحت مند انسانیت کے حق میں ایک زہریلی گندگی کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس عہد کے شائستہ اور شریف ذہنوں کا جو سب سے بڑا فرض ہے وہ تعصبات کے عالمی رجحان کے خلاف جنگ کرنا ہے۔

یہ جنگ بہ یک وقت شعور اور جذبے کے ساتھ کی جانی چاہیے۔ اگر یہ جنگ نہ کی گئی تو انسانیت کا تمام تر سرمایہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ انسان کی لاکھوں برس کی علمی، فنی اور تہذیبی کمائی نیست و نابود ہو کر رہ جائے گی اور یہ کہکشاؤں کا، کائنات کا شاید سب سے بڑا حادثہ، سب سے بڑا اور آخری المیہ ہوگا۔

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

آپ کے خط

عزیز قارئین کرام
السلام علیکم!

فروری 2019ء......کا شمارہ تمام تر لوازمات کے ساتھ حاضر ہے......زیر نظر اداریہ گزشتہ سے پیوستہ ہے کیونکہ تجاوزات کے خاتمے کے نام پر جو دربدری کے حالات پیدا کردیے گئے ہیں کیا اس کے کوئی مثبت نتائج نکلنے کی امید کی جا سکتی ہے؟ ہر ملک کے شہری کو زندگی گزارنے کے لیے تعلیم، روزگار اور صحت کے بہترین مواقع مہیا کرنا حکومت کی اولین ذمے داری ہوتی ہے اور جہاں ان اصولوں پر کام ہوتا ہے وہاں کے باشندے حقیقتاً بہت خوش [illegible] اور اگر شہریوں نے اپنی بساط بھر اپنے لیے یہ مواقع خود تلاش کرلیے تھے تو ان پر زندگی کا [illegible] روزگار کے مراکز تباہ کیے جارہے ہیں اگر اتنی توجہ تعلیم اور صحت کی تباہی کی [illegible] کے حوالے سے ایک خوشگوار تبدیلی ضرور رونما ہو چکی ہوتی۔ سرکاری [illegible] کے مراکز میں [illegible] کے مراکز پر خاصی گہما گہمی نظر آتی ہے۔ اسی طرح سرکاری [illegible] تعلیم پر کم اور انہی سے اسکول یونیفارم کورس کی کتابوں اور اسٹیشنری [illegible] بعد کی باتیں تھیں پہلے ان بنیادی مسائل اور سہولتوں کے فقدان پر تو توجہ [illegible] کے منظر نامے پر ایک خوفناک موت کو دعوت دے رہی ہیں۔ مہنگائی میں اضافے [illegible] کو ہوش تک نہیں آتا جو اگر کبھی خوش قسمتی سے پیٹرول کی قیمت میں کچھ کمی ہوجائے تو باقی اشیا اور سروسز میں بھی کمی کر دی جائے......بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ تو گویا اب وراثت کا حصہ بن گئی ہے جو بھی ہے، جیسا بھی ہے ہر حال میں قبول کرنا ہے......ابھی تو اعلیٰ تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوان ہی بااختیار طبقے کی بے حسی کا شکار تھے مگر اب ان ہنرمندوں کی کہاں کھپت ہو [illegible] کرنے کی تگ و دو میں مصروف تھے۔ اب بتائیے کیا تجاوزات کا خاتمہ ان مسائل [illegible] کیا جاتا......اس سوال کا جواب آپ کو بھی پتا ہے اور ہمیں بھی خبر ہے لہٰذا اپنے تپتے اذہان کو [illegible] کی جانب جہاں کچھ تو خوشگواریت ابھی باقی ہے۔

URDU TUBE

❁ عبدالجبار رومی انصاری [illegible] کی رونق بنے [illegible] بہت اچھا لگا، اتنا اچھا کہ ہم بھی گنگنا اٹھے، ایک دم زبردست [illegible] اچھی لگی جو اپنے ہمزاد کے ساتھ بیٹھے بس بول رہے ہیں، بول رہے [illegible] کے لیے تکلیف سے گزرتے اداریے نے بھی ہر سال کی طرح [illegible] اچھا لگا [illegible] سے کیا تجزیہ مبارکباد کا مستحق ہے اور مجھے یقین نہیں ہو رہا کہ [illegible] بہت اچھا لگا (ذرا خود کو [illegible]) کردیجیے اور ہمیں بھی بتائیے کہ یہ خواب ہے یا حقیقت) ویلڈن منشی صاحب [illegible] ارے بھی ہم تو محفوظ ہی ہیں 73 فیصد نمائندگی کے ساتھ لیکن شہزاد [illegible] 27 فیصد [illegible] پسندیدگی کے ساتھ زرین آفریدی بھی عمدہ رہیں اور قابل داد [illegible] دل کی بادشاہت خرید لی۔ زیرک دماغ سلطان بہلول لودھی [illegible] کامل سے ویرانوں میں پھول لگا کر شہزادی ہیما کو زیبا کا شرف عطا کردیا، اس میں گلاب جان کا کردار بے حد عمدہ رہا۔ تاریخی اوراق سے ابراہیم نجم کی کہانی بہت اچھی لگی۔ عجب امتزاج سے مزین رنگ آسمان کی ریتا تو کسی مسمریزم کے اثر میں آ گئی۔ سی ہاک کے تعاقب میں شاہ زمان اینڈ کمپنی قزاقوں میں پھنس گئے۔ ان کے ساتھ ڈیل ان کی جان بچانے کو اچھی رہے گی۔ چیتن شرما کی بدھی کی تو بس وحشت تیرے کی، ہاہاہا۔ سدھا اور دلی کی سرگزشت بھی اچھی ہے اور صنف نازک ڈگمگ کرتی سوجنا بھی اپنی اندھی محبت سے رابرٹ کی بانہوں میں بے یقینی کا شکار ہے، عمدہ کہانی بہت اچھی جارہی ہے۔ روپ متی نے تو کمال کردیا۔ پرکاش ملہوترا کے اغواشدہ بچے اسی کے بھوت بنگلے نما تہ خانے سے روپ متی کو مل گئے اور پھر ان کے دوست چارلی کی عمدہ منصوبہ بندی سے پرکاش کے دشمن منور ما اور اس کے عاشق شراون کو میوزک کی لے پر تھرکتے جالیا اور پھر وہی کچھ ہوا جو روپ، ناتھ اینڈ چارلی چاہتے تھے اور پرکاش ملہوترا ابھی خود کو بچا گئے اور بچے روپ متی کے ساتھ خوش ہوئے تو بھی ایک

فیملی کا حصہ بن گئے۔ بیگ صاحب نے اس دفعہ نصف کم تر کو خوب آئینہ دکھایا۔ عالیہ بھی روپ رنگ کی متوالی جیسی تھی جسے فاروق بخاری جیسی عمدہ شخصیت نہ بھائی، تو اپنے اللے تللے لے کر بیٹھ گئی۔ ماڈل بننے چلی تھی اور اپنے لنگور عاشق کو بھی مروا بیٹھی نصف کم تر جو ٹھہری...... عمدہ کہانی تھی۔ اک معصوم بیٹی شمع کی محبت سے مغلوب ہو کر ایک باپ نے پہلا اور آخری قتل کیا تا کہ کوئی دوسری شمع کسی پرویز کی اذیت کی بھینٹ نہ چڑھ جائے۔ یہ الگ بات کہ اس کی شمع کو ہنستی مسکراتی نئی زندگی ضرور مل گئی تھی۔ محبت اچھی کہانی تھی۔ گناہ بے لذت کی ریشم کے لیے موجو کو بلایا گیا تو وہ بے گناہ ہی چودھری کی گولیوں کا نشانہ بن گیا اور ریشم چپکے سے ماسٹر سجاد کے ساتھ بھاگ گئی۔ ایسے میں نافرمان بیٹی کے باپ کی حالت غیر ہونا ہی تھی۔ وقت کی آغوش میں علی بھی عجیب ہی خواب دیکھتا ہے جیسے شادی شارو سے ہوتی ہے اور تکلتی ڈیلفینا ہے۔ لگتا ہے یہ دونوں اس کی پکی بیویاں بنیں گی۔ باقی ہچی والی تو کایا اور ایڈتھ کی صورت سامنے آتی ہی رہتی ہیں اور ابھی حسینہ روما مل تو ریز بھی اسے حیرانی کے جھٹکے لگا رہی ہے۔ وقت اپنی رفتار سے اچھی ہی جا رہی ہے...... وہ جو بلا معاوضے کے کام نہیں کرتا تھا اس نے ڈرامے میں ساتھ بھائی کا کردار ادا کرنے والے ہیری کو بھی معاف نہیں کیا اور مار دھاڑ سے اس سے بھی اپنا حصہ لینے پہنچ گیا۔ وہ تو لوئیس کی بروقت مداخلت نے ہیری کو ٹوڈ سے بچا لیا اور ٹوڈ کو جیل یاترا کروا دی۔ اس کے باوجود ہیری، ٹوڈ کے ساتھ پروگرام کر کے اپنا قرض اتارنا چاہتا ہے۔ عمدہ کہانی۔ قرض بہت اچھی لگی۔ شاہ نے عباد کو بلیک میل کر کے جب سالگا تو عباد ڈر کے روپوش ہو گیا اور ایجنسی کو مطلوب دونوں مگر مچھ چوہے بلی کا کھیل کھیلتے اپنے انجام کو پہنچے اور دولت کی اکلوتی مالکن پایا کی بتول کے لیے عابد نے اپنے ہاتھ بڑھا دیے۔ یوں سنگین کھیل ایک مکمل کی صورت مکمل ہوا۔ کتنی عجیب بات ہے مریم ایک فرشتے کی صورت نیک و پارسا پردے کی پابند ہو کر عزیز کی زندگی بن جاتی ہے تو دوسری طرف وہی مریم عزیز کو پتا چلے بغیر کال گرل کے فرائض بھی انجام دے رہی ہوتی ہے۔ گھناؤنے جرم میں جکڑی مریم تو خود کو جرائم کی دنیا سے الگ نہ کر سکی اور بچوں سمیت قتل کر دی گئی اور اپنا اصل ظاہر ہونے والے اسد کو بھی توبہ کی زیادتی وقتل میں دھر لیا گیا۔ معاشرتی ناسوروں اور معصوم لوگوں کے درمیان سنگین کی کہانی عمدہ نے دکھی کر دیا۔ ایسے کردار اب خبروں میں سامنے آتے ہی رہتے ہیں۔ جسے اللہ نے اپنی خوشخبری دی ہو اور اپنی نشانی سے نوازا ہو پھر اسے دنیا کے طعن و طعنے کی پروا نہیں ہوتی کیونکہ اللہ نے اپنی پیاری بندی حضرت مریم کو صاحب شرف کیا تھا اور پھر اللہ نے شیر خوار حضرت عیسیٰ سے ان کی والدہ حضرت مریم کی لوگوں کے سامنے برأت کروائی۔ سبحان اللہ۔ حضرت مریم کا واقعہ نہایت احسن طریقے سے بیان کیا گیا۔ بہت اچھا لگا۔“ (رسالے سے آپ کی محبت کا بے حد شکریہ)

※ زرین خان، حیدر آباد سے تشریف لائی ہیں ”خوبصورت اور پیارے سرورق کے ساتھ سال نو کی مبارک دیتا سسپنس ڈائجسٹ 16 دسمبر کو مل گیا۔ ٹائٹل بناتے وقت مصور ہمارے ذوق اور ڈائجسٹ کے معیار کو سمجھتے ہیں۔ ٹائٹل پر مصور کا نام بھی دے دیا کریں تو اچھا رہے گا۔ انشائیہ میں جون ایلیا صاحب نے انسان دوست مشورے دیے اور دانشوروں، حکمرانوں سے سوال کیے اور مسائل حل کرنے کی اپیل کی۔ اداریہ بھی انسانی ہمدردی سے بھرپور تھا۔ کانوں اور مکانات کی توڑ پھوڑ سے میرا دل بہت دکھی ہو جاتا ہے۔ ایسی خوبصورتی کا کیا فائدہ جب انسان کا کوئی گھر، ٹھکانا نہ رہے۔ اس مشکل وقت میں سیلانی اور عالمگیر وغیرہ جیسے فلاحی ادارے پیش پیش ہے۔ بزم دوستاں میں منشی محمد عزیز مے صاحب کرسی صدارت پر تھے۔ ان کا تبصرہ پڑھ کر حیرت کے ساتھ خوشی بھی ہوئی۔ یہ صدارت کے حق دار بھی تھے۔ مبارک باد جناب اور سالانہ رپورٹ پڑھ کر بہت اچھا لگا، بہت بہت شکریہ۔ کافی عرق ریزی کا کام تھا جو آپ نے انجام دیا۔ چلبلی ہیر واقعی کی ہیں اور سسپنس ڈائجسٹ کی لاڈلی بھی...... انجم فاروق ساحلی لاہور سے بس چار لائنوں کا تبصرہ کرتے ہیں۔ تنی دور سے تبصرہ کرتے ہیں، کچھ مزید بھی لکھ دیا کریں۔ ریاض بٹ صاحب، رمضان پاشا، عبدالجبار انصاری، رضوانہ قریشی، خالد شیخ اور محمد زبیر بھی حضرات اچھے تبصروں کے ساتھ شریک محفل رہے۔ سب سے پہلے اسما قادری صاحبہ کی تبصرہ پڑھی۔ اسٹوری کیا دل و دماغ کو سن کرتی تحریر تھی، ہمارے معاشرے کی تلخ حقیقت۔ ایسی ہی جو تحریروں کی ہمیں ضرورت ہے جو ہماری آنکھیں کھول دے۔ اللہ پاک ایسے غلیظ درندوں کو نیست و نابود کر دے (آمین)۔ ابرار انجم کی یہ جو داستان کی صفحات پر بہلول لودھی کا طرز حیات اور انجم جوئی کی سیر حاصل داستان اچھی رہی۔ ڈاکٹر شیر شاہ سید کی محبت بھی کافی متاثر کن رہی۔ بیٹی کی محبت میں سابقہ داماد کو قتل کر بیٹھے۔ نصف کمتر، نصف بہتر کا متضاد پیش کیا۔ عالیہ جیسی عورتیں دوسری عورتوں کے لیے دھبا ہوتی ہیں۔ اسٹوری بہت پسند آئی۔ رضوانہ ساجد صاحب نے حضرت مریم علیہ السلام کے حالات زندگی جاننے کی سعادت بخشی۔ جزاکم اللہ کثیرا۔ کھیل احتراز سلیم وصلی صاحب کی سسپنس اور ایکشن سے فل اسٹوری تھی۔ وہی دولت کا حصول کتنی جانیں لے گیا۔ عباد اور شاہ کا انجام بھی اچھا ہوا۔ سلسلے وار داستانیں اب جم کر اپنا اثر دکھا رہی ہیں اور عروج پر ہیں۔ وقت میں حسام بٹ صاحب نے اسد علی کو ہالی ووڈ کا نام کروز بنا دیا۔ فل ایکشن اور مار دھاڑ سے بھرپور بہت ہی شاندار انداز...... ایلسا اب اپنے ساتھ اڑا کر لے گئی...... اے آر راجپوت کے رنگ آسمان کے کیا ہی کہنے۔ ریتا بچاری مسمریزم ہو کر چلی گئی۔ کیپٹن تیمس علی اور شاہ زمان وغیرہ بحری قزاقوں کی قید میں پھنس گئے۔ اریبہ، ازابیلا کے ساتھ امپارا بھی آ گئی۔ یہ قسط پڑھ کر بہت لطف آیا۔ محفل شعر و سخن

میں چلبلی ہیر اعزازی اشعار میں تھیں۔ بھئی مبارک باد۔ باقی کے بھی اشعار بھی بہت بہت زبردست تھے۔ تصویری لطائف بھی بہترین رہے۔ سب احباب کو 2019ء مبارک ہو، خوش رہیں، خوشیاں بانٹیں......"

⊛ رمضان پاشا، گلشن اقبال، کراچی سے تبصرہ کر رہے ہیں "جنوری 2019ء کا سسپنس بروقت مل گیا۔ شکر ہے، اس بار میں اپنی ایک ذاتی بات خصوصی طور پر بتانا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ پہلی جنوری 2019ء کو اس حقیر فقیر کی عمر 90 سال پوری ہو جائے گی، الحمدللہ خواہش ہے دس سال مزید جیوں، تاکہ عمر عزیز کی سنچری پوری کروں۔ آگے اللہ پاک کی مرضی! (انشاءاللہ...... اللہ پاک آپ کو لمبی عمر دے) نئے سال کے پہلے شمارے کا سرورق نئے سال کے شایانِ شان تھا، دیکھ کر دل خوش ہو گیا البتہ فہرست میں کوئی جدت نہیں تھی۔ انشائیہ نہ صرف فکر انگیز تھا بلکہ سبق آموز بھی تھا۔ خطوط کی محفل میں محترم جناب منشی محمد عزیز صاحب نے کمال رپورٹ تیار کی، موصوف نے بہت عرق ریزی کی، میں تہِ دل سے داد دیتا ہوں۔ سال کے پہلے شمارے کی تمام ہی کہانیاں لاجواب تھیں، خصوصاً "آتش جاں سوز" پڑھ کر دل و جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ یہی کیفیت "مہرہ" پڑھ کر بھی ہوئی۔ مصنفین کو شاباش پیش کرتا ہوں۔ "رنگ آسماں" اور "وقت" کی اس ماہ کی قسطیں "ہمباٹ تاثیر" کی بس مجھے بہت لطف آیا۔ بہاری کہانی "روپ رنگ" نے بھی خوب مزہ بھم پہنچایا۔ غیر ملکی کہانیاں اپنے اپنے موضوع کے اعتبار سے کافی اچھی تھیں۔ مرزا امجد بیگ کی اس بار بھی کردار کہانی لاجواب تھی۔ باقی کہانیاں بھی قابلِ تعریف تھیں۔ اشعار کی محفل میں سارے ہی اشعار قابلِ داد تھے البتہ اس ناچیز کا شعر شامل نہیں تھا کوئی بات نہیں، آئندہ سہی۔ کارٹون کا سلسلہ پسند آیا۔ موت کے سوداگر والے بھائی کو بہت بہت دعا دیں گے۔" (بہت شکریہ)

⊛ چلبلی ہیر کا خط بھٹک ٹی سے "دن بیتے اور سال گزرتے دیر نہیں لگتی۔ 2018ء اپنی منزل کو پہنچا اور 2019ء نے اپنا سفر شروع کر دیا۔ اچھے قارئین محترم اور اسٹاف سسپنس ڈائجسٹ کو سال نو بہت مبارک ہو۔ دعا گو ہوں کہ یہ سال ہم سب کے لیے خوشیوں بھرا ہو آمین۔ چلبلی ہیر اپنی تعریف سے خوش نہیں ہوتی لیکن جب بات ہو پاکستان کے نمبر ون رسالے کی تو جس میں اپنی تعریف پڑھ کر دل خوشی اور فخر سے بھر گیا۔ (اب خوشی کے مارے پھول کے کہیں کپی کا پھول نہ ہو جانا...... ورنہ...... خود سوچو کیسی لگو گی) جی سسپنس ڈائجسٹ ٹائٹل سے لے کر آخری صفحے تک شاندار رہا۔ انشائیہ میں ایلیا جی حکمت عملی میں دوستی کے فوائد اجاگر کیے۔ اداریے میں تجاوزات کے متاثرین کے ساتھ ہمدردی کا اظہار واضح رہا۔ اللہ بھلا کرے ان فلاحی اداروں کا جو مشکل وقت میں انسانیت کی خدمت میں لگے ہیں...... بزم دوستاں میں اقرا جی نے بہت اچھا درس دے گئے اور انسان محمد عزیز صدارت پر براجمان تھے۔ مبارک باد جناب۔ اب کی بار منشی صاحب نے اپنا حق ادا کر دیا کہ چھ ماہ کی غیر حاضری میں وہ سسپنس ڈائجسٹ کی سالانہ کارکردگی ترتیب دے رہے تھے۔ ویلڈن جناب۔ آپ کی رپورٹ بہت اچھی رہی۔ محترمہ ..... احمد صاحبہ کی دل سے مشکور ہوں کہ میرے تبصروں کو سراہا اور عزت دی۔ (تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ محبت کے بدلے محبت ہی ملتی ہے) باقی یہ کہ تمام تبصرہ نگار ریاض بٹ صاحب، انجم فاروق صاحب، محمد زبیر صاحب، رمضان پاشا صاحب، عبدالجبار رومی انصاری صاحب، رضوانہ قریشی صاحب، خالد فتح طاہری، ناہید صاحب، زرین آفریدی، ام عبداللہ صاحبہ بھی احباب کی تہِ دل سے ممنون و مشکور ہوں۔ مہم جو میں ابراہیم نجم جی نے بہلول لودھی کی زندگی اور مہمات پر روشنی ڈالی۔ ان کا اندازِ بیاں اتنا پسند تو نہیں آیا۔ بہرحال سردیوں کی لمبی راتوں میں اچھا ٹائم پاس رہا۔ مرزا امجد بیگ جی نے "نصف بہتر" کو نیا نام دیا۔ کہانی بھی اچھی تھی۔ عالیہ کو اس عمر میں ماڈلنگ کا شوق لے ڈوبا۔ ڈاکٹر شیر شاہ سید کی محبت بھی عجیب روگ۔ بیٹی کی محبت میں بندہ ہی مار دیا۔ گناہ بے لذت۔ ماہ رخ ارباب کی الجھی سلجھی کہانی رہی۔ موجو چودھری کے ہاتھوں قتل ہوا۔ وسیم ماجد کے ساتھ بھاگ گئی...... بے تکی اسٹوری تھی۔ اسما قادری جی کے قربان جاؤں، ایسے نازک اور خطرناک ٹاپک پر قلم اٹھاتی ہیں کہ انسان دل تھام لے۔ آخری صفحات کا حق ادا کرتی تحریر تھی۔ یہ ہوتی ہیں احساس اور انفارم کرتی داستانیں۔ ڈبل ویلڈن اسما جی۔ مریم نے بے چارے اسد کو پھر تن کر مجرم بنایا...... آبادی پر کنٹرول بھی حکومت کا اچھا اقدام ہے تاکہ مائیں اپنے بچوں پر ہر دم نظر رکھ سکیں۔ تو یہ جیسی کتنی بچیاں غلیظ جانوروں کے ہتھے چڑھ جاتی ہیں۔ سلسلے وار داستانیں بہت ہی اچھے دن ہیں شروع میں اتنا مزہ نہیں آتا تھا مگر اب رسالے کی قیمت ہی ان دونوں داستانوں پر پوری ہو جاتی ہے۔ وقت میں حسام بٹ کو تو اتنا جوش چڑھا ہے کہ دو قسطوں میں ایکشن اور مار دھاڑ اور اسد علی نے اتنے بندے پھڑکا دیے۔ رومانی یا ایلسا بھی علی کا ساتھ دے رہی ہے اور شارو بھی بار بار خواب میں ملاقات کر جاتی ہے۔ رنگِ آسماں میں اے آر راجپوت بڑی خوبصورتی سے داستان میں چلبلس رکھے ہوئے ہیں...... کیونکہ داستان کئی پہلو سے رواں دواں ہے۔ کیپٹن جینس جلی اور شاہ مان قزاقوں کے چنگل میں پھنس گئے۔ آگے کیا ہوتا ہے انتظار ہے۔ مراسلے زبردست تھے۔ محفل شعر و سخن میں اپنا شعر اول پوزیشن پر دیکھ کر ازحد خوشی ہوئی۔ بے حد نوازشات۔ باقی کے تمام اشعار بہت خوبصورت اور معیاری تھے۔"

❀ ریاض بٹ، حسن ابدال سے محفل میں شریک ہیں ”نئے سال 2019ء کا پہلا شمارہ کافی انتظار اور بک اسٹال کے لاتعداد چکر لگانے کے بعد چوبیس دسمبر کو بے قرار نگاہوں کے سامنے آیا۔ سرورق دیدہ زیب ہے اور سرورق کے ٹاپ پر لکھا سال نو مبارک، خوشنما لگا۔ جون ایلیا کا انشائیہ حکمتِ عملی زبردست ہے۔ ملک کے سیاستدانوں کو جگا رہا ہے اور یہ سوال کر رہا ہے کہ عوام نے جب سیاستدانوں کو کبھی مایوس نہیں کیا تو سیاستدان عوام کو کیوں مایوس کر رہے ہیں۔ بہرکیف اس کے بعد اپنی پسندیدہ محفل ”آپ کے خط“ میں قدم رکھا۔ ایک بات کی وضاحت کردوں کہ مجھے پچھلے ماہ اپنا خط پہلے نمبر پر دیکھ کر اور کرسیِ صدارت پر بیٹھ کر خوشی سے جھٹکا لگا تھا...... اس بار کرسیِ صدارت پر منشی عزیز مئے براجمان ہیں۔ عزیز بھائی آپ نے جس محنت، عرق ریزی اور توجہ سے 2018ء کی سالانہ رپورٹ مرتب کر کے بھیجی ہے، وہ قابلِ ستائش تو ہے ہی، اس سے آپ کی سسپنس اور اس کے قارئین سے دلی محبت بھی ظاہر ہو رہی ہے۔ ویل ڈن۔ اس کے بعد خط ہے چلبلی ہیر کا۔ بہن آپ کا تبصرہ لاجواب ہوتا ہے جو ہمیں بھی لاجواب کر دیتا ہے۔ آپ بھی خوش رہیں اور یونہی زبردست تبصروں کے ساتھ آتی رہیں۔ انجم فاروق ساحلی آپ کا مختصر تبصرہ بھی محفل کی جان ہے۔ محمد زبیر ساگر بھی محفل میں اپنی موجودگی کا احساس دلا رہے ہیں۔ رمضان پاشا کا تبصرہ اچھا رہا۔ محفل شعر و سخن کے تمام اشعار اچھے اور خوبصورت ہیں۔ اس بار ماضی کا آئینہ با اختیار...... اور بے اختیار انسانوں کے عبرت انگیز واقعات سے آراستہ ملا۔ تم آئے اور خوب آئے۔ ویل ڈن۔ بہلول لودھی کے متعلق بڑی چابکدستی اور ہنرمندی سے لکھا۔ قلم اور معلومات کا بڑا ورسٹائل ہونا۔ اس کے بعد عدالت، میرا مطلب ہے مرزا امجد بیگ صاحب کے اس بار کے کیس نصف کم تر تک پہنچے۔ اس بار انہوں نے دو کیسوں کو منطقی انجام تک پہنچایا۔ فہیم صدیقی جیسے بندے واقعی ماچس کا کام کرتے ہیں لیکن یہ بات ابھی کھٹکتی رہی کہ عالیہ بھی باقیات کا اعتراف کر گئی۔ جس نے ہیرے کو ٹھکرا کر پتھر سے سر پھوڑنے کا ارادہ کیا اور آخر فہیم صدیقی کے قتل کا باعث بنی۔ رنگ آسمان بھی زبردست رہی۔ آگے دیکھتے ہیں، کیا ہوتا ہے؟ ظفر اقبال ظفر کی کہانی آتش جاں سوز بہت رلا دینے والی کہانی ہے۔ انتقام میں اندھے ہو کر دوسروں کی زندگی سے کھیلنے والے چنگیز افغانی کی کہانی ہے...... جو معصوم جانوں سے کھیلتے کھیلتے پتھر ہو گیا تھا...... لیکن مکافاتِ عمل کے تحت جب اس کا اپنا بچہ زد میں آ گیا تو وہ پتھر سے ریت کی دیوار بن گیا۔ بہرحال اس کہانی کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ آصف ضیا احمد کی کہانی روپ بہروپ پڑھ کر احساس ہوا کہ اچھی اور سیدھی دل میں اتر جانے والی کہانیاں سسپنس ہی ہم تک پہنچاتا ہے۔ بہن آصف ضیا احمد ویل ڈن۔ آپ کی ایسی ہی امر کہانیوں کا انتظار رہے گا۔ ڈاکٹر شیر شاہ سید اس بار محبت لے کر آئے۔ کسی نے بالکل سچ کہا ہے کہ آپ اپنی اولاد کی خاطر دنیا کو ٹکڑے ٹکڑے کر سکتے ہیں۔ ایک باپ نے ایک فرعی شخص کو دنیا کے تختے سے اٹھا دیا اور امر ہو گیا۔ حسام بٹ صاحب کا میں فین ہوں۔ وہ تفتیشی کہانی بھی لکھتے ہیں اور ہمیں مرزا امجد بیگ صاحب سے بھی ملواتے ہیں۔ ان کی طویل کہانی وقت بھی ہمیں اپنے حصار میں لیے ہوئے ہے۔“

www.urdutubes.com

❀ عبدالحکیم، خانیوال سے محفل کی رونق بنے ہیں ”جنوری 2019ء کا شمارہ ہاتھ میں ہے۔ وقت کا بے لگام گھوڑا کبھی رکتا نہیں۔ سردی، گرمی، خزاں اور بہار سارے موسم بدل بدل کر آتے رہتے ہیں اور سالوں کے کیلنڈر بھی اسی رفتار سے بدلتے رہتے ہیں مگر ہمارے سماج میں جو نظام ایک طویل عرصے سے رائج ہے، وہ کبھی نہیں بدلا اور شاید کبھی نہ بدلے کیونکہ ہم خود اس انتظار میں ہیں کہ کوئی اور مسیحا آئے گا اور اس بوسیدہ نظام کو گلستان میں تبدیل کر دے گا۔ امن و آشتی کا گہوارہ بنا دے گا۔ تاہم زندگی کا پہیہ چلتا رہتا ہے۔ نشیب و فراز کے ساتھ زندگی رواں دواں ہے اور ہم کچھ تبدیلیوں کے بعد بھی بکھرے ہیں۔ جون صاحب کا انشائیہ بھی سیاستداں اور حکمران طبقے سے ملتمس ہے کہ انسانوں کو بھیڑ بکریوں کے بجائے انسان سمجھا جائے۔ ان کے احساسات و جذبات اور ضروریات کا خیال رکھا جائے مگر ابھی تک شاید امیرِ شہر کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ کہانیوں پر تبصرہ کرنا بھی خط لکھنے کا اہم حصہ ہے۔ تبصرہ سے ابتدا کی۔ اسماء قادری نے ایک عام خیال کو کہانی کا رنگ دیا۔ قصور اور ملک کے مختلف علاقوں میں ہونے والے واقعات کا مجموعہ کہانی ایک اچھا خیال تھا۔ بدنام میں بابو جمالے نے جس انسانیت کا سبق دیا، وہ آج کل مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ عورت اپنے شوہر کے لیے عزت کا سودا کرنے سے بھی گریز نہیں کرتی مگر پھر بھی اسے پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا ہے اور شاید سمجھا جاتا رہے گا۔ ہم جو گزشتہ دنوں کی اچھی کہانی رہی۔ نصف کم تر بیگ صاحب کی روداد نارمل تھی۔ محبت آج کے معاشرے کی عکاس ایک بہت عمدہ طرزِ تحریر۔ ظاہری ٹھاٹ باٹ دیکھ کر رشتہ کر دیا جاتا ہے مگر انسانیت دیکھنا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔“

❀ محمد زبیر ساگر، گوجرہ سے تبصرہ کر رہے ہیں ”جنوری کا سسپنس میرے ہاتھوں میں ہے۔ میرا خط شائع کیا بڑی مہربانی آپ کی لیکن آپ نے میری کہانی جو میں نے آپ کو بھیجی تھی، اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا، کہانی کا نام تھا قسمت کا حال۔ (فی الحال قسمت کی یاوری کا انتظار کریں، آپ کی تمام کہانیاں اگر معیاری ہوئیں تو ضرور شائع ہوں گی) جنوری کے سسپنس ٹائٹل کی دوشیزہ بہت ہی پیاری لگی۔ ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھ کے مسکرا رہی ہے بہت بہت خوبصورت لگ رہی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ایسی حسیناؤں کو ہر لمحہ ہر وقت دیکھتے ہی

رہیں۔ پری چہرہ دلکش مسکراہٹ، جان لیوا اداؤں کا جادو جگاتی حسینہ ایک جادوگرنی جس کا جادو ایسا ہے کہ دل چاہتا ہے بار بار صرف اسی شہزادی کو ہی دیکھتے رہیں۔ بھی دوستوں کے تبصرے بہت اچھے لگے۔ آخری کہانی مہرہ اچھی لگی۔ باقی کہانیاں ابھی زیرِ مطالعہ ہیں۔ ہر بار کی طرح سسپنس کے لیے دعائیں لے کر آتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سسپنس اور اس کے اسٹاف کو بہت زیادہ لمبی عمر دے۔ یہ ہے میرے دل کی دعا جو ہمیشہ سے سسپنس کے لیے میری ہر سانس کے ساتھ نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سسپنس کو بہت کامیابی اور بلندی عطا کرے۔" (آپ کی محبتوں کا بے حد شکریہ)

❁ محمد خواجہ، کورنگی سے شریک محفل ہیں "سب سے پہلے سالِ نو 2019ء مبارک ترین ثابت ہو ہم سب کے لیے۔ (آمین ثم آمین) ہم ایک دکھی اور ستم رسیدہ قوم ہیں۔ دھوکوں نے ہمیں نیم پاگل اور نیم جاں کر دیا ہے۔ ہم نے ہلکی خوشگوار پھوار کے لیے امید لگا رکھی ہے۔ قوم کو ایک اچھا چیف جسٹس ملا ہے۔ ایک نیا حکمران نصیب ہوا۔ خدا ہماری امید کو زندہ و جاوید کر ڈالے۔ اللہ حد سے بڑھ کر امتحان نہیں لیتا۔ سرورق تعریف کے لائق ہے۔ سالِ نو پر مسکراہٹ بھرا چہرہ پیچھے دھند لکے میں ایک مرد اور عورت کی گہری محبت کی جھلک۔ جون ایلیا خونِ دل سے لکھتے ہیں۔ بس ان کے خواب میں لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ میرا دل رو رہا ہے کیونکہ میں حساس ہوں۔ میری عمر 67 سال ہے۔ شاید اس عمر میں اچھا دیکھنے اور سکون سے رہنے کا جذبہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے اب ہماری اولادوں کے اچھے مستقبل کی فکر ہے۔ ہم نے کم میں گزارہ کیا۔ 30 روپے میں جو سامان لاتے تھے اب وہ 3000 سے زیادہ میں آتا ہے۔ پھر بھی مزید کا خوف ہے۔ آپ نے سیاست سماج کی مثال دی ہے۔ ہماری سیاست نے سماج تباہ کر دیا۔ آنے والی نسل کو جو دے رہے ہیں، وہ ایک اچھا معاشرہ نہیں تو مستقبل کی بہتری کی حوصلہ افزائی ختم۔ جو تربیت ہمارے بزرگوں نے دی اور انسان بنایا شاید ہم اپنی نسل کو صرف موٹر سائیکل ریس، مہنگے موبائل، بے ہودگی اور لنگا دے رہے ہیں۔ چھوٹے بڑے کا ادب نہیں۔ ہاں ہم قصوروار ہیں۔ مسائل نے ہمیں نا سمجھ کر دیا اور نئی نسل بدتمیز ہوتی جارہی ہے۔ ہم بزرگ جھکا کر والدین کی بات سنتے تھے اب 90 فیصد اولاد والدین کو ذلیل کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے ان کو کیا دیا؟ ہم اپنی لڑکیوں کے لیے اچھا جیون ساتھی کہاں سے لائیں۔ (آپ کی ہر بات دل کو لگتی ہے۔ خدا کرے...... دلوں میں گھر کر جائے) اب چلیے اس ماہ کی چیدہ کہانیوں کی جانب۔ ہم جو دو حصّے کی کہانی بہت عرق ریزی سے تحریر کی گئی۔ نائل سلطان عجیب و غریب فہم و فراست، سازشوں کے انبار، بہت معلوماتی اور سبق آموز داستان۔ وہمی، انسانی نفسیات کی عمدہ کہانی۔ شوہر ریٹائر اور فارغ تھا لیکن اپنی مصروفیت تعمیری نہیں رکھ سکا۔ احساس کمتری وحسد نے مل کر جنونی کیفیت پیدا کی جو اس کی ہلاکت پر ختم ہوئی لیکن فنکار بیوی کو ایک اور کہانی مل گئی۔ رنگِ آسمان، ایک دلچسپ قسط وار کہانی لیکن اس میں اتنی الجھنیں کہ الجھتا جارہا ہے۔ ویسے ہر کہانی کا ایک الگ مزہ ہے لیکن کہانی کا تسلسل بار بار ٹوٹ جاتا ہے۔ روپ رنگ، دو کردار چار لی اور رنگ ناتھ، دو اچھے دوست انتہائی۔ ناگفتہ حالات سے زندگی شروع کرنے والے۔ کوڑے کے ڈھیر سے اٹھ کر مجرمانہ زندگی، قدرت کا کرشمہ، برائی کو کرتے ہوئے وہ ایک دم نیکی کے راستے پر چڑھ آئے۔ دو بچوں کی زندگی بچ گئی۔ ایک انسان جس کی بے پناہ دولت کام نہ آسکی مگر وہ اجڑے ہوئے لوگ کام آئے اور وہ واپس اپنا کھویا ہوا مقام پالیتا ہے۔ نصف کم تر، بیگ صاحب وکالت کے بے تاج بادشاہ ہیں۔ ہر کہانی اور صداقت کیس ایک اعلیٰ مثال ہے۔ کہانی سادگی سے شروع ہو کر اچانک قتل کے واقعے میں تبدیل ہو جاتی ہے لیکن بیگ صاحب کی چابکدستی اور ذہانت اصل مجرم اور واقعے کو سامنے لے آتی ہیں۔ محبت، ایک انتہائی شفیق باپ کی کہانی۔ بیٹی کی محبت اور پے در پے بیٹی کی بیماری نے باپ کو توڑ دیا پھر محبت نے جنون اور غصے کا روپ دھار لیا۔ یقیناً بے پناہ محبت کی انتہائی جنونی شکل ہے۔ وقت، ایک مایہ ناز سلسلہ۔ ایک شخص جو شاید فولاد کا بنا ہوا ہے، گردش اس کے پاؤں میں۔ عجیب ہولناک واقعات جنم لیتے ہیں۔ نہ وہ فرار حاصل کرتا ہے نہ سکون سے بیٹھ سکتا ہے۔ جانے مصنف اتنے طوفان کہاں سے لاتے ہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام اور سورۃ مریم کا صرف بنیادی قصہ سیکڑوں بار پڑھا لیکن جو معلومات اس مضمون سے ملی، وہ کئی ماخذات کا نچوڑ تھی جس کو عام لوگ نہ پڑھ سکے۔ ڈائجسٹ میں شامل ایسی جامع اور مفصل معلومات حاصل ہوئی (جزاک اللہ) ہر بزرگانِ دین کا پڑھ کر دل و دماغ روشن ہو جاتے ہیں۔ میں اس قابل ہو جاتا ہوں کہ گھر والوں اور دوسروں کو سناتا ہوں۔ وہ ہم تکو درہ جاتے ہیں اور میری معلومات سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ کھیل، آتش جاں سوز، مہرہ بھی اچھی کہانیاں ہیں۔ مزید تفصیل خط کو بہت لمبا کر دے گی۔ بس سالِ نو کا تحفہ لاجواب رہا، اللہ کرے سارا سال یہ میگزین اسی آب و تاب سے چمکتا رہے (بس آپ کی دعا چاہیے) اشعار کی محفل چند اشعار کے علاوہ بس کچھ پھیکی رہی۔ سنہری باتیں، لطائف، کارٹون بہت اچھے رہے۔ خطوط کی محفل بڑی کھٹی میٹھی باتوں کے ساتھ مزے دار رہی۔ ریاض بٹ صاحب، عبدالجبار رومی اور دیگر بھائیوں نے میرا خط پسند کیا، شکریہ۔ ختمی صاحب کی کاوشوں کا بہت شکریہ۔ انہوں نے سال کے لکھے ہوئے خطوط کے اعداد و شمار جمع کیے۔ ان کی کاوش قابلِ قدر ہے۔ انہوں نے ایک راستہ دکھایا۔"

اب ان قارئین کے نام جن کے خطوط محفل میں شائع نہیں ہو سکے۔

محمد اسلم جعفری، کراچی۔ جنید احمد ملک، کراچی۔ احتشام الدین، سیالکوٹ۔ جعفر خان، پشاور۔ نورالدین، لاہور۔

قلم کاروں کے لیے

انعامی سلسلہ

10,000 روپے آپ کے بھی ہو سکتے ہیں

اگر آپ معاشرتی یا جرم و سزا کی مضبوط کہانی خوب اور لکھ سکتے/سکتی ہیں تو

سسپنس ڈائجسٹ اور جاسوسی ڈائجسٹ

کے صفحات حاضر ہیں۔ یہ مستقل قلم کاروں کی صف میں شامل ہونے کی ابتدا ہو سکتی ہے

- کہانی طبع زاد ہونی چاہیے۔
- پلاٹ اور واقعات کسی اور تحریر سے ماخوذ یا ترجمہ نہ ہوں۔
- کہانی رسائل کے تمیں سے [illegible] مشتمل ہو، [illegible] مواد شامل نہ ہو۔
- انعام یافتہ کے علاوہ اس سلسلے میں موصول ہونے والی دوسری قابل اشاعت کہانیاں ادارے کی عمومی شرح سے معاوضے کی ادائیگی پر شائع کی جا سکیں گی۔
- صرف اصل مسودہ یا ہارڈ کاپی قابل قبول ہوگی۔ فوٹو کاپی یا ای میل پر آنے والے مسودے انتخاب میں شامل نہیں ہوں گے۔
- جس پرچے کے لیے کہانی ارسال کریں، اس کا نام ضرور درج کریں۔ اپنا نام، پتا اور رابطے کا نمبر مسودے کی ابتدا میں درج کریں۔

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

مسودے موصول ہونے کی آخری تاریخ 28 فروری 2019ء ہے

اپنے مسودے اس پتے پر ارسال کریں

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

63-C، فیز II ایکس ٹینشن، مین کورنگی روڈ، ڈیفنس، کراچی

ماضی کا آئینہ۔ بااختیار اور بے اختیار انسانوں کے عبرت اثر واقعات

روایت گزیدہ

زویا اعجاز

محبت کسی خاص طبقے کی میراث نہیں ہوتی ... شاہ ہو یا گدا، محبت کسی بھی دل میں گھر کرلیتی ہے اور جسے اپنا معمول بنالیتی ہے اس کا ساتھ مرتے دم تک نہیں چھوڑتی۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہی حال اُس یونانی بادشاہ کا بھی تھا مگر اس کے دل میں اپنی ملکہ کا جو ایک خاص مقام تھا وہ کسی اور کو نہ دے سکا۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کی ملکہ نے اپنے شاہ و بادشاہ کے مرگ کے بعد اپنے اس مقام اور محبت کا حق ادا کردیا۔ اگرچہ ان پر روایت شکن ہونے کا الزام تھا مگر ملکہ کے دل میں بادشاہ کی طرح اپنے عوام کے لیے جو جذبہ تھا اس نے ان دونوں کو تاریخ میں سنہری الفاظ سے رقم کردیا ہے۔

URDU TUBE
www.urdutubes.com

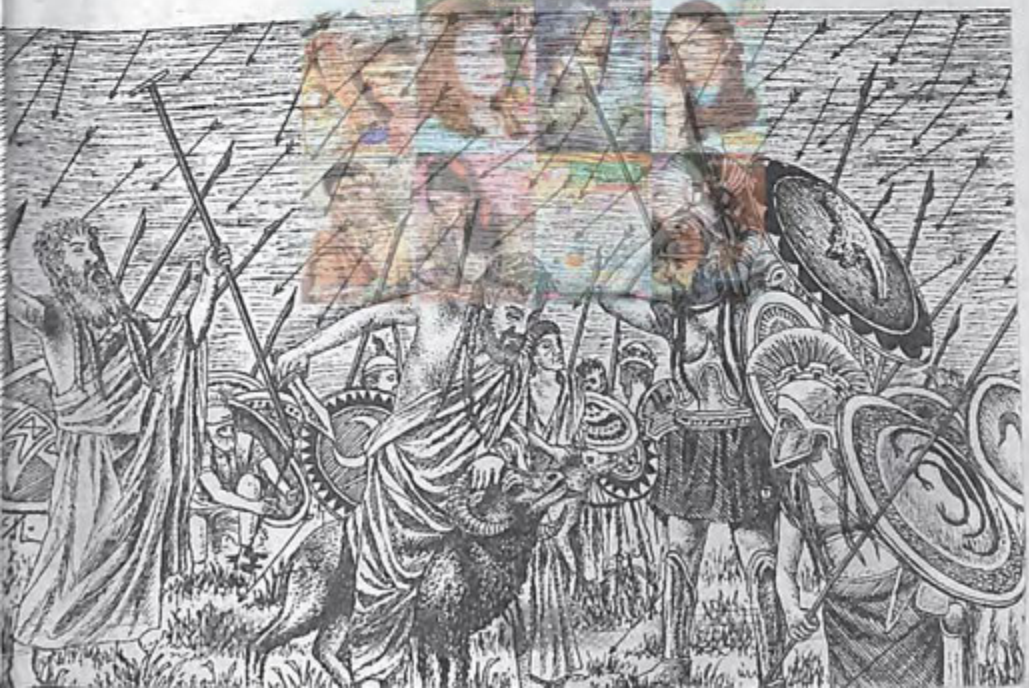

یونانی شہر اسپارٹا کے شاہی گھرانے میں جوش و مستی کی کیفیت تھی۔ بادشاہ اناکساندریدس کی آنکھوں میں فخر و مسرت کی لہریں رقصاں دکھائی دیتی تھیں تاہم عہدے کا وقار اور گہری متانت کسی بھی کیفیت کو اس کے وجود پر مستقل غالب نہ رہنے دیتی۔ وہ دبے دبے جوش سے مخصوص سرگرمیوں میں مشغول خواتین کو دیکھتا اور آنے والے لمحات کی فرحت محسوس کرتے کیف و سرور سے اپنی آنکھیں میچ کر گہری سانسیں لینے لگتا۔

URDU TUBE

"یہ لمحات پہلی دفعہ تو آپ کی زندگی میں نہیں آئے میرے بادشاہ! پھر ایسی بے قراری کیوں؟" اس کے معتبر خاص نے ادب و محبت سے کہا۔

بادشاہ کے چہرے پر مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

"ہاں! تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ خوب صورت احساس میں پہلے بھی محسوس کر چکا ہوں۔ آرٹیمس اور تھیا دیوی کے کرم پر مجھے ہمیشہ ہی سے یقین تھا...... لیکن متعدد بار اس خوبصورت ترین جذبے کو محسوس کرنا ایک ناقابلِ بیان کیفیت ہے میرے دوست!" بادشاہ نے اپنی سنہری ڈاڑھی سہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"بے شک! اپنے خون سے مختلف بچوں کی آبیاری ہوتے دیکھنا اور پھر ان ننھے وجودوں کو اسپارٹا کی دشمنوں کے لیے قہر بنا دینا ایک سعادت ہے۔" معتبر خاص نے تائید کی۔ ان دونوں کے درمیان گہرا بے لوث دوستانہ تعلق بھی تھا۔

اسپارٹا کی اس ریاست میں اپنے تمام ساتھیوں اور سپاہیوں سے عزت و مرتبہ اور محبت آمیز تعلق اس کے بنیادی ستونوں میں شمار ہوتا تھا۔ اپنے بجائے ریاستی باشندوں کے لیے زندگی بسر کرنا ان کا اولین وصف تھا۔

بادشاہ کے لیے انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ اپنی نشست سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

"کیا اس بار بھی 'الفورس' ولادت کے موقع پر اپنی جانچ اور تسلی کے لیے آئیں گے؟" معتبر خاص نے پوچھا۔

"نہیں! اب اس کی کیا ضرورت رہ گئی ہے؟ ان کی محبت تو 'ڈوریمس' کی پیدائش کے ساتھ ہی مکمل ہو گئی تھی۔ اب وہ اسپارٹا کے مستقبل کی بابت پر یقین ہیں کہ میری آئندہ نسل ریاستی نظام مکمل ذمے داری سے سنبھالنے کے لیے تیار ہے۔" بادشاہ کے ہونٹوں پر ایک بار پھر مسکراہٹ در آئی۔ ایک ایسی مسکراہٹ جس میں ماضی کی کچھ تلخیوں اور ناہمواریوں پر اپنی فتح کی خوشی کا عنصر بھی شامل تھا۔

یونان کے اس قدیم اور اہم ترین شہر "اسپارٹا" میں "اناکساندریدس ابنِ لیو" کی بادشاہت تھی۔ خاندانی قوانین کے مطابق اس کی شادی اپنی بھانجی سے ہوئی تھی۔ اس وقت خاندان میں بھانجی، بھتیجی یا سگے خونی رشتے سے شادی کرنا معیوب نہیں بلکہ اپنی آئندہ نسل میں خالص پن برقرار رکھنے کے لیے یہ انتہائی احسن عمل تصور کیا جاتا تھا۔

بادشاہ اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شادی کے طویل عرصے بعد بھی جب وہ صاحبِ اولاد نہ ہوئے تو اس نے کوئی بھی منفی ردعمل نہ دیا۔ بیوی سے بے پناہ محبت اور دیوتاؤں پر اعتقاد کی بدولت اسے یقین تھا کہ وہ یقینی طور پر اولاد کی نعمت سے سرفراز ہوگا۔ دیگر ریاستی اداروں کو اس اعتقاد و محبت سے کوئی سروکار نہ تھا اور ایسے ہی ایک اہم ریاستی ستون "الفورس" نے بالآخر بادشاہ کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ وہ آئندہ "ولی عہد" کے متعلق اس سے دوٹوک گفتگو کرنا چاہتے تھے۔

"الفورس" کہن رسیدہ، تجربہ کار، دانشور، مکمل سیاسی وقدیم ریاستی تاریخ سے آشنا پانچ افراد پر مشتمل ایک بااختیار ادارہ تھا جنھیں بالفاظ دیگر اسپارٹا کا "گورنرز" بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان کی طاقت اور اختیارات لامحدود و مسلمہ تھے۔ الفورس، بادشاہ کے سامنے جھکنے کے پابند بھی نہ تھے۔ ان کی عزت و اہمیت بہت زیادہ تھی۔ ریاستی کردار نہایت مقدس سمجھا جاتا تھا۔ جنگ و جدل میں بادشاہوں کی غیر موجودگی کے باعث تمام تر ریاستی فیصلوں میں یہ مختارِ کل تھے۔

بادشاہ اپنی اس طلبی کی نزاکت اور اہمیت بخوبی جانتا تھا۔ اس نے اپنے ذہن میں دلائل اور منطقی جواز پر مبنی خاکہ روانگی سے قبل ہی تیار کر لیا تھا۔

"وقت آگیا ہے کہ تم اپنی ازدواجی زندگی کی بابت کوئی اہم فیصلہ کر لو۔" اسے دوٹوک انداز میں کہا گیا۔

"مجھے کسی فیصلے کی ضرورت ہی نہیں۔ میں اپنی ازدواجی زندگی سے بے حد خوش اور مطمئن ہوں۔"

"اسپارٹا کی ریاست تمہاری ذاتی خوشی و اطمینان پر نہیں چلائی جا سکتی اناکساندریدس!"

"ہاں! میں جانتا ہوں محترم الفورس!"

"اور تم یہ بھی جانتے ہو گے ہمیں مستقبل کے لیے ایک جانشین کی ضرورت ہے جو ابھی تک تمہاری بیوی پیدا نہیں کر سکی۔"

"اس امر میں اس کا تو کوئی قصور نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ بھی میری طرح ایک ولی عہد پیدا کرنے کی خواہشمند ہے۔"

"لیکن اب تک ناکام ہے۔" ایک بوڑھے رکن نے قطع کلامی کی۔ "اسپارٹا کا مستقبل محض کسی خواہش کے وبال میں داؤ پر نہیں لگایا جا سکتا۔ تمہیں اپنی کوئی فکر نہیں تو بہرحال ہم اس احمقانہ عمل کو جاری رکھنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

"نہ ہی ہم شاہی خون کی نسل کو اپنے درمیان سے ختم ہونے دیں گے۔" دوسرے بوڑھے نے کہا۔ "تمہاری

URDU TUBE
ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

موجودہ بیوی بانجھ ہے۔ لہٰذا اسے چھوڑ کر نئی شادی کرلو۔ اہلِ اسپارٹا کی خوشی اور محفوظ مستقبل کے لیے ایسا کرنا تمہارا فرض ہے۔''

''میں ایسا کرنے کے لیے خود کو رضامند نہیں پاتا۔ ادارے کی جانب سے یہ کوئی مناسب مشورہ نہیں ہے کہ میں اپنی وفاشعار اور بے گناہ بیوی کو چھوڑ دوں۔'' بادشاہ نے دوٹوک جواب دیا۔

ولی عہد کی پیدائش بہرحال ایسا معاملہ نہ تھی کہ بادشاہ کی اس حکم عدولی کے بعد ادارے کے ممبران خاموشی سے دیگر امور میں مصروف ہوجاتے۔ بادشاہ کی یہ روش ان کی ذاتی انا کے لیے بھی ایک ضرب تھی، لہٰذا انہوں نے یہ معاملہ ''اٹھائیس'' افراد پر مشتمل ''مجلسِ مشاورت'' میں اٹھایا اور ان ''تینتیس'' افراد نے باہم رضامندی سے بادشاہ کو ایک بار پھر طلب کرتے ہوئے اپنی نئی حکمتِ عملی سے آگاہ کیا۔

''ہمیں علم ہوا ہے کہ آپ نے ایفورس کے مشورے کو رد کردیا ہے۔''

''جی ہاں! ان کا یہ مشورہ کسی بے گناہ کو ناانصافی پر مشتمل سزا کا حقدار ٹھہرا رہا تھا۔''

''ہم آپ کی یہ بات جزوی طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ آپ موجودہ بیوی سے بے حد محبت کرتے ہیں لہٰذا آپ کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے ہم نے ایک اور بہتر راہ تلاش کی ہے۔''

''میں امید کرتا ہوں کہ وہ مجھے کسی ناانصافی پر مائل نہیں کرے گی۔''

''ہم آپ سے کسی بحث کی توقع نہیں رکھتے۔ ہماری تجویز پر عمل بہرحال آپ کے لیے اشد ضروری ہے۔ بصورتِ دیگر اسپارٹا کے عوام آپ کے حوالے سے کوئی غیر معمولی فیصلہ نہ کرلیں۔''

''میں آپ کی تجویز جاننے کا منتظر ہوں۔'' بادشاہ پر صورتِ حال کی سنگینی واضح ہوگئی تھی۔

''ہم آپ کو موجودہ بیوی سے علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور نہیں کریں گے۔ آپ اسے ماضی ہی کی طرح محبت، عزت اور تحفظ فراہم کرتے رہیں تاہم اب وقت آگیا ہے کہ آپ ایک اور شادی کرکے ہماری ریاست کو ولی عہد سے نوازیں۔'' ممبران نے اپنی حتمی رائے پیش کی۔

بادشاہ کے لیے اب کسی حجت یا مزید انکار کی گنجائش ہی نہ تھی۔ اس نے یہ پیشکش قبول کرلی اور ایک اہم سیاسی اہلکار کی بیٹی سے شادی کرکے اسپارٹا کی روایات کے برخلاف دو الگ الگ گھروں میں دونوں بیویوں کے ساتھ باری باری وقت دیتے ہوئے زندگی بسر کرنے لگا۔

ایفورس اور مجلسِ مشاورت کا یہ فیصلہ بہت جلد درست ثابت ہوا اور دوسری بیوی نے ایک اولادِ نرینہ کو جنم دیا جس کا نام ''کلیومینیس'' رکھا گیا۔ ایفورس اور دیگر ممبران بہت خوش اور اپنے فیصلوں کے دوررس نتائج پر سرشار تھے۔

تقدیر کے ترکش میں ابھی بہت سے تیر اور خفیہ پہلو باقی تھے۔ کچھ وقت مزید گزرا تو بادشاہ کی پہلی بیوی کے پاؤں بھاری ہونے کی خبر نے سب ہی کو دنگ کردیا۔ اس موقع پر افواہوں اور چہ میگوئیوں کا ایک نیا بازار گرم ہوگیا۔

دوسری بیوی کے لیے یہ خبر بے حد باعثِ تشویش تھی۔

''یہ یقیناً ایک سازش ہے۔ ایک بانجھ عورت کس طرح اولاد کو جنم دے سکتی ہے؟''

''ہاں! کلیومینیس کی پیدائش کے بعد وہ یقینی طور پر حسد اور تحفظات میں مبتلا ہوگئی ہے۔ اس لیے خفیہ طور پر اولاد کو اپنے در پر لانے کے لیے تیار ہوگئی ہوگی۔''

یہ افواہیں اور تحفظات جلد ہی ایفورس اور مجلسِ مشاورت کے اراکین تک جا پہنچے۔ ریاست کے ان بہترین دماغوں نے ایک بار پھر سر جوڑ لیا۔

''ہر قیمت پر خون کی پاکیزگی کو محفوظ رکھنا ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔ اس میں ملاوٹ یا سازش کی کسی بھی صورت اجازت نہیں دی جاسکتی۔'' احتجاج اور مطالبات بڑھنے لگے تو ممبران اپنے طے شدہ طریقے کے مطابق بستر کے اردگرد بیٹھ کر پیدائش کے عمل کو بغور دیکھنے لگے۔ وہ حد درجہ بے یقین تھے۔ اس بے یقینی کا خاتمہ ''ڈوریس'' کی پیدائش سے ہوا۔

قدرت کی ستم ظریفی تو یہ تھی کہ بادشاہ کی دوسری بیوی کے ہاں پہلے بیٹے کے بعد پھر کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی جبکہ اسپارٹا کی پہلی ملکہ ڈوریس کی پیدائش کے بعد آج ایک بار پھر تخلیق کے کرب ناک لیکن خوبصورت ترین مرحلے سے گزرنے کے لیے تیار تھی۔ وہ اس وقت دردِ زہ میں مبتلا تھی اور کسی بھی لمحے نئی زندگی کو جنم دے سکتی تھی۔

''کیا آپ بھی اس وقت وہی سوچ رہے ہیں میرے بادشاہ جو میرے ذہن کے دریچوں پر دستک دے رہا ہے؟'' معتمدِ خاص نے گہری نظروں سے بادشاہ کے چہرے کا جائزہ لیا۔

''ہاں یقیناً! فطرتِ انسانی سے فرار کیسے ممکن ہے بھلا؟ سکھ کے لمحات میں بھی دل کے نہاں خانوں میں چھپی

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

خلش آجاتی ہے۔" بادشاہ نے متانت سے جواب دیا۔

وہ دونوں اب دیگر ریاستی امور پر گفتگو کرنے لگے تھے۔ انتظار کی ان طویل گھڑیوں کا خاتمہ اس وقت ہوا جب نومولود نے اپنی باریک سی آواز میں دنیا میں اپنی آمد کا نقارہ بجایا۔ خوشی، فخر اور تقویت کا ایک بے پایاں احساس بادشاہ کے رگ و پے میں سرایت کرنے لگا۔ وہ فوری طور پر ملکہ کے پاس گیا جسے ممتا کا روپ وفخر مزید دلکش اور حسین بنا رہا تھا۔

"ہماری جانب سے ایک اور تحفہ قبول کیجیے۔" شوہر کو اپنے پاس دیکھ کر اس نے بچے کو اپنی باہوں میں بلند کیا۔

"ہم اس کے لیے آپ کے شکر گزار ہیں۔" بادشاہ نے محبت سے ان دونوں کو دیکھا۔ بیٹے کی دید نے اس کی چھاتی فخر سے مزید چوڑی کردی۔

"ہمارے بیٹے کا نام "لیونائیڈس" ہوگا......" اپنے والد "لیو" کا تصور ذہن میں آتے ہی اس نے کہا۔ "لیونائیڈس...... سپوت شیر...... اسپارٹا کی ریاست میں پیدا ہونے والا ایک اور جنگجو سپاہی۔"

☆☆☆

چھٹی صدی قبل از مسیح کا سفر اپنے مخصوص انداز اور مدار میں رواں دواں تھا۔ یونان میں شہری ریاست اسپارٹا اپنے جاہ و جلال، شان و شوکت اور منفرد اوصاف کے ساتھ ایک قدیم تہذیب کی علمبردار تھی۔ تین صدیوں سے تہذیب و تمدن کا سفر کرتی اسپارٹا کی ثقافت اپنے عقائد و نظریات میں چٹانی سختی اور آہنی ارادوں کی مالک تھی۔ یہاں کسی بھی نومولود کی پیدائش کے ساتھ ہی اسے ریاست کے لیے مفید شہری بنانے کے اقدامات کا آغاز ہو جاتا تھا۔ لیونائیڈس کو بھی اس امر سے استثنیٰ کیونکر حاصل ہو سکتا تھا۔

اسپارٹا میں کسی بھی اولادِ نرینہ کی پیدائش کے بعد ماں اسے شراب سے نہلا دیا کرتی۔ یہ عمل اس عقیدے کی بنیاد پر ہوا کرتا تھا کہ بچے کی جسمانی مضبوطی اور قوتِ ارادی کا اندازہ کیا جا سکے۔ بچہ اگر کمزور ہوتا تو اس عمل کے بعد زندگی کی قید سے آزاد ہو جاتا۔ بصورتِ دیگر نومولود کا باپ اسے "گیروشیا" نامی کونسل کے ارکان کے پاس لیے چلا آتا۔

گیروشیا ایک خصوصی تشکیل کردہ کونسل تھی جس میں شامل تیس اراکین میں سے اٹھائیس کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہوتی تھی۔ جڑواں بیٹوں کی پیدائش کے سبب دہری بادشاہت کا آغاز ہوا تھا جب دو افراد اسپارٹا کے انھی دونوں شاہی خاندانوں کے سربراہ یعنی بادشاہ ہوا کرتے۔

نومولود بچے کی گیروشیا کو حوالگی کے موقع پر بھی اس کی خوب جانچ پڑتال ہوتی۔ اگر شیر خوار کسی بھی جسمانی نقص سے آزاد اور ان کے مطلوبہ معیار پر پورا اترتا تو اسے زندہ رہنے کا اختیار دے دیا جاتا۔ معمولی سی کمزوری کی صورت میں بھی اسے جنوبی یونان میں پہاڑوں کی کھائی میں کئی روز کے لیے بے یار و مددگار چھوڑ دیا جاتا۔

اس آزمائش کے بعد بھی شیر خوار اگر زندہ رہتا تو اسے ریاست میں قبولیت کا درجہ بخش دیا جاتا ورنہ موت ہی اس کا مقدر ٹھہرتی۔ لیونائیڈس کو بھی دیگر تمام بچوں کی طرح اس دشوار ترین مرحلے سے گزارا گیا۔ اس کی قوتِ ارادی اور جسمانی مضبوطی جانچنے کے بعد گیروشیا کے ارکان بیک وقت متاثر اور دنگ تھے۔

"لیونائیڈس ایک غیر معمولی بچہ ہے بادشاہ سلامت!"

"اسپارٹا کی ریاست پر دیوتاؤں کا خاص کرم ہے۔ ہماری عورتوں نے ہمیشہ ہی ایسے غیر معمولی مردوں کو جنم دیا ہے...... اور ہمیشہ دیتی رہیں گی۔" بادشاہ نے کہا۔

"آپ کی بات بالکل بجا لیکن ہمارا تجربہ اور علم ابھی سے اس بات کی پیشین گوئی کر رہے ہیں کہ اسپارٹا کی تاریخ میں لیونائیڈس کا نام امر ہو جائے گا۔"

"یہ باتیں قبل از وقت ہیں۔ اس کے سامنے ایک طویل آزمائش بھری زندگی موجود ہے۔" بادشاہ نے مسکراتے ہوئے وقار سے کہا۔

"وہ یہ بھی مراحل نہایت شان سے عبور کرے گا...... تاہم ہمیں ایک بات کا قلق ضرور رہے گا۔"

"میں اپنے بیٹے کے متعلق اس قلق کی وجہ جاننا چاہوں گا۔"

"لیونائیڈس ولی عہد کی قطار میں کہیں بھی موجود نہیں۔ یہ تقدیر کی بہت بڑی ستم ظریفی ہے۔" کونسل کے رکن نے کہا۔ "میری نیک تمنائیں دونوں بڑے بیٹوں کے ساتھ ہیں لیکن یہ دلی خواہش ضرور ہے کہ لیونائیڈس ولی عہد ہوتا۔"

"ہم اسپارٹا کے ہیں میرے عزیز کونسلر! ہماری زندگی میں جذبات اور خواہشات کا عمل دخل کب سے ہونے لگا بھلا؟" بادشاہ مسکرایا۔

"میں بادشاہ سلامت کی بات سے متفق ہوں اور اسی لیے پہلے ہی بڑے بیٹے کے لیے اپنی بہترین نیک خواہشات کا اظہار بھی کر چکا ہوں۔" کونسلر نے کہا۔

’’ابھی لیونائیڈس کو ’’ایگوج‘‘ کا طویل اور پُرکٹھن امتحان درپیش ہوگا۔‘‘

’’ہمیں یقین ہے وہ ایگوج کے بہترین ماحول سے کندن بن کر لوٹے گا۔‘‘ اس بار گونسلز مسکرایا۔

☆☆☆

’’ایگوج‘‘ اسپارٹا کے معاشرے کا ایک اور بنیادی ستون تھا جو عسکری، ذاتی اور شہری تربیت کے لیے مسلسل ادارہ تھا۔

لڑکپن کی حدود سے نکلتے ہی اسپارٹا میں بچے کو لڑائی بھڑائی کی تربیت فراہم کرنے کا آغاز کردیا جاتا تھا۔ بادشاہِ وقت کا پہلا بیٹا ہی محض اس داخلے سے مستثنیٰ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اسپارٹا کا ہر ’’مرد‘‘ شہری یہاں سخت ترین تربیت کے مراحل سے گزرتا تھا۔

یونان کے اس قدیم ترین ادارے ’’ایگوج‘‘ کا لغوی مطلب ہی ’’پرورش‘‘ تھا۔ اس لیے یہاں راہنمائی اور بہترین شہری زندگی گزارنے کے طریقوں پر ہی زور دیا جاتا تھا۔ ادارے کا اولین مقصد اسپارٹا کی فوج کے لیے بہترین جنگجو تیار کرنا تھا۔

بادشاہ نے بیٹے کو اس ادارے میں بھیجنے سے قبل ہی ذہنی طور پر بہت مضبوط کردیا تھا۔

’’زندگی ایک نعمت ہے میرے بچے! اور اس نعمت کا اصل حق اس وقت ادا ہوتا ہے جب ہم اپنے ساتھیوں کے لیے جینا سیکھیں۔‘‘

’’اپنے ساتھیوں کے لیے کیسے جیا جاتا ہے؟‘‘ کم عمر لیونائیڈس نے ذہانت سے بھرا سوال اٹھایا۔

’’ہر موقع پر اپنے قریبی ساتھیوں، دوستوں کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ان کی حفاظت کو اپنا فرضِ اول سمجھو۔ اپنی ذات میں جنگجوانہ صلاحیتیں اجاگر کرو۔ اسپارٹا میں کسی کمزور کو جینے کا کوئی حق نہیں۔‘‘

’’میں شہ زور بنوں گا اور اپنے ساتھیوں کے لیے ہر موقع پر ایک حفاظتی ڈھال ثابت ہوا کروں گا۔‘‘

’’مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔‘‘ بادشاہ نے بیٹے کو فخر سے دیکھا۔

سات سال کی عمر میں پہنچتے ہی لیونائیڈس کو ایگوج میں داخل کروادیا گیا۔ یہ تسخیر کا ایک نیا جہان تھا جہاں بقا کا صرف ایک ہی اصول تھا...... شجاعت اور اسپارٹا سے وفاداری۔ انہیں آغاز ہی سے ادارے میں آمد کا مقصد اچھی طرح ذہن نشین کروادیا جاتا تھا۔

’’یونان میں اس ادارے کی شہرت سورج کی روشنی اور چاند کی ٹھنڈی چاندنی کے مانند پھیلی ہوئی ہے۔ آپ سب بہت خاص بچے ہیں جنہیں یہاں آمد کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ طبقۂ اشرافیہ کے علاوہ غیر اسپارٹا کے افراد بھی اپنی اولادِ نرینہ کو یہاں بھیجنا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے ہیں...... کیا آپ جاننا نہیں چاہیں گے کہ اس اعزاز کا پس منظر کیا ہے؟‘‘

’’ہم ضرور جاننا چاہیں گے۔‘‘ بچوں نے تجسس سے پوچھا۔

’’یہاں آپ کو اسپارٹا کی قوت بنادیا جائے گا۔ آپ کے ارادوں کو فولاد اور حسیات کو پیش بینی کی شکل دی جائے گی۔ یہاں بقا کے لیے اپنے وجود کو آتش میں دہکانا ہوگا۔‘‘ منتظم کا جذباتی لہجہ ان بچوں کی رگوں میں خون دہکانے لگا۔

یہاں لڑکوں کو گروہی ترتیب میں رکھا جاتا تھا جسے مخصوص اصطلاح میں ’’اگیلائی‘‘ (ریوڑ) کہا جاتا۔ لڑکوں کی سخت کوشی اور منتشر طبیعت کو راہِ راست پر رکھنے کے لیے انہیں نظم و ضبط کے ساتھ باہمی مقابلوں میں مصروف کردیا جاتا جس میں وہ سب بہت لگن اور محنت سے کامیاب ہونے کی کوشش کرتے۔

لیونائیڈس نے بھی اپنے ہم عصر لڑکوں سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اس عمل میں اسے بہت سی جسمانی چوٹوں کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن ارادے کی مضبوطی نے اسے کسی بھی مقام پر رکنے نہ دیا۔ دس سال کی عمر میں اسے ایک شب جنگل کی پراسرار فضاؤں میں تنہا بھیج دیا گیا۔ یہ اس کی قوتِ ارادی اور بے خوفی کا اصل امتحان تھا۔ وہ رات بے حد وحشت ناک اور اعصاب شکن تھی۔ جنگلی جانوروں کی بلند ہوتی آوازیں ہول احساس پیدا کررہی تھیں۔ کسی بھی جانور کے حملے کی صورت میں دفاع کے لیے اس کے پاس صرف ایک نیزہ تھا۔ اسے کسی بھی قیمت پر یہ مرحلہ سرخروئی سے طے کرنا تھا۔ اس کا ذاتی وقار ہمیشہ ہی سے اس کے لیے بہت اہم تھا۔

رات قطرہ قطرہ پگھلتی رہی۔ کچھ ہی لمحوں بعد اس کا سامنا ایک خونخوار بھیڑیے سے ہوگیا۔ ہڈیوں میں گودا جاتی برفانی ہوائیں اس کے وجود میں سنسنی دوڑانے لگیں۔

اسے علم تھا کہ محض ایک نیزے کی مدد سے کسی بھیڑیے پر قابو پانا ممکن نہیں۔ اس کی ذہانت نے یہ بھی بھانپ لیا تھا کہ منتظمین کی جانب سے یہ مہم درحقیقت کم تر وسائل میں کئی گنا طاقتور دشمن کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت کا امتحان ہے۔ ناکامی کی صورت میں بے رحم اور سخت ترین جسمانی سزا اس سے بغلگیر ہونے کے لیے بے تاب تھی۔

لہٰذا اپنے سامنے موجود ایک جسیم اور طاقتور دشمن کو

پسپائی کا تاثر دیتے ہوئے وہ ایک چٹانی خلا میں داخل ہو گیا۔ بھیڑیئے نے بھی اپنی جبلت سے مجبور ہو کر بلاخوف وخطر اسے دبوچنے کے لیے جست لگادی جس کے نتیجے میں وہ درز میں بری طرح پھنس کر رہ گیا۔ لیونائیڈس کے لیے اب اس کا شکار بہت آسان تھا۔ اس نے بے بس بھیڑیئے کی غراہٹ اور تلملاہٹ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس کٹھن امتحان میں کامیابی نے اسے نگراں اساتذہ کی نظر میں انتہائی پسندیدگی کا مقام حاصل کروادیا۔

☆☆☆

بارہ سال کی عمر تک پہنچتے، وہ [illegible] کے مختلف آزمائشیں سہتے اپنی اس نئی زندگی کے عادی ہو چکے تھے لیکن پھر بھی کسی نہ کسی موڑ پر ان کے سامنے حیران کن صورت حال دبے قدموں چلی آتی تھی۔ ایسی ہی ایک آزمائش انہیں اس وقت بھی سہنی پڑی جب [illegible] رنگ کا [illegible] ایک سال کے لیے ان کا لباس قرار دے دیا گیا۔

لیونائیڈس اور اس کے ہم جماعت ساتھی اس [illegible] کو حیرت اور استعجاب سے الٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے۔ نگراں کی جہاندیدہ اور بوڑھے کی طرح چمکتی آنکھیں ان لڑکوں کے وجود کو آرپار دیکھ رہی تھیں۔

"کیا ہم یہ کپڑا مکمل ایک سال تک [illegible] کریں گے؟" ایک ساتھی نے اپنی حیرت کو زبان دی۔

"ہاں! اس کے سوا تمہیں اور کچھ بھی [illegible] جائے گا۔" اس جواب پر ان لڑکوں کی حالت [illegible] لیونائیڈس کی حالت بھی اپنے ساتھیوں سے مختلف نہ تھی۔ اس کا شاہی وقار اور [illegible] رگوں میں جوش کھانے لگا۔ دیگر اشرافیہ بھی ایسے ہی جذبات محسوس کر رہے تھے۔

"میں جانتا ہوں کہ تم سب اس وقت کیا سوچ رہے ہو۔ یہ لمحہ یقینی طور پر سب کو اپنی [illegible] اور معاشرتی حیثیت یاد دلاتے ہوئے ہمارے [illegible] فیصلے کے خلاف بہت سی منفی تاویلیں پیش کر رہا ہوگا [illegible] دل اپنے بہترین لباس پہننے کے لیے مچل رہے ہوں گے لیکن اس حکم کے پیچھے بھی ایک تاویل موجود ہے۔"

"ہمیں یقین ہے کہ وہ تاویل مستقبل قریب یا بعید میں ہمارے لیے کسی بہتری کا سامان ہوگی۔" لیونائیڈس نے ادب سے کہا۔

"ہاں! اور اب بھی ایک بات جان لو کہ ریشمی پوشاکیں قیمتی ہیں اور کثیر تعداد میں لباس جس بدن کے لیے عادت بن جائیں وہ تن آسان اور نمود ونمائش کے آسیب میں گرفتار ہونے لگتے ہیں۔ تن آسانی اور نمائش ایک جنگجو کے لیے وہ دشمن ہے جو کسی مخالف فوج نے ترپ کے پتے کے طور پر آپ کے لیے سنبھال رکھا ہو...... اس لیے یاد رکھنا! دشمن پر فتح حاصل کرنی ہے تو پہلے اپنے نفس پر غالب آؤ۔ عورتوں کے مانند زیور ولباس کی تمنا کرنے کے بجائے جنگی حکمت عملی میں ساتھیوں پر اپنی برتری ثابت کرو۔"

تمام لڑکوں کو نگران کی یہ منطق بہت جلد سمجھ آگئی۔ ذاتی صلاحیتوں کے نکھار کے لیے انہوں نے ان تھک محنت کا آغاز کردیا۔ نگران معلم کا اگلا ہدف اب ان کی "خوراک" تھی۔

☆☆☆

لیونائیڈس اور اس کے ساتھی لڑکے ایک بار پھر الجھن میں تھے۔

گزشتہ کچھ عرصے سے انہیں کھانے پینے کے لیے بہت کم خوراک ملنے لگی تھی۔ اس موقع پر انہیں گھریلو زندگی کی [illegible] اور طعام کی آسائشیں یاد آنے لگیں۔

"اس نئی آزمائش نے تو بہت بے حال کردیا ہے۔ یہ سابقہ تمام تر امتحانات سے سخت ہے۔" ایک لڑکے نے تلملا کر کہا۔

"ہاں! مجھے بھی سمجھ نہیں آتا کہ ایک طرف ہمیں میدان جنگ میں تربیت کے لیے جسمانی مضبوطی کے گر [illegible] اور دوسری طرف اس قدر معمولی مقدار میں کھانا دے کر ناتوانی کے اسباب کیوں پیدا کیے جارہے ہیں؟" دوسرے لڑکے نے مٹھیاں بھینچیں۔

"اب میں کچھ کچھ سمجھنے لگا ہوں۔" لیونائیڈس نے اطمینان سے کہا۔

"ہم بھی اس ناانصافی کی وجہ جاننا چاہیں گے۔"

"یہ ناانصافی نہیں...... انتظامیہ کا کوئی دور اندیش فیصلہ ہے۔"

"میرے ذہن میں ایک خیال دستک دے رہا ہے۔ جس پر عمل کرنے سے ہمارا یہ مسئلہ بہ آسانی حل ہو جائے گا اور انتظامیہ کے اس امتحان میں کامیابی بھی مل جائے گی۔" ایک اور ساتھی نے تجویز دی۔

"جلدی بیان کرو پھر......" دیگر لڑکے پرجوش ہوئے۔

"ہمیں روز اول سے ایک ہی تربیت دی گئی ہے کہ اپنا حق مانگنے سے کبھی بھی نہیں ملے گا۔ حق ہمیشہ چھینا جاتا ہے۔ ہم اپنی اس بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کھانا چرا بھی تو سکتے ہیں۔"

"انتہائی نامعقول خیال ہے یہ۔" لیونائیڈس نے سختی

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

سے کہا۔

''نہیں! ہماری دانست میں اس کی معقولیت قابلِ عمل اور سہل ہے...... ہم اس تجویز پر ضرور عمل کریں گے۔''

دھیرے دھیرے بحث زور پکڑتی گئی اور بالآخر وہ لڑکے دو دھڑوں میں منقسم ہوگئے۔ کھانا چرانے کے حامی افراد کی تعداد قدرے زیادہ تھی۔ ان کا خیال تھا کہ وہ کم مقدار میں اشیائے خورونوش چرایا کریں گے تاکہ انتظامیہ کو کسی بھی گڑبڑ کا شبہ نہ ہوسکے۔ ان کی حکمتِ عملی اور جوش دیدنی تھا۔ منصوبے کی تیاری کے ساتھ ہی اسی رات دو افراد نے شکم کی آگ بجھانے کے لیے کھانا حاصل کرلیا۔ اس کامیابی کے بعد ان کے قدم زمین پر ٹک نہیں رہے تھے۔ وہ جلد از جلد طے شدہ مقام تک پہنچنا چاہتے تھے تاکہ دیگر ساتھیوں کو بھی اس شراکت میں حصے دار ٹھہرا سکیں۔

خوشی اور کامیابی کے نشے میں چور جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو نگران اساتذہ کو کڑے تیوروں سے وہاں موجود پا کر حقیقی معنوں میں ان کی سٹی گم ہوگئی۔ اس لمحے ذہن میں پہلا خیال یہی آیا کہ دوسرے گروہ کے کسی ساتھی نے ان کی مخبری کردی ہے۔

''تم ایک بار پھر غلط سوچ رہے ہو۔'' نگران نے سرد مہری سے کہا۔ اس کے انداز اور لہجے پر انہیں اپنا انجام واضح نظر آرہا تھا۔

''کیا یہ جاننا نہیں چاہو گے کہ پہلی بار کب غلط سوچا تھا؟'' اس نے سابقہ انداز ہی میں سب کو مخاطب کیا۔

لڑکوں کے سر اثبات میں ہل گئے۔ لیونا ئیڈس اور اس کے ساتھی بھی اس گھما گھمی کے بعد وہیں موجود تھے۔

''پہلی بار تم لوگوں نے یہ غلطی کی کہ کم خوراکی کو اپنے نفس اور ذہن پر حاوی کرلیا۔ یہ غلبہ اس قدر شدت اختیار کرگیا کہ تم سبھی نے چوری کا منصوبہ بنالیا...... دوسری یہ کہ انتظامیہ کو غافل اور انجان سمجھ بیٹھے اور اب اپنے ہی ساتھیوں کے لیے مشکوک ہورہے ہو۔''

''ہم معافی چاہتے ہیں جناب! لیکن بھوک برداشت کرنا ناممکن ہونے لگا تھا۔'' اس گروہ کے سرغنہ نے ادب سے کہا۔

''اسپارٹا ایک جنگجو ریاست ہے...... اس کی تاریخ جنگ وجدل اور خونریزی سے بھری ہے...... ہمیں بیرونی حملہ آوروں کے ساتھ ایتھنز والوں کی مخاصمت کا خطرہ بھی درپیش رہتا ہے۔ میری یہ آنکھیں مستقبل کے آئینے میں جھانکتی ایک عبرتناک منظر دیکھ رہی ہیں کہ اسپارٹا حالتِ جنگ میں ہے...... میدان میں گھمسان کا رن پڑا ہے...... اور اسپارٹا کے بیٹے ...... یعنی تم لوگ...... اپنی دو کوڑی کی بھوک سے نڈھال دشمن کے نیزوں کی چھاؤں میں خوراک تلاشنے میں مگن ہو۔'' نگران کا ہر ایک لفظ ان کے ہوش اڑا رہا تھا۔ لیونا ئیڈس کی آنکھوں میں اپنے کسی خیال کی تصدیق پر ایک ہلکی سی سرشاری واضح دکھائی دینے لگی۔

''ایک بہترین سپاہی وہی ہوتا ہے جو دشمن سے قبل اپنے نفس کو زیر کرنا سیکھے۔ تم سب کو اپنی جبلی ضروریات پر قابو پانا ہے۔ اس کامیابی کے بعد دشمن پر نصف فتح حاصل ہوجائے گی۔ اسپارٹا کو مضبوط اور جفاکش سپاہی درکار ہیں۔ بسیار خوری کے نتیجے میں مٹاپا، تساہل اور بے ہنگم پن ...... دل دشمن کے خیموں میں خوشی کے شادیانے بجادے گا۔ اپنی بھوک کو اپنا ہتھیار بناؤ۔ میدانِ جنگ میں اس جبلی ضرورت سے بے نیاز رہنا ہے تو صرف زندہ رہنے کے لیے کھاؤ...... اگر کھانے کے لیے زندہ رہے تو تمہاری لاشیں کسی میدان میں بے نور آنکھوں سے آسمان کو تک رہی ہوں گی۔'' نگران کی یہ باتیں ان کے دل و دماغ میں سوچ کے نئے در وا کرنے لگیں لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ تسلیم و رضا کا عمل سزا کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا تھا۔

''اگلا مرحلہ اس سے بھی دشوار ہوگا۔ ناکامی کی صورت میں ادارے کے دروازے تم لوگوں پر بند کردیے جائیں گے۔ اسپارٹا تمہیں اپنا شہری ماننے سے منکر ہوجائے گا اور پھر موت کے سوا کہیں کوئی پناہ نہ ہوگی۔'' اس جلاد صفت نگران کے اس انکشاف نے انہیں زخمی وجود اور چوٹوں کی اذیت یکسر فراموش کردی۔

''اب کیا ہوگا ہمارے ساتھ؟ اب کون سا امتحان درپیش ہوگا؟'' ہر ایک کے ذہن میں کم و بیش یہی سوال گونج رہا تھا۔

☆☆☆

ادارے میں موجود ان لڑکوں نے پہلے قدم پر ''خوف'' پر غلبہ پانا سیکھا تھا۔ دوسرے موڑ پر انہیں ''بھوک'' کو زیر کرنا سکھایا گیا اور اب وقت آچکا تھا کہ انہیں ''جنس'' سے متعارف کرواتے ہوئے اس خوابیدہ آسیب سے نبرد آزما کروادیا جاتا۔

''جنس اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ یہ ہر انسان کے دل و دماغ میں پوشیدہ کنڈلی مارے بیٹھی ہوتی ہے اور پھر یکدم کسی ناگن کے مانند پھنکارتی ہوئی اس کے ہوش و حواس سلب کرنے لگتی ہے۔''

"ہم اس پر قابو پانا کیسے سیکھیں گے بھلا؟" لیونائیڈس کے ذہن میں فوری سوال مچلا جسے اس نے گویائی کا روپ بھی دے دیا۔

"اگر تم سب یہ سوچ رہے ہو کہ اس آسیب پر قابو پانے کے لیے ہم تمہیں عورت بازی کی تربیت دیں گے تو اس خوش فہمی کا شکار مت ہونا۔"

"ہرگز نہیں استادِ محترم! یہاں رہتے ہوئے ہم ایسی حماقت کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔" اس نے جواب دیا۔

"انتظامیہ کے بھی افراد اپنے منتخب کردہ طالب علموں سے جنسی تعلقات قائم کریں گے۔ یہ تعلقات تم لوگ باہم بھی استوار کر سکتے ہو۔ یہ تربیت میدانِ جنگ میں تمہیں بہت سی کٹھنائیوں سے محفوظ رکھے گی۔"

نگران کا یہ اعلان ان سبھی لڑکوں کے لیے انکشاف سی لیکن اب وہ تربیت کے ایسے مقام پر آچکے تھے جہاں فوری اطاعت ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ اس سخت امتحان میں طوعاً و کرہاً وہ سبھی کامیابی حاصل کرنے کے لیے پُرامید تھے۔

وقت دبے قدموں یونہی گزرتا رہا۔ لیونائیڈس اور اس کے ہم جماعت ساتھیوں کو مختلف آزمائشوں کی بھٹی میں دہکا کر کندن بنانے کا عمل بلاتعطل جاری رہا۔ اس دوران انہیں درد برداشت کرنے کے لیے بھی دانستہ طور پر جسمانی تشدد کے مراحل سے گزارا جاتا تو کبھی دریا کے کنارے موجود بانس اور سرکنڈے کسی بھی چاقو یا ہتھیار کی مدد کے بغیر کاٹ کر لانے کی مہم پر روانہ کر دیا جاتا۔ انہی بانسوں کو مخصوص طریقے سے جوڑ کر طلبہ کا بستر تیار ہوتا تھا۔ میدانِ جنگ کے سخت ترین حالات میں اپنی نیند پوری کرنے کی تربیت کا اس سے بہترین ذریعہ اور کوئی بھی نہ تھا۔

انہی کٹھن شب و روز میں ایک دہائی نے اپنا سفر مکمل کیا تو لیونائیڈس ابنِ اناکساندریڈس نے اپنی تربیت کا پہلا پڑاؤ "پائیڈس" کامیابی سے عبور کر لیا۔ اس روز وہ بے حد مسرور تھا۔ اسے علم تھا کہ والدین بھی یقینی طور پر بہت خوش ہوں گے۔

☆☆☆

بادشاہ اس وقت متضاد کیفیات کا شکار تھا۔

اگوج انتظامیہ کی طرف سے ملنے والی اطلاعات نے بجا طور پر اس کے فخر اور پدرانہ شفقت میں کئی گنا اضافہ کیا تھا۔ لیونائیڈس کی کارکردگی ایک عشرے پر مشتمل پہلے پڑاؤ میں ہر لحاظ سے غیر معمولی رہی تھی۔ انتظامی افسران لیونائیڈس کے روپ میں اسپارٹا کے لیے ایک کامیاب اور تاریخی جرنیل دیکھ رہے تھے۔ بادشاہ کی طمانیت اور سرشاری بے بہا تھی لیکن ایک بیٹے کے متعلق ایسی اطلاعات سننے کے بعد دوسرے بیٹے کی بابت معلومات اس کی خوشی گہنا دیتی تھی۔

اس کی پریشانی اور تشویش کی وجہ بڑا بیٹا "کلیومینیس" تھا۔

یہ بڑا بیٹا ریاستی قوانین کے مطابق ولی عہد قرار دیا جا چکا تھا لیکن اس کا مزاج اور کچھ عادات بہرحال بادشاہت کے لیے موزوں قرار نہیں دی جا سکتی تھیں۔ بادشاہ کی جہاندیدہ نظروں نے یہ سب بھانپ لیا تھا۔ ملکۂ اول بھی اس معاملے پر کافی تشویش میں مبتلا تھی۔

"آنے والا وقت مجھے بہت کٹھن دکھائی دیتا ہے بادشاہ سلامت!"

"ہم اسپارٹا کے باشندے اپنی زندگی میں آنے والی کٹھنائیوں کو سہولت میں تبدیل کرنے کا فن بھی تو جانتے ہیں ملکۂ عالیہ!"

"جی ہاں! عمومی طور پر ایسا ہی ہے۔ تاہم کچھ مشکلات انسانی بساط سے بڑھ کر بھی تو ہوتی ہیں اور اگر ان پر قابو نہ پایا جا سکے تو وہ کسی طوفان کی طرح اپنے ساتھ بہت کچھ بہا کر لے جاتی ہیں۔"

"مجھے آپ کی بصیرت اور مشاہدے پر بالکل شبہ نہیں مگر اس تشویش کا پس منظر بھی تو بتائیے۔"

"پس منظر تو خیر آپ سے بھی پوشیدہ نہیں ہوگا۔ میں اسپارٹا کے ولی عہد کی بابت کچھ تحفظات کا شکار ہوں۔ کلیومینیس کے مزاج میں پائی جانے والی کجیاں مستقبل میں بہت سے مسائل کھڑے کر سکتی ہیں۔"

"آپ کی بات سے انکار یا اختلاف ممکن نہیں۔ میں نے اس پہلو پر کافی گہرائی سے سوچا ہے۔" بادشاہ کی نگاہیں خلا میں کچھ تلاش کر رہی تھیں۔

"اس سوچ بچار کے بعد آپ اسے ولی عہد کے روپ میں کامیاب پاتے ہیں یا نہیں؟ ایک بات میں مزید واضح کر دینا چاہوں گی کہ میری اس گفتگو کا مقصد ہرگز کلیومینیس کے لیے آپ کے دل میں منفی جذبات پیدا کرنا نہیں ہے۔"

"آپ کی اس وضاحت کے بغیر بھی میں اس حقیقت سے آگاہ ہوں ملکۂ عالیہ!" بادشاہ نے محبت سے اسے دیکھا۔ "جہاں تک بڑے بیٹے کے مزاج کی بات ہے تو مجھے یہ حقائق نہایت دکھ اور افسوس سے تسلیم کرنے پڑتے

URDU TUBE

ہیں کہ وہ دور اندیشی کی صلاحیت سے قدرے محروم دکھائی دیتا ہے۔ عجلت پسندی اس کا ایک اور گہرا روگ ہے جس کے باعث وہ کسی بھی معاملے میں کم سوچتا ہے۔ جذباتیت بھی اس کے مزاج پر غالب آجاتی ہے۔ اسپارٹا میں ہر شخصی عیب کے ساتھ سمجھوتا کرلیا جاتا ہے مگر جذباتیت پر ہرگز نہیں۔"

"ایسی صورت میں ولی عہدی کی ذمے داری نبھانا اس کے لیے آسان ہوگا کیا؟"

"میری نگاہیں اپنے ہی گھر میں ایک باغیانہ چپقلش پیدا ہوتے دیکھ رہی ہیں۔" بادشاہ نے بے چینی سے کہا۔

"کیا ہم اس ضمن میں ابھی سے کوئی بند نہیں باندھ سکتے؟ کسی پیش بینی کے تحت اس مسئلے کا بہترین حل بھی تو تلاش کیا جاسکتا ہے۔"

"میں آپ کی اس تجویز کا پس منظر اور ریاست کے لیے اس کی اہمیت بخوبی سمجھ رہا ہوں...... لیکن اسپارٹا کے قانون نے میرے ہاتھ باندھ رکھے ہیں۔"

"قانون ریاست اور شہریوں کی بھلائی کے لیے بنایا جاتا ہے۔ ہمیں ہر مرحلے پر یہی تجویز دی جاتی رہی ہے کہ اسپارٹا کی فلاح و بہبود سے اہم کچھ بھی نہیں۔ ہمیں اپنے ہر عمل سے اسپارٹا کا مستقبل مضبوط کرنا ہے۔ آج اگر ہمیں کوئی امر اپنی ریاست کے مستقبل سے متصادم ہوتا نظر آرہا ہے تو اسے تبدیل کرنے کا اختیار بھی تو ہونا چاہیے۔ بے جان قوانین زندہ انسانوں سے اہم تو نہیں ہوسکتے۔"

"میں اس معاملے پر بھی غور و فکر کرچکا ہوں۔ ایفورس ایسی کسی بھی تبدیلی کے خیال کو ہی بغاوت سمجھ کر مجلس مشاورت میں بھی ایک طوفان برپا کردیں گے...... سب کچھ بکھر کر رہ جائے گا......"

"دیوتا اسپارٹا کے حالات پر رحم فرمائیں۔" ملکہ بھی حالات کی سنگینی مکمل طور پر سمجھ گئی تھی۔

"کاش میں اسپارٹا کے لیے کچھ کرسکتا۔ مشیرانِ اعلیٰ کی ضد اور ہٹ دھرم مزاج کسی روز اسپارٹا کے لیے بہت مسائل کھڑے کردے گا۔ ڈوریس کے لیے میں خواہش کے باوجود کچھ نہیں کرسکتا۔ قانون کی بالادستی ایسے پیچیدہ موڑ پر لا کھڑا کرے گی...... کون تصور کرسکتا ہے؟"

بادشاہ کی اس تشویش نما بے بسی پر تقدیر وہیں موجود خندہ زن تھی۔ اسپارٹا کا مستقبل کلیومینیس سے وابستہ تھا نہ ہی ڈوریس سے۔ عنانِ مملکت کا ہما جس جنگجو کے سر پر بیٹھنا تھا، وہ ایگوج میں ان سبھی وسوسوں، بااختیار افراد کی بے اختیاری اور اپنے مستقبل میں پنہاں کروٹیں لیتے طوفان سے بے نیاز اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے میں مگن تھا۔

☆☆☆

لیونائیڈس کی عسکری تربیت کے دوسرے پڑاؤ "پائیڈسکوئی" کا آغاز ہوچکا تھا۔

ایگوج میں اس مرحلے کی خصوصی اہمیت تھی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں طالب علم گزشتہ پڑاؤ میں سیکھی گئی تمام تر تکنیکی مہارت کا عملی اظہار کرنے کا پابند ہوجاتا تھا۔ ان کے نگران وقتاً فوقتاً اس تین سالہ دور کی اہمیت واضح کرتے رہتے تھے۔

"فوج میں شمولیت اسپارٹا کے مرد کی شان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی بھی فرد اس سعادت سے محروم رہے تو اس کے لیے اس سے بڑی بدنصیبی کیا ہوگی بھلا؟"

"کیا ہم ابھی سے فوج کا عملی حصہ بن سکتے ہیں؟"

طلبہ کا جوش دیدنی تھا۔

"ہاں! کسی حد تک۔ اس مرحلے میں تم لوگوں کی کارکردگی کا خصوصی جائزہ لیا جائے گا۔ بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والوں کو فوج کے لیے ہماری ترجیحات میں شامل کیا جائے گا۔ بوقت ضرورت بہترین امیدوار اپنی صلاحیتوں کی سفارش لیے عظیم اسپارٹا کی عظیم تر فوج کا حصہ بن جائے گا۔ اس کے علاوہ صلاحیتوں ہی کی بنیاد پر "کرپٹیا" میں شمولیت بھی تم لوگوں کی منتظر ہے۔" نگران کا انداز ڈرامائی تھا۔

"کرپٹیا کیا ہے استادِ محترم؟" لیونائیڈس نے دریافت کیا۔

"ہماری خفیہ پولیس...... اس خفیہ ادارے کے مقاصد بہت گہرے اور عظیم الشان ہیں۔"

"اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہمیں ان سے آگاہی دیجیے تاکہ ہم اسپارٹا کے مستقبل کی بابت اپنا کردار مکمل طور پر جان سکیں۔" لیونائیڈس نے جوش سے کہا۔

"اس ادارے میں شامل ہونے والے نوجوان "ہیلوٹ" آبادی کی جاسوسی پر متعین کیے جائیں گے۔ تم لوگ اس آبادی میں ہونے والی معمولی سی باغیانہ سرگرمی پر بھی بھیانک سزا دینے کے مجاز ہوگے۔" نگران نے سمجھایا اور پھر اپنے مخصوص انداز میں انہیں مزید تفصیل بتانے لگا۔

ہیلوٹ "پیلوپونس" کے جنوب مشرقی علاقے میں واقع ایک آبادی تھی جس کا دارالحکومت اسپارٹا تھا۔ اس علاقے میں نچلے درجے کے غلام اور اسپارٹا کی ریاست کے محکوم باغی افراد رہائش پذیر تھے۔ ان کے ذمے زرعی سرگرمیاں اور اسپارٹا کی معاشی ضروریات کے لیے تعاون کی فراہمی تھی۔

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

''استاد محترم! ہیلوت تو پھر ہمارے مددگار اور دوست ہوئے۔ ان کی جاسوسی اور سزا کا کیا جواز ہے پھر؟''
لیونائیڈس نے اپنی الجھن بیان کی۔

''غلام اور محکوم کبھی ہمارے دوست نہیں ہو سکتے۔ وہ ہماری مدد کرنے کے لیے مجبور ہیں کیونکہ ان کے پاس کوئی اور چارہ ہی نہیں۔ غلام کو ذرا سا رخنہ بھی فراہم کیا تو وہ اپنی محکومیت کا بدلہ فوری طور پر چکانے سے ہرگز گریز نہیں کریں گے۔ ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا...... کمزور سدا کمزور نہیں رہتا...... زندگی اسے غالب آنے کا ایک موقع ضرور فراہم کرتی ہے۔ اس موقع پر اگر تم چوک گئے تو [illegible] چھیدنے کے لیے ایک لمحے کی بھی دیر نہیں کرے گا۔ [illegible] وہ خفیہ دشمن ہوتا ہے جو [illegible] تیر کی طرح [illegible] سنسناتا ہوا آئے گا اور تمہاری زندگی کا چراغ گل کر دے گا۔''

''اپنی حاکمیت اور ہیلوت کی محکومیت برقرار رکھنے کے لیے ہمارے لیے کیا حکم ہے استاد محترم؟''

''قانون نے اسپارٹا کے ہر ایک فرد کے لیے سات عدد ہیلوت کا قتل یا سزا فرض قرار دے دیا ہے۔ اگر یہ تعداد بڑھ جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ ہیلوت کی آبادی کو اپنے تسلط اور ان کی نسل کو ایک مقررہ حد تک محدود رکھنے کے لیے قتل و غارت کی اجازت ہوگی۔ غلاموں کی [illegible] تعداد سے زیادہ نہیں بڑھنی چاہیے، ورنہ وہ اپنا تمام زہر اس اولاد میں منتقل کر کے ان کی صورت میں ہمارے لیے خوفناک ہتھیار بنانے شروع کر دیں گے۔ [illegible] انہیں اپنے قدموں تلے روندے رکھنا [illegible]''

نگران کی یہ منطق اور [illegible] ان [illegible] بخوبی سمجھ آگئے۔ اس سال موسم خزاں ان کے لیے [illegible] صلاحیتوں کے اظہار کا بہترین موقع [illegible]

اسپارٹا کی ریاست [illegible] خزاں شروع ہوتے ہی ہیلوت کی آبادی پر جنگ [illegible] جاتی تھی۔ [illegible] سپاہیوں کے لیے لہو [illegible] آشنائی کا اس سے بہتری موقع کوئی بھی نہ ہوتا۔ ہیلوت میں [illegible] کا جذبہ برقرار رکھنے کے لیے بھی اس جنگ کی بے حد اہمیت تھی۔

لیونائیڈس نے اس خونریزی سے مکمل استفادہ کرنا سیکھا۔ نیزوں کی انیاں اور تلوار کی دھاریں مخالف کے گوشت کو چیرتی اس کے ہاتھ کو جھٹکا فراہم کرتیں تو اس لمحے محسوس ہونے والا سرور ناقابلِ بیان ہوتا تھا۔ دشمن کا بہتا ہوا لہو اور اپنے وجود پر لگنے والے زخموں سے اٹھتی ٹیسیں اس لذت کو دوآتشہ کر دیتیں۔

تین سالہ پڑاؤ ختم ہونے تک لیونائیڈس نے تلوار اور نیزوں سے گہری محبت پروان چڑھالی تھی۔ اس کی زندگی میں اب تک بے پناہ سرور اور کیف تھا لیکن اب وقت آگیا تھا کہ تقدیر اسے کچھ ناہمواریوں کی لذت سے بھی آشنا کرے۔

☆☆☆

گھڑسوار شہر بھر میں چکراتے دکھائی دے رہے تھے۔

اہلِ اسپارٹا گہرے دکھ اور سوگواری میں مبتلا تھے۔ شہر میں مختلف مقامات پر عورتیں کیتلی نما برتن بجاتیں، مختلف مقامات پر مخصوص انداز میں منادی کر رہی تھیں۔ [illegible] کا بادشاہ داعیِ اجل کو لبیک کہہ گیا تھا۔ اسپارٹا کے رسم [illegible] کے مطابق [illegible] ہر گھر میں ایک ایک مرد و عورت کے لیے سوگ منانا لازم تھا۔ نافرمانی کی صورت میں انہیں بھاری جرمانے کا سامنا کرنا پڑتا۔

[illegible] بادشاہ کی وفات پر اسپارٹا کے باشندوں کی مخصوص تعداد جنازے میں شرکت کے لیے آتی تھی۔ دیہی علاقوں سے آزاد باشندے ہیلوت (کھیتی باڑی کرنے والے غلام) اور خود اہلِ اسپارٹا ہزاروں کی تعداد میں مرد و زن [illegible] بادشاہ کے جنازے میں شریک تھے۔

شرکاء اپنے ہاتھوں کو زور زور سے پیٹ کر مسلسل [illegible] کرتے ہوئے شد و مد سے روایتی الفاظ دہرا رہے تھے۔

''[illegible] بہترین بادشاہ تھا۔ اسپارٹا اپنے اس عظیم [illegible] کبھی نہیں بھول سکتا۔ ہم اس کے سائے میں محفوظ و مامون تھے۔''

اہلِ [illegible] وزاری میں مشغول وہ عوامی اجتماع [illegible] لازم تھا کہ ان کے یہ الفاظ دونوں بڑے بیٹوں کے دلوں میں بیک وقت متضاد جذبات پیدا کر رہے ہیں۔ کلیومینیس کے لیے یہ سوچ [illegible] جذبے سے لبریز تحریک تھی تو... [illegible] کی روح و قلب تیزابی جلن محسوس کر رہے تھے اور ہمیشہ کی طرح اپنے مستقبل سے بے نیاز لیونائیڈس باپ کی ابدی جدائی پر [illegible] کے آخری پڑاؤ کی منازل خوش اسلوبی سے طے کر کے ریاست کا بہترین شہری بن کر آنجہانی بادشاہ کی روح کو سکون فراہم کرنا چاہتا تھا۔

بادشاہ کی آخری رسومات کی ادائیگی اور تدفین کے بعد اب دس روز تک کوئی مجلس منعقد ہونی تھی نہ ہی دیگر سیاسی سرگرمیاں وقوع پذیر ہوتیں۔ اس دوران ماتم اور آہ و زاری کے سحاب نے اسپارٹا کے افق کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

☆☆☆

ڈوریمس شدید بے یقینی اور اہانت کے کرب میں مبتلا تھا۔

''اس اذیت کو خود پر طاری رکھنے کا کیا فائدہ ہے ڈوریمس؟ یہ سب تو اسی طرح ہونا تھا اور ہو کر رہا۔'' سابقہ ملکۂ اول نے صاف گوئی سے کہا۔

''کیا یہ شدید نا انصافی نہیں ہے؟''

''نہیں! یہ قانون کا احترام ہے۔''

''ریاست اور قانون ایسا غیر منطقی عمل کیسے سرانجام دے سکتے ہیں بھلا؟'' وہ اب بھی بے یقین تھا۔

''اسپارٹا کا قانون تین سو سال قبل تشکیل دیا گیا تھا میرے بیٹے! یہ اقدار تین صدی قبل ہی ان مٹ سیاہی سے لکھ دی گئی تھیں۔ انہیں تبدیل کیا ہی نہیں جا سکتا۔''

''روایات کی اہمیت سے میں منکر نہیں...... لیکن دانشمندی اور محض اس بنیاد پر کسی گہری کھائی میں کود جانے کو بھی دانشمندی کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے کہ یہ ہماری روایات رہی ہیں؟''

''تمہارے آنجہانی والد بھی اس امر پر بہت تشویش زدہ رہتے تھے۔ اگر زندگی انہیں مہلت دیتی تو وہ اس ضمن میں کسی تبدیلی کی کوشش ضرور کرتے۔''

''کیا یہ کوشش کامیاب ہو پاتی؟'' ڈوریمس کا انداز چبھتا ہوا تھا۔

''نہیں! اسپارٹا کے اس نظام میں کوئی بھی تبدیلی کسی معجزے کے باعث ہی رونما ہو سکتی ہے۔'' اس نے ایک بار پھر صاف گوئی سے کہا۔

''میں بادشاہت کے لیے اپنے انتخاب کی بابت بہت پُرامید تھا۔ میں نے ہر مقام پر خود کو اپنے ساتھیوں سے برتر اور قابل ثابت کیا ہے...... تخت نشینی کا اصل حقدار کلیو مینیس نہیں...... میں تھا......'' ڈوریمس اپنا کتھارسس کر رہا تھا۔

''تخت نشینی کا عمل وقوع پذیر ہو چکا ہے۔ اہلِ اسپارٹا نے قانون کے مطابق سب سے بڑے بیٹے کو بادشاہت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ تم بھی یہ حقیقت تسلیم کر لو اور اپنے شہری فرائض مکمل ایمانداری سے سرانجام دو۔'' سابق ملکہ نے تحمل سے سمجھایا۔

''میں اس کی حاکمیت برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ دیوانگی میں مبتلا شخص ہے۔ میں اس کی رعیت بن کر ہرگز یہاں نہیں رہ سکتا۔''

''تو پھر کہاں کوچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟'' وہ بے چین ہوئی۔

''میں اسپارٹا سے اپنے بااعتماد ساتھیوں کا ایک دستہ لے کر کسی نئی بستی کی بنیاد رکھوں گا۔''

''کیا تم نے ڈیلفی سے رجوع کیا؟'' اس نے محتاط ہو کر استفسار کیا۔ ہر بستی کے لیے کسی نہ کسی کہانت کی ضرورت ہوا کرتی تھی اور اگر ڈوریائی بستی ہوتی تو استخارہ کے لیے ڈیلفی ہی سے رجوع کیا جاتا تھا۔

''میں اب کسی روایت پر عمل نہیں کرنا چاہتا۔ اپنے بہتر مستقبل کے لیے میں صرف زورِ بازو پر اکتفا کروں گا۔'' ڈوریمس شدید غصے اور رنج کی کیفیات میں گھرا تھا۔

''تم غلط...... غلطی کرو گے ڈوریمس!''

''میری نظر میں اہلِ اسپارٹا اور ایفوروس کی اس حماقت سے بڑی غلطی ہرگز نہیں۔'' اس کا فیصلہ حتمی تھا۔

''کیا یہ فیصلہ تبدیل نہیں ہو سکتا؟'' سابق ملکہ نے آخری کوشش کی۔

''نہیں...... اہلِ اسپارٹا کو ایفوروس کی اس تاریخی غلطی کا ادراک بہت جلد ہو گا۔ میں اپنے لیے ایک نئی سلطنت آباد کروں گا۔ اسپارٹا بہت جلد کلیو مینیس پر اپنے اس اعتماد کی تلخی چکھے گا۔'' ڈوریمس نے کہا اور اپنی طے شدہ حکمتِ عملی کے مطابق اسپارٹا سے جلاوطنی اختیار کر لی۔

اسپارٹا میں ڈوریمس کا وہ آخری دن تھا۔

☆☆☆

لیونائیڈس اپنے زمانہ طالب علمی کے تیسرے اہم ترین اور کٹھن موڑ ''کرپٹیا'' تک آن پہنچا تھا۔

اگوج انتظامیہ کی جانب سے ان پر دباؤ غیر محسوس انداز میں بڑھنے لگا۔ انہیں مختلف بیرکوں میں رہائش کا عادی بنایا جانے لگا۔ اس موڑ پر وہ اسپارٹا کی فوج کا باقاعدہ حصہ سمجھے جاتے تھے۔ اس لیے تربیتی مشقیں بھی اسی معیار کی کروائی جاتیں۔

دس سال اس تربیتی دور کا کچھ عرصہ مزید گزرا تو انہیں گھڑسوار فوج میں اپنی اہلیت اور برتری ثابت کرنے کے لیے مختلف آزمائشی مراحل سے گزارا جانے لگا۔ وقت کٹھن سے کٹھن تر ہوتا جا رہا تھا۔ نگران اساتذہ کے نصائح انہیں کسی بھی موقع پر سست روی یا ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کا شکار نہ ہونے دیتے۔ ایسے ہی ایک مخصوص روز ان پر اپنی کامیابی کے حصول کا انوکھا لیکن انتظامیہ کا روایتی طریقہ کار منکشف ہوا۔

''طلبہ کی کارکردگی کا جائزہ عوامی اجتماعات میں موجود انتظامیہ کے چند مخصوص متعین کردہ افراد لیتے ہیں۔

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

بہتر کارکردگی کے حامل طلبہ کے لیے رائے شماری کی جاتی ہے۔'' نگران نے معنی خیز انداز میں انہیں بتایا۔

''اور اگر یہ افراد کسی منتظم کی کارکردگی پر سوال اٹھا دیں تو ایسے شخص کا مستقبل کیا ہوگا استاد محترم؟'' لیونائیڈس نے ہمیشہ کی طرح اپنے ساتھیوں کے جذبات کو گویائی دی۔

''اسے نااہل قرار دے دیا جائے گا۔'' نگران نے بے نیازی سے جواب دیا۔

''کیا یہ نااہلی حتمی ہوگی استاد محترم؟''

''نہیں...... انہیں اپنی اہلیت ثابت کرنے کے لیے مزید چند مواقع فراہم کیے جائیں گے۔ آئندہ ایک دہائی تک وہ اپنی قابلیت کا لوہا منوانے کے مجاز ہوں گے۔''

''حبین توس سے فراغت کے وقت ہم اپنی عمر کی تین دہائیاں عبور کر چکے ہوں گے۔ کیا اس کے بعد بھی وہی پابندیاں عائد ہوں گی جو اس تربیتی دور میں ہیں؟'' لیونائیڈس کے ایک قریبی ساتھی نے اچک کر استفسار کیا۔

''تمہارا اندازہ بالکل درست ہے جوان! اسپارٹا میں کامیابی حاصل کرنے تک کسی بھی فرد کو اسپارٹا کی شہریت عطا نہیں ہوسکتی۔ اس تربیتی دور کے بعد ہی اسپارٹا کے مرد کو قانون کی جانب سے شادی کی اجازت ملے گی۔ اگر کسی فرد کا یہ سفر ناکامی پر منتج ہوا تو وہ مستقبل میں رائے شماری یا انتظامی امور سنبھالنے کے [illegible] قرار دے دیا جائے گا۔''

''ہم کامیابی کے لیے جی جان سے محنت کریں گے استاد محترم!'' لیونائیڈس پرعزم تھا۔

''تم سب کو ایسا کرنا ہی ہوگا...... اب وقت آ گیا ہے کہ ہم مستقبل کے جرنیل، سفارتکار اور دیگر اہم عہدیداروں کی چھانٹی کا آغاز بھی کر دیں۔''

''اس سے قبل میں ایک عرض گزارنا چاہتا ہوں استاد محترم!'' ایک جوشیلے لڑکے نے ادب سے ... اور نگران کی اثباتی جنبش پر سلسلۂ کلام آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''عوامی مقامات پر جب ہم ورزش یا محنت کے لیے مختلف مشقوں یا کسی اور سرگرمی میں مشغول ہوں تو وہاں رہنے اور گزرنے والی راہ گیر عورتیں تنقید، تمسخر کی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے توہین کی منازل تک پہنچ جاتی ہیں۔''

''کیا تمہیں اس صورت حال سے مزید محنت کرنے اور اپنی اہلیت نکھارنے کی تحریک نہیں ملتی؟'' نگران نے معنی خیزی سے پوچھا۔

''جی ہاں استاد محترم! رگوں میں خون جوش کھا کر خود کو بہترین منتظم ثابت کرنے کے لیے مچلنے لگتا ہے۔'' لیونائیڈس نے کہا۔

''اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ سب لڑکیاں، عورتیں اپنے امتحان میں بالکل کامیابی سے درست سمت میں گامزن ہیں۔'' اس کے انکشاف پر بھی چونک گئے۔

''اسپارٹا کے مردوں کو اگر جنگجو بننے کی تربیت ملتی ہے تو ان عورتوں کو مردوں کا دستِ راست بننا سکھایا جاتا ہے۔ انہیں اہل بنایا جاتا ہے کہ وہ مستقبل میں اپنے شریکِ حیات کی کمزوری بننے کے بجائے ان کی بہترین مشیر اور محرک ثابت ہوسکیں۔''

... تیس سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے لیونائیڈس نے اگوج کا ... سفر کامیابی سے طے کر لیا۔ اگوج کے بھی اساتذہ اور انتظامی افسران اس کی کارکردگی پر مسرور و سرشار تھے۔

''ہم تمہاری صورت میں اسپارٹا کا مستقبل نہایت ... لیونائیڈس! تم ایک بہترین اثاثہ ثابت ہوئے ہو۔''

''یہ آپ ہی کی محنت کا اعجاز ہے جس نے ذرے کو آفتاب بنایا استاد محترم!'' لیونائیڈس نے تعظیمی انداز میں کہا۔

''زندگی میں کبھی کسی بھی مقام پر ہماری ضرورت محسوس ہو تو ... دروازے تمہارے لیے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔''

''یہ بھی آپ کی کرم فرمائی ہے۔ میں اس عزت افزائی کے لیے سراپا ممنون ہوں...'' لیونائیڈس نے خلوص دل سے جواب دیا اور اپنی والدہ کے پاس چلا آیا جو ''ڈوریس'' کی حالیہ وفات کے بعد جلی طور پر بہت ملول تھی۔

''میں تمہاری اس کامیابی پر بہت خوش ہوں میرے بیٹے! لیکن روح پر لگے گھاؤ مجھے اس خوشی کو پوری طرح محسوس ہی نہیں ہونے دے رہے...... میں جانتی ہوں کہ تمہارے ذہن میں فوری ردعمل یہی مچلے گا کہ ہم اسپارٹا کے افراد جذبات اور احساسات کو اپنی ذات پر کبھی غالب نہیں آنے دے سکتے۔ ایک مضبوط اور فولادی اعصاب کا حامل فرد ہی اسپارٹا کا رہائشی کہلانے کا حقدار ہوتا ہے...... مگر کچھ زخم ایسے ہوتے ہیں، جنہیں برداشت کرنا انسان کی جبلت میں ہی نہیں رکھا گیا ہوتا۔ ممتا کا رشتہ بھی ایسا ہی ہے۔ ڈوریس اگر شان و شوکت سے کسی سودمند میدانِ جنگ میں اپنی زندگی کی بازی ہارا ہوتا تو مجھے اس کی موت پر ہمیشہ فخر رہتا۔ اسے کلیومینیس کی نااہلی کا آسیب بے وقت موت کی جانب لے

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

گیا تھا۔ میں خواہش کے باوجود اس تلخ حقیقت سے چشم کشائی نہیں کر پا رہی ہوں۔"

"میں آپ کی کسی بھی بات سے اختلاف نہیں کروں گا مادرِ محترم! ڈوریس کی اس ناگہانی موت کا مجھے بھی انتہائی افسوس اور دکھ ہوا ہے۔ بحیثیت شہری میں ان جذبات کی باڑ پر بہت بے چین اور کئی تحفظات کا شکار بھی تھا لیکن جبلت سے فرار ممکن ہی کہاں ہے؟ ڈوریس کو پیش آنے والے حادثے کے حوالے سے جزوی بے خبری بھی اس اضطراب میں اضافہ کرتی رہی ہے۔ میں اپنے بھائی کے آخری سفر کی بابت اب بھی مکمل آگاہی کا خواہش مند ہوں۔"

"راکھ کریدنے سے چنگاریاں واپس کو اپنی لپیٹ میں لے لیا کرتی ہیں لیونائیڈس! لیکن تم نے ریاست کے انتظامی امور میں براہِ راست شمولیت اختیار کرلی ہے۔ اس لیے ان تلخ حقائق سے آگاہی تمہارا حق بھی ہے۔" سابق ملکۂ اول نے اسے دھیرے دھیرے ڈوریس کے بارے میں بتانا شروع کیا۔

"غصے اور رنج کی کیفیت میں گھرا ڈوریس جب اسپارٹا سے روانہ ہوا تھا تو اس نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بذریعہ سمندر لیبیا کا سفر کیا۔ یہ آدمی اسے "سنی پس" کے علاقے میں لائے جہاں دریا کے کناروں پر ایک بستی آباد کی گئی۔ یہ بستی بہت جلد سارے لیبیا میں شہرت پاگئی۔ دریائے سنی پس "ہل آف دی گریسز" نامی پہاڑ سے نکل کر ان کے علاقے میں سے گزرتا اور سمندر میں جا گرتا۔ ہل آف دی گریسز گھنے جنگلات ہیں اور اسی لیے یہ جگہ باقی برہنہ لیبیا سے مختلف دکھائی دیتی ہے۔ بدقسمتی ڈوریس کا تعاقب کرتی ہوئی یہاں بھی آپہنچی۔ تین سال بعد مامیوں لیبیاؤں اور کارتھیجیوں نے اسے یہاں سے بے دخل کر دیا۔ اس بے دخلی کے بعد ڈوریس کو کاہنات کی ضرورت و اہمیت محسوس ہونے لگی۔ اسے مشورہ دیا گیا کہ......

"ایریکس کا سارا علاقہ ہیراکلیڈز کا تھا کیونکہ اسے ہرکلیس نے خود فتح کیا تھا۔"

"اس مشورے پر کاہنہ کے مثبت جواب کے بعد وہ واپس لیبیا گیا اور پہلی مرتبہ اپنے ساتھ آنے والے آدمیوں کو ہمراہ لے کر اٹلی کے ساحلوں کے ساتھ ساتھ اپنے راستے پر چل دیا۔ اس کی بدقسمتی غلط فیصلوں کی صورت میں ہمرکاب تھی۔

"اہلِ سائبیرس اس وقت "کروٹونا" پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں مشغول تھے۔ کروٹونیوں نے ڈوریس سے اس جنگ میں مدد مانگی۔ اس نے ہامی بھرلی اور اس پرائی جنگ میں ایک پرائی سرزمین پر انجان لوگوں کے درمیان اسپارٹا کا ایک جری شہری موت سے بغلگیر ہوگیا۔"

"نہایت افسوسناک صورتِ حال ہے۔ وہ ایسی موت کا حقدار نہ تھا۔" لیونائیڈس نے رائے دی۔

"الفوریس اور قانون پر اندھے اعتقاد نے یہ دن ہی دکھانے تھے۔"

"کلیومینیس کے بارے میں کیا خبریں ہیں مادرِ محترم؟"

"مجھے افسوس ہے میرے بیٹے! اس کی جانب سے بھی کوئی اچھی خبریں سننے میں نہیں ملتیں۔"

"کیا ان کے مزاج میں کوئی سدھار پیدا نہیں ہوا؟"

"نہیں وہ آج بھی دور اندیشی اور معاملہ فہمی کی صلاحیتوں سے محروم ہے۔"

"یہ صورتِ حال بھی بے حد تشویشناک ہے۔ بادشاہت کے لیے آہنی ارادے اور فولادی اعصاب درکار ہوتے ہیں۔ میں ان کا مشیر بن کر یہ خامیاں دور کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں۔" لیونائیڈس پُرخلوص تھا۔

"بے سود ہے...... کلیومینیس سے یہ بھی بعید نہیں کہ وہ تمہاری اس کاوش کو اپنی کمزوریاں دور کرنے کا طریقہ سمجھنے لگے۔" ملکۂ اول نے حسبِ سابق صاف گوئی سے کہا۔

"مجھے کسی کا بھی یا شاہی عہدے کی تمنا نہیں...... میں صرف اسپارٹا کی فلاح اور محفوظ مستقبل کا خواہاں ہوں۔"

"اپنی عسکری اور انتظامی ذمے داریاں سنبھالتے رہو لیونائیڈس! تاوقتیکہ دیوتا خود اسپارٹا کی یہ آزمائش ختم کردیں جو کلیومینیس کی صورت میں ہم سب پر مسلط ہوئی ہے۔"

"میری ذمے داریوں کے معاملے میں آپ بالکل بے فکر رہیں مادرِ محترم! میرا خلوص، محبت، جینا اور مرنا صرف اسپارٹا کے لیے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔" لیونائیڈس پُرعزم تھا۔ "کلیومینیس ایک آزمائش ہی سہی لیکن ہم نے ایک طویل تربیتی دورانیے میں ایسے ان گنت امتحانات اپنی ذات پر جھیل کر سرخروئی حاصل کی ہے۔ ہر نیا مرحلہ آغاز میں بے حد کٹھن لگتا تھا پھر جانے کیسے عزم ایک پتوار بن جاتا اور غرقاب ہوتا ہوا بیڑہ نہایت شان سے سرخروئی حاصل کرتا کامیابی کے ساحل پر لنگر انداز ہو جاتا۔"

"مجھے تمہاری ان کامیابیوں پر بے پناہ فخر ہے میرے بچے! میری تمنا ہے کہ اسپارٹا تمہارے وجود سے بہت سا فیض حاصل کرے۔"

"فیض دینے کے لیے بادشاہت کی لاٹھی تھامنا ضروری

ضروری نہیں۔ میں بتا چکا ہوں کہ اپنی موجودہ حیثیت میں ہی اسپارٹا کی شان بڑھاتے رہنا میرا اولین فریضہ ہے۔‘‘ رسان اور عزم سے اپنے ارادے ظاہر کرتا لیونائیڈس بے خبر تھا کہ تقدیر کے قلم نے اس کے لیے اپنی خواہش کے مطابق بہت سے کردار تراش رکھے ہیں۔

اس کی زندگی فی الوقت ایک بہترین معلم اور پُرجوش عسکری رکن کے طور پر سامنے آئی تھی۔ مستقبل میں اسے مزید کئی کردار نبھانے تھے جو تاریخ میں اس کا نام امر کرنے والے تھے۔ اس نئے موڑ پر کاتبِ تقدیر نے لیونائیڈس کو افقِ حیات پر گہری بدلیوں کے عقب میں چھپا کر کلیومینیس نامی سحاب سے مکمل طور پر ڈھانپ دیا۔ ایک مخصوص سازشی، ہٹ دھرم سوچ اور الجھے ہوئے مزاج کے آسیب میں جکڑے کلیومینیس نے ہر مقام پر ایسی غلطیاں سرزد کیں جو اسپارٹا اور لیونائیڈس کے لیے کانٹوں بھری فصل کی آبیاری کرتی رہیں۔

☆☆☆

کلیومینیس کے لیے بادشاہت ایک پُرخار سفر ثابت ہو رہی تھی۔

اپنی ذات اور مزاج میں پائی جانے والی چند کجیوں کی بنا پر وہ اسپارٹا میں چند مخصوص افراد کے لیے ہمیشہ ناپسندیدہ رہا۔ انہی افراد میں ایک ’’دیماراتس‘‘ بھی تھا۔ اسپارٹا کے قانون کے مطابق چونکہ دہری بادشاہت کا سلسلہ رائج تھا لہٰذا کلیومینیس کی ذمے داریوں میں ہاتھ بٹانے کی عملی ذمے داری دیماراتس ہی کے پاس تھی۔

کلیومینیس عوام کی عمومی فلاح کے لیے محنت کرنے کا خواہشمند تھا۔ اس کی کسی بھی مہم یا جنگ پر روانگی کے بعد دیماراتس اس سے نفرت کے تحت الزامات اور منفی پروپیگنڈے کا آغاز کر دیتا۔ دھیرے دھیرے نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ کلیومینیس نے بھی سب احتیاط اور مثبت جذبے بالائے طاق رکھتے ہوئے دیماراتس کو شاہی منصب سے برطرف کرنے کی حکمتِ عملی سوچنے کا آغاز کر دیا۔ قسمت اس کا بھرپور ساتھ دے رہی تھی۔ اس برطرفی کے لیے اسے بہت جلد ایک مضبوط اور منطقی جواز مل گیا جس کا تعلق دیماراتس کے ماضی سے تھا۔

دیماراتس کے والد ’’شاہ اسپارٹا ارستون‘‘ کی دو بیویاں تھیں۔ اولاد سے محرومی کے باعث اس نے تیسری شادی کا بھی تہیہ کر رکھا تھا۔ قسمت کی ستم ظریفی تو یہ تھی کہ اس شادی کے لیے اس کی نگاہِ انتخاب اپنے سب سے قریبی اور رازداں دوست کی بیوی پر ٹھہری جس کی خوبصورتی لاثانی تھی۔ ارستون نے اپنے دوست کو باہمی تحائف کا تبادلہ کرنے کی تجویز دی۔ دونوں ایک دوسرے کی زیرِ ملکیت اشیا میں سے بہترین چیز کی فرمائش کرنے کے مجاز تھے۔

ارستون کے شادی شدہ ہونے کے باعث ’’ایگیس‘‘ کو اپنی اہلیہ کے حوالے سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس نے حلف کے ذریعے یہ سمجھوتا طے کر لیا۔ ارستون نے ایگیس کو اس کے طلب کردہ تمام تحائف دے دیے اور اپنی باری آنے پر اس کی بیوی کو اپنے گھر لے جانے کی خواہش ظاہر کر دی۔

ایگیس کی پس و پیش اور دلائل بھی اس موقع پر کام نہ آئے اور ارستون نے اپنی دوسری بیوی سے علیحدگی اختیار کر کے اس عورت سے تیسری شادی کر لی۔ جلد ہی اس کے پاؤں بھاری ہو گئے اور شادی کے ساتویں ماہ ہی اس نے ایک بیٹے کو جنم دیا۔ ارستون اس وقت ایفوروس کے ساتھ ایک ملاقات میں مصروف تھا۔ خادم نے آ کر جب اسے یہ اطلاع دی تو وہ بے اختیار چلا اٹھا۔

’’یہ میرا بیٹا نہیں ہو سکتا۔‘‘

ایفوروس نے اس وقت یہ بات نظرانداز کر دی۔ ارستون کی موت کے بعد دیماراتس کو بادشاہت مل گئی لیکن اس نے کلیومینیس کو اکثر اہم مواقع پر دھوکا دے کر بہت نقصان پہنچایا۔ بادشاہت کے علاوہ ذاتی زندگی میں بھی اس کے بہت سے دشمن تھے۔ دیماراتس نے ’’لیوتی چائیڈز‘‘ نامی ایک سیاسی اہلکار کی منگیتر ’’پرکالس‘‘ کو اغوا کر کے شادی کی تھی۔ کلیومینیس نے جب دیماراتس کی برطرفی کا فیصلہ کیا تو لیوتی چائیڈز نے بھی اس کی بھرپور حمایت کا اعلان کر دیا۔

لیوتی چائیڈز نے حلف لے کر دیماراتس پر مقدمہ کر دیا۔ اس کے پاس ارستون کا کہا گیا وہی فقرہ ایک ناقابلِ تردید ثبوت تھا جس کے گواہ خود ایفوروس بھی تھے۔ اس معاملے کے تصفیے پر کافی اختلافِ رائے پیدا ہو گیا اور کلیومینیس ہی کے مشورے پر روایات کے مطابق اہلِ اسپارٹا نے ڈیلفی کے دارالاستخارہ سے حتمی فیصلہ کروانے کا ارادہ کر لیا۔

’’یہ معاملہ اس طرح حل نہیں ہو گا کلیومینیس! ڈیلفی کے کسی بھی جواب نے ہمارا کھیل بگاڑ دینا ہے۔ تم نے یہ رائے کیوں دی انہیں؟ اب سب کچھ ختم ہو جائے گا۔‘‘ لیوتی چائیڈز خوفزدہ تھا۔

"مجھ پر بھروسا رکھو دوست اکلیومینیس جس کام کا بیڑہ اٹھالے اُسے مکمل اور من پسند انجام تک پہنچا کر ہی دم لیتا ہے۔" وہ پُرسکون تھا۔

"کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"وہ سب کچھ جس کا کسی نے تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔" کلیومینیس نے شاطرانہ انداز میں کہا۔ اس نے ڈیلفی سے استخارہ کروانے کا فیصلہ جاری ہوتے ہی ڈیلفیوں کے نہایت بااثر آدمی "کوبون ابن ارستوفانس" سے دوستی قائم کر لی۔ کوبون نے "پیریالا" نامی کاہنہ کو کلیومینیس کا بتایا گیا جواب دینے کے لیے رضامند کرلیا۔ قاصدوں کی آمد اور اس سوال کے استفسار پر پیریالا نے اطمینان سے مخصوص عمل کرنے کے بعد کہا۔

"دیماراتس ارستون کا بیٹا نہیں ہے۔"

اس جواب کے بعد مزید کسی بحث کی گنجائش ہی نہ رہی تھی۔ لیوتی چائیڈز کو خفیہ معاہدے کے تحت بادشاہت سونپ دی گئی لیکن کلیومینیس اور لیوتی چائیڈز اپنی فتح اور برتری کے نشے میں چُور ہو کر دیماراتس کی معزولی کے بعد بھی اس کی تذلیل کرتے رہے۔ "اس کی یہ فتح یا تو اسپارٹا کو لامحدود عنایات سے نوازے گی یا پھر لامحدود مصیبتوں سے۔" دیماراتس نے مجروح ہو کر کہا۔ اس کے سینے میں ایک آگ بھڑک اٹھی تھی جس کے چنگارتے ہوئے نارنجی شعلے قرب و جوار میں موجود ہر شے کو خاکستر کر دینا چاہتے تھے۔

وہ سیدھا گھر روانہ ہو گیا۔ اپنے طیش پر قابو پاتے ہوئے اس نے بیل قربان کر کے دیوتا کو نذر کیا اور اپنی ماں کو بلوا کر بیل کی انتڑیاں اٹھا کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیں۔

"پیاری ماں! میں تمہیں تمام تر دیوتاؤں بالخصوص ہمارے آتشدان کے دیوتا زیس کے نام پر التجا کرتا ہوں کہ مجھے میرے حقیقی باپ کے بارے میں بتا دو۔ لیوتی چائیڈز نے میرے خلاف ایک محاذ کھڑا کر لیا ہے۔ وہ ہر جگہ ایک ہی بات دہراتا پھر رہا ہے کہ جب تم ارستون کی بیوی بنیں تو تمہاری کوکھ میں اگیتس کا بچہ پہلے ہی سے موجود تھا۔"

"یہ حقیقت نہیں ہے دیماراتس!" ماں نے دکھ سے کہا۔

"تو پھر حقیقت کیا ہے؟ اسپارٹا کے لوگ تو یہاں تک کہنے لگے ہیں کہ ارستون کی سابقہ دو بیویوں سے کوئی اولاد نہ تھی۔ اصطبل کے مہتمم نے تمہارے ساتھ ہم بستری کی تھی اور میں اسی کا بیٹا ہوں۔ میں تمہیں دیوتاؤں کا واسطہ دیتا ہوں کہ سچائی کو پوشیدہ مت رکھو۔ اگر جذبات میں آکر تم سے غلطی ہوئی ہے تو عورت کی کمزور فطرت کے پیشِ نظر یہ کوئی انوکھی بات بھی نہیں۔ مجھے صرف سچ جاننا ہے۔"

"سچ تو یہ ہے دیماراتس کہ تمہارے والد ارستون ہی ہیں۔ اس نے بغیر سوچے سمجھے وہ فقرہ اپنی زبان سے ادا کر دیا تھا۔ اس غلطی کا احساس اسے بھی ہو چکا تھا کیونکہ کچھ شواہد اور زمینی حقائق کے علم سے اسے معلوم ہو گیا تھا کہ کچھ بچے دس، نو یا سات ماہ میں بھی پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔ تم بھی ایک سات ماہے بچے ہو۔ اپنی پیدائش کے حوالے سے بے بنیاد باتوں پر کان نہ دھرو۔ جہاں تک اصطبل کے مہتمم کی بات ہے تو میری دعا ہے کہ لیوتی چائیڈز اور کلیومینیس اس بہتان کی بہت جلد سزا پائیں گے۔" ماں کے اس مدلل جواب نے اسے قدرے پُرسکون کر دیا۔

دیماراتس نے مزید کچھ معلومات حاصل کرنے کے بعد زادِ سفر جمع کیا اور ڈیلفی جانے کے بہانے ایلس جا کر استخارہ کیا۔ وہ کسی بھی قیمت پر اپنے وجود پر لگے اس داغ کو دھونا چاہتا تھا۔ اس کے سفر سے مشکوک ہو کر بادشاہوں کو محسوس ہوا کہ وہ ملک سے فرار ہونا چاہتا ہے۔ انہوں نے اپنے آدمیوں کو اس کے تعاقب میں روانہ کر دیا۔ دیماراتس اپنی زندگی خطرے میں پا کر ایلس سے بذریعہ سمندر ایشیا چلا گیا اور خود کو فارسی بادشاہ "داریوش" کے سامنے پیش کر دیا۔ داریوش مستقبل میں یونان پر بھرپور حملہ کرنے کا خواہشمند تھا۔ دیماراتس کو ترپ کا پتا تسلیم کرتے ہوئے اس نے اسے شہر اور زمینوں کا مالک بنا دیا۔

داریوش کی اس دور اندیشی اور عنایات سے مستقبل میں لیونائیڈس کے لیے ایک ایسی صورتِ حال پیدا ہو جاتی جس میں زندگی یا موت میں سے کسی ایک انتخاب کے علاوہ کوئی چارہ ہی باقی نہ رہتا۔

☆☆☆

منفی ذہانت اور دھوکا دہی کے ساتھ کلیومینیس کے لیے مسائل کھڑے کرتے رہنے والے دیماراتس کے غیاب نے اسے بے حد پُرسکون کر دیا تھا۔ لیوتی چائیڈز کے ساتھ ہونے والا گٹھ جوڑ بھی بہت کامیاب تھا۔ اس کے مزاج میں شروع ہی سے موجود رعونت، عاقبت نااندیشی اور کم فہمی ایک بار پھر عود آئی۔ اب وہ "آرگوس" پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ حسبِ روایت قاصد کو استخارہ کروانے کے لیے ڈیلفی بھیجا گیا تو کاہنہ کے مثبت اور حوصلہ افزا جواب نے اس کے ارادے مزید مہمیز کر دیے اور بھرپور فوج کے ساتھ آرگوس پر حملہ کر دیا گیا۔

اہل آرگوس نے جنگ کے بادل جب اپنے شہر پر منڈلاتے دیکھے تو دفاع کے لیے سمندر کی جانب روانہ ہو گئے۔ جلد ہی دونوں افواج نے ''سیپیا'' نامی مقام پر پڑاؤ ڈال لیے۔ دونوں لشکروں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ حسب سابق کہانت کا سہارا لیا گیا جس میں انہیں درج ذیل الفاظ میں متوقع خطرے کی بابت اشارے دیے گئے۔

''وقت آئے گا جب عورت مرد کو فتح کرے گی۔ دور تک اس کا تعاقب کرتے ہوئے آرگوس میں عزت و تحسین حاصل کرے گی۔ تب بھرپور آرگوسی عورت کے رخسار کاٹ ڈالے جائیں گے۔ لہٰذا آنے والے وقتوں میں غیر مولود انسان یہ کہیں گے، ایک نیزے نے کنڈلی دار خوفناک سانپ کو مار ڈالا۔''

اس الجھی ہوئی اور بظاہر غیر منطقی کہانت نے اہل آرگوس کو ناامید کر دیا تھا۔ انہوں نے باہمی مشورے سے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اسپارٹا کے فوج کے نقیب کے اشاروں پر چلیں گے۔ جب بھی اہل اسپارٹا کا نقیب اپنی فوج کے سپاہیوں کو کوئی حکم دیتا تو اہل آرگوس بھی اپنی طرف وہی عمل دہرانے لگتے۔

کلیومینیس کو جب اس صورت حال کا اندازہ ہوا تو اس نے فوری طور پر ایک نئی حکمت عملی مرتب کی جس کی رو سے کھانا کھاتے ہوئے ہلا بول دینا تھا۔ مقابل فوج پر لیسڈیموئی فوج نے حکم کی من و عن تعمیل کی جس کے نتیجے میں آرگوسیوں کی بہت بڑی تعداد قتل ہوئی۔

کلیومینیس کے حکم پر کچھ فرار ہونے والے سپاہیوں کو فوری طور پر گرفتار کر کے کنج میں موجود افراد کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں۔ کلیومینیس نے تقریباً پچاس افراد کو بلوا کر قتل کر دیا۔ اس دوران میں احاطے کے اندر موجود افراد کو ان سرگرمیوں کا کچھ بھی علم نہ ہو سکا۔ کنج اس قدر گھنا تھا کہ بیرونی کارروائی کسی صورت نظر ہی نہیں آ سکتی تھی۔ کچھ وقت مزید گزرا تو ایک شخص نے دل میں پنپتے وسوسوں کی بنیاد پر درخت پر چڑھ کر ان مناظر کو دیکھا۔ اہل آرگوس میں اس دھوکا دہی پر سراسیمگی پھیل گئی۔ اس کے بعد ایلچی کے کسی بھی بلاوے پر کوئی بھی باہر جانے کے لیے رضامند نہ ہوتا تھا۔

کلیومینیس کے لیے یہ صورت حال بہت توہین آمیز تھی۔ اس نے اپنے ماتحت غلاموں کو جھاڑیاں لا کر کنج کے گرد ڈھیر کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ جب اس حکم کی تعمیل کر دی گئی تو اس نے کنج کو نذر آتش کر دیا۔ اس بربریت کے بعد وہ آرگوس کے نزدیک واقع ایک اور معبد ''ہیرا'' کی جانب بڑھ جاتا تاکہ وہاں خود قربانی کر سکے۔

''محترم بادشاہ! اس معبد میں آپ قربانی کا یہ فریضہ سرانجام نہیں دے سکتے۔'' پروہت نے التجا کی۔

''کیوں نہیں کر سکتا...... میں اپنے کسی بھی عمل کے دوران مداخلت برداشت نہیں کیا کرتا۔ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ انجام اچھا نہیں ہوگا۔'' کلیومینیس نے دھمکایا۔

''حضور! یہاں کسی غیر ملکی کا قربانی کرنا خلاف قاعدہ ہے۔ میں آپ کو دیوتاؤں کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس عمل سے خود کو روک لیں۔''

''اس بوڑھے شخص کو یہاں سے لے جاؤ اور اسے کوڑے مار کر یہ حقیقت ذہن نشین کرا دو کہ کلیومینیس اپنے احکام کبھی واپس نہیں لیا کرتا۔'' اس نے اپنے محافظوں کو ایک اور حکم صادر کیا جس کی فوری اور بھرپور انداز میں تعمیل کر دی گئی۔

قربانی کا عمل سرانجام دینے کے بعد کلیومینیس نے آرگوس پر مزید پیش قدمی کے بعد شہر پر قبضہ کرنے کے بجائے واپسی کا قصد کر لیا۔ اس نے وہاں اس قدر قتل و غارت اور بربریت کا مظاہرہ کیا تھا کہ شہر کا نظم و نسق چلانے کے لیے کوئی بھی سلامت نہ رہا۔ ریاست کا انتظام غلاموں کو سنبھالنا پڑا۔

اپنی اس شاندار کارکردگی پر فخر محسوس کرتے ہوئے کلیومینیس جب اسپارٹا واپس آیا تو اسے علم ہی نہ تھا کہ وہ اپنے دل و دماغ میں ایک ایسا آسیب بسا لایا ہے جو اس کی زندگی کو ایک عبرتناک انجام سے دوچار کرنے والا ہے۔

☆☆☆

گھڑسوار شہر بھر میں چکراتے دکھائی دے رہے تھے۔ اہل اسپارٹا گہرے دکھ اور سوگواری میں مبتلا تھے۔ شہر میں مختلف مقامات پر عورتیں پیتل کی نما برتن بجاتیں مختلف مقامات پر مخصوص انداز میں منادی کر رہی تھیں۔ اسپارٹا کا بادشاہ کلیومینیس داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گیا تھا۔ آہ و زاری اور گریہ میں مصروف مرد و زن روایتی انداز میں اپنے دکھ و غم کا اظہار کر رہے تھے۔

لیونائیڈس اس تمام ترعمل سے بوجھل کیفیات کا شکار ہو رہا تھا۔ اس کے بڑے بھائی اور اسپارٹا کے بادشاہ کی موت بہت غیر معمولی انداز میں ہوئی تھی۔ آرگوس سے واپسی کے بعد کلیومینیس کے برتاؤ میں بے حد عجیب و غریب تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں۔ لیونائیڈس اپنی معاملہ فہمی اور

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

دوراندیشی کے باعث ان تبدیلیوں کے ماخذ سے بھی واقف تھا۔ آرگوس میں زیمس دیوتا کے کنج میں کی جانے والی آتش زنی، ہیرا کے معبد میں پروہت سے غیر انسانی سلوک کے علاوہ دیماراتس کے خلاف ڈیلفی کو رشوت پیش کرنے کے جرائم نظرانداز کیے جانے کے قابل ہی نہ تھے۔

پہلے پہل اس کے مزاج میں اپنے ساتھیوں سے گریز اور کھنچاؤ کی کیفیت پیدا ہوئی۔ کچھ وقت مزید گزرا تو وہ تنہائی پسندی کا شکار ہوگیا۔ انسانی نفوس کے سائے سے بدکتا کلیومینیس کسی گہرے ذہنی دباؤ میں مبتلا رہنے لگا۔ رفتہ رفتہ یہ کیفیات اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہونے لگیں۔ وہ شدید دیوانگی کے کرب سے گزر رہا تھا۔ اس کا ذہن پہلے بھی چاق و چوبند نہیں تھا۔ اب تو نوبت یہاں تک آن پہنچی تھی کہ راہ چلتے ہوئے ہر شخص کے منہ پر اپنا شاہی عصا دے مارتا۔ لیونائیڈس نے اس موقع پر بڑے بھائی سے خود بات کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

''آپ ہمارے لیے بہت قیمتی ہیں برادرِ محترم! اس طرح کے برتاؤ سے اپنے لیے مشکلات کیوں کھڑی کررہے ہیں؟''

''تم غلط کہتے ہو...... سب میرے دشمن ہیں...... دیماراتس کی طرح مجھے بھی بادشاہت سے معزول کردیا جائے گا۔''

''ہم ایسا کیوں کریں گے؟ آپ کی عسکری کارکردگی اب تک بہت لاجواب رہی ہے۔ تاریخ آپ کو ایک اچھے جنگجو کے طور پر یاد رکھے گی۔'' لیونائیڈس نے کہا۔

کلیومینیس خاموشی سے خلا میں کسی نادیدہ نقطے کو تکتا رہا۔

''آپ نے راہ گیروں پر شاہی عصا سے حملہ کرکے اپنے لیے بہت مشکلات بڑھالی ہیں۔ ایسا کیوں کررہے ہیں آپ؟''

''وہ کنج سے باہر نکل کر مجھ پر حملہ آور ہونے لگے تھے۔ ان کے جسم سوختہ اور آنکھیں خون آلود تھیں۔ میں نے محض اپنے بچاؤ میں ان پر عصا سے وار کیا تھا۔'' اس کے جواب نے لیونائیڈس پر بہت سے حقائق آشکار کردیے۔ وہ اسے سمجھانے بجھانے اور اس آسیب سے نجات دلوانے کے لیے پرخلوص کوششیں کرتا رہا لیکن ہر گزرتے دن کے ساتھ صورت حال مزید ابتری کا شکار ہوتی جارہی تھی۔

کلیومینیس کی دیوانگی میں کمی کے بجائے اضافہ ہونے لگا۔ اس رویے اور پاگل پن کو دیکھ کر عزیز و اقارب نے اس کے پاؤں میں بیڑیاں پہنا کر اسے جیل میں

نے کلیومینیس کے دل و دماغ میں مزید منفی جذبات پیدا کرنے شروع کردیے۔ انہی کیفیات کے زیرِ اثر اس نے ایک روز دربان کو اپنے پاس طلب کیا۔

''معذرت چاہتا ہوں میرے بادشاہ! لیکن مجھے آپ کے قریب آنے کی ممانعت کی گئی ہے۔''

''اس حکم کا پس منظر بھی میں جانتا ہوں لیکن بے فکر رہو، میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔'' اس نے یقین دہانی کروائی۔ دربان اب بھی پس و پیش میں مبتلا تھا۔

''اگر تم خود یہاں آنے میں متامل ہو تو مجھے ایک چاقو فراہم کردو۔''

''لیکن وہ کس لیے حضور؟'' دربان حیرت زدہ تھا۔

''تم اپنی حدود سے مسلسل تجاوز کررہے ہو۔ مت بھولو کہ میں اب بھی اسپارٹا کا بادشاہ ہوں۔ مجھے صرف بغرضِ علاج یہاں منتقل کیا گیا ہے۔ تم نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو بدترین انجام سے دوچار ہوجاؤ گے۔'' کلیومینیس کی غراہٹ پر وہ خائف ہوگیا اور اسے ایک چاقو تھما کر ایک جانب اوٹ میں کھڑا ہوگیا۔ اسے خدشہ تھا کہ وہ عالم دیوانگی میں کہیں اسی چاقو سے اس پر حملہ نہ کردے لیکن اسپارٹا کے بادشاہ وقت نے جو کچھ کیا، وہ کسی کے بھی تصور و گمان سے بالاتر تھا۔

کلیومینیس نے چاقو ہاتھ میں آتے ہی اپنی رانوں، ٹخنوں اور پنڈلیوں سے گوشت ادھیڑنے کے بعد پیٹ پر بھی بری طرح زور آزمائی شروع کردی۔ اس پاگل پن کے نتیجے میں وہ چند ہی لمحوں میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

''کیا سوچنے لگے ہیں میرے بادشاہ؟'' لیونائیڈس کا کندھا نرمی سے ہلایا گیا تو وہ اپنے خیالات اور ان بوجھل لمحات سے حال کی گھڑیوں میں پلٹ آیا۔ اس نے مسکرا کر اپنی نصف بہتر گورگو کی جانب دیکھا اور تسلی بھرے الفاظ سے اس کی تشفی کروادی۔

گورگو، کلیومینیس ہی کی واحد اولاد تھی جو ریاستی قوانین کے مطابق لیونائیڈس سے بیاہی گئی تھی۔ گورگو ایک ذہین، معاملہ فہم، پرجوش اور باوقار عورت تھی جس کی رفاقت لیونائیڈس کے لیے باعثِ تقویت تھی۔

اسی لمحے عوامی اجتماع نے اپنے مخصوص انداز میں مرحوم بادشاہ کے لیے گریہ و زاری کا آغاز کردیا۔

''کلیومینیس ایک بہترین بادشاہ تھا۔ اسپارٹا اپنے اس عظیم سپوت کو کبھی نہیں بھلا سکتا۔ ہم اس کے سائے میں محفوظ و مامون تھے۔ وہ دیوتاؤں کا عکس تھا اور ان کی خوبیوں

کا جمال اسپارٹا کی عظیم ریاست اس نے عظیم تر بنائی۔"

لیونائیڈس کے دل و دماغ میں ایک بار پھر مختلف سوالات اور اندیشے چکرانے لگے۔ اہل اسپارٹا کی یہ روایت پسندی اسے بہت سے معاملات میں کھٹکا کرتی تھی۔ اسے کلیومینیس کی بابت لیسڈیمونیوں میں گردش کرتی افواہوں، اس کی حالت دیوانگی پر ان کے تاثرات اور دیماراتس کے معاملے میں ڈیلفی سے جھوٹا فیصلہ کروانے کے راز کے طشت از بام ہونے کے باوجود اس اندھی عقیدت اور روایات کی بغیر سوچے سمجھے پاسداری سے مستقبل میں اپنے لیے بھی بہت سے مسائل پیدا ہوتے نظر آ رہے تھے۔

"بحیثیت بادشاہ مستقبل میں ہمارے لیے بہت سی کٹھنائیاں منتظر ہیں ملکۂ عالیہ!" لیونائیڈس نے گورگو کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسپارٹا کی شان اسی لیے تو آج بھی برقرار ہے کہ اس کے باشندے مشکلات کو آسانیوں میں تبدیل کرنے کا ہنر اپنی پیدائش ہی سے جانتے ہیں۔" گورگو نے نہایت وقار سے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ آپ کی بادشاہت میں اسپارٹا ترقی و خوشحالی کی نئی منزلیں طے کرے گا۔"

"مجھے بھی یہ یقین ہے کہ مورخ تاریخ کے اوراق میں گورگو کا نام بھی نہایت شان سے لکھے گا۔ وہ آنجہانی کلیومینیس کی بیٹی، لیونائیڈس کی ملکہ اور آئندہ ولی عہد کی ماں ہوگی۔" اس نے مکمل خلوص سے کہا۔

"مجھے آپ کی رفاقت اور محبت پر بے حد فخر ہے...... لیکن اس بات سے قطع نظر میں یہ بھی جاننا چاہوں گی کہ آغاز بادشاہت میں کیا حکمتِ عملی سوچ رکھی ہے آپ نے؟"

"میں عوام کے ذمے واجب الادا قرضوں کی معافی کا نظام ختم کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے ٹھہراؤ سے کہا۔

اسپارٹا کی کچھ روایات کے مطابق ایک بادشاہ کی وفات پر جب دوسرا تخت نشین ہوتا تو نیا حکمران اہل اسپارٹا کے ذمے بادشاہ یا عوامی خزانے کو واجب الادا تمام قرضے معاف کر دیتا تھا۔ لیونائیڈس اس عمل کو کلی طور پر درست تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اس سے ریاستی خزانے اور معیشت پر بوجھ بڑھنے کا احتمال بڑھ جاتا۔ روایات میں جکڑا اسپارٹا کا معاشرہ اپنے طے کردہ نظام سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہوتا تھا، خواہ اس میں یونان کے لیے کوئی بھلائی ہی کیوں نہ پوشیدہ ہو۔

"یہ امر اتنا آسان ہرگز نہیں ہوگا۔" گورگو نے کہا۔

"اسپارٹا کی شان اسی لیے تو آج بھی برقرار ہے کہ اس کے باشندے مشکلات کو آسانیوں میں تبدیل کرنے کا ہنر اپنی پیدائش ہی سے جانتے ہیں۔" لیونائیڈس نے ملکہ ہی کے الفاظ دہرائے۔

"میری نیک تمنائیں، محبت اور تعاون ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے گا۔" گورگو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"سفر بہت طویل ہے اور رستہ نہایت کٹھن...... اگر ماضی میں ہمارے آباؤاجداد کے کیے گئے چند غلط فیصلے اپنا تاوان وصول کرنے عملی شکل میں کوئی بڑی مصیبت بن کر ہمارے سامنے نہ آئے تو مجھے یقین ہے کہ میں اسپارٹا کو ایک نئی رخ پر لے جاؤں گا۔ آنے والی نسلوں کے لیے اسپارٹا کا نام ایک عظیم الشان مثال بن جائے گا۔" وہ پرعزم تھا۔

حکومت سنبھالتے ہی لیونائیڈس نے بگڑے معاملات کے سدھار کی کوششوں کا آغاز کر دیا۔ اس کے مزاج میں "ایگوج" کی سخت تربیت اور نظم و ضبط مکمل طور پر رچ بچے تھے۔ جرأت و ایمانداری، عوامی بہبود کی لگن اور ریاستی خلوص اس کے لیے زادِ راہ تھے۔ وہ یہی نظم و ضبط اور شفاف سوچ ریاست کے دیگر اداروں میں بھی لاگو کرنے کے علاوہ جمہورانہ سوچ پروان چڑھانے کا خواہشمند تھا۔ مجلس مشاورت اور ایفورس اس ریاست کے اہم ترین ستون ہی سہی تاہم بعض معاملات میں ان کی مداخلت کافی مسائل پیدا کیا کرتی تھی۔ لیونائیڈس ہر ایک ادارے کی حدود متعین کرنا چاہتا تھا تا کہ ایک کا طریقۂ کار اور اختیارات دوسرے کی ذمے داریوں میں خلل پیدا نہ کر سکیں۔

آغازِ سفر میں ہی اس غیر روایتی روش کے باعث وہ روایت پسند ارکانِ حکومت کی نظروں میں کھٹکنے لگا۔ کچھ سال مزید گزرے تو اس کے گرد دو گروہ بن گئے۔ اول الذکر اس کی مثبت توانائی کا قدردان تھا جبکہ موخرالذکر اس کی سوچ اور کوششوں کو باغیانہ روش سمجھتا تھا۔ ان سب عوامل سے نبرد آزما ہوتے ہوئے لیونائیڈس خوش اسلوبی سے ریاستی معاملات چلاتا رہا۔ اسپارٹا میں اسے عوامی پسندیدگی بھی حاصل ہو چکی تھی۔ وقت دبے قدموں بیت کر ایک دہائی کا عرصہ خاموشی سے طے کر گیا۔ اب لیونائیڈس اپنی زندگی کی ساٹھ بہاریں دیکھ چکا تھا۔

☆☆☆

اسپارٹا میں کارِ زندگی معمول کے مطابق رواں دواں تھے۔

فضا میں دبے دبے سے جوش اور مسرت کی نادیدہ لہریں لیسڈیمونیوں کے وجود کو مکمل طور پر جکڑے ہوئے تھیں۔

URDU TUBE

اگست کا پہلا عشرہ جاری تھا۔ گلیوں، بازاروں اور محفلوں میں ''کارنیائی تہوار'' کا جشن ہی موضوعِ گفتگو ہوتا تھا۔

کارنیائی تہوار دیوتا ''اپالو'' سے منسوب تھا۔ وہ اسے شاعری، موسیقی، تیر اندازی، طاعون، طب، استعاروں، سورج، روشنی اور علم کا دیوتا تسلیم کرتے تھے۔ ہر سال اگست کے مہینے میں سات سے پندرہ تاریخ تک جشن منایا جاتا تھا۔ پانچ منتخب شدہ دوشیزاؤں کو بھاگتے ہوئے ایک پروہت کا تعاقب کرنا ہوتا تھا۔ مخصوص ہاروں سے سجے پروہت کے ہاتھوں میں انگوروں کے گچھے تھما دیے جاتے۔ بھاگنے کے دوران اگر وہ پکڑ لیا جاتا تو اسے آئندہ سال اسپارٹا میں خوشحالی کی آمد کا تصور کیا جاتا تھا۔

جشن کے دوسرے حصے میں نو عدد خیمے گاڑ دیے جاتے جہاں ہر قبیلے کی جانب سے نو مخصوص افراد دعوتِ طعام میں شرکت کرتے۔ اس دعوت کا مقصد قبائل میں باہمی محبت اور خلوص کی ترویج ہوتا تھا۔

یونان میں کارنیائی تہوار کا مرکز اسپارٹا ہی تھا۔ اس لیے تہوار کی آمد سے قبل ہی شہریوں کا جوش و خروش بھی دیدنی ہوتا تھا۔ لیونائیڈس کے لیے بھی اپنے عوام کی یہ خوشی بہت اصول اور اہمیت کی حامل تھی لیکن اس امید، جوش اور مسرت میں خلل اس وقت آیا جب شہر میں فارسی قاصدین کی آمد ہوئی۔

فارس اور یونان میں چپقلش بہت پرانی تھی۔ کچھ سال قبل فارسی بادشاہ ''داریوش'' نے ایتھنز پر ایک بھرپور حملہ بھی کیا تھا لیکن اسے کامیابی نصیب نہ ہو سکی تھی۔ لیونائیڈس ان کی آمد کا مقصد بخوبی سمجھ رہا تھا۔ قاصد کے تیور بہت اکھڑ اور مزاج میں ناقابلِ برداشت شاہانہ پن تھا۔

''کہو قاصد! خیریت سے آنا ہوا؟'' لیونائیڈس نے مجلس مشاورت کے ایک رکن کے ساتھ آئے ان قاصدین کے سربراہ سے دریافت کیا۔

''جی ہاں بادشاہ سلامت! ہم عظیم شہنشاہ ''زرکسیز ابن داریوش'' کا ایک پیغام لائے ہیں۔'' اس نے لیونائیڈس کے بااعتماد اور نڈر تیور دیکھ کر اجازت طلب کرنے کے انداز میں کہا۔

''کہو! کیا پیغام لائے ہو؟''

''شہنشاہ زرکسیز نے آپ سے زمین اور پانی طلب کیا ہے۔''

''بہت خوب! یعنی تمہارا بادشاہ اسپارٹا کے تمام وسائل پر اپنا قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ ایک ایسا ہی پیغام غالباً داریوش نے .... بھی بھیجا تھا۔'' لیونائیڈس کے چہرے پر گمبھیرتا طاری تھی۔

''جی ہاں! اس وقت ایتھنز اور اسپارٹا میں قاصدین سے خلافِ آداب سلوک کیا گیا تھا۔ انہیں ''بیراتھرم'' کنوئیں میں دھکیل کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔''

''ہم اب بھی وہی کچھ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں قاصد! کسی بھول میں مت رہنا۔''

''جنگ اس وقت اسپارٹا کی سرحدوں پر کھڑی ہے۔ خداوند زرکسیز کی طاقت کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔'' قاصد نے اپنی پشت پر موجود تھیلے سے ایک مضبوط ڈوری میں پروئی گئی کھوپڑیاں نکال کر لہرائیں۔ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شہنشاہ زرکسیز کے حکم کی سرتابی کی تھی۔''

لیونائیڈس کا جنگجو خون پوری قوت سے مچل اٹھا۔ اس کی رگوں میں شرارے لپکنے لگے۔ ''اسپارٹا ایک آزاد ریاست ہے قاصد! ہمیں زرکسیز کی فوج اور سازوسامان سے خوفزدہ کرنے کی کوشش مت کرو۔ اسپارٹا کا ہر باشندہ اپنی پیدائش کے بعد تادمِ مرگ جس بات سے ہمیشہ انجان رہتا ہے..... وہ خوف ہے..... ہر اسپارٹا اپنی پیدائش کے بعد ایک ہی امر سے ہمیشہ باعلم رہتا ہے..... جنگ..... ہم جنگ سے کبھی خوفزدہ نہیں ہوتے۔ طاقتور دشمن کے غرور کا قلع قمع کرنا ہمارا پسندیدہ مشغلہ ہے اور اپنی ریاست کی حفاظت کرنا ہمارا مذہب......''

''تو کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے؟'' قاصد کا چہرہ بے یقینی اور احساسِ اہانت سے سرخ ہونے لگا۔

''ایک بار پھر غلط سمجھ رہے ہو فارسی! جنگ ہمارا آخری نہیں بلکہ اولین فیصلہ ہوا کرتا ہے۔''

لیونائیڈس کا مضبوط انداز، بےخوف تیور اور زرکسیز کی شان و شوکت کے لیے بے نیازی اسے مکمل طور پر ذہنی دباؤ میں لے چکی تھیں۔ وہ ان تمام تر عوامل کو ذہن میں نقش کیے واپس روانہ ہوا تو لیونائیڈس کے دل و دماغ بھی سوالات کی ایک تیز بارش کی زد میں آگئے۔

فارسی قاصدین کی آمد بظاہر ایک معمول کی سرگرمی تھی۔ ریاستوں میں جنگ و جدل اور اقتدار کے لیے رسا کشی تو ازل ہی سے جاری رہتی آئی ہے۔ فارسی بادشاہ داریوش کا جنگی جنون اور مختلف علاقوں کو فتح کر کے اپنی مملکت میں وسعت پیدا کرنے کی عملی سرگرمیاں بھی لیونائیڈس کے علم میں رہی تھیں۔ اس وقت ان قاصدین کی آمد، تیور اسپارٹا کے گلی کوچوں اور نظام سے جھلکتی ہوئی غیر محسوس سی شناسائی اس کے دل و دماغ میں بری طرح

کھٹک رہی تھی۔

''کس الجھن میں گم ہیں بادشاہ سلامت؟'' گورگو نے اس کی کیفیت فوراً محسوس کر لی تھی۔

''مجھے کچھ معاملات نہایت پیچیدہ دکھائی دے رہے ہیں۔ تم نے ان کا اعتماد اور تیور دیکھے ہیں۔ وہ سب نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اسپارٹا میں آنے سے قبل انہیں بہت سے حقائق کی آشنائی دے دی گئی تھی۔ میری حسیات مجھے کبھی دھوکا نہیں دیتیں۔ میں ایک نادیدہ خطرہ واضح طور پر محسوس کر رہا ہوں۔''

''آپ کی حسیات اور پیش بینی کس طرف اشارہ کر رہی ہیں؟'' گورگو نے استفسار کیا۔

''فارسیوں کے بیچ کوئی موجود ہے ملکۂ عالیہ! کوئی ایسا شخص جس نے انہیں ہماری معمولی ترین کمزوریوں سے بھی آگاہ کر رکھا ہے۔ قاصد نے کہا تھا کہ جنگ اس وقت اسپارٹا کی سرحدوں پر کھڑی ہے۔ وہ اس طرح پُراعتماد تھا کہ ہم اسے خراج دینے کے لیے انکار نہیں کر سکتے۔''

''اس اعتماد کی کیا وجہ تھی؟ یہ محض اپنی طاقت کا گھمنڈ بھی تو ہو سکتا ہے۔''

''گھمنڈ سے مجھے انکار نہیں...... فارسی بادشاہ ہمیشہ ہی سے اپنے وسائل پر بے حد نازاں رہے ہیں...... اس اعتماد کی وجہ یہ تھی کہ انہیں پہلے ہی سے علم تھا کہ کارنیائی تہوار کی آمد آمد ہے اور اسپارٹا کی قانون کے پیش نظر ہم اس دوران جنگ کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔'' لیونا ئیڈس نے تجزیہ کیا۔

''لیکن سوال یہ ہے کہ آخر وہ کون شخص ہے جو دشمن کی صفوں میں گھس کر اپنی ہی ریاست کو نقصان پہنچانے کے درپے ہے؟'' گورگو پر بھی صورت حال کی سنگینی واضح ہو گئی تھی۔

''اس ضمن میں مجھے اپنی لاعلمی پر افسوس ہو رہا ہے۔ اس نادیدہ دشمن سے واقفیت اور جنگ کی فوری تیاری ہمارے لیے بے حد ضروری ہو چکی ہے۔''

''کیا آپ اب ایفورس سے ملاقات کا ارادہ رکھتے ہیں؟'' گورگو نے فوری طور پر اس کا ذہن پڑھ لیا۔

''ہاں! وہ میرے لیے انتہائی ناپسندیدہ سہی...... لیکن ان سے ملاقات بہت ضروری ہو چکی ہے۔'' لیونا ئیڈس نے تلخی سے کہا۔ اس کا ذہن اب بھی پوشیدہ دشمن تک رسائی کے طریقے تلاشنے میں مگن تھا۔

☆☆☆

لیونا ئیڈس کے بھی خدشات اور اندیشے بالکل درست تھے۔ فارسی فوج کی راہنمائی کرنے والا اور انہیں لیسڈیمونیوں کی روایات و معاشرت کے بارے میں معلومات فراہم کرنے والا شخص ''دیماراتس ابن ارستون'' تھا۔

بادشاہت سے معزولی کے بعد رسوائی جھیلنے والا دیماراتس فارس روپوش ہو گیا تھا جہاں کے بادشاہ داریوش نے اسے کچھ زمینوں کا مالک بنا کر اختیارات بھی سونپ دیے تھے۔ بادشاہ کی وفات کے بعد جانشینی ''زرکسیز'' کے حصے میں آئی جو بہترین جنگجویانہ صلاحیتوں کا مالک تھا۔ ایشیائی علاقوں میں فتوحات کے جھنڈے گاڑنے کے بعد اس کا میلان یونان کی طرف ہو چکا تھا۔ اس کی عسکری شان و شوکت بھی بے مثال تھی۔

اپنی جنگی قوت کا باریک بینی سے تجزیہ اور پڑتال کرنے کے بعد یونانی سرزمین کی طرف روانگی سے قبل زرکسیز نے دیماراتس کو اپنے پاس طلب کیا تھا۔

''دیماراتس! وقت آ گیا ہے کہ تم عظیم شہنشاہ داریوش کے احسانوں کا بدلہ چکاؤ۔''

''میں اس موقع کے لیے ایک مدت سے منتظر ہوں!'' دیماراتس نے عاجزی سے کہا۔

''تم ایک یونانی ہو۔ مجھے چند دیگر یونانیوں سے بھی علم ہوا ہے کہ تم ایک ایسے شہر کے رہائشی تھے جو مقدونی سرزمین میں قوت و طاقت کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے۔''

''جی ہاں خداوندا! میں اسپارٹا ریاست کو اپنے ہاتھ کی لکیروں کے مانند جانتا ہوں۔''

''میں یونانی سرزمین کو عظیم فارس کا حصہ بنانا چاہتا ہوں۔ کیا تمہاری رائے اور تجربے کے مطابق یونانی دفاع کی صلاحیت رکھتے ہیں؟ میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ اگر تمام یونانی اور مغرب کے بھی پوری بھی میرے خلاف یکجا ہو جائیں تو فارسی یلغار کا سامنا نہیں کر سکتے۔ ان کا ذہن یکسو نہیں ہے۔ سوچ میں یکسوئی سے محروم دشمن کبھی فتح حاصل نہیں کر سکتا۔''

''میرے پاس آپ کے اس سوال کا مدلل اور بھرپور جواب موجود ہے اے عظیم شہنشاہ! لیکن اس سے قبل میں یہ جاننا چاہوں گا کہ کیا آپ اصل حقائق سے شناسائی چاہتے ہیں یا محض اپنی تسکین کا سامان؟'' دیماراتس نے ادب سے کہا۔

''مجھے سچائی درکار ہے یونانی! حقائق خواہ کتنے ہی تلخ کیوں نہ ہوں...... میں ان کی بنیاد پر تمہیں کبھی ناپسندیدہ قرار نہیں دوں گا۔'' زرکسیز نے جواب دیا۔

''اس اعتماد اور مجھ پر پہلے سے موجود احسانات کے باعث میں آپ کو اپنی سرزمین کے متعلق کامل حقائق سے ہی آگاہی دوں گا۔ میرے وطن میں احتیاج ہمیشہ ہمارے ساتھ مل کر رہتی رہی ہے۔ شجاعت ہماری ایک حلیف ہے جسے دانائی اور سخت تربیت و قوانین کی بنیاد پر حاصل کیا جاتا رہا ہے۔ اسی شجاعت نے ہمیں احتیاج کو اپنے وطن سے نکالنے اور غلامی سے محفوظ رہنے کے قابل بنایا ہے۔ یونانی باشندے کسی بھی دوری سرزمین کے رہائشیوں سے زیادہ بہادر ہیں۔ میرا تعلق اسپارٹا سے ہے۔ اس لیے میں ان کے متعلق زیادہ گہری معلومات رکھتا ہوں۔ لیسڈیمونی کسی بھی صورت میں آپ کی شرائط قبول نہیں کریں گے کیونکہ اس عمل سے یونان غلامی کی زنجیروں میں جکڑ جائے گا۔ جنگ ان کا اولین فیصلہ ہوگی۔ اسپارٹا سے قطع نظر دیگر یونانی آپ کی اطاعت پر راضی ہو جائیں گے لیکن اہل اسپارٹا کے لیے یہ ایک ناممکن امر ہے۔''

''ان کی افواج کتنی تعداد میں ہیں؟'' زرکسیز نے کہا۔

''ان کی تعداد ایک ثانوی معاملہ ہے شہنشاہ! میں ان کی مدافعت کے متعلق حقائق بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ان میں سے ایک ہزار سپاہی بھی فارسی فوج کے سامنے ڈٹ گئے تو وہ بہت سی مشکلات کھڑی کر سکتے ہیں۔ اگر اس سے کم تعداد میں بھی فوجی آپ کے سامنے آئے تو وہ میدان ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔''

زرکسیز یہ جواب سن کر ہنس پڑا۔ ''دیمارا تس! تم اپنے وطن اور قوم کی محبت سے مغلوب ہو کر کچھ زیادہ ہی ڈینگیں مارنے لگے ہو۔ تمہاری بات نہایت بے وقعت ہے۔ میری فوج ان کی مٹھی بھر سپاہ سے لاکھوں گنا زیادہ ہے۔ اگر وہ پانچ ہزار کا لشکر بھی لانے میں کامیاب ہو گیا تو ان کے ہر ایک آدمی کے لیے میرے پاس دس ہزار سے زائد سپاہی ہوں گے۔ اگر فارسی سپاہ کی طرح ان کا بھی ایک ہی آقا ہوتا تو اس کے دبدبے اور خوف کی بنا پر وہ اپنی فطری صلاحیت سے زیادہ بہادری کا مظاہرہ کر سکتے تھے۔ وہ مختلف ریاستوں میں [illegible] کاروائیاں کریں گے۔ انتشار کی اسی صورت حال کا ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔''

''خداوند زرکسیز! میں جانتا تھا کہ سچائی آپ کی سماعت پر ناگوار گزرے گی۔ میں نے یہ بات اہل اسپارٹا سے محبت میں ہرگز نہیں کی۔ میرے یہ جذبات تو اسی وقت ختم ہو گئے تھے جب سازش کے تحت مجھے بادشاہت سے محروم کرنے کے بعد مجمعے میں میری ولدیت کی ہرزہ سرائی کی گئی تھی۔ انہی لوگوں کی بدولت میں اپنے عہدے اور آبائی اعزازات سے محروم ہو کر وطن بدر ہوا۔ آپ کے والد نے مجھے پناہ اور عزت عطا کی۔ اسی احسان شناسی اور شکر گزاری کے جذبے کے تحت کہہ رہا ہوں کہ لیسڈیمونی آپ کے لیے خطرناک حریف ثابت ہوں گے۔ وہ جب انفرادی طور پر لڑتے ہیں تو اچھے آدمیوں جیسے ہوتے ہیں لیکن جماعت کی صورت میں ان کی بہادری کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ اسپارٹا ایک آزاد ریاست ہے لیکن جنگی معاملات میں وہ ایک ہی آقا کا حکم مانتے ہیں۔ ان کی اس اطاعت کا جذبہ دیگر اقوام میں اپنے آقا کے خوف سے بہت زیادہ ہے۔ وہ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ وہ انہیں جنگ میں پیٹھ دکھانے سے منع کرتا ہے۔ دشمن کی کثیر تعداد کے باوجود وہ قدم جما کر لڑتے ہیں۔ ان کے پیش نظر فتح یا موت کے سوا کوئی تیسری راہ نہیں ہوتی۔'' دیمارا تس نے رسان سے جواب دیا۔

''بہت خوب! ایسے دشمن سے پنجہ آزمائی بھی یقیناً ایک لطف آمیز مرحلہ ہوگا...... لیکن اگر تمہاری قوم میں اس قدر اچھائیاں ہیں تو کوئی خامی یا کمزوری بھی تو ہوگی یونانی! مجھے اس راز سے آگاہ کر کے اپنی وفاداری کا ثبوت فراہم کرو۔'' زرکسیز نے سرد مہری سے کہا۔

''جی ہاں خداوند! ان کی ایک کمزوری آپ کو اس جنگ میں برتری دلوا سکتی ہے۔ اہل اسپارٹا کارنیائی تہوار کے دوران جنگ نہیں لڑتے۔ اس دوران انہیں گھیر کر زیر کیا جا سکتا ہے۔''

''خوب! یہ ہوئی نا بات...... مجھے اس دن کا شدت سے انتظار ہے جب اسپارٹا میں فارس کا علم لہرائے گا۔''

''میں آپ کی کامیابی اور ان لیسڈیمونیوں کی عبرتناک شکست کے لیے دلی طور پر دعا گو ہوں گا۔'' دیمارا تس نے ایک [illegible] اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ اسے امید ہو چلی تھی کہ اسپارٹا پر تسلط کے بعد زرکسیز اس جاں نثاری کے عوض بادشاہت اس کے کاسے میں ڈال دے گا۔

☆☆☆

رات کسی گناہ گار کے دل کی طرح سیاہ تھی۔ آسمان پر چاند کا تھال اپنی کرنیں لٹاتا قرب وجوار کو منور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ٹمٹماتے تارے فلک کے سیاہ آنچل پر جگنوؤں کی طرح امید کی ننھی کرنیں پھیلاتے دکھائی دے

URDU TUBE
ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

رہے تھے...... امید...... جو وقتِ مرگ کسی کمزور ترین جانور کو بھی مقابل کی آنکھیں نوچ لینے پر مجبور کردیتی ہے۔ آس...... جو اپنی ہستی کا مان برقرار رکھنے کے لیے ناممکنات امور سرانجام دینے پر بھی مائل کرلیا کرتی ہے۔ ایسی ہی ایک امید، یقین اور کسی حد تک خوش فہمی لیونا ئیڈس کو الفورس کے در پر لے آئی تھی۔

اپنے دورِ حکومت میں اس نے الفورس سے کبھی کسی دوراندیشی اور اجتماعی مفاد پر مبنی فیصلوں کی امید نہیں رکھی تھی۔ ماضی قریب وبعید میں بھی اس نے حتی الامکان الفورس کے اختیارات کی حدود سے تصادم کی نوبت آنے نہیں دی تھی لیکن آج وقت اسے ان کے سامنے لے ہی آیا تھا۔

''کہو لیونا ئیڈس! آج ہماری یاد کیونکر آگئی؟'' ایک عمر رسیدہ رکن نے بھرپور طنزیہ انداز میں استفسار کیا۔

''میں اہم ترین معاملات پر آپ سب سے حتمی رائے اور فیصلہ لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔'' لیونا ئیڈس نے ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔

''تمہیں علم ہونا چاہیے کہ الفورس کے پاس حاضری کی ایک مخصوص بھینٹ ہوا کرتی ہے جس کے بغیر کوئی بھی بادشاہ بات چیت کا مجاز نہیں ہوسکتا۔''

''میں ان سب باتوں سے آگاہ ہوں اور آپ سب کے قیمتی وقت ورائے کی قیمت ادا کرنے کے لیے بھینٹ بھی اپنے ساتھ لایا ہوں۔'' اس نے اپنی کمر سے بندھا چرمی تھیلا ان کے سامنے الٹ دیا۔ سکوں کی مخصوص کھنکناہٹ نے ان سبھی کی آنکھوں میں گہری چمک اجاگر کردی۔

''اسپارٹا اس وقت شدید خطرے کی زد میں ہے۔ جنگ کے بادل ہمارے سروں پر منڈلارہے ہیں اور ان بادلوں سے زرکسیز کے مختلف علاقوں سے اکٹھے کیے گئے سپاہی وجانور ہمیں اپنے ہتھیاروں سے چھید کر رکھ دیں گے۔''

''یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ریاستوں کے لیے ایسے چھوٹے موٹے خطرات ایک معمول ہوا کرتے ہیں۔'' ایک اور رکن نے بے نیازی سے کہا۔

''جسے آپ معمولی سی بات کہہ رہے ہیں، وہ اسپارٹا کا مستقبل تاریک کرکے اسے تاریخ کے اوراق سے ہمیشہ کے لیے ختم کرسکتی ہے۔ داریوش کے بیٹے کا جنگی جنون اور مہمات کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ میرے ذہن میں اس جنگ کے لیے ایک خاکہ موجود ہے جس پر عمل کرنے سے ہمیں بہت کم نقصان ہوگا جبکہ دشمن کے کشتوں کے پشتے لگائے جاسکتے ہیں۔'' وہ پُرجوش اور پُریقین تھا۔

''تم جوش میں ہوش کا دامن کھونے لگے ہو لیونا ئیڈس!'' تیسرے رکن نے اسے ٹوکا۔

''ہرگز نہیں! میں اس وقت مکمل ہوش وحواس میں ہوں اور اپنی ریاست کے تحفظ کے لیے پُرعزم بھی۔''

''تم یہ کیونکر بھول سکتے ہو کہ اس وقت ماہ کارنیس ہے اور تہوار بالکل سر پر کھڑا ہے۔''

''دشمن بھی بالکل سرحدوں پر ہمارے مردوں کو قتل کرکے عورتوں کو اپنے بستروں پر پامال کرنے کے لیے تیار کھڑا ہے الفورس!''

''تم ہمیشہ یونہی دیوتاؤں اور ان سے منسلک مقدس احکامات کو توہین کی حد تک نظرانداز کیا کرتے ہو۔'' ایک بوڑھا جابر ہم ہوا۔

''ہرگز نہیں! میں بھی ایک اسپارٹا کی طرح دیوتاؤں اور ان سے وابستہ تمام تر روایات کو عزت واحترام دیتا ہوں لیکن ذرا منطقی انداز میں سوچیے محترم الفورس! ماضی میں بھی بارہا مرتبہ آپ کے فیصلے غلط ثابت ہوتے آئے ہیں۔ میرے والد کو دوسری شادی کے لیے مجبور کردیا گیا تاہم وجۂ تنازعہ کچھ ہی عرصے میں حل ہوگئی اور ڈوریمس کی پیدائش ہوگئی۔ اس کی ولادت کو بھی شک کی نظر سے دیکھا گیا۔ ولادت کے موقع پر آپ سب کی موجودگی اس امر کی گواہی تھی کہ آپ سب ملکہ وقت سے کسی گناہ اور سازش کی امید لگائے بیٹھے تھے۔ آپ کے وضع کردہ قوانین نے کلیومینیس کو بادشاہت سونپ دی اور اس عمل سے بادشاہت کا اصل حقدار ڈوریمس اس قدر دل برداشتہ ہوا کہ وہ اپنی الگ بستی بسانے کے لیے چند ہی سالوں میں جان گنوا بیٹھا اور بادشاہ کلیومینیس اپنے ہی غلط فیصلوں کا شکار ہوتے ہوئے بالآخر دیوانگی کی موت کا شکار ہوگیا۔ وقت ہر چیز میں تبدیلی کا طالب ہوتا ہے۔ ریاستی قوانین و آئین شہریوں اور عوام کی بھلائی کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ ان میں کسی نہ کسی ترمیم کا احتمال ہونا کوئی جرم نہیں ہے۔'' لیونا ئیڈس نے بھرپور منطقی تجزیہ پیش کیا۔

''ہم اس معاملے کا فیصلہ استخارہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔ یقیناً دیوتا ہی مستقبل کے بہترین پیش بین ہیں۔'' مکارانہ انداز میں کہتے ہوئے اس بوڑھے نے مخصوص انداز میں جاپ کرنا شروع کردیا۔

لیونا ئیڈس پُرامید نظروں سے الفورس کی جانب دیکھنے لگا جواب ایک مدار میں سرجوڑے اس پیش گوئی کو

سننے کی کوشش میں اس کی ذات سے بے نیاز نظر آ رہے تھے۔ آنے والے چند لمحات اس کے لیے بے حد اہم تھے۔ خدشات اور وسوسے ایک انہونی کی پیش گوئی بھی کر رہے تھے اور پھر آنے والے پل ان خدشات کو مجسم روپ دے کر سامنے لے آئے۔

''دشمن نادان ہے۔ وہ دیوتاؤں کی طاقت سے ناواقف ہے۔ دیوتاؤں کا قہر اسے بھسم کر دے گا۔ اسپارٹا سے دیوتا بہت خوش ہیں۔ ہواؤں سے التجا کرو کیونکہ ہوائیں یونان کے بہت کام آئیں گی۔ اہل اسپارٹا کو کسی جنگ میں کودنے کی ضرورت ہی نہیں۔ کارنیائی تہوار سے لطف اندوز ہونے کا وقت ہے۔ تہوار کے لیے بھرپور تیاری کرو۔ جنگ کے لیے دیوتاؤں کا قہر ہی زرکسیز کے لیے کافی ہوگا۔'' ان الفاظ اور ایفورس کے حتمی انداز نے لیونائیڈس کو یقین دلا دیا کہ وہ اس بازی میں کسی صورت کامیاب نہیں ہو سکتا۔ روایات پر سختی سے قائم ایفورس کی اجازت کے بغیر اسپارٹا کا کوئی بھی بادشاہ جنگ شروع کرنے کا مجاز نہ تھا۔ وہ شدید مایوسی کے عالم میں وہاں سے لوٹ آیا۔

☆☆☆

رات اپنے اختتامی پہر میں تھی اور لیونائیڈس کی آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہ تھا۔ بے چینی اور اضطراب اسے اپنے وجود پر کوڑے برساتا محسوس ہو رہا تھا۔

''کیا معاملہ ہے بادشاہ سلامت؟ اس قدر بے قراری پہلے تو کبھی کسی جنگ سے قبل دیکھنے میں نہیں آئی۔'' گورگو نے استفسار کیا۔

''ایفورس کی یہ ضد ہٹ دھرمی اور ذاتی انا اسپارٹا کو لے ڈوبے گی۔ مجھے اپنی یہ ریاست جنگ کے شعلوں میں بھسم ہوتی نظر آ رہی ہے اور قانون نے میرے ہاتھ باندھ رکھے ہیں۔''

''اس معاملے میں قانون کیا کہتا ہے بھلا؟'' گورگو نے دانستہ تجاہلِ عارفانہ برتا۔

''کسی بھی تہوار کے موقع پر جنگ نہیں لڑی جا سکتی۔''

''لیکن قانون یہ بھی تو کہتا ہے کہ کسی بھی شخص کو اپنی آزادی برقرار رکھنے کا پورا حق ہے۔ اسپارٹا آزاد شہریوں کی ریاست ہے اور اگر کسی شہری کو اپنی شخصی آزادی خطرے میں نظر آتی ہے تو ذاتی حیثیت میں بھی وہ اسے [illegible]

[illegible] ایک اور راہ سجھائی۔

''ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ ذاتی حیثیت میں آزادی برقرار رکھنے کا حق ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ ...... ایفورس بھی نہیں۔''

''تو آپ یہ جنگ لڑنے کے لیے کسی فوج، آئین یا قانون کے محتاج بننے کے بجائے اپنے ذاتی تشخص کو ہی اپنی طاقت بنا لیجیے۔ مجھے یقین ہے کہ زرکسیز اور اس کی کثیر سپاہ کو ملیامیٹ کرنے ... کا بھرپور، منطقی اور زود اثر منصوبہ بھی آپ کے ذہن میں ضرور موجود ہوگا۔''

''بالکل درست! میں نے زرکسیز کی فوج کو بددل کرنے اور ان سے بھرپور مقابلہ کرنے کی حکمتِ عملی تیار کر رکھی ہے۔ یونان کی جغرافیائی حدود ہی ہماری سب سے بڑی طاقت ہوں گی۔ شمال کی جانب تنگ ساحلی پٹی پر دیوار کی تعمیر سے وہ رستہ ناقابلِ عبور بن جائے گا۔ اس کے بعد وہ ہم سے تنگ درّے کے رستے پر لڑنے کے لیے مجبور ہو جائیں گے۔ درّے کا تنگ دہانہ ہمارے لیے فائدہ مند جبکہ ان کے لیے مہلک حد تک نقصان دہ ثابت ہوگا۔ ہماری قوت اور جنگی حکمتِ عملی انہیں گرم پانیوں میں دھکیلنے کے لیے مجبور کر دے گی۔ ان متواتر اموات اور نقصانات پر زرکسیز کی فوج بالآخر بددلی کا شکار ہو جائے گی اور کسی بھی سپاہی کے لیے دشمن کی تلوار سے زیادہ بددلی اور مایوسی ہی وجۂ شکست ہوا کرتی ہے۔'' لیونائیڈس نے مفصل انداز میں متوقع میدانِ جنگ کا تجزیہ کیا۔

''بہترین... بہت شاندار ...... اور بے مثال منصوبہ ہے۔ اس پر کامیاب عمل درآمد سے دشمن کا خاتمہ یقینی ہے۔''

''ہاں! اور میں نے متبادل فوج کا انتظام بھی سوچ لیا ہے۔ میرے تین سو ذاتی محافظ ہی اس جنگ میں میرے ہمراہ سپاہی ہوں گے۔ ان کی غیر مشروط، بے لوث، چٹانی وفاداری، بہترین جنگی صلاحیتیں اور میری حکمتِ عملی پر اعتماد ایسی فوج سے بہت برتر ہوگا جو روایات اور قانون کے شکنجے میں دب کر میدانِ جنگ میں جانے کے لیے تیار ہوگی۔''

''مجھے یقین ہے کہ آپ ایک نئی تاریخ رقم کریں گے۔ دشمن کو ہماری سرزمین کی جانب بڑھنے کا خمیازہ تو بھگتنا ہی ہوگا۔'' گورگو نے پرایک انداز میں ایک بے خوفی اور قاتلانہ دلیری تھی۔

لیونائیڈس کا ذہن اب یکسو ہو گیا تھا۔ وہ اپنے ذاتی محافظین کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی منصوبہ بندی مرتب کرنے لگا۔

☆☆☆

اگلی صبح اہل اسپارٹا کے لیے بے حد سنسنی خیز تھی۔ مجلس تہوار کی سرشاری میں مگن لیڈیمونی اور

مشاورت کے ارکان لیونائیڈس کو محافظوں کے مختصر دستے کے ساتھ دیکھ کر دنگ تھے۔ اس دستے کے افراد مخصوص جنگی ہتھیاروں سے لیس تھے۔ ان کے قرمزی لبادے ہوا میں پھڑپھڑاتے ہوئے اپنے عزائم بزبانِ خاموشی بیان کر رہے تھے۔ چھ تا دس فٹ لمبے نیزوں کی چمکتی انیاں دشمن کے لہو سے اپنی پیاس بجھانے کے لیے بے تاب تھیں۔ بارہ تا بیس انچ لمبی تلواروں کی تیز دھار میں بھی لہو کی طلب واضح نظر آتی تھی۔ کانسی اور لکڑی سے بنی تین قطر کی ڈھالیں بائیں ہاتھ میں موجود تھیں۔ سینے، پنڈلیوں کے اگلے حصے اور سر کو دشمن کے وار سے روکنے کے لیے بھی مخصوص آہنی خود تھے۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے لیونائیڈس؟'' ایک عمر رسیدہ مشاورتی رکن نے پوچھا۔

''اسپارٹا میں تو فی الوقت زور و شور سے تہوار کو خوش آمدید کہنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔'' اس نے بے نیازی سے جواب دیا۔

''میرا اشارہ اس فوج کی طرف ہے بادشاہ لیونائیڈس!''

''کمال ہے! یہ فوج کیونکر ہو سکتی ہے۔ یہ تو میرے ذاتی محافظ ہیں۔''

''مقدس تہوار کے دنوں میں کوئی جنگ نہیں لڑی جا سکتی بادشاہ سلامت!'' ایک اور مشاورتی رکن نے کہا۔

''بالکل! میں نے ایسا کوئی حکم صادر بھی نہیں کیا۔''

''تو ان محافظوں کے ساتھ ہتھیاروں سمیت کوچ کرنے کا کیا مقصد ہے؟''

''اپنے شخصی وقار اور آزادی کو خطرات سے بچانا ہی میرا مقصد ہے۔ اس عمل سے مجھے اسپارٹا کا قانون بھی نہیں روک سکتا۔''

''یہ بے وقوفی ہے لیونائیڈس!'' ایک جوان العمر رکن نے تنبیہ کی۔

''نہیں! اپنی بقا کی جنگ لڑنا بے وقوفی نہیں بلکہ عیش و طرب میں ڈوب کر کسی انہونی کا انتظار ہوتے دیکھنا بے وقوفی اور حماقت ہے۔ میرے یہ محافظ ذاتی حیثیت میں میرے ساتھ جائیں گے۔ ان سب کی اولادِ نرینہ زندہ ہے۔ وہ ان کی نسل کو آگے بڑھا سکتی ہے۔''

''کیا تم نے ڈیلفی سے رابطہ کیا تھا؟'' مجلسِ مشاورت کے معمر ترین فرد نے استفسار کیا۔

لیونائیڈس نے ایک قاصد کو اشارہ کیا۔ وہ مؤدبانہ آگے بڑھ کر گویا ہوا۔ ''میں نے یہ فریضہ سرانجام دیا تھا۔ پیش گوئی ایک بحرِ مسدس میں موصول ہوئی تھی۔''

''ہم اس پیشگوئی سے آگاہی حاصل کرنا چاہیں گے۔'' ان کی برہمی پر قاصد نے اثبات میں سر ہلایا اور گویا ہوا۔

''اے وسیع لیسڈیمون کی گلیوں میں رہنے والے آدمیو! یا تو تمہارا پُرجلال شہر پرسیس کے بچوں کے ہاتھوں تباہ ہوگا۔ یا اس کے بدلے میں سارے لاکونی ملک میں تمہیں عظیم ہرکلیس کی اولاد میں سے ایک کے نقصان پر سوگ منانا پڑے گا۔ وہ سانڈوں یا شیروں کی ہمت کا مقابلہ نہیں کر سکتا، چاہے وہ جتنی بھی کوشش کرلے، وہ جیسا طاقتور ہے اس کے پاس کوئی بھی نہ ٹھہرے گا۔ جب تک کہ وہ تمہارے بادشاہ یا تمہارے پُرجلال شہر کو شکار نہ کرلے۔''

قاصد نے کاہنہ کے الفاظ من و عن دہرا دیے۔

''پیشگوئی آپ نے سن لی۔ امید اور فتح کا در بانہیں کھولے میرا منتظر ہے۔ آنے والے تہوار کے لیے میری نیک تمنائیں آپ سب کے ساتھ ہیں۔'' لیونائیڈس نے متانت سے کہا۔

ارکانِ مجلس سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ وہ سر جھکائے خاموشی سے تتر بتر ہوگئے۔

''مجھے یقین ہے کہ آپ ایک فاتح کی سی شان سے لوٹیں گے۔'' گورگو کی مسکراہٹ اس کا عزم دوچند کر رہی تھی۔ ''اور اگر میں نہ لوٹ سکوں تو بہترین جری مرد سے شادی کر کے اسپارٹا کو مضبوط اور جنگجو بیٹوں کا تحفہ ضرور دینا۔'' لیونائیڈس نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''میرے نزدیک اس ریاست کی تمام تر جرأت اور شجاعت ایک ہی مرد پر ختم ہے...... اور وہ لیونائیڈس ابنِ اناکسانڈریڈس ہے۔'' چٹانی حوصلے کو زادِ راہ بنائے لیونائیڈس اپنے ''تین سو'' ذاتی محافظوں کی فوج لیے ''تھرموپائلے'' کی طرف روانہ ہوگیا۔

لیونائیڈس کے لیے اس مقام کی جغرافیائی حدود کی اہمیت ناگزیر تھی۔ تھرموپائلے کے مغرب میں ایک فلک بوس عمودی پہاڑی تھی جس پر چڑھنا ناممکن تھا۔ مشرقی سمت میں سمندر اور دلدلیں تھیں۔ اس جگہ پر گندھک کے چشمے تھے جنہیں مقامی زبان میں ''کالدرون'' یعنی ابلتی ہوئی دیگ اور ''درِ جہنم'' بھی کہا جاتا تھا۔

☆☆☆

تین سو سپاہیوں کا میدانِ جنگ کی طرف سفر جاری تھا۔

اس دستے میں موجود ہر سپاہی کی آنکھوں میں ایک بھرپور اور حسین موت سے بغلگیر ہونے کی تمنا اور دل میں

URDU TUBE ENTERTAINMENT

دشمن کے سامنے مزاحمت کا حق ادا کرنے کی تڑپ موجزن تھی۔ زرکسیز ”مالس“ کے ”ٹراکینیا“ نامی خطے میں خیمہ زن تھا۔ دوسری جانب یونانیوں کے آبناؤں پر قبضہ کر رکھا تھا۔

لیونائیڈس کے علاوہ دیگر یونان سے بھی زرکسیز کا سامنا کرنے کے لیے فوجی دستے منزل پر پہنچ چکے تھے۔

تھرموپائلے کے مقام پر موجود یونانی افواج کے لیے درّے سے پار فارسی فوج کا نظارہ بے حد ہولناک تھا۔ تاحدِ نگاہ بحری بیڑے، تیر و کمان سے لیس پیادہ فوج، گھوڑوں اور تلواروں سے لیس سپاہ نظر آتی تھی۔ زرکسیز نے مقدونی سرزمین فتح کرنے کے لیے اپنے تمام تر وسائل جھونک دیے تھے۔

سیگارتیوں کے نام سے مشہور قبیلے نے اسے آٹھ ہزار گھوڑے مہیا کیے تھے۔ یہ سپاہ محض ایک چاقو کے سوا کوئی اور کانسی یا لوہے کا ہتھیار اٹھا کر نہیں چلتی تھی۔ رسن سے بٹے ہوئے پھندے ان کا خصوصی ہتھیار تھے۔ دشمن سے سامنا ہونے پر وہ اپنی کمندوں کو ان کی طرف پھینکتے۔ ان کمندوں کے آخر پر پھندے بنے ہوتے تھے جس میں پھنسنے والے کسی بھی انسان یا گھوڑے کو وہ اپنی جانب کھینچ کر مار دیا کرتے۔

عرب اونٹوں پر سوار تھے لیکن یہ اونٹ تیز رفتاری میں گھوڑوں سے کم نہ تھے۔ عربوں کو سب سے آخر میں رکھا گیا تھا تاکہ اونٹوں کو دیکھ کر گھوڑے کسی خوف یا دہشت کا شکار نہ ہو جائیں۔

اس کثیر فوج کے علاوہ زرکسیز کا ”دس ہزاری دستہ“ مہلک ترین تصور کیا جاتا تھا۔ اس دستے میں تمام تر فارسی ہی شامل تھے۔

ان تمام دستوں میں اہلِ فارس ہی کی شان و شوکت سب سے زیادہ تھی۔ بہادری میں بھی دیگر اقوام ان کے ہم پلہ نہ تھیں۔ ہتھیاروں کے علاوہ وہ سرتاپا سونے سے چمک رہے تھے۔ فارسی اپنے جسموں پر سونے کا بہت زیادہ استعمال کرتے تھے۔ ان کے پیچھے ڈولیوں میں ان کی داشتائیں اور بہترین لباس زیب تن کیے خادموں کی قطاریں تھیں۔ ان کی اشیا علیحدہ اونٹوں پر تھیں۔

اس پُرشکوہ سپاہ اور بحری بیڑوں کے نظاروں نے یونانی افواج کے حوصلے آغاز ہی میں پست کر دیے۔

”اس قدر فوج کا مقابلہ ہمارے لیے ناممکن ہے۔ ہم نے زرکسیز کی طاقت کا غلط اندازہ لگایا۔“ مختلف دستوں کے سالار [illegible] راہِ فرار تلاش کرنے کے لیے غور و فکر کر رہے تھے۔

”ایک سپاہی اپنی آدھی جنگ تو اسی وقت ہار دیتا ہے جب اس کا حوصلہ اور عزم متزلزل ہو جائے۔ یہاں تک چلے آنے کے بعد پسپائی محض حماقت ہے۔“ لیونائیڈس نے کہا۔

”اس فوج کو دیکھ رہے ہو لیونائیڈس! یہ ایک سیلاب ہے۔ اس سیلابی ریلے میں ہم سب کسی تنکے کی طرح بہہ جائیں گے۔“

”معاف کرنا میرے دوست! میں تم سے اتفاق نہیں کرتا۔ انسانی حوصلہ اور عزم اپنی حکمتِ عملی سے کسی سیلاب کا رخ موڑ دینے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔“

”زرکسیز کے قاصد نے ہم سے کہا تھا کہ وہ شہنشاہوں کا شہنشاہ، خداوند اور دیوتاؤں کا مجسم روپ ہے۔ اس فوج کو دیکھ کر یقین ہونے لگا ہے کہ اس کا دعویٰ بالکل درست تھا۔“

”تم سب کا خوف بے مقصد ہے۔ حملہ آور ہماری ہی طرح انسان ہے، نہ کہ دیوتا۔ اس دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا تھا، اور نہ ہوگا جو بشری کمزوریوں یا بدقسمتی سے مبرا ہو۔ زرکسیز بھی فانی ہے اور ایسا ممکن ہی نہیں کہ وہ بامِ عروج سے زوال پذیر نہ ہو۔“ لیونائیڈس کے عزم پر وہ بھی اسے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے۔

”تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو آخر؟“ ایک سالار زچ ہو گیا۔

”مغربی جانب چرواہوں کے رستے سے فارسی یقیناً لاعلم ہیں اور سوچ بھی نہیں سکیں گے۔ احتیاطاً وہاں ایک ہزار فوکائی تعینات کروا دیے گئے ہیں۔ درے کی سمت میں نے دیوار تعمیر کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ میرے سپاہی اسے جلد ہی مکمل کر لیں گے۔ اس کے بعد فارسیوں کے لیے کٹ مرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔“ لیونائیڈس نے بے خوفی اور اعتماد سے کہا۔

”تمہارے ساتھ اس مہم کی سب سے غیر روایتی سپاہ ہے۔ تمہاری پیشہ ورانہ فوج تو اس جنگ سے کنی کتراتے ہوئے تمہاری خوشیوں میں مگن ہوگی اور یہاں تم ہم سب کو اندھی کھائی میں کودنے کے مشورے دے رہے ہو۔“

”میری یہ فوج مختصر اور غیر روایتی سہی ...... لیکن میرا ہر ایک سپاہی دسیوں افراد پر غالب آ سکتا ہے۔ یہ تین سو سپاہی لاکھوں فارسیوں کو ناکوں چنے چبوانے کی صلاحیت [illegible] تمہاری جانب سے ایسا کوئی جذبہ نظر ہی نہیں آ رہا۔“ اسے حقیقتاً ان سپہ سالاروں کی بزدلانہ تشویش

URDU TUBE
www.urdutubes.com

اور وسوسوں پر تاسف ہو رہا تھا۔

ان کے ہمراہ آئے فوجی دستے بھی انہی کے ہم مزاج بنے پژمردہ اور خوفزدہ دکھائی دے رہے تھے۔ لیونائیڈس کو اپنے تین سو سپاہیوں کی بہادری اور بے خوفی پر بے ساختہ رشک و فخر محسوس ہونے لگا۔ وہ اس کے ایک اشارے پر دیوار کی تعمیر میں جتے تھے اور دوسری جانب سے کسی بھی دشمن کی آمد پر اسے موت کے گھاٹ اتار کر اس کی خون آلود لاش کو اسی دیوار میں بطور گارا چن دیتے۔

”تم سب اگر پشت پر رہ کر جنگ کا تماشا دیکھنا چاہتے ہو تو بصد شوق کرنا۔ میں اور میرے سپاہی عقب سے لڑیں گے۔ ہم موت سے کم قیمت پر ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔“ لیونائیڈس نے حتمی فیصلہ سنایا۔

☆☆☆

عین اسی پل...... ایک طرف جب یونانی دستوں میں یہ بحث جاری تھی تو دوسری جانب زرکسیز کی طرف سے یونانیوں کی تعداد اور حرکات و سکنات کی بابت معلومات حاصل کرنے کے لیے ایک جاسوس کو بھیجا گیا۔ تھیسالی سے باہر نکلنے سے قبل اسے معلوم ہوا تھا کہ اس جگہ پر چند ایک آدمی جمع ہیں جن کی قیادت ہرکلیس کی نسل سے تعلق رکھنے والا لیونائیڈس کر رہا ہے۔

گھڑ سوار...... نے پڑاؤ تک پہنچنے اور لیونائیڈس کو ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر وہ کہیں بھی نظر نہ آیا۔ لڑکے پھرے میں موجود دیوار تکمیل پا چکی تھی اور اب اس کی دوسری طرف دیکھنا ناممکن تھا۔

اس جاسوس کو فصیل کے سامنے پڑاؤ ڈالے فوجی نظر آئے۔ دیوار میں اپنے ہی ساتھیوں کی لاشوں کا نظارہ اس کے لیے انتہائی دہشت ناک تھا تو مقدونی فوجیوں کی سرگرمیاں اور اطمینان اس سے بھی زیادہ بے یقین۔ وہ خاموشی سے ان کی تعداد اور دیگر جزئیات ذہن نشین کر لینے کے بعد واپس ہو لیا۔ کسی نے بھی اس کی طرف توجہ نہ دی۔ وہ بے تاب انداز میں ٹہلتے زرکسیز کے پاس پہنچ گیا۔

”یونانیوں کی صفوں میں خوف اور دہشت کا کیا عالم ہے؟ میری عظیم الشان فوج اور بحری بیڑوں نے یقیناً ان کی نیندیں اڑا دی ہوں گی۔“ اس نے رعونت سے کہا۔

”خداوند زرکسیز! جان کی امان پاؤں تو عرض کروں کہ وہاں صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ نہایت پُرسکون اور بے نیاز ہیں۔ ان میں سے بعض سپاہیوں کو میں نے جمناسٹک کی مشقیں کرتے اور بعض کو اپنے لمبے بالوں میں کنگھا کرتے دیکھا ہے۔ ان کی تعداد بے حد کم لیکن اطمینان کسی پہاڑ کی چوٹی سے بھی بلند ہے۔ ان کے تیور بتاتے ہیں کہ وہ جنگ میں سخت ترین حریف ثابت ہوں گے۔“ جاسوس نے لرزتے ہوئے بتایا۔

زرکسیز کے لیے اس بیان پر یقین کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ اگر مقدونی مرنے یا مارنے کے ارادے سے میدانِ جنگ میں موجود تھے تو اس قسم کے مشغلوں میں مصروفیت کسی مذاق سے کم نہ تھی۔ وہ الجھتے ہوئے کسی بھی منطقی نتیجے تک پہنچنے سے قاصر رہا تو دیمارانس کا خیال ذہن کے دریچوں پر دستک دینے لگا۔

دیمارانس جو اس کے لشکر میں موجود تھا۔ اسے طلب کرنے کے بعد زرکسیز نے اپنے جاسوس کی ساری گفتگو اسے سنائی اور استفسار کیا۔

”اپنے ہم وطنوں کے اس رویے کی کیا توجیہ پیش

رئیل اسٹیٹ ایڈوائزر
DHA. KARACHI
DHA. City Karachi
BAHRIA TOWN KARACHI
پلاٹ، مکان، دکان، بنگلوز اور فلیٹ
کی خرید و فروخت کے لیے مستند نام
ریاض حسین
ایڈریس: راحت کمرشل لین 2
DHA PHASE 6 KARACHI
فون نمبر: 0300-3658964

کرو گے تم؟"

"خداوند زرکسیز! یہ یقیناً لیسڈیمونی ہی ہیں۔ میں نے آپ کو ان لوگوں کی بابت بہت پہلے ہی حقائق سے آگاہ کر دیا تھا۔ یونان پر چڑھائی کے آغاز سے قبل ہی ایک ملاقات میں چند باتیں آپ کے گوش گزار کی تھیں تاہم آپ میری وہ باتیں سن کر ہنس دیے تھے۔"

"وہ گفتگو ہی ایسی تھی کہ کوئی بھی یونہی ہنس دیتا۔" زرکسیز نے ایک بار پھر بے نیازی سے کہا۔

"میں نے ماضی میں ہر موقع پر آپ کو سچائی سے آگاہ کرنے کی مکمل ایماندارانہ کوشش کی ہے۔ آج بھی سچ ہی کہوں گا۔ یونانی ہمارے ساتھ درّے پر لڑنے آئے ہیں۔ وہ درّہ ان کی بھرپور جنگی قوت ہے۔ یہی ان کا ایک دستور ہے کہ جب انہوں نے کسی بھی موقع پر اپنی زندگیاں داؤ پر لگائی ہوں تو اپنے سروں کو بہت اہتمام سے سجاتے ہیں۔ ایک اور بات بھی طے شدہ ہے کہ اگر آپ یہاں موجود آدمیوں اور پیچھے اسپارٹا میں ٹھہرے لیسڈیمونیوں کو زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس کے بعد ساری دنیا میں کوئی بھی قوم ایسی نہ رہے گی جو آپ کے خلاف اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھانے کی ہمت کر سکے۔ اس وقت آپ کا مقابلہ یونان میں پہلی بادشاہت کے سب سے بہادر شہر اور بہادر ترین افراد کے ساتھ ہے۔" دیماراتس نے تفصیل سے بتایا۔

"تم اب بھی ان کے بارے میں بہت زیادہ ہی دباؤ اور خوش فہمی کا شکار معلوم ہو رہے ہو۔ ایک مختصر سی فوج کے لیے میرے لشکر کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے...... قطعی ناممکن...... میری سپاہ ان مٹھی بھر آدمیوں کو پل بھر میں ہی روند کر رکھ دے گی۔" وہ اب بھی بے نیاز تھا۔

"عظیم شہنشاہ! اگر مستقبل میں معاملات میرے بیان شدہ حقائق سے مختلف ہوں تو میں ہر قسم کی سزا پانے کے لیے خود کو پیش کر دوں گا۔" دیماراتس کے اس جواب سے بھی زرکسیز بالکل متاثر نہ ہوا۔ اسے اپنی فوج اور ساز و سامان پر بے حد مان تھا جو کچھ بے جا بھی نہ تھا۔ اسے یقین تھا کہ ان وحشت ناک نظاروں کی دید ہی یونانیوں کے حوصلے پست کر کے انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دے گی لیکن یونانی ٹس سے مس تک ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔ ان کی یہ ثابت قدمی زرکسیز کے لیے محض بے پروائی اور ناعاقبت اندیشی تھی۔

☆☆☆

پانچویں روز زرکسیز کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس نے میڈیوں میں سیتھیاؤں کو حملے کا حکم صادر کر دیا۔

"یہ حقیر کیڑے مکوڑے میرے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کا غرور اور خوش فہمی پاش پاش کر کے زندہ میرے سامنے لا کر پیش کیا جائے۔"

فارسی فوج کے یہ پیادہ سپاہی اپنے ہتھیار سنبھالے ان پر حملہ آور ہو گئے۔ درّے کے اس تنگ رستے پر گھمسان کا رن پڑا۔ اسپارٹا کی فوج انہیں پوری طاقت سے پیچھے دھکیل رہی تھی۔ ایک جانب بھاری اور مضبوط پتھروں پر مشتمل دیوار نے رکاوٹ کھڑی کر رکھی تھی۔ دوسری جانب گرم کھولتا پانی پھنکارتا ہوا ان کے استقبال کے لیے تیار تھا۔ تیسری سمت میں پہاڑ سینہ تانے ان نو وارد حملہ آوروں کو کوئی رستہ دینے کے لیے تیار نہ تھے تو چوتھی جانب اسپارٹا کے فوجی کسی قسم کی کوئی رعایت نہ دے رہے تھے۔

چند ہی لمحوں میں نیزوں اور تلواروں کا رقص شروع ہو گیا۔ ڈھالوں پر روکے جانے والے وار اور گوشت چیر کر لہو کے فوارے اچھلنے پر کربناک صدائیں لذت سے بھا معنا کر رہی تھیں۔ سامنے موجود فارسی سپاہیوں کے قتل کے بعد عاقبین کو لیسڈیمونیوں کی تلواریں اجل کا پروانہ تھما رہی تھیں۔ لہو اور وحشت کے اس کھیل میں لیونائیڈس کی فوج کا پلہ بھاری رہا۔ اس حملہ آور لشکر کے بچے کھچے سپاہیوں کو "درِ جہنم" میں دھکیل دیا گیا۔

طاقت کے نشے میں چور زرکسیز کے لیے یہ مدافعت بے حد حیران کن اور اپنی ہزیمت ناقابلِ برداشت تھی۔ اس نے ایک بار پھر دیماراتس کو طلب کر لیا۔

"مجھے ان مٹھی بھر یونانیوں پر غلبہ پانے کی راہ بتاؤ یونانی! مجھے بتاؤ کہ اس قدر فوج کے باوجود وہ ہم پر غالب کیوں رہے؟ فرق کہاں آیا ہے؟ مجھے سچ بتاؤ یونانی! تمہاری وفاداری مجھے مشکوک لگنے لگی ہے۔"

"میری وفاداری غیر مشروط ہے خداوند! فارسی فوج میں غلام بھرتی کیے گئے ہیں جنہیں ہنٹر اور سختی سے لڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے لیکن اسپارٹا کے لیے جنگ ایک پسندیدہ مشغلہ ہے۔ وہ کسی بھی جنگ میں لڑنے اور اپنی جان گنوانے کے لیے ہر وقت بے تاب رہتے ہیں۔ فرق یہی ہے اے عظیم شہنشاہ! فارسی فوج میں دوسری قوموں سے لائے گئے غلام تو بہت ہیں...... لیکن جنگجو نہیں۔"

دیماراتس کا یہ تجزیہ تلخ سہی لیکن زرکسیز کو گہری سوچ میں مبتلا کر گیا۔ وہ ایک ایسی صورتِ حال میں پھنس چکا تھا جس سے نکلنے کا کوئی رستہ نہیں مل رہا تھا۔ لیونائیڈس اور اس

کے تین سو سپاہیوں کی مزاحمت معمولی امر ہرگز نہیں تھی۔ بہت سوچ بچار کے بعد اس نے اپنے بہترین گھڑسوار روانہ کرنے کا حکم صادر کر دیا۔

☆☆☆

گھوڑوں کے سیاہ بدن سورج کی تمازت سے چمکتے اور سپاہیوں کے ہاتھوں میں موجود تلواروں کی دھار آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی۔

یہ نیا لشکر بھی لیونائیڈس کے ساتھیوں کے لیے زیادہ مشکل ثابت نہ ہوا۔ وہ درّے کے مدخل سے برق رفتاری سے نکلتے اور ان گھوڑوں کی ٹانگوں پر تلوار سے بھرپور حملہ کر دیتے۔ گھڑسوار کے لڑکھڑا کر سنبھلنے سے پہلے ہی وہ اسے بھی چشم زدن میں دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ فارسی فوج میں بددلی اور سراسیمگی پھیلنے لگی۔ وہ ان گنت سپاہیوں کی جانیں گنوا چکے تھے اور بدلے میں اسپارٹا کے فوجی اب تک جانی نقصان سے محفوظ تھے۔ زخم اور خراشیں ان کے لیے ایک معمول کی بات تھی۔ گھڑسوار فوج کو پسپا کر کے لیسڈیمونیوں کا جوش و جذبہ دیدنی تھا۔ وہ نیم مردہ اور زخم خوردہ فارسیوں کو نیزوں کے وار سے موت کی وادی میں پہنچانے لگے۔

”اپنے ہتھیار ڈال دو یونانیو! تم اس مزاحمت سے اپنی موت کو کیوں مشکل بنا رہے ہو؟ فارسی فوج جلد ہی تمہیں کچل کر رکھ دے گی۔“ ایک نیم جان فوجی نے اٹکتے ہوئے کہا۔

”موت ہماری محبوبہ ہے فارسی! اس سے خوف کیسا؟ اس سے ہم آغوش ہونے کے لیے تو ہم جانے کب سے تڑپ رہے ہیں۔“ ایک سپاہی نے نیزے کا وار اس کے دل پر کرتے ہوئے کہا۔

”تم ہماری قوت سے واقف نہیں ہو یونانی! جب فارسی فوج سے تیر اندازی ہوتی ہے تو وہ لاکھوں تیر آسمان کو ڈھانک لیتے ہیں۔ سورج کی روشنی زمین پر نہیں پڑتی۔“ دوسرے شخص نے انہیں خوفزدہ کرنے کی ایک اور کوشش کی۔

”بہت خوب! اس صورت میں ہم سائے میں لڑیں گے...... لیکن جنگ سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔“ اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ خوف، زخم، قید یا شکست ان لیسڈیمونیوں کے لیے ناقابلِ فہم الفاظ تھے۔

دشمن کو موت کے گھاٹ اتارنے کے کچھ لمحوں بعد اہلِ اسپارٹا کی سماعت میں سنسناہٹ کی تیز آواز گونجی اور اسی پل ان گنت سیاہ تیروں نے فضا کو ڈھانک کر اپنے خونی جبڑوں کا رخ ان کی طرف موڑ لیا۔ وہ فوری طور پر دشمن کی یہ نئی چال سمجھ گئے اور اپنی ڈھالوں سے پشت ڈھانپ کر زمین بوس ہو گئے۔ تیروں کی بارش اگلے کئی لمحوں تک جاری رہی۔

”بہت ”عقلمند“ دشمن سے پالا پڑا ہے۔“ لیونائیڈس نے ڈھال کی آڑ سے مسکراتے ہوئے طنزیہ کہا۔

”جی ہاں! ان کے اس کھیل نے تو ہمارا کام اور بھی آسان کر دیا ہے۔ یہ تیر میدان جنگ میں پڑے فارسی اہلکاروں کو موت کی ابدی نیند سلا کر ہمیں بہت سی مشقت سے بچا لیں گے۔“ لیونائیڈس کے خصوصی مشیر اور ان تین سو سپاہیوں کے سپہ سالار نے جواب دیا۔

”دشمن کا ہمارے لیے یہ پیار قابلِ قدر ہے۔“ ایک اور سپاہی نے حظ اٹھاتے ہوئے کہا۔

ڈھالوں کی آڑ میں کسی بھی سپاہی کا حوصلہ متزلزل نظر نہیں آ رہا تھا۔ زرکسیز کی فوجِ سیاہ نے انہیں حقیقی معنوں میں جنگ کا لطف فراہم کیا تھا اور وہ سب ہی اس لطف سے بھرپور مزہ کشید کرنا چاہتے تھے۔ بچپن سے سکھائے گئے نڈر اصولِ حرب اب ان کے لیے زادِ راہ تھے۔ میدان جنگ میں حاصل ہونے والی رومانوی موت کے لیے وہ ایسے ایک نہیں کئی معرکوں کے لیے اب بھی تازہ دم تھے۔

”تیار رہنا ساتھیو! دشمن آج رات ایک اور حملہ کرے گا۔“ لیونائیڈس نے کہا۔

”مجھے بھی یہی لگتا ہے بادشاہ سلامت! یہ حملہ پہلے سے کئی گنا بڑا اور کہیں زیادہ خطرناک ہوگا۔“ سپہ سالار کی آنکھیں متوقع نا کرنے کے تصور سے چمک رہی تھیں۔

”زرکسیز اب کوئی مہلک اور بہترین فوج سامنے لائے گا۔ دشمن کے غرور اور طاقت کے تابوت میں ایک اور کیل ٹھونکنے کے لیے تیار رہنا۔“

”ہم تیار ہیں...... ہمہ وقت تیار ہیں...... لڑنے کے لیے...... مرنے کے لیے...... زرکسیز کو دھول چٹا کر اسپارٹا کی شان بڑھانے کے لیے...... ہم تیار ہیں۔“ انہوں نے بلند آہنگ اور جوشیلے انداز میں جواب دیا۔

لیونائیڈس اور سپہ سالار کی سرشاری و اطمینان کئی گنا مزید بڑھ گئے۔ محض تین سو سپاہیوں کے ساتھ سیکڑوں اقوام کی جمع شدہ فوج سے جنگ اور دفاع کی یہ کوشش دیوانے کا خواب سہی تاہم حقیقت تو یہ تھی کہ اس دیوانگی نے مزاحمت کو ایک جنون کی شکل دے دی تھی۔ وہ لاشوں کو ٹھکانے لگاتے اپنے وطن کے بارے میں سوچنے لگے جہاں تہوار کا آغاز ہو چکا تھا۔

☆☆☆

URDU TUBE
www.urdutubes.com

اسپارٹا میں شہری ہنوز بے نیاز اور کارنیوالی تہوار میں گمن تھے۔

ہر سُو ایک خوشی و شادمانی بھرا ماحول تھا۔ ہر چہرہ کھلا ہوا اور لذت و فرحت سے لطف اندوز ہوتا دکھائی دیتا تھا۔ اس پُرکیف فضا میں ایک وجود ایسا بھی تھا جسے اضطراب اور محبت بھری تشویش بے چین کیے ہوئے تھی۔ وقار و جاہت کسی بھی موسم کی خوبصورتی کو محسوس ہونے ہی نہیں دے رہے تھے۔ ملکہ اسپارٹا "گورگو" اپنے شہریوں کی اس بے نیازی اور روایت پسندی کو دیکھ کر رنج و غم کی کیفیات میں گھرنے لگی۔

الیفورس کے فیصلے اور الفاظ کی دی گئی لوری نے انہیں خواب غفلت میں مبتلا کر رکھا تھا۔ وہ صورت حال کی سنگینی محسوس کرنے سے بالکل عاری ہو چکے تھے لیکن گورگو عضو معطل بن کر بیٹھی نہیں رہ سکتی تھی۔ اس کا شوہر اگر اپنی ریاست کے لیے خلوص اور دلیرانہ روش اختیار کرتے ہوئے میدان جنگ کا راہی بن گیا تھا تو گورگو کی وفاداری کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ اسے کمک پہنچانے کی مقدور بھر کوشش جاری رکھے۔

سوچ بچار کے بعد اس نے مجلس مشاورت کے ایک رکن کو ملاقات کے لیے ذاتی طور پر طلب کرلیا۔ وہ اس سے دوٹوک بات چیت کے بعد مجلس مشاورت کے دیگر ارکان کو لیونائیڈس کے پاس اسپارٹا کی باضابطہ فوج بھجوانے کے لیے قائل کرنا چاہتی تھی۔

"میں اس طلبی کا مقصد جان سکتا ہوں ملکۂ عالیہ؟" ادھیڑ عمر رکن نے نظریں جھکائے ادب سے استفسار کیا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ وجہ طلبی یہاں آنے سے قبل ہی سمجھ گئے ہوں گے۔"

"جی ہاں! آپ غالباً ہمارے بادشاہ لیونائیڈس کے سلسلے میں کوئی بات چیت کرنا چاہ رہی ہیں۔"

"میں محض اتنی سی مدد کی خواستگار ہوں کہ مجلس مشاورت کا اجلاس طلب کرلیا جائے تاکہ میں اپنا نقطۂ نظر بیان کرسکوں۔" گورگو نے وقار سے کہا۔

"فی الوقت ایسا کوئی اجلاس منعقد ہونا ممکن نہیں ہوگا ملکۂ عالیہ! مجھے خدشہ ہے کہ سب ارکان تہوار کی آڑ میں آنے سے انکار کردیں گے۔"

"کیا تہوار اور جشن ریاستی سلامتی سے زیادہ اہم ہوتا ہے محترم؟"

"ہرگز نہیں! لیکن آپ اس ضمن میں الیفورس سے بات چیت کی کوشش کیوں نہیں کرتیں؟"

"آہ...... الیفورس...... اسپارٹا کی ریاست کو گھن کی طرح چاٹنے والے پانچ ذہنی بیمار بوڑھے...... کوئی بھی ذی شعور اور ہوشمند انسان اگر منطقی انداز میں سوچے تو ایک ہی نتیجے پر پہنچے گا کہ الیفورس کسی روگ اور ناسور سے کم نہیں ہیں۔ وہ صدیوں پرانی روایات اور طور طریقوں کو آج تک کسی مقدس صحیفے کی طرح اپنے سینوں سے چمٹائے لیسڈیمونیوں میں بھی وہی سوچ راسخ کرچکے ہیں۔"

"صرف چند دنوں ہی کی تو بات ہے...... تہوار ختم ہونے کے بعد فوج تھرموپائلے روانہ کردی جائے گی۔" رکن نے محتاط انداز سے کہا۔

"میدان جنگ میں آنے والے کسی لمحے کا علم نہیں ہوتا...... ان چند دنوں میں تو جانے کیا کچھ ہو جائے گا۔" گورگو کے اندر کی جنگجو عورت مکمل طور پر بیدار ہو چکی تھی۔

"میں کوشش کرسکتا ہوں ملکۂ عالیہ...... تاہم کامیابی کے لیے پرامید نہیں ہوں۔" اس نے گول مول راہ اپنائی اور تعظیم ادا کرتا ہوا وہاں سے روانہ ہوگیا۔

"ایک سیاستدان کبھی بھی اپنے ذاتی مفاد سے بالاتر ہوکر نہیں سوچ سکتا۔ بادشاہت کی اس قدر نازک اور حساس گھڑی ہوتے ہوئے بھی ان کی یہی موقع پرستی، عیاری اور خود غرضانہ سوچ کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔" گورگو نے خود کلامی کی۔

تھرموپائلے کے میدان جنگ میں ریاستی بقا کے لیے سیکڑوں گنا طاقتور دشمن سے پنجہ آزما لیونائیڈس کی بیوی بھی اس وقت حالت جنگ میں تھی۔ اس کا دشمن بھی عیاری، مفاد پرستی اور جاہ طلبی میں زہر کی صورت کم نہ تھا۔

☆☆☆

رات کی تاریکی آسمان پر بکھری چاندنی سے منور تھی۔ اسپارٹا کے فوجیوں نے دوسرے حملے کے بعد ایک پل کے لیے بھی آرام نہ کیا تھا۔ انہوں نے لیونائیڈس کی ہدایات کے مطابق بکھری لاشوں کو نہایت منظم انداز میں ایک ڈھیر نما دیوار کی صورت دے دی تھی۔ ہتھیاروں کی بھی ان کے پاس اب کمی نہ تھی۔ ہلاک شدہ فارسی فوجیوں کے نیزے اور تلواریں ان کے قبضے میں تھیں۔

لاشوں کو دیوار کی صورت دینے کے بعد وہ نہایت چوکنے انداز میں نئے حملے کے منتظر تھے۔ کچھ لمحوں بعد نیم تاریکی میں ہیولے اس جانب بڑھتے دکھائی دینے لگے۔ وہ سیاہ پوش افراد تھے جن کے اطوار میں جارحیت، طیش اور

اعتماد نمایاں تھا۔ زرکسیز نے دیمارا تس کی تجویز پر فراخ دلی اور سنجیدگی سے غور کرتے ہوئے اس بار میدان جنگ میں دیگر اقوام کے سپاہیوں کے بجائے اپنے ذاتی محافظوں کا لشکر ”لافانی“ بھیجا تھا۔ اس دس ہزاری دستے کے متعلق نہایت پراسرار حکایات بھی وابستہ تھیں۔ یہ لشکر اپنے چہروں پر مخصوص آہنی خود پہن کر لڑتے تھے۔ کسی کی موت یا بیماری کی صورت میں دس ہزار کی تعداد فوری پوری کر لی جاتی تھی لیکن زرکسیز کے مخالفین کو ہمیشہ یہی باور کروایا جاتا تھا کہ ذاتی محافظوں کا یہ دستہ حقیقتاً لافانی اور موت سے بالاتر ہے۔ یہ سبھی محافظ اپنی ذات میں بہترین جری تھے۔ ان کے پاس بہت سی جنگوں میں فتح کا اعزاز اور محض حقیقت تو بھی کہ ان سے منسوب روایات ہی مقابل کے لیے دہشت اور شکست کا باعث بن جایا کرتی تھیں لیکن اس روز لیونائیڈس کی بہترین جنگی حکمت عملی نے انہیں بدترین آغاز فراہم کیا۔

”لافانی“ نیم تاریکی میں اہل اسپارٹا کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گئے۔ ان کی آمد کے ساتھ ہی سامنے موجود لیونائیڈس عقبی سمت میں گھوڑے اور انسانی لاشوں کی اس بھاری بھرکم دیوار کو پوری قوت سے نیچے گرا دیا۔ لافانی اس افتاد پر گڑبڑا کر رہ گئے اور یہی لمحاتی چوک اسپارٹا کے فوجیوں کے لیے غنیمت ثابت ہوئی۔ لاشوں تلے دبے افراد کی گردنیں اڑانے کے بعد وہ نہ صرف مقابل کی قوت میں واضح کمی کر چکے تھے بلکہ ان پر نفسیاتی برتری حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے تھے۔ تنگ جگہ پر برسرپیکار ان افواج میں یونانیوں کا پلہ قدرے بھاری تھا۔ فارسیوں کے چھوٹے نیزے بھی یونانیوں پر دباؤ بڑھانے میں رکاوٹ تھے۔

گو کہ یہ حملہ سابقہ حملوں کی نسبت لیونائیڈس یونانیوں کے لیے آسان ثابت نہیں ہو رہا تھا لیکن ان کا عزم توانا تھا۔ لافانیوں کے وار بھی بھرپور تھے۔ کئی اسپارٹن ان سے مقابلہ کرتے ہوئے جان کی بازی ہار گئے۔ لیونائیڈس نے موقع کی نزاکت بھانپتے ہوئے جنگی حکمت عملی تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

”مڑ جاؤ..... پسپا ہو جاؤ.....“ اس کی دھاڑتی آواز میدانِ جنگ میں گونجتے ہی لیونائیڈس یونانی بجلی کی سی تیزی سے مڑے اور پشت پھیر کر یوں ظاہر کرنے لگے جیسے فرار پر آمادہ ہیں۔

لافانی اس جال میں بھی پھنس گئے۔ وہ چیختے چلاتے ہوئے تیزی سے ان کی جانب بڑھے۔ یہ لمحہ بہت اہم تھا۔ اسپارٹانی سپاہی فوراً گھوم کر تعاقب کرنے والوں کے سامنے

کیا آپ

لبوب مقوی اعصاب

کے فوائد سے واقف ہیں؟

کھوئی ہوئی توانائی بحال کرنے۔ اعصابی کمزوری دور کرنے۔ ندامت سے نجات، مردانہ طاقت حاصل کرنے کیلئے۔ کستوری، عنبر، زعفران جیسے قیمتی اجزاء سے تیار ہونے والی بے پناہ اعصابی قوت دینے والی لبوب مقوی اعصاب۔ یعنی ایک انتہائی خاص مرکب خدارا۔ ایک بار آزما کر تو دیکھیں۔ اگر آپ کی ابھی شادی نہیں ہوئی تو فوری طور پر لبوب مقوی اعصاب استعمال کریں۔ اور اگر آپ شادی شدہ ہیں تو اپنی زندگی کا لطف دوبالا کرنے یعنی ازدواجی تعلقات میں کامیابی حاصل کرنے اور خاص لمحات کو خوشگوار بنانے کیلئے۔ اعصابی قوت دینے والی لبوب مقوی اعصاب۔ آج ہی صرف ٹیلیفون کرکے بذریعہ ڈاک VP وی پی منگوالیں۔

المسلم دارالحکمت (رجسٹرڈ)

(دیسی طبی یونانی دواخانہ)

ضلع وشہر حافظ آباد پاکستان

0300-6526061

0301-6690383

فون صبح 10 بجے سے رات 8 بجے تک کریں

کھڑے ہو گئے۔ تبھی جانب سے بھی سپاہیوں نے انہیں گھیرے میں لے کر نیزوں اور تلواروں کی تیز دھار سے چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔

وہ رات نہایت خونخوار تھی۔ درتے کا دلدل اور ساحلی پٹی لہو رنگ تھے۔ نیزوں کی انیاں، تلواروں کی دھار گہرے سرخ لہو میں اپنی اصل رنگت کھو چکے تھے۔ تلوار اور گوشت کا ہولناک ٹکراؤ اعصاب میں مزید دہشت پیدا کر کے لیسڈیموتیوں کا جوش و جذبہ بڑھاتا چلا گیا۔ اس جنگی حکمت عملی سے انہوں نے لاقانیوں کو کئی بار بے پناہ جانی نقصان پہنچایا۔ اپنے جاں بحق ہونے والے ساتھیوں کا کرب بھی ان میں آتش جوش بھڑکا رہا تھا۔

یہ لڑائی کافی دیر ہوتی رہی اور پھر وہ [illegible] جب لاقانی دستے نے ذہنی طور پر تسلیم کر لیا کہ درے پر قبضہ کرنے کی کوششیں بے سود ہیں۔ یونانی اس علاقے میں انہیں کبھی آگے بڑھنے نہیں دیں گے۔ ان کا ہر منصوبہ اور حکمت عملی ناکام ثابت ہو رہی تھی۔

زرکسیز اپنی مخصوص رتھ پر بیٹھا بلندی سے یہ سب کارروائی دیکھ رہا تھا۔ وہ غصے کے عالم میں اپنی قوم کو مغلظات ادا کرتا کئی بار نشست سے اچھل پڑا۔ لاقانی دستے کو بے نیل و مرام واپس لوٹتے دیکھ کر اس کا غیظ بے قابو ہو چکا تھا۔ اس کی سماعت میں وہ کارانس کے الفاظ گونجنے لگے۔

"اس وقت آپ کا سامنا یونان میں بہادر ترین افراد سے ہے۔ اسپارٹا کی تسخیر کے بعد کوئی بھی ایسی قوم نہیں رہے گی جو اپنے دفاع میں آپ کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی ہمت کر سکے۔"

"لیونائیڈس اور اس کی قیادت بے مثال ہے۔ ایسے باکمال جنگی سردار کی میرے لشکر میں شمولیت لازم ہے۔ لیونائیڈس کو کسی بھی طریقے سے مات دینا ضروری ہو چکا ہے۔ اپنے سب وسائل جھونک دو۔ مجھے کسی بھی قیمت پر اس قبیلے کی مات اور اطاعت درکار ہے۔ یہ کام [illegible] ہونے والے ہر جرنیل کا سر قلم کر دیا جائے گا۔" اس کا اعلان فارسی فوج میں دہشت کی ایک نئی لہر پیدا کر گیا۔

تمام دستوں کے سالار اب سر جوڑے بہترین وسائل بروئے کار لانے کے لیے مشوروں میں مگن تھے۔

☆☆☆

مشاورتی کمیٹی کے مخصوص اجلاس میں عمر رسیدہ ارکان کے چہروں پر ناگواری اور وحشت کے تاثرات نمایاں تھے۔

گورگو کی درخواست پر خصوصی اجلاس کے انعقاد نے انہیں خاصا جز بز کر رکھا تھا۔ فطری طور پر ہی وہ سب مردانہ زعم اور اپنے عہدے کے کروفر میں مبتلا ایک عورت کے اس عمل کو اپنے وقت کا زیاں سمجھ رہے تھے۔ لیونائیڈس کے خلاف قانون جنگ پر روانگی نے انہیں گورگو سے بھی بدگمان کر دیا تھا۔

"میں آپ سب سے بے حد اہم معاملے پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں محترم حضرات!"

"ہمارے درمیان بات چیت کے لیے اب کچھ باقی نہیں رہا ملکہ عالیہ! آپ کے شوہر نے بادشاہ ہوتے ہوئے قانون سے بالادستی کے اظہار کی جو نازیبا حرکت کی ہے اس نے ہم سبھی کو بہت دکھ دیا ہے۔" ایک معمر رکن نے رکھائی سے کہا۔

"بادشاہ سلامت کی وہ کوشش اسپارٹا کو غلامی سے بچانے کے لیے ہے۔ ایک آزاد ریاست کا تقدس برقرار رکھنے کے لیے ہے۔ آپ ان کی نیت پر یوں شک کرنے کا حق نہیں رکھتے۔" گورگو ان سپاٹ اور بیزار چہروں والے افراد کو تحمل سے برداشت کر رہی تھی۔

"کیا آپ نے یہ اجلاس صرف بادشاہ کی صفائی دینے کے لیے طلب کروایا ہے؟" ایک اور رکن نے پوچھا۔

"نہیں، میں آپ سے صرف اتنی سی مدد چاہتی ہوں کہ اسپارٹا کی فوج بادشاہ کی مدد کے لیے بھیجی جائے۔"

"لیونائیڈس نے مقدس تہوار کے دوران جنگ کا آغاز کر کے اسپارٹا کے قانون کا تقدس پامال کیا ہے۔" [illegible] العمر رکن نے احتجاجی انداز اپنایا۔ "وہ اس وقت ریاستی مجرم ہے محترم خاتون!"

"آپ بھول رہے ہیں معزز حضرات کہ اس جنگ کا آغاز زرکسیز نے خود کیا ہے۔ عوام کے تحفظ اور آزادی کی سلامتی کے لیے ہی بادشاہ کو مجبوراً ذاتی حیثیت میں یہ قدم اٹھانا پڑا۔ وہ اس وقت ایک یقینی موت کے نرغے میں ہیں۔ قانون کا احترام اپنی جگہ لیکن اگر اب کوئی انقلابی قدم نہ اٹھایا گیا تو اسپارٹا کی نئی نسل غلامی کے لیے ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔" اس کے مدلل انداز پر وہ سبھی سوچ میں ڈوب گئے۔

"ہم اس وقت کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اس اجلاس کو دو روز کے لیے ملتوی کرنا ہو گا۔" ان کے اس فیصلے پر گورگو کو امید کی ایک نئی کرن نظر آنے لگی۔ اگر موت مہلت دیتی تو یہ

URDU TUBE
urdutubes.com

دوروز بعد لیونائیڈس کے لیے کوئی بہتری لے آتے۔

☆☆☆

اگلی صبح فارسی فوج کے لیے بے حد اہم تھی۔

اپنے گزشتہ خصوصی اجلاس میں انہوں نے ایک نئی حکمت عملی مرتب کی جس میں یہ طے کیا گیا کہ لاثانی دستے کے حملے کے بعد اسپارٹا کے فوجیوں کی زخم خوردہ کیفیت سے بھرپور فائدہ اٹھایا جانا چاہیے۔ اس صورت میں ان پر فوری اور بھرپور حملہ ہی مثبت نتائج کا حامل ہوسکتا تھا۔

فارسی سپہ سالاروں کے فوری فیصلے کے تحت ان پر بھاری بھرکم جانوروں کے ذریعے حملہ کردیا گیا۔ ان کی حکمتِ عملی اور رائے ایک بار پھر غلط ثابت ہوئی۔ لیونائیڈس زخمی تو تھے مگر انہوں نے خود کو مختلف دستوں میں تقسیم کرلیا تھا۔ ان کی شجاعت اور کامیاب منصوبہ بندی دیکھ کر دیگر یونانی دستوں نے بھی ساتھ خوف اور وسوسے پس پشت رکھ کر لیونائیڈس کے ساتھ جنگ میں بھرپور حصہ لینا شروع کردیا۔

اب صورتِ حال کچھ اس طرح تھی کہ یونانی دستے باری باری لڑنے کے لیے آنے لگے۔ ان کے مقابل دور دراز کے علاقوں سے لائے گئے مختلف جانور تھے۔ ان عظیم الجثہ حیوانات سے نمٹنا بھی مشکل ثابت نہ ہوا۔ درے کے آس پاس فارسی فوجیوں کا خون ایک تالاب کی سی صورت میں موجود تھا۔ کئی جانور عدم توازن کا شکار ہوکر کھولتے پانی میں جاگرے۔

اس روز بھی زرکسیز کا لشکر ناکامی کا ایک اور داغ لیے واپس لوٹ گیا۔

☆☆☆

دیمارتس پر اس وقت شادیٔ مرگ کی سی کیفیت طاری تھی۔

اسپارٹا سے اپنی اہانت کا بدلہ لینے اور زرکسیز پر اپنی وفاداری ثابت کرنے میں اب تک کی ناکامی کے بعد اس کے سامنے اچانک ہی ایک ایسی راہ کھل آئی تھی کہ خوش قسمتی پر یقین کرنا دشوار ہونے لگا۔

اس کے ساتھ قدرے کمزور جسامت کا مڑے ہوئے ہاتھ پاؤں والا ایک شخص موجود تھا جس کے چند انکشافات نے اسے فوری طور پر زرکسیز سے ملاقات پر مجبور کردیا تھا۔ زرکسیز کے طیش اور پے درپے ناکامیوں پر ذہنی حالت کے باعث ایک مختصر ملاقات کی اجازت ملی تھی۔ دیمارتس کے لیے اتنی مہلت بھی کافی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے ساتھ موجود شخص کے انکشافات کے بعد زرکسیز اس ملاقات کو خود بخود طوالت دینے پر مجبور ہوجائے گا۔

"کہو یونانی! آج اپنی قوم کی کون سی خوبیاں گنوانے آئے ہو؟ اور یہ شخص کون ہے؟" زرکسیز زہرخند ہوا۔

"اے عظیم شہنشاہ! آج میں آپ پر اپنی وفاداری مکمل طور ثابت کرنے آیا ہوں۔ اس شخص کا نام "ایفی آلتس" ہے۔ یہ مجھے فارسی فوج کے پڑاؤ کے آس پاس منڈلاتا دکھائی دیا تھا۔ یہ آپ کو بہت ضروری معلومات فراہم کرنا چاہتا ہے۔" دیمارتس ہیجانی کیفیت میں جلتا تھا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو اجنبی؟" زرکسیز نے دریافت کیا۔

"میں اسپارٹا کے خلاف آپ کو فتح یاب ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں خداوندا!" ایفی آلتس نے مؤدبانہ کہا۔

"اس خواہش کی کوئی خاص وجہ؟"

"وجہ نہیں...... وجوہات...... میں اپنی موجودہ زندگی کا ذمے دار اسپارٹا اور اس کے روایت پسند معاشرے کو سمجھتا ہوں۔"

"اچھا گفتگو جاری رکھو...... ہم سن رہے ہیں۔" زرکسیز کو قدرے دلچسپی محسوس ہونے لگی۔

"میں پیدائشی طور پر چند جسمانی نقائص میں جلتا تھا۔ میرے والدین کے دل میں اتنا حوصلہ نہ تھا کہ وہ مجھے قراب سے جھلا کر پہاڑی کے دامن میں مرنے کے لیے چھوڑ دیتے۔ اپنی محبت سے مغلوب ہوکر انہوں نے راتوں رات اسپارٹا کو خیرباد کہا اور مجھے لیے ان پہاڑوں کے ایک گمنام علاقے میں لے آئے۔ میرے والد کے دل میں لیونائیڈس کی محبت اور ان کی شجاعت کا احترام تادم مرگ زندہ رہا۔ انہوں نے مجھے بھی لڑائی بھڑائی کے بہت سے بنیادی اصول عملی طور پر سکھائے لیکن میرا اسپارٹا کی فوج میں بھرتی کا خواب پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ سپاہی اپنے دفاع سے زیادہ دائیں اور بائیں جانب ساتھیوں کی حفاظت پر زور دیتے ہیں۔ مجھ سے تو ڈھال ہی پوری طرح اوپر نہیں اٹھائی جاسکتی تو میں بھلا کیونکر ان کے ساتھ کا اہل قرار پاتا۔" ایفی آلتس بات کرتے ہوئے ہانپنے لگا۔

"اس امر میں تم بالکل بے قصور ہو۔ تمہاری پیدائش اور جسمانی نقائص دیوتاؤں کی مرضی سے تھے۔" زرکسیز نے شفقت جتائی۔

"میں ان لیونائیڈس یونانیوں کے خلاف آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں خداوندا! میں آپ کو مغرب کی سمت وہ رستہ دکھا سکتا ہوں جو ہم چرواہے استعمال کرتے ہیں۔ اس سے

گزر کر لیسڈیمونیوں کی دیوار ڈھانے میں کامیابی ملے گی اور درّے پر بھی آپ کا قبضہ ہو جائے گا۔''

''اگر ایسا ہو جائے تو میں تم دونوں کو انعام واکرام میں تول کر بے پناہ اعزازات سے نوازوں گا۔''

''دیوتا آپ کا اقبال بلند رکھیں۔'' وہ خوشی سے نہال ہو گئے۔

زرکسیز اس موقع کو اب کسی صورت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے فوراً ایفی آلتس کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کر دیا۔ یہ افواج روشنیاں جلنے کے وقت اپنے پڑاؤ سے روانہ ہو گئیں۔

یہ راستہ ''ایسوپس'' کے مقام پر [illegible] دروں میں سے نکل کر کوہ انوپیا کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا شہر پر آ کر ختم ہو جاتا تھا۔ فارسیوں نے بھی راہ گزر اختیار کی اور ایسوپس کو پار کر کے ساری رات اپنا سفر جاری رکھا۔ اب ان کی داہنی سمت ''اوتا'' کے پہاڑ تھے۔ دن چڑھنے پر وہ چوٹی کے نزدیک [illegible] تھے۔ اس پہاڑی پر ایک ہزار فوکائیوں کا پہرا تھا۔

فارسیوں کا یہ سفر نہایت احتیاط سے جاری تھا۔ ان کی آمد کے بارے میں یونانی بالکل بے خبر تھے۔ وہ پہاڑ مکمل طور پر صنوبر کے جنگلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ہوا بالکل تھمی ہوئی تھی۔ فارسیوں کے پیروں تلے آنے والے [illegible] سرسراہٹ سے انہیں اپنے سر پر منڈلاتے خطرے کا علم ہوا تو وہ فوری طور پر چوکس ہو کر ہتھیار اٹھانے کے لیے دوڑ پڑے۔ فارسی فوج انہیں [illegible] کر بہت حیران ہوئے کیونکہ انہیں یہاں کسی قسم کی مزاحمت کی توقع نہیں تھی۔

''ان کا تعلق کس قوم سے ہے؟ ایفی آلتس؟'' ہائیڈرانس نے ٹھٹک کر پوچھا۔

''یہ فوکائی ہیں۔ انہیں راستے کو محفوظ رکھنے کے لیے یہاں [illegible]''

''کہیں یہ لیسڈیمونی تو نہیں؟'' اس کے دل و دماغ میں ایک دہشت اب بھی طاری تھی۔

''نہیں! وہ درّے کے مدخل کے پاس ہوں گے۔ ایسی کسی بھی جنگ میں وہ ہمیشہ قلب سے وار کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔''

ہائیڈرانس نے اپنی سپاہ کو جنگ کے لیے صف آرا کیا اور فوکائیوں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ فوکائی بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے اور وہاں مکمل تباہی کی نذر ہو گئے۔

''جلدی چلو فارسی! تھرموپائلے میں تمہیں فتح یاب ہوتے دیکھنے کے لیے مجھ سے ضبط نہیں ہو رہا۔'' ایفی آلتس نے کہا۔ ہائیڈرانس اپنے ساتھیوں کے ہمراہ برق رفتاری سے پہاڑ سے نیچے اترنے لگا۔

☆☆☆

تھرموپائلے میں موجود یونانیوں کے لیے وہ صبح بہت ہنگامہ خیز تھی۔

فوکائیوں پر ٹوٹنے والی اس قیامت اور ہائیڈرانس کی قیادت میں آنے والے دستے کی خبر آرکیڈیائی سالار [illegible] نے حسب روایت چیختے چلاتے [illegible] لیونائیڈس کو [illegible] کی خبر دی۔

''ہم موت کے جبڑے میں پہنچ گئے ہیں لیونائیڈس! فارسی ہمارے [illegible] پہنچ چکے ہیں۔ دیوار کسی بھی وقت ڈھائی جا [illegible]

[illegible] چلانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔'' لیونائیڈس نے اطمینان سے کہا۔

''اب مقابلے کے لیے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ یہاں رکنا خود کو دانستہ طور پر موت کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔''

[illegible] ہے آرکیڈیائی! ہم اس سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔ [illegible] ہم یہاں نہیں رکیں گے۔ ہم بھی لشکر واپسی کے لیے تیار ہیں۔''

''بہت خوب! [illegible] کو نہایت اہتمام سے اپنے [illegible] ٹھیک ہے! جو دستہ واپس جانا چاہتا ہے، [illegible] ایک انچ پیچھے نہیں ہٹوں گا۔''

[illegible] کے لیونائیڈس!'' ڈیکسوس نے [illegible]

[illegible] کی چاہ میں ہی تو جیتے ہیں۔ اگر میں مارا گیا تو اس سے بڑی خوش قسمتی اسپارٹا کے لیے اور کوئی نہ ہوگی۔ وہ اپنی روایات کے شکنجے سے نکل کر اس جنگ میں کود پڑیں گے۔ ان کی آمد ہوتے ہی زرکسیز کو یہاں سے بھاگتے ہی بنے گی۔ اس صورت میں یہ سودا مہنگا تو نہیں۔'' اس نے مسکرا کر کہا اور پھر اپنی سپاہ سے مخاطب ہو کر بولا۔ ''ہمارے ان مہمانوں کو نہایت عزت واحترام سے رخصت کرو میرے ساتھیو! موت کا رقص شروع ہونے والا ہے۔ دیکھتے ہیں کہ سب سے حسین موت کس خوش نصیب کو اپنی آغوش میں لے گی۔''

لیسڈیمونی سپاہی لیونائیڈس کی ہدایات کے مطابق صف بندی کرنے لگے۔ لیونائیڈس نے کچھ سوچتے ہوئے اپنے ایک نہایت زخمی ساتھی کو طلب کیا اور اسے لیے ایک اوٹ میں چلا گیا۔

’’تمہیں واپس جانا ہوگا سٹیلیوس!‘‘

’’یہ کیسا حکم دے رہے ہیں بادشاہ سلامت! میرے زخم اب بھی میری قوت ہیں اور دل میں دسیوں فارسیوں کو قتل کرنے کی تمنا۔ کیا آپ کو میری صلاحیتوں پر اعتبار نہیں رہا؟‘‘ اس نے بے یقینی سے کہا۔

’’مجھے اپنے ہر ایک ساتھی کی اہلیت پر خود سے زیادہ یقین ہے۔‘‘ لیونائیڈس نے اس کا کندھا شفقت سے تھپتھپایا۔

’’تو مجھے موت سے بغلگیر ہونے سے کیوں روک رہے ہیں میرے بادشاہ؟ یہ موقع تو آج جانے کتنے معرکوں کے بعد دیکھنا نصیب ہوا ہے۔‘‘

’’بعض اوقات ایک لمبی جست لگانے کے لیے چند قدم پیچھے ہٹنا ضروری ہوجاتا ہے۔ اگر آج یہاں سب لیسڈیمونی مر گئے تو ہمارا قانون، آئین اور روایات سدا یونہی قائم رہیں گی۔ اہلِ اسپارٹا بھی جان ہی لیں گے کہ ان کی روایت پسندی نے کس قدر ہولناک [illegible] کی ہے۔ بربریت یونان کی سرحدوں پر لا کھڑی کی ہے۔ تم واپس لوٹ جاؤ...... انہیں خوابِ غفلت سے بیدار کرو اور اپنی فوج کے ساتھ یہاں آکر ان فارسیوں کا قلع قمع کر دینا۔‘‘ لیونائیڈس نے اسے اپنی حکمتِ عملی سے آگاہ کیا۔

’’مجھے امید ہے میرے بادشاہ! اسپارٹا اپنی خوابیدگی سے بیدار ہو کر اصل قوت ضرور پہنچائے گا لیکن خدشہ بھی ہے کہ کہیں وہ میری واپسی کو بزدلی نہ سمجھے۔‘‘ اسٹیلیوس نے محبت و عقیدت سے اپنے سالارِ اعظم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

’’بے فکر رہو۔ ملکہ گورگو ایسی کوئی صورت حال پیدا نہیں ہونے دے گی۔‘‘

لیونائیڈس نے اس سے ایک بھرپور الوداعی معانقہ کیا اور دیگر ساتھیوں میں لوٹ کر لافانیوں سے متوقع ٹاکرے کی حکمتِ عملی دہرانے لگا۔

☆☆☆

میدانِ جنگ میں لیسڈیمونی فارسیوں سے مقابلے کے لیے بھرپور تیاری کرنے لگے۔

لیونائیڈس فخر اور مسرت سے اپنے ان ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا جو ایک یقینی موت کا استقبال کرنے کے لیے نہایت پُرجوش اور توانا تھے۔ اسی لمحے اس کے پاس ’’تھیسپیا‘‘ اور ’’اہلِ تھیبس‘‘ کے سالار چلے آئے۔

’’ہم اب بھی تمہارے ساتھ ہیں لیونائیڈس! اس جنگ سے واپسی فتح کی صورت میں ہوگی یا ہم یہیں موت سے ہمکنار ہوں گے...... لیکن اب جو کچھ بھی ہوگا...... تمہارے ساتھ ہی ہوگا۔‘‘ تھیسپیا کے قائد ’’ڈیموفیلس ابن ڈیاڈومس‘‘ نے کہا۔

’’شکریہ میرے دوستو! ہم آخری ہتھیار اور آخری آدمی تک فارسیوں کا راستہ روکے رکھیں گے۔‘‘ لیونائیڈس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

مشرق سے سورج بلند ہونے لگا تو زرکسیز نے نقارے بجوائیں اور پیش قدمی کا آغاز کر دیا۔ اس کی سپاہ دیوار کی دوسری جانب سے حملہ کر کے یونانیوں کو کھلی جگہ پر لے آئی تھی۔ اہلِ فارس کے دستوں کے سالار کوڑوں سے اپنے آدمیوں کو آگے بڑھنے پر مجبور کر رہے تھے۔ یونانیوں کے وار سے بچ کے فارسی پیچھے سمندر میں جا گرتے۔ ان کا جوش و جذبہ غضب ناکی کی حد کو چھو رہا تھا۔

گھمسان کے اس رن میں یونانیوں کے نیزے ٹوٹ گئے۔ وہ اپنی تلواریں لیے فارسی دستوں میں گھس کر لڑتے رہے اور لاشوں کے ڈھیر لگاتے رہے۔ اہلِ فارس کے جانی نقصان کے باوجود ان کی تعداد میں بھی کمی ہوتی جا رہی تھی۔ اسی حملے میں زرکسیز کے دو بھائی ’’ایبروکومیس‘‘ اور ’’ہائپرانتھس‘‘ بھی مارے گئے۔

یونانی فوجی اب واضح عددی کمی کا شکار ہو رہے تھے۔ لیونائیڈس ہنوز دشمن کی صفوں میں گھسا انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ رہا تھا۔ درّے کے مدخل کی جانب سے راستہ اب خالی ہو چکا تھا۔ زرکسیز اپنی رتھ پر سوار سپاہیوں کی معیت میں وہاں آن پہنچا۔ یونانی دونوں جانب سے گھر چکے تھے۔

’’لیونائیڈس! میں تم سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔‘‘ اس نے بلند آواز سے کہا۔

’’...... لیکن میں تم سے بات چیت کے بجائے اس میدان میں دوبدو مقابلہ کرنا چاہوں گا زرکسیز!‘‘

’’اپنے ہتھیار ڈال دو یونانی! میری اطاعت قبول کر لو۔‘‘

’’اگر تم میں ہمت ہے تو اس شاہی جھولے سے نیچے اترو اور مجھ سے یہ ہتھیار چھین لو۔‘‘ لیونائیڈس نے طیش دلایا۔

’’میں عظیم شہنشاہ ہوں بے وقوف یونانی! ایک بادشاہ یا شہنشاہ اپنی فوج کو لڑواتا ہے۔ اسے خود میدانِ جنگ میں

URDU TUBE

لہو بہانے کی کیا ضرورت؟ یہ کام اس کے غلاموں کے ذمے ہوتا ہے۔"

"میں ایک جنگجو ہوں فارسی! اور جنگجو اپنی آخری سانس تک ہتھیاروں سے ناتا نہیں توڑتا۔"

"ایک عیش بھری بہترین زندگی تمہاری منتظر ہے لیونائیڈس! میں تمہیں یونان بھر کی ریاستوں کا بادشاہ بنادوں گا بشرطیکہ تم ہتھیار ڈال کر میرے سامنے گردن جھکا دو۔" زرکسیز کی انا پھن پھیلائے تسکین کی خواہشمند تھی۔

"تمہاری پیش کردہ عیش بھری بدترین بدبودار زندگی کے جلو میں باعزت اور خوبصورت موت میری منتظر ہے...... میرا انتخاب وہی موت ہے۔" لیونائیڈس نے [illegible] وقار سے کہا اور اپنے ہاتھ میں پکڑا نیزہ پوری قوت سے زرکسیز کی طرف اچھال دیا۔ فارسی بادشاہ نے نیزے کے وار سے [illegible] عالم میں اپنے تیرانداز دستوں کو اشارہ کیا۔ اگلے ہی پل آسمان تاریک ہوا اور ان گنت تیر لیونائیڈس اور اس کے ساتھیوں کے جسموں میں پیوست ہوگئے۔

حسین اور طرح دار محبوب اپنے ان عشاقِ صادق کو آغوش میں لیے ابد کی طرف پرواز کرگئی۔ وقتِ مرگ بھی ان سب کی بے نور آنکھوں میں مزاحمت کی سرشاری ثبت تھی۔

☆☆☆

جنگ کا اختتام ہو چکا تھا۔ لیونائیڈس اور اس کے جانثار سپاہیوں نے اپنی حسین ترین اور [illegible] ملاقات کا بھرپور حق ادا کیا تھا۔ زرکسیز نے اس کے جشن کے لیے کئی جام لنڈھائے۔ وہ مقتولین کی لاشوں کو نظرانداز کیے ہوئے تھا کہ ان سے قرار واقعی انتقام لے سکے۔ بنتِ انگور سے دل بہلانے کے بعد اس نے ایک بار پھر دیماراتس کو طلب کرلیا۔

"میرے دل میں تمہاری قدر بہت بڑھ گئی ہے دیماراتس! تمہاری بچ کوئی بات [illegible] سب کچھ تمہاری پیش گوئیوں کے مطابق ہی ہوا ہے۔"

"خداوند زرکسیز کا اقبال بلند رہے۔ میں زندگی کی آخری سانس تک آپ کی خدمت کے لیے تیار ہوں۔" اس نے اپنی مسرت پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"اب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اسپارٹا میں کتنے لیسڈیمونی باقی رہ گئے ہیں؟ کیا وہ بھی ایسے ہی بہادر سورما ہیں جیسے لیونائیڈس اور اس کے سپاہی۔" زرکسیز اب بھی کافی دباؤ میں تھا۔

"اے عظیم بادشاہ! لیسڈیمونیوں کی کُل تعداد تو بہت زیادہ ہے۔ وہ متعدد شہروں میں رہتے ہیں۔ اسپارٹا میں تقریباً آٹھ ہزار نوجوان آدمی آباد ہیں۔ وہ سبھی انہی سپاہیوں کے ہم پلہ ہیں۔ دیگر لیسڈیمونی بہادر ہیں لیکن جنگجو نہیں۔" دیماراتس نے جواب دیا۔ زرکسیز اپنے سپہ سالاروں کے ساتھ آئندہ کی حکمت عملی طے کرتا رہا۔

دیماراتس کی خدمات کو سراہنے کے بعد وہ نہایت کروفر سے مقتولین کے درمیان پہنچ گیا۔ اسے لیونائیڈس کے جسدِ خاکی کی تلاش تھی جو اس کا سب سے مہلک دشمن ثابت ہوا تھا۔

لیونائیڈس کی لاش ملتے ہی اس نے وحشیانہ انداز میں اس کا سر کاٹا اور دھڑ کو صلیب سے باندھنے کا حکم دیا۔ زرکسیز کی یہ حرکت لیونائیڈس سے شدید نفرت کا ثبوت تھی۔ اہلِ فارس کی روایات میں لاش کے ساتھ ایسا شرمناک سلوک کبھی نہیں کیا جاتا تھا بلکہ وہ شجاع اور جری دشمن سے بھی دوسری قوم سے زیادہ باعزت سلوک کرتے تھے۔

☆☆☆

لیونائیڈس کی اس جری موت اور گورگو کی کوششوں سے اہل اسپارٹا کو اپنی غلطیوں اور ایک عظیم سپہ سالار سے محرومی کا احساس ہوا لیکن پلوں کے نیچے بہت سا پانی بہہ چکا تھا۔ لیونائیڈس کی قربانی پہلی بار ایتھنز اور اسپارٹا کو قریب لے آئی۔ ایتھنز نے سمندر میں زرکسیز کی فوج کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور دشمن کو اپنے ہی زخم چاٹنے پر مجبور کردیا۔ اس جنگ میں گورگو نے بھی عملی طور پر حصہ لیا۔ وہ اس مزاحمت سے اپنے محبوب شوہر کو خراجِ تحسین پیش کرنا چاہتی تھی۔

دشمن کو اپنی سرزمین سے بےدخل کرنے کے بعد لیونائیڈس کے جسم کو ان کے ساتھ وہیں دفن کردیا گیا جہاں وہ موت سے بغل گیر ہوتے ہوئے زمین بوس ہوئے تھے۔ لیونائیڈس کے مزار پر پتھر سے تراشا ہوا ایک شیر نصب کیا گیا۔ غم، دکھ اور پشیمانی کے احساسات سے بے حال اہلِ سپارٹا نے ان قبروں کے پاس ایک تحریر کندہ کردی۔

"او مسافر! لیسڈیمون جاکر انہیں بتاؤ کہ ہم یہاں ان کے حکم کی تعمیل میں مرے ہیں۔"

ماخذات

دنیا کی قدیم ترین تاریخ از ہیروڈوٹس
برٹانیکا انسائیکلو پیڈیا

URDU TUBE

بارانِ رحمت

تنویر ریاض

جو لوگ بہروپ بھرنے کے عادی ہو جاتے ہیں... انہیں کسی ایک روپ میں کبھی سکون نہیں ملتا۔ اس بار وہ جو پادری کے روپ میں ایک نیا کھیل کھیلنے نکلے تھے مگر بدقسمتی سے قسمت کے اپنے ہی دام میں پھنسا دیا گیا کہ ایک عجیب دلچسپ صورتِ حال میں گرفتار ہو گئے۔

سچے دل سے دعا کرنے والے چند بھولے لوگوں کا ماجرا

لٹل کریک کے چھوٹے سے قصبے میں گھوڑا گاڑی سے اترتے ہوئے پیٹرک سولیون نے کہا۔ "یہ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں گورے؟" شدید گرمی کے باوجود وہاں لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی تھی۔ وہ سیاہ لباس میں ملبوس ایک [illegible] کے گرد ڈھیر لگائے ہوئے تھے جو ایک کھلی ہوئی ویگن کے [illegible] میں کھڑا ہوا تھا۔ "کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم سے مقابلہ کرنے کے لیے کوئی دوسرا پادری یہاں پہنچ گیا ہے؟" گورے کولان اپنے [illegible] کے اترنے کے بعد گاڑی

سے باہر آیا۔ وہ دراز قد اور چوڑے شانوں والا مضبوط جسم کا شخص تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''مجھے امید نہیں۔ ویسے بھی میں کسی دوسرے پیشہ ور باکسر کے بجائے مقامی لوگوں سے لڑنا چاہتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ مڑا اور اپنے پیچھے آنے والی نوجوان خاتون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''میں تمہاری مدد کرتا ہوں مس پارسن..... پہلی سیڑھی بہت اونچی ہے۔''

مس پارسن نے خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ اس کی پیشکش قبول کرلی اور بولی۔ ''شکریہ مسٹر کالان! مجھے شبہ ہے کہ تمہیں اس قصبے میں جیتنے میں مشکل پیش آئے گی۔ چاہے وہ پیشہ ور ہو یا کوئی اور۔''

''اے.....'' پیٹرک نے [illegible]

''میں نے اس کی بہت اچھی ریٹنگ کی ہے [illegible] کالان [illegible] شکست دینا آسان نہیں [illegible]''

''مجھے ہارنے کی پروا نہیں۔'' کورے نے کہا۔

''چھوٹے شہروں میں لوگ [illegible] تھا۔ اگر دو اجنبیوں کے درمیان مقابلہ ہوا تو [illegible] زیادہ دلچسپی نہیں لیں گے کیونکہ انہیں اس سے [illegible] دونوں میں سے کون جیتتا ہے۔''

ویگن سے آنے والی آواز نے انہیں اپنی جانب متوجہ کرلیا۔ اس پر کھڑا ہوا شخص کہہ رہا تھا۔ ''[illegible] خدا نے تمہیں سزا دینے کے لیے [illegible] تمہارے گناہوں کی وجہ سے یہ خوب صورت زمین خشک ہوگئی ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ [illegible]''

تینوں دوست چلتے [illegible] کی طرف دیکھنے لگے۔

''خدا تمہیں سزا نہیں دے رہا۔'' [illegible] وثوق سے دعویٰ کیا۔ اس کی [illegible] اس میں اتنی کشش تھی کہ لوگ [illegible]

''خدائے بزرگ و برتر [illegible] وہ تمہیں بلکہ کسی کو بھی تکلیف [illegible]''

''اچھی تقریر کر رہا ہے [illegible]'' [illegible] پارسن نے کہا اور قدم آگے بڑھاتے ہوئے مجمعے تک پہنچ گئی۔ اب وہ گردن اونچی کرکے تقریر کرنے والے کو دیکھنے کی کوشش کررہی تھی۔ کورے کو اپنے لمبے قد کی وجہ سے مقرر کو دیکھنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ وہ اس کی توقع سے زیادہ کم عمر تھا۔ اس کی عمر بہ مشکل بیس یا اکیس سال ہوگی۔ اس نے پروٹسٹنٹ پادریوں والا سیاہ لبادہ پہن رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بائبل تھی اور وہ اس میں سے دیکھ کر اپنے نکات کی وضاحت کر رہا تھا۔ اس کے عقب میں لکڑی سے بنی ہوئی ایک صلیب نصب تھی اور اس طرح یہ جگہ ایک آؤٹ ڈور چرچ کی شکل اختیار کرگئی تھی۔

''لیکن بعض اوقات ہمیں ایک سبق کی ضرورت ہوتی ہے۔'' پادری نے لوگوں کو یاد دلاتے ہوئے کہا۔ ''کبھی کبھی ہمارے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کردی جاتی ہیں۔ یہ یاد دلانے کے لیے کہ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ ہمیں اس کی محبت چاہیے۔ ہم اس کی مدد کے محتاج ہیں۔ ہمیں اس کا فضل چاہیے تاکہ اس دنیا کی آزمائشوں اور مصائب کا مقابلہ کرسکیں۔''

[illegible] کورے کے برابر میں کھڑا ہوا پیٹرک نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''[illegible] پروٹسٹنٹ..... تم انہیں کچھ بھی کہو لیکن ان کے پادری جانتے ہیں کہ کیسے تبلیغ کی جاتی ہے۔''

[illegible] مس پارسن نے سرگوشی کرتے ہوئے [illegible]

''[illegible] خدا نے یہ قحط اس لیے نازل نہیں کیا کہ وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد تمہیں سبق سکھانا ہے۔ وہ اسی طرح ہم سب کو سبق سکھاتا ہے۔''

''کیسا سبق؟'' مجمعے میں سے ایک شخص نے پوچھا۔

''[illegible] تم نے یہ سوال کیا۔'' پادری بولا۔ ''[illegible] خشک سالی خدا کی طرف سے ایک تنبیہ ہے۔ اگر ہم نے اس پر دھیان نہ دیا تو اس سے کئی گنا بڑا عذاب دوزخ میں ہمارا منتظر ہے۔''

''ہم تمہاری بات سن رہے ہیں۔'' ایک عورت نے [illegible] بتاؤ کہ ہم اپنے کھیت کس طرح [illegible]''

''[illegible] کا جواب بہت آسان ہے میری بہن۔'' [illegible] کھیت اور زندگی اس دنیا اور [illegible] صرف یہ کرنا ہے کہ ابھی [illegible] کے ساتھ شامل ہوجاؤ اور اپنے آپ کو پھر سے اس کے حوالے کردو۔''

''یہ ہم کس طرح کریں گے؟'' مجمعے میں سے کسی نے پوچھا۔

''میرے بھائیو اور بہنو! ہم دعا کریں گے۔ ایک برادری کی شکل میں اکٹھے ہوکر دل کی گہرائیوں سے دعا کریں گے کہ خداوند ہمیں اس عذاب سے نجات دلائے اور آسمان سے ایک بار پھر بارش برسنے لگے۔''

مجمعے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ جوش میں آکر

URDU TUBE
www.urdutubes.com

نعرے لگانے لگے تبھی اس ہنگامے میں ایک آواز سنائی دی۔ کوئی پادری کو مرشد کہہ کر پکار رہا تھا۔

''بھائیو اور بہنو۔ میرے ساتھ شامل ہو جاؤ۔'' پادری نے چلاتے ہوئے کہا۔ ''آؤ ہم سب دونوں ہاتھ جوڑ کر خدا سے اپنی زندگی اور اس قصبے کی سلامتی کی دعا مانگیں۔''

''مرشد......'' وہی آدمی دوبارہ چلایا اور پادری کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

پادری نے اپنی تقریر روکی اور ویگن کے برابر میں کھڑے ہوئے شخص سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ ''کیا بات ہے بھائی؟''

''مرشد! تمہیں خوراک کی [illegible] ضرورت ہے۔''

کورے کے برابر میں کھڑی ہوئی مس پارسن کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ ''میں اس شخص کو جانتی ہوں۔''

پادری نے مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے [illegible] ''میرے بھائی! یہ وقت ان باتوں کے لیے پریشان ہونے کا نہیں ہے۔''

ایک بھاری اور بے ڈول جسامت والا شخص ویگن پر چڑھا۔ اس کے سر پر سیاہ بال اور چہرے پر گھنی ڈاڑھی تھی۔ اس نے کہا۔ ''میرا مطلب ہے مرشد کہ جس طرح آدمی روٹی کے بغیر نہیں رہ سکتا، اسی طرح اس کے بغیر [illegible] گزارہ مشکل ہے۔''

مس پارسن نے کورے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا تم اسے واضح طور پر دیکھ سکتے ہو۔ وہ بھاری جسم اور بے ترتیب سیاہ بالوں والا شخص ہے۔''

''بالکل ٹھیک......'' کورے نے تصدیق کی۔ اسی وقت پادری نے افسردگی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''میں نے تم سے کتنی بار کہا ہے [illegible] جوزف کہ خدا دینے والا ہے۔''

''لیکن......''

''شاید ہم تمہاری مدد کر سکیں۔'' ہجوم میں سے ایک شخص نے بہ آوازِ بلند چلاتے ہوئے پادری کو مخاطب کیا۔ اگر تم واقعی بارش برسا سکو۔''

دوسرے لوگوں نے بھی تائید میں سر ہلایا۔ ''اس کی ضرورت نہیں۔'' پادری نے لوگوں سے کہا۔ ''اور میں بارش برسانے والا کون ہوتا ہوں۔ یہ تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہی ہم پر رحم کرنے والا ہے۔''

''اگر یہ لوگ تمہاری مدد کرتے ہیں تو یہ بالکل جائز ہوگا۔'' جوزف نے کہا۔ ''تمہیں تبلیغ کے لیے شہر شہر جانا پڑتا ہے۔ اس کے لیے پیسے چاہئیں۔''

''یقیناً ہم یہ بندوبست کر سکتے ہیں۔'' مجمعے میں سے اسی آدمی نے کہا۔ ''اس کے لیے سب لوگ چندہ دیں گے۔''

''یہ اچھی ترکیب ہے۔'' مس پارسن نے سرگوشی کی لیکن اس بار اس کے چہرے کے تاثرات پہلے سے مختلف تھے۔

''میں لوگوں کی پریشانی سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا۔'' پادری نے کہا۔

''[illegible] فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا؟'' جوزف نے طنزیہ انداز میں اس کی بات دہراتے ہوئے کہا۔ ''بارش سے ان لوگوں کو جو فائدہ ہوگا، وہ ان چند سکوں سے کہیں زیادہ ہے جو یہ تمہاری جھولی میں ڈالیں گے۔''

''[illegible] تم ہمارے لیے بارش برساؤ۔'' مجمعے میں سے کوئی بولا۔

پادری نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''اگر تم لوگوں نے مجھ پر بھروسا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو میں زیادہ سے زیادہ اس میں سے آدھی رقم لوں گا۔ باقی رقم [illegible] لوگوں میں تقسیم کروں گا تا کہ وہ اس سے انتہائی ضرورت مند لوگوں کی مدد کر سکیں۔''

سب لوگوں نے سر ہلا کر اس تجویز کی تائید کی اور وہ اپنے اپنے گھر جانے کے لیے چندہ دینے کو تیار ہو گئے۔

''اس میں کتنا وقت لگے گا؟'' پیٹرک ہجوم سے قریب آتے ہوئے بولا۔

''[illegible]......'' مس پارسن نے اس طرح سرگوشی کی کہ صرف کورے ہی سن سکے۔

''برائے مہربانی تم اس معاملے سے دور رہو۔''

برادر جوزف کے ماتھے پر بل پڑ گئے لیکن پادری نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر پیٹرک سے کہا۔ ''تین دن میرے بھائی۔'' پھر اس نے مجمعے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ہم تین دن تک اس ویگن کے گرد جمع ہو کر عبادت کریں گے اور خدا سے دعا کریں گے کہ وہ بارش برسا کر اس قصبے کو بدحالی سے نکالے......''

اردگرد کھڑے سب لوگوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں لیکن جوزف کی نظریں مس پارسن پر جم کر رہ گئیں جو ہجوم کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔

پیٹرک سر کھجاتے ہوئے بولا۔ ''یعنی تین دن میں

بارش ہوجائے گی؟"

پادری ویگن سے نیچے اتر آیا اور پیٹرک کے سامنے آتے ہوئے بولا۔ "اگر ہمارا اعتقاد مضبوط ہے تو خدا ہماری دعا ضرور قبول کرے گا۔ کیا تم ہمارا ساتھ دو گے؟ کیا تم اس قصبے کو بچانے کے لیے ہمارے ساتھ مل کر دعا کرو گے؟"

"میں یہاں نہیں رہتا لیکن پھر بھی تمہارے ساتھ ہوں۔"

لوگوں نے ایک بار پھر تالیاں بجائیں۔ برادر جوزف نے ویگن سے ایک بڑی پلیٹ نکالی اور پیٹرک کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "کیا تم اس عظیم مقصد کے لیے پہلا عطیہ دو گے؟"

"کیوں نہیں؟" پیٹرک نے جیب سے ایک چاندی کا سکہ نکالا اور اسے پلیٹ میں [illegible] ہوئے بولا۔ "اگر تم مانتے ہو کہ تین دن میں بارش ہو جائے گی تو اس وقت تک انتظار کیوں نہیں کر لیتے۔" اس کے بعد [illegible] پیٹرک کے قریب کھڑی ہوئی ایک عورت نے [illegible] خاموش کرنے کی کوشش کی۔ "[illegible] یہ خدا کا خاص بندہ ہے جس سے تم بات کر رہے ہو۔"

اس نے دو نوٹ پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "ہمیں تم پر بھروسا ہے مرشد۔"

"شکریہ میری بہن۔" پادری بولا۔ "یہ شریف آدمی بھی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ بہت سے لوگوں نے خدا کا نام اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ برادر جوزف! ان لوگوں کے پیسے واپس کر دو۔ میں کوئی شک نہیں چاہتا جس کی وجہ سے ہماری عبادت میں بگاڑ پیدا ہو۔"

اس عورت نے پیٹرک کی طرف غصے سے دیکھا اور بولی۔ "تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں کہہ رہی ہوں کہ ہمیں تم پر پورا بھروسا ہے۔"

پادری نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں چاہتا کہ کوئی ہم پر شک کرے۔ مجھے یقین ہے کہ بارش ہونے کے بعد اس قصبے کے لوگ ایسی ہی فیاضی کا مظاہرہ کریں گے۔"

"باکس کے بارے میں کیا کہتے ہو مرشد؟" برادر جوزف نے پوچھا۔

"ابھی رہنے دو جوزف۔ ہم انتظار کر سکتے ہیں۔"

"لیکن اگر ہم تالے والا باکس استعمال کریں۔" جوزف نے کہا۔ "یہ لوگ جو مناسب سمجھیں ہمیں دے سکتے ہیں اور اگر بارش نہ ہوئی تو قصبے کے راہنما اس تمام رقم کو انتہائی ضرورت مند لوگوں کی مدد کے لیے استعمال کر سکیں گے۔"

"لیکن برادر......" پادری نے احتجاج کیا۔

"اس طرح سب لوگوں کو معلوم ہوجائے گا کہ ہم لوگ ایماندار ہیں۔ ہم اس باکس کی چابی انہی میں سے کسی ایک کو دے دیں گے۔" برادر جوزف نے اعلان کیا پھر اس نے اپنی جیب سے ایک بڑی سی چابی نکالی اور اسے دکھاتے ہوئے بولا۔ "یہ اس شریف آدمی کی تسلی کے لیے ہے جو سمجھتا ہے کہ شاید ہم تمہاری رقم چرا لیں گے۔"

"میں نے یہ کبھی نہیں کہا۔" پیٹرک ہٹپٹاتے ہوئے بولا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" برادر جوزف نے پوچھا۔

"پیٹرک سوینسن۔" کورے کے ٹریز نے جواب دیا۔ [illegible] مجھے [illegible] کے عقب میں اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "وہ لمبے قد والا میرا باس کورے کالان ہے اور اس [illegible] جو خوب صورت لڑکی کھڑی ہے، اس کا نام [illegible] پارسن ہے۔ وہ [illegible]"

"[illegible] مسٹر کالان! اسے روکو۔" مس پارسن نے غصے سے کہا۔

[illegible] آگے بڑھا اور اس نے اس طرح ہاتھ ہلایا جیسے وہ رِنگ میں اترتے ہوئے تماشائیوں کے نعروں کا جواب دے رہا ہو۔ اس نے پادری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"معذرت خواہ ہوں کہ پیٹرک نے تمہارے پروگرام میں مداخلت کی۔ ہم یہاں سے گزر رہے تھے کہ تمہارا انتظار دیکھ کر رک گئے۔"

پادری بولا۔ "ہم سب لوگوں کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ [illegible] سالی اس قصبے کے لیے بہت بڑی ہے اور برادر پیٹرک! اگر تم اس نیک مقصد کے لیے عطیہ کر رہے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ اس مقفل باکس کی چابی تمہارے حوالے کر دی جائے۔ برادر جوزف! کیا تم وہ باکس لا سکتے ہو؟"

جوزف نے ویگن کے عقبی حصے میں چڑھ کر لوہے کا ایک بڑا صندوق کھینچا۔ وہ اتنا بھاری تھا کہ اس نے اسے اٹھانے کی کوشش نہیں کی بلکہ گھسیٹتا ہوا ویگن کے دوسرے کنارے تک لے آیا پھر وہ نیچے اترا اور اسے اپنے بازوؤں پر اٹھا لیا۔

"اسے اس ریل کے ساتھ رکھ دو۔" پادری بولا۔

جوزف نے ایسا ہی کیا پھر وہ واپس ویگن میں گیا اور

URDU TUBE

وہاں سے ایک مضبوط چین لے کر آیا۔ اس نے اس کا ایک سرا باکس میں بنے ہوئے رنگ اور دوسرا ریل کے گرد باندھا اور اس میں ایک بڑا تالا لگا دیا پھر اس نے ایک دوسرا تالا لیا اور اسے صندوق کے ڈھکنے میں لگا دیا تاکہ اسے کھولا نہ جا سکے۔

"جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ اس صندوق کے اوپری حصے میں ایک جھری ہے۔" پادری نے کہا۔ "تمہارے عطیات اس جھری کے ذریعے صندوق میں ڈالے جائیں گے لیکن چابی کے بغیر انہیں کوئی نہیں نکال سکتا۔ برادر جوزف! یہ چابی پیٹرک کے حوالے کر دو۔"

"اسے روکو۔" مس پارسن نے دوبارہ سرگوشی کی۔

اس کے کہنے پر کورے نے پادری کو مخاطب ہوئے کہا۔ "ہم یہاں اجنبی ہیں۔ تمہیں چاہیے کہ یہ چابی کسی ایسے شخص کے حوالے کرو جسے سب جانتے اور اس پر بھروسا کرتے ہوں جیسے یہاں کا میئر یا کوئی جج۔"

"ہمیں پادری کے فیصلے پر اعتماد ہے۔" وہی عورت بولی جس نے نوٹ عطیے میں دیے تھے۔ "ہم خدا پر بھروسا کرتے ہیں۔"

اس کے اردگرد کھڑے ہوئے لوگوں نے تائید میں سر ہلا دیا۔ جیسے وہ سمجھ رہے تھے کہ اگر انہوں نے چابی کے معاملے میں پادری کے فیصلے سے اتفاق نہ کیا تو یہ ان کی توہین ہوگی۔

پادری نے پیٹرک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "برادر۔"

پیٹرک جھجکتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے چابی لے لی۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ اوپر کر کے اسے لوگوں کو دکھایا جس پر سب لوگوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں اور پیٹرک نے چابی اپنی جیب میں رکھ لی۔

"اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟" پیٹرک نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ وہ دو کمروں کی تلاش میں ایک سرائے میں داخل ہو رہے تھے۔ اس چھوٹے سے قصبے میں کوئی ہوٹل نہیں تھا لیکن سرائے میں رات گزارنے کی جگہ مل جاتی تھی۔

"پریشانی کی بات تو ہے۔" مس پارسن نے کہا۔ "تمہیں کیا ضرورت تھی ان کے معاملے میں بولنے کی؟"

"میں نے صرف ان لوگوں کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔" پیٹرک نے وضاحت کی۔ "اگر تین دن میں بارش ہو گئی تو قصبے کے لوگ بہت خوش ہوں گے اور اس

گدگدیاں

لڑکی نے شادی کے بعد اپنی ماں کو فون کیا۔ اور کہا "مما میری اپنے شوہر سے زبردست لڑائی ہو گئی ہے"۔ تو ماں نے اس کی بات سن کر کہا۔ "بیٹا کوئی بات نہیں شادی کے بعد چھوٹی موٹی باتیں ہوتی ہی رہتی ہیں۔"

"لیکن مما وہ تو ٹھیک ہے مگر میں اب اس کی لاش کا کیا کروں۔" بیٹی نے پوچھا۔

☆☆☆

قسمت، زن، زمین اور نوکری تینوں ایک جیسی ہوتی ہیں۔ بندہ روتا بھی رہتا ہے اور کرتا بھی رہتا ہے۔

☆☆☆

☆ میں نے کہا سگریٹ پینا چھوڑ دو۔
○ اس نے کہا میرے پھیپھڑے میری مرضی۔
☆ میں نے کہا تلی ہوئی چیزیں نہ کھاؤ۔
○ اس نے کہا میرا معدہ میری مرضی۔
☆ میں نے کہا ہر وقت ہیڈ فون نہ لگاؤ۔
○ اس نے کہا میرے کان میری مرضی۔
☆ میں نے کہا پان گٹکا نہ کھاؤ۔
○ اس نے کہا میرا منہ میری مرضی۔
☆ میں نے کہا کولڈ ڈرنک نہ پیو۔
○ اس نے کہا میرے گردے میری مرضی۔
☆ میں نے کہا اپنی صحت کا خیال رکھو۔
○ اس نے کہا میرا جسم میری مرضی۔
☆ اس نے کہا نصیحت کرنا چھوڑ دو۔
○ میں نے کہا میری زبان، میرا دماغ اور میری مرضی۔

مرسلہ۔ جاوید اختر رانا، حیدرآباد

تازہ ترین

ایک سبزی فروش کے گھر بچہ پیدا ہوا۔ ایک عورت نے بچے کو دیکھا تو بولی۔ "کتنا پیارا بچہ ہے۔"
سبزی فروش عادت کے مطابق بول پڑا۔
"اور ہے بھی بالکل تازہ۔"

مرسلہ۔ وزیر محمد خان، بٹل ہزارہ

URDU TUBE

طرح کورے کو ایک دو مقابلوں میں حصہ لینے کا موقع مل جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شاید پادری کا معاون برادر جوزف ہی مقابلے پر آمادہ ہوجائے۔ وہ اتنا مضبوط و توانا ہے کہ قصبے کے لوگ بہ آسانی اس پر شرط لگا سکتے ہیں۔''

کورے کے برابر کھڑی ہوئی مس پارسن نے ایک سرد آہ بھری لیکن اس نے پیٹرک سے اختلاف نہیں کیا۔

کورے کو میز تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ سرائے بالکل ویران پڑی ہوئی تھی اور وہاں صرف ایک آدمی تھا جو ایپرن پہنے کھلی کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا جہاں پادری کی اقتدا میں اجتماعی عبادت ہو رہی تھی۔ پادری رقت آمیز لہجے میں دعائیہ کلمات ادا کر رہا تھا۔

''خداوند... اس قصبے کے اچھے لوگ میرے ساتھ یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ہم نے تمہارا سبق یاد کرلیا ہے۔ اب تم بھی اپنی ناراضی ختم کرکے بارش برسا دو۔''

پادری کی تقریر کے دوران ہی ایپرن والا [illegible] جانب متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔ ''[illegible]''

''دو کمرے اور تین سرد بیئر۔''

مس پارسن نے کہا۔ ''کیا تم نہیں سمجھتے کہ مسٹر کالان کو چائے بہتر رہے گی؟''

کورے کو بڑی حیرانی ہوئی۔ [illegible] نہیں تھی جو کسی مرد کو یہ بتائے کہ [illegible] پہلے بھی اس نے الکحل کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ اس نے ایپرن والے سے کہا [illegible] لے آؤ۔''

وہ آدمی جانے لگا تو پیٹرک نے اس کے ہاتھ پر [illegible] سینٹ رکھے اور بولا۔ ''مجھے چائے نہیں چاہیے۔ میرا گلا خشک ہو رہا ہے۔ میرے لیے بیئر ہی لے آؤ۔''

جیسے ہی پیٹرک کی بات [illegible] ایک دبلی پتلی عورت سرائے میں داخل ہوتی ہوئی دکھائی دی جس نے پادری کی حمایت کی تھی۔ اس کے بال پیچھے کی جانب بندھے ہوئے تھے اور اس نے سر کو رومال سے ڈھانپ رکھا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ پشت پر رکھے اور ناراض ہوتے ہوئے بولی۔

''مسٹر اوٹس! بدکرداری کا یہ اڈا اب بند ہونا چاہیے۔ اسی کی وجہ سے ہمارے قصبے پر یہ آفت آئی ہے۔''

''لیکن مجھے صرف ایک بیئر چاہیے۔'' اس آدمی کے جواب دینے سے پہلے پیٹرک بول پڑا۔

''ایک بیئر؟'' عورت نے طنزاً کہا۔ ''کیا تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ ہم کیا کوشش کر رہے ہیں؟''

''بالکل مجھے اندازہ ہے۔'' پیٹرک نے اسے یقین دلایا۔ ''تم لوگ بارش کی دعا مانگ رہے ہو اور میں وہ شخص ہوں جسے پادری نے اس صندوق کی چابی دی ہے۔'' اس کے لہجے میں فخر نمایاں تھا۔

اس عورت نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔ ''شراب شیطانی چیز ہے۔ کوئی بھی خدا سے ڈرنے والا پروٹسٹنٹ اسے ہاتھ نہیں لگاتا۔''

''میں پروٹسٹنٹ نہیں بلکہ کیتھولک ہوں۔''

''تم کیتھولک ہو۔'' وہ عورت چلاتے ہوئے بولی۔

''[illegible] ہے۔'' کورے بولا۔ ''لیکن تم اور [illegible] قصبے کے لوگ [illegible] کر رہے ہیں ہم اس کی قدر کرتے ہیں۔ اسی لیے ہم نے پہلے ہی بیئر کے بجائے چائے کا آرڈر دے دیا ہے [illegible] کہ میرا دوست پیٹرک اس پر تھوڑا سا ناخوش ہے۔''

وہ عورت ناک سکیڑتے ہوئے بولی۔ ''کیتھولک...... ہماری تمام [illegible] کو برباد کردو گے۔'' پھر وہ ایپرن والے سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔ ''مسٹر اوٹس! میں چاہتی ہوں کہ تم ان لوگوں کو نکال باہر کرو بلکہ ان کو تو قصبے سے ہی نکال دینا چاہیے۔''

[illegible] سپاٹ لہجے میں کہا۔ ''میں ایسا نہیں کرسکتا مسز [illegible] یہ میرے گاہک ہیں۔''

''اس طرح تم گناہ کے مرتکب ہو رہے ہو۔'' وہ عورت بولی۔

''[illegible] پادری اور اس عبادت کے احترام میں، میں تین دن تک [illegible] بیئر نہیں دوں گا۔''

وہ عورت اس کی جانب انگلی اٹھاتے ہوئے بولی۔ ''[illegible] لگا دینی چاہیے۔''

''بہتر ہوگا کہ تم یہاں سے چلی جاؤ۔'' مسٹر اوٹس نے مضبوط لہجے میں کہا۔

[illegible] تک اسے غصے سے دیکھتی رہی پھر دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولی۔ ''ہم اس معاملے کو دیکھیں گے۔ اگر اس خشک سالی سے نجات حاصل کرنی ہے تو لوگوں کو اپنے دل میں خدا کا خوف پیدا کرنا ہوگا۔''

اس عورت کے جانے کے بعد مسٹر اوٹس نے چائے کی تین پیالیاں ان کی میز پر رکھیں۔ پیٹرک اپنا کپ اٹھاتے ہوئے بولا۔ ''تو یہ قحط بہت برا ہے؟''

مسٹر اوٹس نے پیٹرک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا تم نے کبھی اچھا قحط بھی سنا ہے، مسٹر......؟''

URDU TUBE

"سولیون......" پیٹرک نے جواب دیا۔ "اور یہ میرا دوست باکسر کورے کالان اور مس پنڈورا پارسن ہیں۔"

مس پارسن بولی۔ "مسٹر سولیون! یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ دورانِ سفر ہم نے جگہ جگہ خشک سالی کے آثار دیکھے۔ ہم کسان نہیں ہیں اس لیے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ صورتِ حال کتنی مایوس کن ہے۔"

مسٹر اوٹس میز پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "یہ اتنا برا قحط ہے کہ ہمیں اپنے قصبے کا نام بدل دینا چاہیے۔ دو مہینے سے یہاں کی ندی خشک پڑی ہے۔ اگر فوری طور پر بارش نہ ہوئی تو کاشت کاروں کے حصے میں [illegible] آئے گا۔"

"بہت سخت زندگی ہے۔" کورے نے تبصرہ کیا۔ وہ خود بھی نیویارک سٹی کی گودی میں دہاڑی دار مزدور کی حیثیت سے کام کر چکا تھا لیکن اسے وہاں باقاعدگی سے اجرت ملتی تھی جبکہ کسان صبح سے شام تک محنت کرتا ہے اور اسے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ سال کے اختتام پر فصل کاٹ سکے گا یا نہیں۔

"بالکل ایسا ہی ہے۔" مسٹر اوٹس نے کہا۔ "تم یہاں باکسنگ کا مقابلہ کرنے آئے تھے۔"

پیٹرک کا چہرہ جوش سے تمتمانے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، مس پارسن بول پڑی۔

"پہلے ہمارا یہی خیال تھا لیکن اب ہم اس پر عمل نہیں کریں گے۔ یہاں کی صورتِ حال بہت [illegible] ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ لوگوں کی عبادت میں خلل [illegible]۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے اسے محسوس کیا۔" اوٹس بولا۔ "ہر شخص زور آزمائی چاہتا ہے لیکن اس قحط کی وجہ سے سب لوگ مسز لینن کے خیالات سے متفق نظر آتے ہیں اور اس پادری کے آنے سے لوگوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔"

"لیکن اگر واقعی پادری اپنی کوشش میں کامیاب ہوگیا تو......؟"

کورے بھی یہی بات سوچ رہا تھا کہ اگر بارش ہوگی تو لوگ شاید اس کا جشن منانا چاہیں اور اس طرح اسے بھی باکسنگ کے کچھ مقابلے مل سکتے ہیں۔

"شاید......" مسٹر اوٹس نے سوچتے ہوئے کہا۔ "لیکن مجھے زیادہ فکر اس بات کی ہے کہ اگر بارش نہ ہوئی تو لوگ کیا کریں گے؟"

قصبے کے لوگ پہلی رات دیر تک عبادت کرتے اور خدا سے دعا مانگتے رہے کہ وہ ان کی حالت پر رحم کرے۔ کورے بہت کم عبادت کے لیے جاتا تھا۔ وہ بھی کبھی اتوار کے دن ایک کیتھولک پادری کے ساتھ چرچ چلا جاتا جو اس کے گھر کے پاس رہتا تھا لیکن یہ عبادت قدرے مختلف تھی۔ اس میں جوش اور عقیدت کا فقدان تھا۔ بیشتر لوگ مناجات پڑھتے ہوئے آگے پیچھے جھول رہے تھے یا وہ گھٹنوں کے بل جھک کر زور سے آمین کہتے، جب پادری ان کے مطلب کی کوئی بات کرتا تھا۔

نصف شب کے قریب پادری نے عبادت ختم کی اور [illegible] صبح سورج نکلنے پر لوگوں کو مزید عبادت کے لیے بلایا [illegible]۔ زیادہ تر لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے کیونکہ وہ بہت تھک گئے تھے۔ چند ایک سرائے میں آگئے اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے جبکہ بقیہ لوگ مسز لینن کی قیادت میں پادری کی ویگن کے پاس ہی رکے رہے اور انہوں نے ایک دوسری مناجات شروع کر دی۔

سرائے کا دروازہ کھلا اور پادری سیاہ لبادے میں ملبوس اندر آیا۔ برادر جوزف اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ وہ سیدھا بار کاؤنٹر پر گیا اور بولا۔ "ایک وہسکی اور اسے صاف کرنے کے لیے ایک پیالی چائے۔"

سب لوگ حیرت سے اس کی جانب دیکھنے لگے۔ برادر جوزف کچھ کہنے کے لیے اس کے قریب ہوا لیکن اچانک خاموش ہوجانے کی وجہ سے اس کے الفاظ پورے [illegible]۔

"مرشد کیا یہ عقل مندی ہوگی؟"

پادری اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "برادر جوزف! انہیں کتنی بار بتانا پڑے گا کہ خدا نے شراب پینے سے منع نہیں کیا۔ اس نے تو خود پانی کو شراب میں تبدیل کیا۔ وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ ہم پینے میں اعتدال سے کام لیں۔ اسے نشے سے نفرت ہے۔"

پھر وہ سرائے میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہنے لگا۔ "خدا کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا اگر میں اس کی بارگاہ میں جھکنے سے پہلے وہسکی کا ایک گھونٹ لے لوں۔ اس کی رحمت سے بارش واپس آجائے گی۔"

سرائے میں بیٹھے ہوئے بہت سے لوگ تائید میں سر ہلانے لگے لیکن کورے کو شبہ تھا کہ ان کی بیویاں اس سے متفق نہیں تھیں۔ مسٹر اوٹس نے پادری کے سامنے وہسکی کا جام رکھا اور سب لوگوں نے دیکھا کہ اس نے ایک ہی سانس میں اسے حلق سے اتار لیا۔ لگتا تھا کہ وہ عادی شرابی

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

ہے۔ اس کے بعد اس نے وہ چھوٹا سا خالی گلاس کاؤنٹر پر رکھا اور چائے کا کپ اٹھالیا پھر اس کی نظر پیٹرک پر گئی۔ وہ اس کے قریب آکر بولا۔

"کیا میں اور برادر جوزف تمہاری میز پر بیٹھ سکتے ہیں مسٹر سولیون؟"

کورے انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا جبکہ پیٹرک خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "بیٹھ جاؤ۔ تمہارا شو بہت اچھا رہا۔"

پادری نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "وہ شو نہیں تھا مسٹر سولیون بلکہ ایک برادری خدا سے کچھ مانگنے آئی تھی۔"

پیٹرک کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ مس پارسن کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔ "تم یقیناً وہی جوان خاتون ہو جس کے بارے میں برادر جوزف نے مجھے بتایا تھا۔ تم مس پارسن ہی ہو نا؟ خدا کو پانے سے پہلے برادر جوزف نے بڑی رنگین زندگی گزاری ہے۔"

پادری کی بات ختم ہوتے ہی برادر جوزف نے ایک کرسی گھسیٹی اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"مجھے اعتراف ہے کہ میں بہت حیران ہوئی جب معلوم ہوا کہ اس نے خدا کو پالیا ہے۔" پھر اس نے آگے بڑھ کر جوزف کی آستین کو چھوا اور بولی۔ "کیسے ہو جوزے؟"

برادر جوزف نے اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں کبھی بھی اچھا آدمی نہیں تھا لیکن اب بالکل بدل گیا ہوں۔ یہ سب مرشد کی وجہ سے ہوا۔ میری زندگی پہلے سے بہت بہتر ہے۔ تم اس ریگستان میں کیسے آگئیں؟ میں نے ہمیشہ تمہیں شہروں میں گھومتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"ہمیں ڈینور میں کچھ مشکلات پیش آرہی تھیں۔" مس پارسن نے بتایا۔ "ایک بااثر آدمی اس بات پر ناراض ہو گیا کہ مسٹر کالان نے اس کے مقابلے [illegible] نے سوچا کہ کچھ عرصے کے لیے [illegible]"

"اب ہم سان فرانسسکو جا رہے ہیں۔" پیٹرک نے کہا۔

"وہاں تمہیں اچھے مواقع ملیں گے۔" جوزف بولا۔

عین اس وقت مسز لیٹن سرائے کے دروازے پر نمودار ہوتے ہوئے بولی۔ "محترم! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ یہ گناہوں کا گھر ہے اور تم کیتھولک لوگوں سے باتیں کر رہے ہو؟"

پادری اس کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔ "کیا یسوع مسیح نے گناہ گاروں کو خدا کا پیغام نہیں پہنچایا تا کہ وہ توبہ کر کے سیدھے راستے پر آجائیں؟"

"ہاں لیکن......"

پادری کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔ "لیکن اب کافی دیر ہو گئی ہے اور کل صبح ہمیں ایک بار پھر خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔" پھر وہ واپس میز کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔ "کل تم لوگ بھی ہماری عبادت میں شامل ہو جاؤ۔"

یہ کہہ کر وہ سرائے کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ جوزف بھی اس کے پیچھے جانے لگا لیکن مس پارسن نے اسے آواز دے کر روک لیا۔

"جوزے۔" وہ اس کے پاس جا کر بولی۔ "تم واقعی بدل گئے ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

"ہاں مادام! پادری نے مجھے پہلے کے مقابلے میں بالکل مختلف آدمی بنا دیا ہے۔"

وہ اس کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ "یہ دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ مذہب انسان کو سکون اور اطمینان عطا کرتا ہے۔ کیا یہ مناسب ہوگا کہ میں بھی اس نیک مقصد کے لیے کچھ عطیہ کروں؟"

یہ کہہ کر اس نے اپنا دوسرا ہاتھ آگے کیا جس پر ایک بیس ڈالر کا سونے کا سکہ چمک رہا تھا۔

برادر جوزف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور بولا۔ "یہ تمہاری فیاضی ہے مس پارسن۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ رقم ایک اچھے مقصد کے لیے استعمال ہوگی۔"

مس پارسن مسکرائی اور وہ سکہ اس کے حوالے کر دیا۔ وہ بولا۔ "میں ابھی جا کر یہ سکہ صندوق میں ڈال دوں گا۔"

دوسرے روز صبح سے ہی شدید گرمی تھی۔ اس وجہ سے کورے نے دوڑنے کا ارادہ ملتوی کر دیا جبکہ وہ اپنی ٹریننگ کے سلسلے میں روزانہ دوڑنے جاتا تھا۔ پادری ویگن پر کھڑا ہوا تھا اور اس کے بازو آسمان کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔ برادر جوزف چمڑے کی ٹرے ہاتھ میں لیے لوگوں سے عطیہ دینے کی اپیل کر رہا تھا۔

"متاثر کن۔" پیٹرک نے اس کے ساتھ کھڑے ہو کر کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

کورے حیران ہوتے ہوئے بولا۔ "تمہارا اشارہ عبادت کی طرف ہے۔ کیا تم مجھے پروٹسٹنٹ بنانا چاہتے ہو؟"

"نہیں۔ میں عبادت کی نہیں بلکہ برادر جوزف کی بات کر رہا ہوں جو پہلے بگ جوئے تھا۔ یقیناً وہ بھی مس پارسن کی طرح جواری رہا ہوگا لیکن اس نے خدا کا بندہ بننے کے لیے وہ زندگی ترک کر دی۔ اگر اسے سچا اعتقاد ہوتا تو یہ

تبدیلی اس کے لیے بہتر ہو سکتی تھی لیکن اب بھی اس میں کچھ کمی ہے۔"

"اسے بگ جوئے ہمیر کہتے تھے۔" مس پارسن نے بتایا۔ "اور وہ جواری کے علاوہ بھی بہت کچھ تھا۔ وہ بدمعاش ہونے کے علاوہ چور، ڈاکو اور لٹیرا بھی تھا۔ اسے بہت جلدی غصہ آجاتا تھا اور وہ بہت اچھا باکسر بھی تھا اور میں نے سنا ہے کہ اس نے کئی مواقع پر باکسنگ کے مقابلوں میں بھی حصہ لیا اور وہ ان مقابلوں کو ترجیح دیتا جہاں زیادہ پیسے ملتے تھے۔"

پیٹرک سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "دیکھو، اس نے کس طرح اپنے آپ کو بدلا ہے۔ اب وہ بارش برسا کر لوگوں کی مدد کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

پھر انہوں نے دیکھا کہ جوزف مقفل باکس کے پاس گیا اور اس نے تمام رقم ڈھکنے میں بنی ہوئی جھری کے ذریعے باکس میں ڈال دی۔

دن گزرنے کے ساتھ گرمی کی شدت میں ناقابل برداشت حد تک اضافہ ہو گیا۔ اس کے باوجود قصبے کے لوگوں کے جوش و جذبے میں کمی نہیں آئی اور وہ پادری کی اقتدا میں پوری قوت کے ساتھ بہ آواز مناجات پڑھتے رہے۔ بارش تو نہیں ہوئی، البتہ ان کی اداس آنکھوں سے چند آنسو ضرور چھلک پڑے۔ بالآخر ایک تھکا دینے والا دن اپنے اختتام کو پہنچا اور شام ہوتے ہوئے ان کی توانائی بھی جواب دینے لگی اور وہ ایک ایک کر کے اجتماع سے رخصت ہونے لگے۔ بہت سے لوگ سرائے میں چلے آئے۔ ان کے کندھے مایوسی کے عالم میں جھکے ہوئے تھے۔

کورے نے انہیں دیکھا اور خود بھی اداس ہو گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ انہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا کیونکہ اس قصبے سے کچھ ملنے کی امید نہیں اور ان کے پاس خالی بیٹھے رہنے کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا۔ مس پارسن نے مسز لیلن جیسی عورتوں کے خوف سے پیٹرک کے ساتھ تاش کھیلنے سے انکار کر دیا تھا۔

وہ کرسی پر بیٹھا اپنے کمرے میں جانے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ مسز لیلن غصے میں بھری ہوئی سرائے میں داخل ہوئی اور ان کی جانب انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"صرف تم لوگوں کی وجہ سے بارش نہیں ہو رہی۔"

کورے اس طرح کی کئی عورتوں کو دیکھ چکا تھا جو اپنی ہر غلطی اور کمزوری دوسروں پر ڈال دیتی تھیں۔ اس عورت نے ایک قدم آگے بڑھایا۔ اس کی نظریں کورے اور اس کے ساتھیوں پر جمی ہوئی تھیں پھر وہ مسٹر اوٹس کو مخاطب کر کے بولی۔ "تم اس شیطانی کھیل کے ذمے دار ہو۔ تم اور تمہاری یہ شراب کی بوتلیں۔"

پھر وہ کاؤنٹر کی طرف بڑھی اور اس نے وہاں رکھی ہوئی بوتلیں ہاتھ مار کر گرا دیں۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید نقصان کرتی، مسٹر اوٹس نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "رک جاؤ مسز لیلن! تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ......"

"مجھے یہ حق خدا نے دیا ہے۔"

"مسز لیلن!" پادری نے دروازے سے آواز لگائی۔ "یہ کیا کر رہی ہو مسز لیلن؟"

وہ اس کی طرف گھومتے ہوئے بولی۔ "میں وہی کر رہی ہوں جو خدا کا حکم ہے۔ اس بدکرداری کے اڈے کو یہاں سے ہٹانا ہوگا۔"

پادری افسردگی سے سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "خدا نے ہمیں نفاق کا نہیں بلکہ عبادت کا حکم دیا ہے۔" پھر اس نے بلند آواز میں کہا۔ "ہم نے اس عبادت کا آغاز جمعے سے کیا تھا۔ کیا ہم اسے نجات کے قریب پہنچ کر روک دیں۔ آؤ اور میرے ساتھ آخری شب میں عبادت کرو۔ اس کی مناجات کرو اور اس پر بھروسا رکھو۔ وہ ضرور بارش برسائے گا۔"

ایک ایک کر کے سب لوگ سرائے سے باہر چلے گئے پھر پادری نے مسٹر اوٹس سے کہا۔ "تم کیا کہتے ہو؟ قصبے کو تمہاری ضرورت ہے...... کیا تم ہمارا ساتھ نہیں دو گے؟"

اوٹس نے کندھے اچکائے اور سرائے سے باہر چلا گیا۔ اس کے بعد پادری نے کورے اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم کیتھولک ہو لیکن ہم سب یسوع مسیح کو ماننے والے ہیں۔ کیا تم ہمارے ساتھ شامل نہیں ہو گے؟"

کورے خاموش رہا لیکن پیٹرک نے کہا۔ "بالکل ساتھ دیں گے۔ اگر تم ایسا چاہتے ہو۔"

وہ تینوں پادری کے ساتھ ہی باہر آگئے۔ رات ہو جانے کے باوجود گرمی سے زمین تپ رہی تھی۔ پادری ایک بار پھر ویگن پر چڑھ گیا اور اس نے نئی مناجات شروع کر دی جبکہ جوزف ہمیشہ کی طرح چندے کی تھالی لے کر لوگوں کے پاس جاتا رہا۔ وہ پیٹرک کے پاس رکا تو اس نے سرگوشی میں کہا۔ "میں پہلے ہی دے چکا ہوں، یاد کرو۔"

"ہاں اور مس پارسن بھی اپنا حصہ ڈال چکی ہیں۔" برادر جوزف نے کہا۔

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

کورے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بولا۔ ''لیکن مجھے ابھی تک یہ موقع نہیں ملا۔'' یہ کہہ کر اس نے چاندی کے دو سکے پلیٹ میں ڈال دیے۔

تیسرا دن بھی ختم ہونے والا تھا۔ سب لوگوں کی نظریں آسمان پر بادلوں کو تلاش کر رہی تھیں۔ پادری بائبل سے کچھ پڑھ رہا تھا کہ مجمعے میں سے ایک آواز آئی۔ ''بادل کہاں ہیں؟''

پادری اس مداخلت پر حیران رہ گیا۔ اس نے ناگواری سے کہا۔ ''کیا بات ہے؟''

دوسرے لوگوں نے بھی بولنا شروع کر دیا۔ ''بادل کہاں ہیں؟ تم نے بارش [illegible]''

پادری نے پریشانی [illegible] بولا۔ ''آج تیسرا دن ہے [illegible] بارش کسی وقت ہو سکتی ہے۔''

''پھر بادل کیوں [illegible] آئے؟'' ایک اور آدمی چلایا۔

''میری فصلیں تباہ ہو رہی ہیں [illegible] دیے تھے کہ مجھے بارش کی ضرورت ہے۔''

''تھوڑا سا صبر کر لو۔'' پادری نے [illegible] ہمیں مایوس نہیں کرے گا۔''

''ہمیں بارش چاہیے۔'' ایک بھاری بھرکم آدمی پادری کے سامنے کھڑے ہو کر چلایا [illegible] حرکت کی۔ اسے ڈر تھا کہ [illegible] کسان کہیں [illegible] کر دے لیکن اس سے پہلے ہی برادر جوزف درمیان میں آ گیا اور اس آدمی سے بولا۔

''صبر کرو دوست [illegible] سے بارش نہیں ہو رہی۔ تم خدا سے [illegible] گھٹنوں کے بل جھک جاؤ اور اس سے دعا کرو۔''

پادری بے خوفی سے [illegible] اور اس شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ ''میرے دوست۔ برادر جوزف ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ہم [illegible] خرید نہیں سکتے اور میں نے ایسا کوئی اشارہ [illegible] اکٹھے کیے، وہ تم لوگ اپنے پاس رکھ سکتے ہو۔ اگر بارش نہ ہوئی تو میں کچھ نہیں لوں گا۔''

''میں نے ستر سینٹ دیے تھے۔ وہ مجھے واپس کر دو۔'' کسان نے کہا۔

پادری نے پیٹرک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر سولیون! اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو یہ باکس کھول دو تا کہ یہ لوگ اپنے اپنے پیسے واپس لے سکیں۔''

پیٹرک نے جیب سے چابی نکالی اور بولا۔ ''ضرور، مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔''

یہ کہہ کر وہ اس صندوق تک گیا اور جھک کر اس کا تالا کھولنے لگا۔ ''اس میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ صرف چند پینی اور چاندی کے دو ڈالر پڑے ہوئے ہیں۔'' اس نے تعجب سے کہا۔

یہ سنتے ہی سب لوگ حیران رہ گئے اور ہر کوئی خالی باکس کو دیکھنے کے لیے آگے بڑھنے لگا۔

ستر سینٹ دینے والے کسان نے پیٹرک کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے پاس ہی چابی تھی پھر یہ رقم کہاں گئی؟''

''اس کی [illegible] کسی نے چلاتے ہوئے کہا۔ [illegible] سے بہت تھوڑی رقم برآمد ہوئی۔ پیٹرک نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ میرے اپنے [illegible]''

''چھوڑ دو اسے بھائیو!'' پادری نے چلاتے ہوئے کہا۔ [illegible] نہیں ہے۔''

[illegible] راستہ بناتے ہوئے آگے بڑھا [illegible] لوگوں کو پیٹرک کے پاس سے ہٹاتے ہوئے بولا۔ ''میری بات سنو۔ پیٹرک نے یہ رقم نہیں چرائی۔ ہم جب سے اس قصبے میں آئے ہیں، سرائے سے باہر نہیں نکلے۔ [illegible] کمرے کی تلاشی لینی چاہیے۔'' کسی [illegible] نے تجویز پیش کی۔

[illegible] لوگ سرائے کی دوسری منزل پر واقع اس کے کمرے کی طرف دوڑے [illegible] ایک عورت کمرے کی کھڑکی سے سر نکال کر چلا رہی تھی۔ ''اس کے کمرے سے یہ نوٹ [illegible] تم وہاں [illegible] میں انہیں لے کر نیچے آ رہی ہوں۔''

چند منٹ بعد سرائے کا دروازہ کھلا اور ایک عورت [illegible] سبز نوٹ اور تھوڑی سی ریزگاری مسز لینن کے ہاتھ پر رکھ دی۔

''[illegible] میرے پاس تو کوئی سبز نوٹ نہیں تھا۔'' پیٹرک نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

مسز لینن اس کی طرف مڑتے ہوئے بولی۔ ''یقیناً تمہارے پاس نہیں ہوگا لیکن یہ نوٹ ہمارے ہیں۔''

''یہ نوٹ میرے کمرے میں کیسے پہنچے؟'' پیٹرک نے پوچھا۔

''یہ تو تم ہی بتا سکتے ہو۔'' مسز لینن معنی خیز انداز میں بولی تو پیٹرک سمجھ گیا کہ اسے پھانسنے کے لیے جال تیار کیا گیا

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

ہے لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہا۔ اب اسے اس ڈرامے کے ڈراپ سین کا انتظار تھا۔

''میرا سونے کا سکہ کہاں ہے؟'' مس پارسن نے پوچھا۔

''کیسا سکہ؟'' بہت سے لوگ ایک ساتھ بول پڑے۔

''کل میں نے ایک سونے کا سکہ عطیے میں دیا تھا۔'' مس پارسن نے انہیں یاد دلایا۔ ''وہ کہاں ہے؟''

''یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔'' مسٹر اوٹس نے کہا۔ ''ہم سب نے دیکھا تھا کہ اس نے برادر جوزف کو وہ سکہ دیا تھا۔''

''ہاں' مس پارسن نے وہ سکہ مجھے دیا تھا اور میں نے سب کے سامنے اسے باکس میں ڈال دیا۔''

''وہ ایک بہت ہی خاص سکہ تھا۔'' مس پارسن نے کہا۔ ''میں اسے بہت پہلے سے واقف ہوں اور مجھے اس پر پورا بھروسا تھا۔'' پھر وہ جوزف سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔

''میں نے دینے سے پہلے اس سکے پر نشانات ڈال دیے تھے۔ مجھے امید تھی کہ تم بدل گئے ہو گے اور اب بھی میں یہی توقع کرتی ہوں۔ کیا تم اپنی جیبوں کی تلاشی دے سکتے ہو تاکہ ہمیں یقین ہو جائے کہ تم نے باکس خالی نہیں کیا؟''

برادر جوزف سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''مجھے تمہاری زبان سے یہ الفاظ سن کر مایوسی ہوئی جبکہ میں تمہیں [illegible] ہوں کہ میں پہلے والا جوئے نہیں رہا لیکن اگر تم پھر بھی تلاشی لینا چاہتی ہو تو......''

اس کے چہرے پر یکدم سختی چھا گئی اور اس نے اپنا ہاتھ جیکٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

''تمہاری جیب میں کیا ہے؟'' بھاری بھرکم کسان نے پوچھا۔ اسے اپنے ستر سینٹ کی فکر تھی۔

بگ جوئے نے اپنا ہاتھ باہر نکالا اور ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی نظریں مس پارسن پر جمی ہوئی تھیں اور وہ اس کی طرف لپکا۔ کورے نے اس پر نظر رکھی ہوئی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر اس پر مکے برسانا شروع کر دیے۔ جوئے نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن کسان اور دوسرے لوگ اس پر پل پڑے اور اسے کچی زمین پر گرا دیا۔ اس کی تلاشی لی گئی تو مس پارسن کا سکہ اس کی جیب سے برآمد ہوا۔

''باقی رقم کہاں ہے؟'' کسان چلّایا۔ ''مجھے اپنے پیسے واپس چاہئیں۔''

''کیوں جوزف؟'' پادری نے اس سے پوچھا۔ ''تم نے ایسا کیوں کیا؟''

جوزف کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ''کیونکہ اس کے ذمے دار تم ہو۔ تم نے ہماری زندگی تباہ کر دی۔'' اس نے الٹا پادری پر الزام دھر دیا۔ ''یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ تمہارے کہنے سے بارش ہو جائے گی؟ تم لوگوں کو اس طرح چکمہ نہیں دے سکتے۔''

پادری ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔ ''اس میں کوئی دھوکا یا فریب نہیں تھا۔ ہم خدا کی عبادت کر رہے تھے۔ البتہ تمہارا فریب اور بداعتقادی ان اچھے لوگوں کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم مجھ پر یقین [illegible]

''[illegible] کہاں ہے؟'' کسان نے دوبارہ پوچھا۔

پادری ابھی تک صدمے کی کیفیت میں تھا۔ اس نے [illegible] ''شاید باقی رقم اس نے میری [illegible] میں چھپا رکھی ہو۔ تم چاہو تو اس کی تلاشی لے سکتے ہو۔''

[illegible] کام میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ قصبے کے لوگوں نے [illegible] ایک سونے کا سکہ [illegible] اور باکس کی [illegible]

''جوزف تم نے ایسا کیوں کیا؟'' پادری نے ایک بار پھر پوچھا۔ ''ہم تو لوگوں کی بھلائی کے لیے کام کر رہے تھے۔''

[illegible] مس پارسن [illegible] اکڑوں بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''ہم اب بھی ان کی بھلائی کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہو۔''

پادری نے پہلے اسے اور پھر قصبے کے لوگوں کو دیکھا اور گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''خدائے بزرگ و برتر، [illegible] مہربانی میری اور بے چارے جوزف کی غلطیوں کی سزا ان اچھے لوگوں کو مت دے۔ ان پر رحم فرما اور انہیں فاقہ کشی سے بچا لے۔''

[illegible] مس پارسن کی قیادت میں تمام مرد اور عورتیں دعا کے لیے گھٹنوں کے بل جھک گئے۔ گو کہ کورے کو [illegible] لیکن وہ خود بھی جھکا اور پیٹرک کو بھی اپنے برابر میں [illegible]

''ہمیں کوئی نشانی چاہیے میرے خدا۔'' پادری نے کہا۔ ''ایسی نشانی جس سے ظاہر ہو کہ برادر جوزف کا راستہ غلط ہے اور تم ہی ہمارا خیال رکھتے ہو۔''

ایک چھوٹا سا قطرہ کورے کی ناک سے ٹکرایا۔ اس نے چونک کر آسمان کی طرف دیکھا اور سوچنے لگا کہ کیا واقعی بارش شروع ہو گئی ہے؟

URDU TUBE

سولھواں حصہ

رنگِ آسماں

ایم۔ اے۔ راحت

ماضی کی تنگ و تاریک مگر پُراسرار راہداریوں سے جنم لینے والے ایسے کردار... جنہیں واقعات و شواہد نے خود ترتیب دے کر ان کی زندگی کی بے قراریوں کو ایک ایسے مقصد میں ڈھال دیا جس کا ادھورا پن بے شمار ہلاکتوں کا سبب بن جاتا... لہٰذا اس کی تکمیل کے لیے وہ باغی فطرت انسان میدانِ جنگ میں یوں اترا کہ دل کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کردینے والے گداز احساسات کو بھی بھول گیا لیکن... عشق تو پھر عشق ہوتا ہے... کوئی کتنا ہی بھولنا چاہے، عشق اپنا مسکن کبھی نہیں بھولتا۔ جس دل میں بس جائے اسے اپنے ساتھ ہی لے کر جاتا ہے... اور پھر ایک دن اچانک اس کے من کا موسم بھی بدل گیا کیونکہ... وہ فرنگی حسینہ للی گراس اس نوجوان کو دل دے بیٹھی تھی، جس کا ہر قدم آزمائش اور ہر نظر کسی امتحان سے کم نہ تھی، اس کے باوجود... خاک و خون کے اس کھیل میں نہ تو اس نے خوابوں کو بکھرنے دیا اور نہ ہی جذبوں کو بے لگام ہونے دیا۔ کیونکہ وہ آسمان پر بکھرے رنگوں کا مطلب جان گیا تھا۔

مشرق و مغرب کے عجب امتزاج اور تاریخی جنوں خیزیوں کے عبرت اثر اشاروں میں لہراتی دلچسپ داستان

URDU TUBE

گذشتہ اقساط کا خلاصہ

یہ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد کے دور کی داستان ہے۔ کوہ شمالیہ کے گھنے جنگلوں اور سنگلاخ پہاڑیوں میں ایک مختصر قافلہ محوِ سفر ہے۔ اس قافلے کا سالار ایک انگریز پروفیسر ہنری برنارڈ ہے، جو ایک مختلف سوچ، وضع دار اور مثبت خیالات کا حامل شخص ہے۔ ہندوستان کی قدیم اسراریت اور جستجو اسے لندن سے یہاں تک کھینچ لائی ہے۔ اس قافلے میں اس کی جوان اور حسین بیٹی ریتا بھی شامل ہے۔ اپنے باپ کی طرح وہ بھی فطرتاً تجسس پسند اور مہم جو ہے۔ پروفیسر ہنری کا ایک اوباش بھتیجا رابرٹ اور اس کی آزاد خیال جوان بہن گارشیا بھی ساتھ ہیں۔ ملازمین میں ڈرائیور امجد خان، ادھیڑ عمر خانساماں میاں بیوی تندوا اور شانتا کے علاوہ ایک بانکا سجیلا کڑیل نوجوان شوکت حسین بھی اس قافلے میں شامل ہے۔ یہ جنرل مائیکل شا کے سائیس کریم بخش کا اکلوتا بیٹا ہے۔ شوکت عرف شوکی، ریتا کو دل بیٹھا ہے مگر مزاجاً گھمنڈی اور مغرور فطرت رابرٹ کو شوکی سے سخت قسم کی رقابت اور ذاتی عناد ہے۔ پروفیسر ہنری کے برعکس رابرٹ، شوکی سمیت دیگر ملازموں کے ساتھ آقا و غلام جیسا رویہ روا رکھے ہوئے ہے۔ پروفیسر ہنری برنارڈ اپنی اس مہم جوئی کے دوران ایک پراسرار بستی کا کھوج لگاتا ہے۔ کوہ شمالیہ کی تین خود مختار ریاستوں [illegible] اور انہی سازشوں کو سبوتاژ کرنے کے لیے پانچ مسلم اور [illegible] گروپ میں علی ریحان ہے جو فوج آزادی کے سپہ سالار [illegible] ہے۔ دوسرا احسان جامو، جو کرنل نہال خان کا قریبی ساتھی ہے۔ [illegible] اور یہ گروپ ''کاروان مجاہد'' کہلاتا ہے۔ باقی دو ساتھی [illegible] غاصب فرنگیوں کو شبہ تھا کہ [illegible] کا کاروبار کرنے لگی تھی۔ [illegible] اپنی طاقت کو یکجا کرسکیں۔ یوں بھی ان فرنگیوں کا ایک مقصد [illegible] بازی کا کھیل کھیلتے ہوئے فرنگی [illegible] تھا۔ لہٰذا مکاری اور دھوکے [illegible] باقی دو ریاستوں ترپال اور پالن پور کے [illegible] ہے اور پھر مشترکہ طور پر مسلم نواب شہباز خان اور پالن پور [illegible] کا آغاز کیا جاسکے۔ ترپال سازشوں کی زد میں ہے۔ [illegible] ایک دوسرے کے حلیف ہیں۔ راج محل داخلی [illegible] بڑا پتھر ہے، جو مہاراجا چندر گپتا کی [illegible] پرتاب کمار اس کی راہ کا سبب ہے۔ مہارانی اپنے سوتیلے بیٹے [illegible] تھا۔ مہارانی مجوبائی کی ایک جواں سال خوبصورت بیٹی سوجتا بھی [illegible] مندر کے مہا پجاری بدری ناتھ کے [illegible] صاف کرنے کے لیے کالی کے [illegible] وابستہ ہے جو سوائے اس کے اور [illegible] شیطانی مفاد کالی کے مندر سے [illegible] دیتا ہے۔ مہارانی مجوبائی پرتاب کمار کو مارنے کے لیے ایک [illegible] کے ذریعے ہنری برنارڈ کو قتل کرا [illegible] بعد زہر ملا دودھ مہاراجا چندر گپتا [illegible] تاہم گلاس کی تبدیلی کے [illegible] تحقیقات کرواتا ہے۔ خنک مجوبائی [illegible] راجا بن جاتا ہے اور قتل کی [illegible] اسے پولیس پکڑ لیتی ہے تاہم اپنے [illegible] ادھر علی ترپال پہنچتا ہے تو [illegible] کے لیے ایک پیغام ہوتا ہے مگر [illegible] علی کے پاس نواب شہباز [illegible] سراج سے اپنی جان چھڑاتا ہے مگر [illegible] سے ملاقات کرنے کا کہہ کر اور نواب شہباز کے پاس پہنچ کر [illegible] ان کے گھیرے سے نکلتا ہے [illegible] قید خانے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ [illegible] کا قتل ہو جاتا ہے اور اسے [illegible] ہیں۔ یہ آگ پراسرار بستی کے عجیب [illegible] جل کر ہلاک ہو جاتے [illegible] لیے یہاں آئے ہیں۔ بدری ناتھ [illegible] کہ وہ لوگ ان کی مدد کے [illegible] چڑھ جاتا ہے۔ [illegible] رام اسے سمجھا [illegible] جو بدری ناتھ کے ہتھے [illegible] کمار اریہ کو بری کروا دیتا ہے جس کے [illegible] نہیں لاتا۔ راجا پرتاب [illegible] وہ انگریزوں سے دشمنی پال لیتا ہے۔ ادھر بچھو رام ماریا کے باپ کرنل اینڈرسن کو خبر دیتا ہے کہ اس کی بیٹی کے غیاب میں مندر کے پجاریوں کا ہاتھ ہوسکتا ہے۔ پھر بچھو رام کرنل کو حتمی خبر دیتا ہے کہ ماریا کے غیاب میں مندر والوں کا ہاتھ ہے۔ انگریز کو شمالیہ پر چڑھائی کی منظوری دے دیتے ہیں۔ ادھر بدری ناتھ اپنے چیلوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس گوری حسینہ ریتا کو اغوا کر لیں۔ وہ پجاری ریتا کو اغوا کر کے مندر لے آتے ہیں۔ اریہ اور شاہ زمان سی ہاک نامی جہاز کو تباہ کرنے کے مشن پر روانہ ہوتے ہیں تاہم وہ دھر لیے جاتے ہیں۔ ادھر شوکی ریتا کی تلاش میں کالی کے مندر جا پہنچتا ہے۔ وہاں اسے پجاری گھیر لیتے ہیں۔ شوکی کا مقابلہ بدری ناتھ سے ہوتا ہے۔ شوکی کی مدد ایک نادیدہ قوت کرتی ہے جس کے نتیجے میں کالی کا مندر تباہ ہو جاتا ہے اور شوکی ملبے تلے دب جاتا ہے۔ ادھر شاہ زمان آزاد ہو کر اریہ کو چھڑانے کی جدوجہد کرتا ہے۔ انگریز وہاں حملہ کر دیتے اور اریہ کو وہاں سے رہا کروا لیتا ہے۔ ادھر رابرٹ اپنی بہن گارشیا کا گلا دبا کر سوجتا کو راج محل سے بھگا لے جاتا ہے۔ شاہ زمان فرنگیوں کے کیمپ تک پہنچ جاتا ہے تاہم گارشیا بچ جاتی

ہے۔ اس پر قاتلانہ حملے کی وجہ سے راج محل میں ہلچل مچ جاتی ہے۔ شوکی کو ہوش آتا ہے تو وہ ایک غار میں ہوتا ہے۔ شوکی کے سامنے ایک حسین و جمیل عورت ہوتی ہے جسے دیکھ کر وہ مبہوت ہو جاتا ہے۔ اس کا نام سدھا ہوتا ہے، وہ اس سے مدد کی درخواست کرتی ہے اور اپنی داستان سناتی ہے۔ ادھر شاہ زمان اور اریبہ سی ہاک پر پہنچ جاتے ہیں، رینالڈ بھی وہاں پہنچتا ہے اور کیپٹن جیمس اور شاہ زمان کو زخمی کر دیتا ہے۔ رابرٹ سونجا کو لے کر بذریعہ جہاز انگلستان کے لیے روانہ ہو جاتا ہے۔ ادھر زمان زخمی حالت میں رینالڈ سے مقابلہ کرتا ہے تاہم رینالڈ اریبہ کی گولی کا نشانہ بن جاتا ہے۔ سی ہاک وہاں سے روانہ ہو جاتا ہے۔ راج محل میں نجو بائی بیجو رام اور گارشیا کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے کیونکہ راجا کی موت کے بعد وہاں اس کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ ادھر راجا کی طرف سے بھیجے جانے والے چیتن شرما کو جہاز میں سونجا نظر آجاتی ہے، وہ راجکماری کو پہچان لیتا ہے۔ سونجا گھبرا جاتی ہے۔ ریناراکاشی بستی سے نکل شکیر گھاٹی پر آجاتی ہے۔ وہاں ایک انجانی قوت اسے اپنے زیر اثر کر کے ہپناٹائز کر لیتی ہے۔ ادھر علی اور شاہ زمان وغیرہ ہاؤس بوٹ میں سی ہاک کے تعاقب میں چل پڑتے ہیں راستے میں ان کا سامنا بحری قزاقوں سے ہو جاتا ہے جو سب کو یرغمال بنا لیتے ہیں۔ بحری قزاق دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے عوض ان کی عورتوں کو ضمانت کے طور پر اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔

اب آپ مزید واقعات ملاحظہ فرمائیے

ضمانت کے حوالے سے چری اپا کی بات نے شاہ زمان سمیت کیپٹن جیمس اور علی ریحان کے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔

''ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔'' شاہ زمان نے فوراً غصے سے کہا، کیپٹن جیمس نے بھی سختی سے انکار کر دیا۔ علی نے بھی بدخصلت چری اپا کو غیظ آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''دشمنوں سے جنگ میں ساتھ نبھانے کی یہ شرط سراسر بد دیانتی پر دلیل کرے گی۔ ہم تم لوگوں کے غلام یا زرخرید نہیں ہیں۔''

سردار آتوما کی بیٹی امپارا...... جسے خود بھی اپنی ماں اور بھائی کی ''سی ہاک'' والوں کے ہاتھوں ہلاکت پر دکھ تھا اور اس کے سینے میں بھی اپنے باپ کی طرح ہی ان سے انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ علی ریحان کی خوبروئی اور جنگجو مزاجی سے اس بار متاثر ہوئے بغیر آگے بڑھ کر اس سے غیظ بھرے لہجے میں بولی۔

''تم لوگ ایک طرح سے ہمارے غلام ہی ہو، سمجھے؟ ہم چاہیں تو اسی وقت تم تینوں مردوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں اور تمہاری ان دونوں عورتوں سمیت اس لانچ پر قبضہ جما لیں۔ اس لیے بہتری اسی میں ہے جیسا ہم کہہ رہے ہیں ویسا ہی کرو۔''

اس سردار زادی امپارا کی بات سن کر علی کا دماغ بھنا گیا۔ ''پھر ہم بھی کٹ مرنے کو تیار ہیں، ہم مر جائیں گے لیکن اپنی عورتوں اور ان کی عصمتوں پر آنچ تک نہیں آنے دیں گے...... آجاؤ مقابلے پر......''

نائب سرغنہ چری اپا...... اپنی تلوار سونتے حلق سے غراہٹ بھری آوازیں نکالتا ہوا جارحانہ انداز میں علی کی جانب بڑھا تو اس کی منگیتر امپارا ایک دم اس کے آگے حائل ہوگئی۔

وہ شاید ابھی آپس میں جنگ نہیں چاہتی تھی، لیکن اس کے یوں درمیان میں آنے کی ایک لاشعوری وجہ اور بھی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ چری اپا، اس خوبرو اور جی دار نوجوان پر [illegible]

پھر بھی وہ وقت کا تقاضا سمجھ کر شاہ زمان نے مفاہمانہ روش اختیار کرتے ہوئے لب کشائی کی اور انہیں سمجھانے والے انداز میں بولا۔

''دیکھو، ہم اس وقت ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ اب اگر ہم آپس میں لڑ پڑے تو دونوں ہی اپنے مقاصد میں ناکام رہیں گے۔ طاقت کی بات کرتے ہو تو تم لوگوں نے بھی فرنگیوں کے اس جہاز سی ہاک سے شکست کھائی اور اپنے آدمی مروائے۔ لہٰذا تمہیں یہ ہٹ دھرمی چھوڑنا ہوگی اور جو تم زبردستی پر بات کرتے ہو کہ تم لوگ ہماری لانچ پر بھی زبردستی قبضہ کر سکتے ہو تو اس گھمنڈ اور غرور میں بھی مت رہنا۔ ہم تینوں تم سالوں سے مقابلہ کرنے کو تیار ہیں، دو چار کو مار کر ہی مریں گے، ہمیں بھی آتا ہے۔'' شاہ زمان کی یہ گفتگو شاید کارگر ثابت ہوئی [illegible] سردار آتوما سمیت ان سب کی [illegible] اس کے ساتھ ہی لانچ کے عرشے پر ایک سناٹا طاری ہوگیا۔

سمندری ہواؤں کی شائیں شائیں میں موت کی سرگوشیاں محسوس ہوتی تھیں۔ ہلکورے لیتی لانچ میں جیسے خوفناک لمحوں کی گھن گرج کا بھی احساس ہوتا تھا۔

تب ہی ایسے تھمے تھمے خاموش مگر کسی آنے والے طوفان کا پتا دیتے لمحوں میں کیپٹن جیمس نے بھی انہیں قدرے دوستانہ ماحول میں سمجھانے کی کوشش کی اور بولا۔

''تمہیں اسی بات کا ڈر ہے نا کہ بھلا ہم کیوں تمہاری

URDU TUBE

مدد کریں گے کیونکہ ہمارا اس جنگ میں کوئی مفاد نہیں ہے اور تم یہ جانتے ہو کہ ہمیں کسی طرح اس بات پر مجبور کر سکو تو ہم بھی تمہیں بتائے دیتے ہیں کہ میں بھی انگریز افواج کا ایک کیپٹن ہوں مگر تم لوگ نہیں جانتے کہ جن جہاز والوں سے تمہاری دشمنی ہے وہ ہمارے بھی دشمن ہیں اور ان کا کپتان گرے ہنٹ ہمارا جانی دشمن ہے اور ہم خود بھی انہی کے تعاقب میں تھے۔ یقین نہیں آتا تو میں اس جہاز کا نام اور اس کی بناوٹ بتائے دیتا ہوں۔ اس کا نام سی ہاک ہے اور یہ برطانیہ سے اسلحہ لینے کے لیے جا رہا ہے، تاکہ ہندوستان میں باغیوں کے خلاف استعمال کیا جا سکے لیکن کچھ انگریز ایسے بھی ہیں جو ہندوستان میں یہ خون خرابا نہیں چاہتے اور یہ ہیں ان لوگوں کی مدد سے اس جہاز کو روکنے جا رہا تھا۔ یعنی ہم سب کا مفاد ایک طرح سے مشترک ہی ہے۔“

کیپٹن جیمس کی اس بات نے ان کے اور بحری قزاقوں کے بیچ مفاہمت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی تھی۔ وہ کچھ مطمئن نظر آنے لگے۔ کیپٹن جیمس نے انھیں سی ہاک کے متعلق بتایا مگر خزانے والی بات اور اصل مشن ان سے مخفی رکھا۔ گویا علی شاہ زمان اور کیپٹن جیمس کی فہم و فراست نے بگڑتی ہوئی صورت حال ایک دم بدل ڈالی۔ کیونکہ اگلے ہی لمحے سردار آگے آیا اور اس نے ان کی طرف باقاعدہ دوستی کا ہاتھ بڑھا دیا تھا۔

☆☆☆

فضائے بسیط میں تاریک آسمان پر ٹمٹماتے ستاروں کی کہکشاں بڑا اثر انگیز منظر پیش کر رہی تھی۔ ... سمندر پرسکون انداز میں ہلکورے لے رہا تھا۔ اس کی ڈولتی سطح پر مسافر بردار وائٹ فالکن پرسکون انداز میں اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا۔ چاروں اطراف پھیلے سمندری ماحول کا ایک پُراسرار سا ہیبت ناک منظر بن رہی تھا۔

رات نے جیسے ہی دبے پاؤں اپنے پچھلے پہر میں قدم رکھا تو اچانک شمالی سمت سے کالے کالے بادل امڈتے چلے آئے۔ وہاں ہی وائٹ فالکن کے نگہبان نے اپنی آنکھ سے سنگل لینس کی دوربین لگا دی اور پھر اگلا لمحے اس کے چہرے پر تشویش کے سائے لرزاں ہو گئے۔

وہ جلدی سے ادھیڑ عمر کپتان کے پاس پہنچا اور اسے آنے والے سمندری طوفان سے آگاہ کر دیا۔

پچپن سالہ قد آور کپتان مسٹر کنگ برڈ کی زندگی سمندروں اور طوفانوں سے لڑتے گزری تھی۔ بہت چھوٹی عمر میں اس نے جہاز رانی کا پیشہ اپنا لیا تھا۔ اس میں اس کی ضرورت سے زیادہ..... مہم جو فطرت اور افتادِ طبع کا دخل تھا۔ اسی بات نے اسے فنِ جہاز رانی میں غیر معمولی استعداد بھی بخشی تھی۔

جس کام میں ضرورت سے زیادہ شوق اور خواہش کا دخل ہو، اس میں وہی انسان غیر معمولی طور پر طاق و مشاق ہونے لگتا ہے..... یہی حال کپتان کنگ برڈ کا تھا۔

اس نے نگہبان والی جگہ پر آ کر آنکھوں سے دوربین لگائی، آنے والے طوفان اور سیاہ ضیائے آسمان کا جائزہ لیا پھر اس کی جدولی کیفیات ہو گئیں، وہ اس پر خود ہی ہول اٹھا تھا۔ اس نے ... تیس سالہ بحری زندگی میں جانے ... سمندری طوفانوں کو ایک چیلنج سمجھ کر قبول کیا تھا ان کا مقابلہ کیا تھا مگر ... اور تجربہ کار لگا تھا، اس بار جس طوفان کے آثار دکھ رہی تھیں، وہ اس کے لیے گزشتہ پچپن سالوں میں ایک نیا تجربہ ثابت کرنے والا تھا کیونکہ جیسے ہی اس نے دوربین لگا کر سیاہ گھٹاؤں اور سمندر کی اچھلتی موجوں کو دیکھا اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

”اوہ..... یہ تو ٹراپیکل سائیکلون ہے۔“

اس کے ساتھ کھڑے اس کی آدھی عمر کے نگہبان کے لیے یہ اصطلاح نئی تھی۔ وہ کچھ سمجھ نہیں پایا، ماسوائے اس کے کہ یہ کوئی ... سمندری حیات کا حصہ ہی تھا لیکن جب کنگ برڈ نے اپنی آنکھوں سے دوربین ہٹائی اور اس کا چہرہ ستاروں کی مدھم ملگجی روشنی میں کچھ واضح ہوا تو نگہبان نے کپتان کے چہرے کی تشویش سے ہی اندازہ لگا لیا کہ معاملہ معمولات سے ہٹ کر ہے۔

”فوراً جہازیوں کو الرٹ کر دو اور وہ ہر ایک مستول کو سنبھال لیں۔ یہ طوفان بحری کشتیاں توڑنے میں دیر نہیں کرے گا۔ ایک ... لیکن اسے دوبارہ تیار کرنے کے لیے تیار بھی رہنا۔ رفتار کم کرنا ہوگی، سارے مسافروں کو بھی محتاط کر دو کہ وہ اپنے کیبنوں سے باہر نہ نکلیں اور ہر طرح کی صورت حال کے لیے خود کو تیار رکھیں۔“

نگہبان کو یہ حکم صادر کرنے کے بعد کنگ برڈ نے ”وہیل روم“ کا رخ کیا۔ اس کے نتھنوں سے مخصوص خنک بارانی سی بو ٹکرانے لگی تھی۔

نگہبان نے کپتان کے حکم کو جہازیوں سے لے کر مسافروں تک پہنچانے میں ایک ذرا بھی تامل نہ کیا تھا۔

ہوائیں تیز ہونے لگی تھیں۔ آسمان کی پر ہیبت فضاؤں میں ٹمٹماتے تاروں نے الوداعی ضو فشانی بکھیر اٹھلاتے ہوئے بیکراں سمندر پر چھینکی اور بتدریج معدوم

ہوتے چلے گئے۔

سمندری فضائیں پُرشور ہونے لگیں، تیز خنک ہواؤں نے دھواں دھار آندھیوں کا روپ دھار لیا اور زوردار کڑاکے کے ساتھ ہی موسلا دھار بارش برسنا شروع ہوگئی۔ بجلی کی زوردار چمک نے جیسے آسمان کو دور تک تڑخا کر رکھ دیا تھا۔ موجیں تھیں کہ وائٹ فالکن جیسے دیوہیکل مسافر بردار جہاز کو کسی حقیر کھلونے کی طرح اچھالنے لگی تھیں۔ وائٹ فالکن کو ایک ابھرائی موج نے اس قدر اچھالا کہ ایک لمحے کے لیے یوں لگا جیسے وہ اب تہ آب ہوا کہ تب ہوا۔

مسافر کیبنوں کے اندر تو جیسے چیخ و پکار مچ گئی تھی۔ ہر کسی کی جداگانہ سوچیں، مختلف ارادے، اور مقاصد سب ہی جیسے ایک نکتے پر مرکز ہوگئے کہ اب بچا کیسے ہو؟

کیرتن اور شوبھا خطرے کا بگل اور طوفان میں گھرے رہنے کا اعلان نہیں سن پائے تھے کہ وہ سرِشام ہی تھک ہار کے گہری نیند سو رہے تھے۔ جاگے اس وقت جب کیرتن اپنے بنک بیڈ سے اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا اور دھڑام سے فرش پر آ رہا۔

اس کے منہ سے ”رام...... رام...... رام......“ تیزی سے برآمد ہوا تھا کہ سمجھا قیامت آ گئی ہے لیکن بس یہی ایک لمحہ تھا اس کے بعد اسے کوئی ہوش نہیں رہا اس لیے کہ اس کا سر نیچے گرنے کے سبب بنک بیڈ کے ابھرے ہوئے ایک کونے سے اس بری طرح ٹکرایا تھا کہ وہ پھٹ گیا۔

شوبھا کا بھی کم و بیش یہی حشر ہوا تھا، تاہم اس کی قسمت اچھی تھی کہ وہ کسی بڑی چوٹ سے بچی رہی مگر جب وہ بھی فرش پر گری تو اس کی پھٹی پھٹی وحشت زدہ آنکھوں کو کیرتن کا لہولہان چہرہ دکھائی دے گیا۔ شوبھا کے حلق سے متوحش سی چیخ برآمد ہوئی اور وہ ”ہائے رام......“ چیختی ہوئی سینہ کوبی کرنے لگی۔ اسے پورا کیبن بری طرح ڈولتا محسوس ہونے لگا۔ ایک لمحے کو تو اسے یوں لگا جیسے جہاز ڈوبنے کے عمل سے گزر رہا ہے۔

”کیرتن...... کیرتن......! اٹھو، ہم ڈوب رہے ہیں۔“

اس نے وحشت زدہ ہو کر زخمی اور بے سدھ پڑے کیرتن کو ہلا دیا۔ حالانکہ کیرتن کی کھلی ہوئی آنکھیں بتا رہی تھیں جیسے وہ اپنے شریر کی چھوڑتی آتما کو آسمانوں کی طرف پرواز کرتے ہوئے غیر مرئی نظروں سے دیکھ رہی ہوں۔ وہ سر پر لگنے والی زوردار چوٹ لگنے سے ہلاک ہو چکا تھا۔

شوبھا پر ہذیانی کیفیت طاری ہوگئی، وہ ایک طرف خود کو ڈولنے سے سنبھالنے کی کوشش میں تھی اور دوسری جانب وہ کیرتن کو بری طرح جھنجوڑ رہی تھی پھر اسے ایک اور جھٹکا لگا اور وہ پورٹ ہول کے قریب جا پڑی۔

کیبن کا دروازہ بھی ایک زوردار آواز سے کھل گیا تھا۔ تیز طوفانی ہواؤں کا منہ زور بہاؤ شرانٹے دار بارش کے ساتھ اندر در آیا تو جیسے رہا سہا بھی سب کچھ درہم برہم ہو گیا۔ طوفانی شور نے ایک قیامت خیز ہلچل مچا رکھی تھی۔

ٹھیک اسی وقت جب وہ کیبن کی اِدھر اُدھر دیواروں کا سہارا لیتے ہی کوشش میں خود کو کسی طرح دروازے کی طرف گھسیٹنے میں کامیاب ہوئی تا کہ اسے بند کر سکے، تو بری طرح ڈولتے جہاز کا کوئی مستول ٹوٹ کر گرا اور اس کا ایک ٹکڑا کھلے کیبن کے دروازے سے اندر آ پڑا۔ شوبھا کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ کیونکہ ٹوٹے ہوئے مستول کا وہ کند ٹکڑا بالکل سیدھا اس کے سینے میں کھب کر آر پار ہو چکا تھا۔ وہ اسی طرح بانس کے کند ٹکڑے میں پروئی ہوئی کیبن کے دروازے کی چوکھٹ میں پھنسی اٹکی رہ گئی۔

سامان سو برس کا، پل کی خبر نہیں۔

ابھی چند گھنٹے پہلے وہ دونوں اپنی مہم کی کامیابی کا جشن منا کر اور بیش قیمت انعام و اکرام کے خواب بُن کر سوئے تھے۔ اپنی سازش میں تو وہ دونوں کامیاب رہے تھے مگر وقت اور تقدیر کی چال کے آگے ان کی کوئی پیش نہیں چل سکی تھی۔

باہر طوفان بادوباراں جاری تھا۔ ہر طرف چیخ و پکار تھی اور ہراس پھیلا ہوا تھا۔

بپھرے ہوئے سمندر کا پانی بارش کے ساتھ جہاز کے اندر جمع ہونے لگا تھا اور خلاصی اسے جس قدر باہر اچھالنے کی تگ و دو کرتے، اس سے کئی گنا اور پانی اندر بھر آتا تھا۔

بڑے بڑے بھاری مستول گرنے اور ایک برجی ٹوٹنے سے جہاز کے کئی مسافر کیبنوں کی چھتیں بھی ٹوٹ گئی تھیں۔

رابرٹ اور سوجینا بھی ہراساں تھے۔ وہ جاگ رہے تھے اسی لیے کسی چوٹ سے بچ گئے تھے، مگر موجودہ صورتِ حال نے انہیں پریشان اور تشویش زدہ کر دیا تھا۔

طوفان بادوباراں کا پانی ان کے کیبن میں بھی در آیا تھا۔ طوفانی ہواؤں اور سمندری لہروں کی شوریدہ سری میں وہ بھی نڈھال سے ہو گئے تھے۔

رابرٹ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا اور سوجینا کے

لیے سنبھالا لینا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر رابرٹ کو مدد کے لیے پکارنے لگی، جبکہ رابرٹ کو سوجتا سے زیادہ اس صندوقچے کی فکر ہو رہی تھی جس کے اندر ہندوستانی ریاست ناگرہ کے شاہی خاندان راج محل کے چوری شدہ نادر و نایاب خزینے رکھے ہوئے تھے۔

کیبن میں پانی... آنے کی وجہ سے وہ بھی بھیگ چکا تھا اور ڈولتے کیبن کے گیلے فرش پر کبھی ادھر لڑھک جاتا تو کبھی دوسری جانب۔ ایک موقعے پر جب رابرٹ نے خود کو سنبھالتے ہوئے صندوقچے کو ایک ہاتھ سے تھامنا چاہا تو وہ اس کی پہنچ سے نکل کر کیبن کے کھلے اور [illegible] دروازے سے باہر کھسکتا چلا گیا۔

رابرٹ کے اوسان خطا ہو گئے... وہ [illegible] جانب کو لپکا۔ سوجتا لڑکھڑاتی ہوئی اس کی راہ میں آئی [illegible] کا خیال تھا کہ رابرٹ اسے تھام کر سنبھالا دینے کی کوشش کرے گا، لیکن اس کے بر[illegible] وہ صندوقچے [illegible] سوجتا چیخی۔ لڑکھڑاتی ہوئی [illegible] بیڈ پر گری اور وہاں سے پھسل کر کیبن کے فرش پر گری اور پھر وہ اپنے ہوش میں نہیں رہی۔

ادھر رابرٹ صندوقچے کو دبوچنے کے لیے کیبنوں کے درمیان بنے ہوئے گلیارے میں آ گیا اور [illegible] کو جا دبوچا مگر جہاز جو دیو ہیکل طوفانی موجوں سے نبرد آزما تھا، اس کے بری طرح ڈولنے کے سبب رابرٹ صندوقچے سمیت کھسکتا ہوا [illegible] لوہڑ نے صندوقچے کو پھر بھی [illegible] کیا۔ عرشے پر افراتفری کا عالم تھا۔

اس ناگہانی افتاد پر چیتن شرما اس وقت [illegible] بیدار ہوا تھا جب تیز طوفانی [illegible] دروازہ بھی ایک زوردار دھماکے [illegible] ہڑبڑا کر اٹھا اور ڈولتے کیبن [illegible] سخت پریشان ہو گیا لیکن اس [illegible]

تیز دھواں دھار بارش اور کئی کئی فٹ اونچی طوفانی موجوں کے آتے پانی نے اسے بھی شرابور کر دیا تھا۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ وہ کیبن کے اندر ہی مضبوطی سے بنک بیڈ کا کونا پکڑے جما بیٹھا رہے مگر پھر اسے خیال آیا کہ کیا خبر باقی لوگ اجتماعی طور پر کسی کوشش میں مصروف ہوں اور جہاز کی متوقع تباہی کو دیکھتے ہوئے جان بچانے کی کوشش میں مصروف ہوں کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ایسی صورت حال میں جہاز کے ساتھ موٹے موٹے رسوں سے بندھی ہوئی... جانیں بچانے والی چھوٹی کشتیاں بھی ہوتی ہیں۔

یہ سوچ کر وہ اٹھا اور دیواروں کا سہارا لیتا ہوا کیبن سے باہر آیا اور وہاں سے گرتا پڑتا جب عرشے پر پھسل کر گرا تو وہاں اسے دوڑتے بھاگتے جہازیوں کے ساتھ اور لوگ بھی نظر آئے۔ وہیں اس کی نظر رابرٹ پر پڑی جو ایک صندوقچے سے لپٹا ہوا تھا۔

موقع ایسا تھا کہ چیتن اس پر زیادہ دیر غور نہیں کر سکا تاہم...... وہ ٹوٹتے ہوئے برج کی جانب لپکا، جہاں اور بھی مسافروں نے رسوں اور موٹے تاروں کے ڈھیر کے بیچ [illegible] رابرٹ بھی اسی جانب بڑھنے [illegible] شرما بھی اسی جانب بہ مشکل [illegible] اسے سوجتا کا خیال آیا۔ وہ [illegible] میں کچھ ایسا نظر آیا تھا کہ وہ [illegible] کوشش کرنے لگا۔

[illegible] اور اس کا باپ مقبول مشعون ان نازک گھڑیوں [illegible] مقبول تو مسلسل زیرِ لب آیات [illegible]

[illegible] نے باپ کو سنبھالا ہوا تھا، دونوں باپ بیٹے ایک دوسرے کو سہارا دیے ہوئے کیبن کے ایک کونے میں [illegible] جہازی نے..... ایک تار اور [illegible] پھینک دی تھیں۔

[illegible] سوجتا کی فکر ہونے لگی۔ جانے اس غریب کا کیا حال ہو [illegible] کہ رابرٹ اس کے ہمراہ ہے [illegible] طرف سے ایک عجیب سی بے [illegible] کا شکار تھا۔

اس نے اپنے باپ مقبول مشعون کو سوجتا سے متعلق آگاہ کر دیا تھا۔ جب اس کے دل کی بے قراری اور بے چینی سوا ہونے لگی تو اس نے باپ سے کہا۔

''ابا جان! اگر آپ اجازت دیں تو میں ذرا باہر کی صورت حال کا جائزہ لے آؤں تاکہ علم ہو سکے کہ اس طوفان سے بچنے کے لیے کیا کیا جا رہا ہے؟''

''بیٹا! تم خود دیکھ رہے ہو کہ جہاز کس قدر شدید طوفان میں پھنس چکا ہے اور کس بری طرح اچھل رہا ہے۔'' مقبول بولا۔ ''جہاز کا عملہ اس سے نبرد آزما ہو گا ہی، ایسے میں باہر یا عرشے پر جانے میں سمندر میں گر پڑنے کا خطرہ ہوتا ہے۔''

''ابا! میں عرشے کا رخ نہیں کروں گا لیکن کم از کم کچھ صورتِ حال کا تو اندازہ ہو۔'' وہ بولا۔ ''ہو سکتا ہے، کپتان نے سارے مسافروں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہو۔ یہاں

URDU TUBE

پڑے رہنے سے تو کچھ خبر نہ ہو پائے گی حالات کی ہمیں۔"

اس کے جواز نے مقبول کو لاجواب کر دیا اور اس نے بیٹے کو احتیاط کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔

شفیق باپ کی اجازت پاتے ہی سنبھلتا ہوا کیبن سے باہر آیا تو... طوفانی شور نے اس کا استقبال کیا۔ باہر کا منظر دیکھ کر ہی اسے ہول سا آ گیا۔ آسمان دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ تیز بجلی چمک رہی تھی۔ طوفان بادوباراں کا یہ پُرہیبت منظر بیچ سمندر میں بپا دیکھ کر چند ثانیوں کے لیے اس کے اپنے بھی اوسان خطا ہو گئے تھے۔ اسے دیوہیکل وائٹ [illegible] میں کسی کھلونے کی طرح ڈولتا نظر آیا، بلکہ کئی ایک لمحات تک تو اسے یوں لگتا تھا جیسے ابھی جہاز غرقاب ہو جائے گا۔

اس نے سونجنا اور رابرٹ کا [illegible] دیکھ رکھا تھا۔ وہ کسی طرح گرتا پڑتا ہوا اس گلیارے کی طرف آیا جدھر ان کا کیبن تھا، وہاں پہنچا تو اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ تیز چمکتی آسمانی بجلی کی روشنی میں اس نے سونجنا کو [illegible] دریا جیسے ریلے کے بہتے پانی میں بے بس تیرتے پایا۔

وہ اسے ایک ہی نظر میں پہچان گیا تھا۔ پانی کی برودت بڑھنے لگی تھی اور اسے سردی کا احساس ہونے لگا تھا۔ اس نے کوئی پروا کیے بغیر مذکورہ سمت میں قدم بڑھا دیے، جو پہلے ہی بھی کہاں پڑتے تھے تو بھی کدھر جیسے تیسے اس تک پہنچا تو اچانک ایک زوردار لہر نے جہاز کو اچھالا۔ جمع شدہ پانی میں تیرتا سونجنا کا جسم اچھلا اور عرشے کی طرف لڑھکتا ہوا ریلنگ سے جا لگا۔

اسے ہوش آ گیا تھا اور وہ مدد کے لیے زور زور سے پکار رہی تھی۔ شفیق اسے ریلنگ کے بالکل قریب کرتا پا کر دہل گیا۔ جہاز کا وہ حصہ تو ایک جانب کو جھک رہا [illegible] سمندر کے اندر بھی ڈوب جاتا تھا۔ ایک بار وہ حصہ ڈوبا تو شفیق کی روح فنا ہو گئی۔ وہ حصہ دوبارہ ابھرا تو اس نے سونجنا کو ریلنگ سے لپٹے ہوئے پایا۔ شفیق نے اپنی ساری احتیاطیں بالائے طاق رکھتے ہوئے اس جانب دوڑ لگا دی۔

بلاشبہ شفیق کے لیے یہ ایک خطرناک عمل تھا، وہ بری طرح ڈولتے اچھلتے جہاز کے عرشے سے سمندر میں بھی گر سکتا تھا لیکن اس نے بھی شاید یہ حرکت دانستہ کی تھی کیونکہ دوسرے ہی لمحے وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گیلے عرشے پر گرا پھر پھسلتا ہوا اس جانب کو لڑھکتا چلا گیا جدھر سونجنا چمٹی ہوئی تھی۔ شفیق کی چونکہ یہ حرکت "غیر دانستہ" نہیں تھی اسی لیے اس نے اپنے حواسوں کو بحال رکھا تھا پھر ریلنگ اور سونجنا تک پہنچتے ہی اس نے دونوں کو مضبوطی سے تھام لیا۔

ادھر دہشت زدہ سی سونجنا نے بھی کسی کو اس طرح بے جگری سے اپنی مدد کے لیے آتے دیکھ کر کچھ ہوش و حواس سے کام لیا اور شفیق کا سہارا لے لیا۔

شفیق نے سونجنا کو خود سے لپٹا لیا اور...... اسے رسوں، جال اور ربر کی اشیا کی طرف گھسیٹتا لے گیا، جہاں اور بھی کئی ایسے ہی لوگ پناہ لیے ہوئے تھے۔ بالآخر وہ اسے اس "پناہ گاہ" [illegible] تک لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔

[illegible] اس بساط کے تقریباً سارے ہی مہرے اکٹھے تھے، سوائے چندن اور شوبھا کے۔

رابرٹ اپنے سینے سے صندوقچے کو دبوچے ہوئے تھا۔ چیتن اس کے قریب بیٹھا اسی کی جانب گھورے جا رہا تھا۔ [illegible] اس کی نظر میں اس صندوقچے کا بھی بہ غور جائزہ لینے کی کوشش کر رہی تھی۔

شفیق اور سونجنا بھی اسی جگہ آن پہنچے تھے، جس وقت چیتن، رابرٹ سے سونجنا کے بارے میں استفسار کرنے ہی والا تھا۔

سمندری سفر کے ہر کاب اس بساط کے سارے مہرے اب ایک اور طرح ابھار رہے تھے۔ یوں گویا مختلف حوالوں سے... یہ چار مہرے آمنے سامنے تھے۔

☆☆☆

"[illegible] تجھے زہر [illegible] ضرورت تو نہیں ہے پھر بھی اسے رکھ لے، شاید تیرے کام آ جائے۔ اسے سانپ کے کاٹے پر لگا دو تو اکیس دن کا مرا ہوا بھی جی اٹھتا ہے۔" بوڑھا [illegible] چند ثانیوں کے لیے پر سوچ سی خاموشی اختیار کیے رہا پھر آگے کہنا شروع ہوا۔

"دیکھ بالکے! اسے جان کی طرح اپنے پاس رکھنا۔ اسے کھو نہ دینا۔ جسے میں نے اپنا [illegible] اچھا اور تیز [illegible] اکیس دن کے لیے سکھایا جب اس کا کام پڑے [illegible] نے اسے گنوا دیا مگر وہ کر بھی کیا سکتا تھا جیسے میں [illegible] تو کچھ نہ کر سکا اور سنتری ناگ حفاظت کے باوجود میرے ہاتھ سے نکل گیا۔"

"میں اسے نہیں کھوؤں گا بابا۔"

"ہاں! ضرورت پڑے تو سانپ کے کاٹے پر چپکا دینا، زہر فوراً چوس لے گا۔" وہ بولا۔ "اب نیل نگری کی پہاڑی پر اتر کی طرف جا جہاں چائے کا باغ ختم ہو، گھاٹی اتر کر دوسری گھاٹی پر چڑھ جانا۔ وہاں کاجو اور چندن کے جھاڑ ہیں۔ چندن کے جھاڑوں پر لپٹے ہوئے سانپ جگہ جگہ ملیں

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

گے۔ ان سے ڈرنا نہیں اور بڑھتے چلے جانا۔ ایک دن اور ایک رات جنگل جنگل...... بالکل سیدھے اور چلنا ہوگا پھر ایک جھرنا ملے گا۔ وہ جگہ ڈھونڈ لینا جہاں سے وہ نکلتا ہے۔ وہیں ایک جھونپڑی بنی ہو گی۔ اس میں ٹھہر جانا اور بین بجانا۔ اس وقت تک بجانا جب تک ناگ داسی کی ہمزاد نہ آجائے، وہ شیش ناگ کے بس میں ہے اور اسی کے کارن سدھا (یعنی میں) بے بس ہے۔ وہ اوشیہ آئے گی اور کسی بھی روپ میں آئے، تو اسے پہچان لے گا۔ کام پورا کر کے جب تو واپس آئے گا تو اسی بڑھے سپیرے کو اسی جگہ پائے گا۔" پھر بڑھے [illegible] سادھی لگا کر گیان دھیان میں [illegible]

ولی اس کی ہدایت کے [illegible]

تو بہ عافیت چلا گیا مگر جب [illegible] پہاڑی پر پہنچا تو بہیا [illegible] قسم کی جھاڑیوں اور بالخصوص [illegible] کے درختوں سے لپٹے ہوئے مختلف رنگ وجسامت [illegible] دیکھ کر گھبرا گیا۔ پھر دن تو کسی [illegible] جوں جوں قریب آتی گئی، خوفزدہ [illegible] کے ماحول سے واسطہ نہ پڑا تھا [illegible] لیے اس پہ [illegible] اور شاید سب سے خطرناک اتفاق پر دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ قدم ڈگمگا جاتے۔

سورج غروب ہونے لگا تو درندوں [illegible] آوازوں اور کیڑے مکوڑوں اور مختلف [illegible] پرندوں نے الگ دل دہلانا شروع [illegible] سخت پریشان ہوگیا تھا کہ بیٹھے [illegible] لیا خود کو...... واپسی کا اب سوال [illegible] ہو چکی تھی۔ اس لیے سوچا کہ رات ہی [illegible] کہیں آگے ہو یا پیچھے...... فرق [illegible] کر دیکھا تو اسی راستے پر ایک [illegible] جس پر وہ چل کر آیا تھا۔

وہ جگہ ایک درّے کی سی [illegible] جانب سے واپسی کا کوئی راستہ نہ تھا۔ مجبوراً وہ آگے بڑھتا رہا۔ اب رات سر پر آن پڑی تھی۔ جنگلی درندوں کی آوازیں اور وحشت انگیز ہوگئیں۔ بارہا جی چاہا کہ کسی درخت پر چڑھ کر رات گزارے مگر سانپوں کے تصور ہی سے لرزہ طاری ہو رہا تھا، یوں وہ مجبوراً چلتا رہا اور ساری رات ہی چلتا رہا۔

سورج کی پہلی کرن نمودار ہوئی تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر چشمہ بہہ رہا تھا۔ اس نے سوتی کی طرح شفاف پانی پیا اور اسی سے منہ ہاتھ دھوئے تو جیسے آدھی تھکن دور ہوگئی۔

شفق کے سرخ سرخ گھونگٹ سے سورج نمودار ہوا تو گردوپیش اس قدر دلفریب اور جاں فزا منظر سامنے تھا کہ قدرت کی فیاضی وصناعی پر خودبخود سجدۂ شکر کا اشتیاق پیدا ہوا پھر جبین ناز بارگاہِ ایزدی میں اس خضوع وخشوع کے ساتھ جھک گئی کہ شاید ایسی لذت پہلے کبھی نہ مل سکی۔

جھرنے کا منبع بھی بہ آسانی مل گیا اور اب ولی نے حسب ہدایت بین بجانی شروع کی۔ دل انجانی مسرتوں اور [illegible] سرور کا ایک سیلاب تھا جو دل کی [illegible] ہو رہا تھا۔

[illegible] چھوٹے بڑے سانپ درختوں، جھاڑیوں اور سوراخوں سے [illegible] ہو کر ولی کی طرف بڑھنے [illegible] جھونپڑی کے دروازے پر بیٹھا تھا جو نہ [illegible] ویران پڑی تھی۔ سانپ آتے لیکن [illegible] رک جاتے۔ بین بجانے کے [illegible] برخلاف وہ پھن اٹھا کر سر نہ ہلاتے بلکہ بے سدھ یوں لیٹتے جیسے ایک کے ساتھ ایک متعدد لاٹھیاں ڈال دی گئی ہوں۔

[illegible] غور سے انہیں دیکھتا جاتا۔ ولی [illegible] ناگ داسی کی ہمزاد کی تلاش تھی مگر شناخت کے لیے اس [illegible] علامت نہ تھی۔ وہ حیران تھا کہ اب کیا کرے؟ [illegible] کے سامنے کھلے میدان میں اتنے [illegible] زمین دکھائی نہ دیتی تھی۔ مگر ابھی تک [illegible] تھا۔ وہ بین بجاتے بجاتے تھک [illegible] کوشش کے باوجود بیزار ہو کر اس نے [illegible] سے اسے زمین پر پھینک دیا۔ [illegible] سے ہی پھینکا تھا اور خود بھی [illegible] اس نے دیکھا سانپوں میں [illegible] ایک ہلچل دوڑ گئی ہے اور انہوں نے ایک ساتھ کروٹ سی لی۔ پھر یہی وہ وقت تھا جب چشمے کے بہاؤ کے رخ سے مانوس سی آواز آئی۔

"بین بجانا بند مت کرو۔ بین بجاتے رہو...... بین بجاؤ۔"

"سدھا......" اسے ایک لمحے کو میرا خیال بچایا اور پھر اس نے فوراً بین اٹھائی مگر بدقسمتی سے وہ دو ٹکڑے ہو چکی تھی۔ شاید زمین پر پھینکنے کے سبب وہ ٹکرا کر ٹوٹ گئی تھی۔ اب ولی نے چشمے کے بہاؤ کی جانب نگاہ کی تو حیرت کی انتہا نہ رہی......

URDU TUBE

اس نے مجھے اپنے سامنے دیکھا تو پھیلی ہوئی آنکھوں سے میرا نام پکار لیا۔

''سدھا...... ! تم......''

''ہاں ! بین بجاتے رہو، بین بجاؤ نا...... ارے، تم کیوں نہیں بجاتے؟'' میں نے اس سے کہا۔ جیسا کہ مذکور ہو چکا، میں کشتری ناگ اور شیش ناگ کے ناگ داسی والے طلسمی چکر کے زیرِ اثر میں اپنے آپے میں نہیں ہوتی تھی، ولی نے ہی مجھے یہ سب بتایا تھا۔

''بین ٹوٹ گئی سدھا!'' اس [illegible]

''ٹوٹ گئی۔'' یہ کہہ کر میں [illegible] چشمے میں نہانے لگی۔ منظر کیسا ہوگا [illegible] زہ لگا سکتا تھا۔ پھر میں اسی حالت [illegible] آئی اور اس قدر عجب طرح سے [illegible] آغوش پھیلا کر بڑھی کہ وہ بے چارہ گھبرا کر [illegible] قدم پیچھے ہٹ [illegible]

اب جو اس نے غور کیا۔ تو میری [illegible] اسے [illegible] چڑھی سی دکھائی دیں۔ بہ قول اس کے میں [illegible] اپنا [illegible] پھاڑ رکھا تھا جیسے میں اسے کاٹنے کو دوڑ رہی ہوں۔ وہ مڑا اور بھاگا، اب جو اس کی نگاہ سامنے پڑی تو سانپ ہی سانپ پھن اٹھائے پھنکاریں مارتے ہوئے دکھائی دیے۔ ولی کچھ دور تک بھاگتا چلا گیا پھر مڑ کر دیکھا تو میں اس کا نام لے لے کر اسے رکنے کے لیے کہہ رہی تھی۔ اس نے مجھے گویا لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اپنی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا پھر اس نے مجھے بے ہوش ہو کر گرتے بھی پایا۔

سانپوں کی فوج واپس جا رہی تھی۔ اچانک ولی کے دل میں ایک سنسنا تا خیال آیا کہ کہیں سانپ داسی کی ہمزاد ہی نہ ہو۔ ولی نے جنگل میں ہی پڑی ہوئی ایک موٹی سی سوکھی لکڑی اٹھائی اور آگے بڑھا۔ اس نے لکڑی تانی تا کہ میرے سر پر ضرب لگا کر مجھے مار ڈالے لیکن [illegible] پر نگاہ پڑی تو اس کا ہاتھ رک گیا۔

وہ خود کلامیہ بڑبڑایا۔ ''کہیں یہ سدھا تو نہیں...... کہیں ایسا تو نہیں کہ بوڑھا سپیرا اپنے کسی مذموم مقصد کے لیے میرے ہاتھوں اس کا خون کروانا چاہتا ہو؟ ضرور یہی بات ہے۔ مجھے چاہیے کہ پہلے اسے ہوش میں لاؤں اور پھر اسی سے اصل صورتِ حال معلوم کروں۔''

ولی مجھے ہمزاد سمجھ کر مارنے کا اپنا ارادہ بدل کر چشمے کی طرف بڑھا تا کہ پانی لا کر میرے چہرے پر چھڑکے اور مجھے ہوش میں لانے کی کوشش کرے۔ پانی کے لیے بین کی ٹوٹی ہوئی ''تونبی'' نے پیالی کا کام کیا۔ اس نے تونبی میں پانی بھرا اور اسے لوٹنے لگا۔ میں پھر بھی حواس میں نہ تھی۔ ولی نے سوچا کہ جب میں ہوش میں آؤں گی اور خود کو یوں برہنہ دیکھوں گی تو شرما جاؤں گی اور اس پر خفا بھی ہوں گی۔ یہ سوچ کر وہ چشمے کے کنارے اِدھر اُدھر میرے کپڑے تلاش کرنے لگا۔ اس تلاش میں وہ کچھ دور نکل گیا مگر لباس کا کوئی سراغ نہ ملا، ملتا بھی کیونکر؟ یہ تو اس کے ساتھ طلسمی چکر چلایا جا رہا تھا۔

[illegible] سنبھالی لیکن اب جو اصل [illegible] اسے نہیں ملی۔ ادھر [illegible] آوازیں بھی دیتا رہا، [illegible]

[illegible] مقام تک پہنچا جہاں [illegible] بوڑھے سپیرے کو چھوڑا تھا۔

[illegible] آسن جمائے بیٹھا تھا۔ ولی نے [illegible] جھنجھوڑ کر ہلایا جلایا تو وہ گر [illegible] مر چکا تھا اور لاش بالکل اکڑی ہوئی تھی۔ قریب ہی گھاس پر سرسراتی ہوئی ایک ناگن اسے دکھائی دی تو اس نے بوڑھے سپیرے کے جسم پر اس کے [illegible] کا نشان ملا جہاں خون کی دو سیاہ بوندیں جم کر خشک ہو گئی تھیں۔

[illegible] کے نشان کو اس سے مس کیا مگر کچھ [illegible] ایسا اسی وقت ہوتا ہے [illegible] اکڑی ہوئی لاش بتاتی تھی کہ وہ [illegible] مر چکا تھا۔

[illegible] زہر مہرہ تلاش کیا تو [illegible] جنگل میں نہ جانے کہاں گر [illegible]

افسوس...... وہ [illegible]

[illegible] واپس ہو کر سدھا سا گر پہنچا۔ وہ ڈر [illegible] کیا منہ لے کر جائے گا؟ مگر گھر پہنچتے ہی یہ جان کر اس کی جان میں جان آئی کہ وہ ایک ہفتے سے بمبئی گئے ہوئے ہیں مگر تھوڑی ہی دیر بعد جب اس کی والدہ نے یہ بھی بتایا کہ بمبئی سے خط آیا تھا اور یہ خبر تھی کہ سدھا کو یعنی مجھے کسی نے اغوا کر لیا ہے تو ولی کے دل کو دھچکا سا لگا۔

''کم بختوں نے اطلاع بھی پندرہ دن کے بعد بھیجی۔'' اس کی ماں بولی۔ ''مجھے تو ایسا لگے ہے کہ انہوں نے خود ہی اسے غائب کروا دیا ہوگا یا کیا پتا زبردستی جائداد

URDU TUBE

اپنے نام لکھوا کر مروا ہی ڈالا ہو۔"

"نہیں اماں! ایسی بدشگونی مت کرو۔" ولی کی زبان سے بے ساختہ نکلا پھر اپنی غلطی محسوس کر کے فوراً زبان دانتوں میں دبالی، مگر غنیمت ہوا کہ اس کی والدہ نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ تاہم بولی۔

"بدشگونی نہیں بیٹا! وہ..... بڑے لالچی ہیں۔ تمہارے ابا کھوج تو نکلوا ہی لیں گے مگر میری پری بٹیا زندہ نہ ملی تو......" یہ کہہ کر وہ زار زار رونے لگی۔ ولی کی ماں مجھے اپنی بیٹیوں کی طرح چاہتی تھی۔ میرا بچپن بھی تو ان کے سامنے بلکہ ان کی اور ان کے شوہر کی گود میں بیتا تھا۔

ولی گوالیار چلا گیا۔ چار [illegible] دن بعد [illegible] سے معلوم ہوا کہ سدھا (میرا) کوئی سراغ نہیں [illegible] صرف اتنا پتا چلا کہ جس ادارے میں سیر ناچ سیکھنے جاتی [illegible] میں...... وہیں سے غائب [illegible] ویسے پولیس تفتیش کر رہی ہے، پھر انہوں نے ولی [illegible] سدھا یقیناً زندہ بھی ہوگی اور [illegible] اس کی محافظ ہیں اور جلد یا بدیر وہ اغوا کنندگان کے [illegible] سے ضرور نکل آئے گی۔

نیل نگری والی بات انہوں نے نہیں پوچھی تھی، شاید سدھا کی پریشانی میں انہیں پوچھنا یاد [illegible] انہیں لکھ دیا کہ اس نے سدھا کو نیل نگری [illegible] تھا مگر وہ ایسی غائب ہوئی کہ پھر سراغ نہ مل سکا [illegible] نہ لکھی تھی کہ شرم آئی البتہ مقام کی پوری نشان [illegible] پھر پتا لگا کہ وہ پولیس کو ساتھ [illegible] نگری گئے ہیں۔ ولی بھی [illegible] خیال کچھ نہ کچھ بنا رہا۔

ایک روز وہ ساگر جانے کے لیے اسٹیشن پہنچا تو [illegible] کہ ایک آدمی اسٹیشن ماسٹر [illegible] کر دینا، پنڈت مہاراج اسی گاڑی [illegible] پر فوراً قبضہ کرلیا جائے اور [illegible] جا کر چتا نہ جلائی جائے۔"

اسٹیشن ماسٹر نے پیغام نوٹ کرلیا اور وعدہ کیا کہ بس پانچ منٹ میں تار پہنچ جائے گا۔ معاملے کی نوعیت کچھ عجیب سی تھی، ولی کو دلچسپی ہوئی۔ اسٹیشن ماسٹر سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اجین میں سانپ کے کاٹنے سے ایک آدمی مرگیا ہے جس کی ارتھی رکوائی گئی ہے اور پنڈت مہاراج اسی کے علاج کے لیے جا رہے ہیں۔

"کیا پنڈت جی کو معلوم ہے کہ وہ آدمی مر چکا ہے؟" ولی نے سوال کیا۔

"ہاں! معلوم ہے جب ہی تو انہوں نے پولیس کو تار دلوایا ہے کہ ارتھی رکوائی جائے۔" وہ بولا پھر ذرا سانس لے کر آگے بولا۔

"یہ پنڈت مہاراج بھی عجیب ہیں۔ آج کل بڑے گھمنڈی ہوگئے ہیں۔ غریبوں کے یہاں نہیں جاتے۔ ابھی چھ سات روز پہلے کی بات ہے، چھوٹو گڑھ کی ایک بھیلنی کو سانپ نے ڈس لیا تھا، میرے پاس تار آیا۔ میں نے بہت خوشامد بھی کی مگر پنڈت مہاراج نے کہا آرام کا وقت ہے، اس [illegible] رات کے.... کیول آٹھ ہی [illegible] بے چاری مرگئی۔"

"شاید کوئی کام رہا ہوگا۔" ولی نے کہا۔

"کیسا کام؟" وہ بولا۔ "رات بھر طوائفوں کا ناچ دیکھتے رہے اور عیاشی کرتے رہے۔"

"اوہ! ایسے آدمی تو نہیں لگتے۔" ولی [illegible]

"تم کیا جانو بابو!" وہ بولا۔ "میرا سالا ان کے بنگلے کا چوکیدار ہے۔ وہ تو ایسے ایسے قصے بتاتا ہے کہ نہ پوچھو۔ پہلے یہ بات نہ تھی۔ پر پیسا ہوگیا اور مان دان بڑھ گیا تو اب کچھ [illegible] رنگ ہے۔ پھر گھمنڈ بھی بہت ہو گیا ہے۔"

"وہ تو پہلے بھی تھا۔" ولی نے اس سے اپنی ایک ملاقات کو یاد کرتے ہوئے [illegible]

[illegible] سو...... اور دیکھ لینا کوئی دن [illegible] کرتوتوں کی ایسی سزا ملے گی کہ [illegible]

[illegible] مُردے پر پنڈت مہاراج کا عمل دیکھنے کا [illegible] سوچ تھا اس لیے ولی نے ساگر کا پروگرام ملتوی کیا اور اجین کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

[illegible] استقبال کیا گیا۔ کوئی بڑا امیر آدمی مرا تھا۔ ولی نے پنڈت کا تعاقب کیا اور اس کی کوٹھی میں پہنچا جہاں لاش تھی۔ پولیس لگی ہوئی تھی اور لوگ گم صم کھڑے پنڈت کا انتظار کر رہے تھے۔ اس آدمی کو مرے ہوئے تین چار گھنٹے گزر چکے تھے۔ پنڈت جی نے لوگوں کو تاکید کی کہ جب وہ آدمی اٹھنے لگے تو فوراً اس کے کپڑوں کو باہر لے جا کر جلا دینا۔ دیر ہرگز نہ کرنا۔

اس کے بعد انہوں نے لوٹے میں پانی، دو روٹیوں کا آٹا، چندا اپلے وغیرہ طلب کیے مطلوبہ سامان آگیا تو پنڈت

URDU TUBE
www.urdutubes.com

بارہ جڑی بوٹیوں کا کمال
بارہ مہینے رکھے خیال
Hashmi
Joshanda
ہاشمی
جوشاندہ
اجزاء بہتر Cure Pure
www.hashmisurma.com
HashmiSince1794

ممی نے کچھ جیتے ہوئے اپنے گرد حصار کھینچا اور اطمینان سے بیٹھ کر آٹا گوندھا۔ دو روٹیاں پکا لیں اور توے سے اتار کر توڑ توڑ کر کھانا شروع کیں۔ ابھی پہلا نوالہ ہی کھایا ہوگا کہ مردے نے جھرجھری سی لی اور پھر ولی کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب وہ کپڑا پھینک کر بالکل برہنہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ حصار کے گرد چکر کاٹنے لگا۔ کچھ لوگ خوف زدہ ہو کر باہر بھاگ گئے اور کچھ تماشا دیکھنے میں محو رہے۔

مارگزیدہ ان سب سے بے نیاز صرف پنڈت سے مخاطب تھا اور ہاتھ پھیلا کر اور گھگیا کر صرف یہی فقرہ دہراتا کر..... "ایک ٹکڑا ہمیں بھی دے دے....."

پنڈت سر نیچے کیے کھانے میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ اس نے آخری نوالہ بھی ختم کر لیا اور پانی پینے کے لیے پیتل کی لٹیا اٹھائی تو مارگزیدہ پھر جا کر اپنی جگہ پر لیٹ چکا تھا۔

پنڈت حصار سے باہر آیا۔ ہنسا اور بولا۔ "بھگوان کی مرضی یہی تھی تو تم اسے یم دیو کے چنگل سے کیسے چھڑا لیتے اسی لیے اتنے آدمی کھڑے ہیں، کسی کو بھی کپڑے سے جلانے کا دھیان نہ آیا۔"

ولی نے سوچا، ابھی میں بھی آزما دیکھوں مگر سابقہ تجربے کی ناکامی نے اس کے ارادے کو متزلزل کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں مرنے والے کے ہاتھ پر نگاہ پڑی تو ولی نے دیکھا کہ اس کی جیون ریکھا اسی عمر پر ختم ہو گئی ہے۔ اس لیے جرأت نہ کی۔

یہی وجہ تھی کہ وہ اب تک پنڈت سے خاصا دور دور ہی رہا تھا مگر اس کے کمال فن سے مرعوب ہو کر یہ بھی چاہ رہا تھا کہ اس سے گفتگو کرے اور تحسین کے دو چار جملے بھی نذر کرے۔ اسی خیال سے واپسی میں ولی نے بھی فرسٹ کلاس ہی کا ٹکٹ لیا۔

پنڈت مہاراج ...... ہمیشہ سرکاری خرچ پر اسی کلاس میں سفر کرتا۔ اتفاق سے ڈبے میں صرف وہ دو ہی مسافر تھے یا پنڈت کے دو تین کارپرداز۔

ولی نے پنڈت سے کلام کرنا چاہا مگر اس نے انتہائی حقارت اور بدتمیزی سے منہ پھیر لیا۔ بلکہ اپنے نوکر کے ذریعے یہ تک کہلوایا کہ ...... یہ اس سے بات کرنے کے لائق نہیں ہے اور باتیں ہی کرنے کا شوق ہے تو تھرڈ کلاس میں چلا جائے، وغیرہ وغیرہ۔ اس کی بات پر ولی خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا مگر کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ لوگ چار پانچ تھے اور ولی اکیلا لیکن غصہ اپنی جگہ تھا۔ اس لیے وہاں بیٹھنا سخت ناگوار گزر رہا تھا۔

☆☆☆

سپاہیوں کا دستہ ناکام واپس لوٹا تھا۔ ریتا کی تلاش میں دو دن جنگلوں کی خاک چھانتے رہے تھے۔ جب وہ بے نیل و مرام راج محل لوٹے تو مجو بائی کا چہرہ مارے طیش کے سرخ ہو گیا تھا۔

"میں تم سب کو بندی خانے میں لے جا کر شکنجے میں جکڑوا دوں گی۔" وہ ان کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے غضب ناک لہجے میں بولی۔ "تم سب حرام خور ہو۔ راج محل میں عیش کرتے ہو اور مجھے آ کر ناکامی کا مژدہ سناتے ہو۔ یاد رکھو تم سب... جب تک میں اس نیلی آنکھوں والی ناگن (ریتا) کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک نہ کر ڈالوں میرے دل کو تسلی نہیں ملے گی۔ تم سب مرتے رہو گے باری باری میرے ہاتھوں۔ جاؤ اور اسے کسی بھی طرح ڈھونڈ کر میرے پاس لاؤ ورنہ اپنی خیر مناؤ۔ دفع ہو جاؤ حرام خورو....." وہ بری طرح سیخ پا ہو رہی تھی۔

ریتا کی تلاش میں بھیجا جانے والا یہ دستہ پہلے پانچ سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ اب اس کی تعداد بڑھا کر بارہ کر دی گئی تھی اور اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا کہ وہ الگ الگ ریتا کو تلاش کر سکیں۔

انھیں روانہ کرنے کے بعد مجو بائی اپنی شاہانہ اور درباری نشست پر بیٹھی تھوڑی دیر تک غصے سے پھنکتی رہی۔ اس کا بیٹا ایش کمار بھی ماں کی ساتھ والی نشست پر تمکنت کے ساتھ براجمان تھا۔ ابھی اس نے اپنی ماں (مجو بائی) کی طرح اپنے اندر کا غیظ و غضب رابرٹ کی بہن کارشیا کو اذیت ناک موت سے ہمکنار کر کے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی تھی کیونکہ اب بھی اس کے سینے میں انتقام کی آتش سرد نہیں ہوئی تھی۔ جبکہ پھورام کی بھی اسی انداز کی سزا کو اس نے یقین تک جانا تھا۔ لیکن جانتا تھا کہ پھورام کی سزا کا سوبجا کی گمشدگی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس کی ماں نے اسے "باغی" کے الزام کے شکنجے میں جکڑوا کر ہلاک کروایا تھا، وہ اپنی ماں کے اس شرمناک "راز" سے واقف تھا مگر خاموش تھا۔

ریتا اسے پہلے جتنی اچھی لگا کرتی تھی، اب اتنی ہی ایش کمار کو اس سے نفرت ہو چکی تھی۔ وجہ وہی تھی کہ وہ ...... رابرٹ کی بہن (کزن) تھی۔ اسے بھی ماں کی طرح اس بات پر سخت طیش تھا کہ ان لوگوں نے مہمان بن کر راج محل میں سیندھ لگائی تھی اور یہ سب یعنی گارشیا، رابرٹ اور ریتا، کسی نہ کسی حوالے سے سوبجا کو رابرٹ کے ساتھ ورغلا

URDU TUBE

کر بھگانے میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شریک کار تھے، جو ظاہر ہے اس کی غلط فہمی ہی تھی۔ رابرٹ اپنے ان کالے کرتوتوں کا خود ذمے دار تھا، نہ کہ گارشا یا ریتا۔ بہرکیف...... یہ مکافاتِ عمل تھا، قسمت کسی مجرم کو کسی اور طرح بھی سزا و جزا کی گرفت میں لانے کا سبب بنتی ہی رہتی ہے۔

یوں ریتا کی نئے سرے سے تلاش کے لیے اِنش کمار نے اس بار سپاہیوں کی تعداد بڑھا دی تھی، بلکہ اس بار کچھ جاسوس بھی سوجنا اور رابرٹ کی تلاش میں روانہ کردیے گئے تھے۔

نجو بائی اور اس کے بیٹے اِنش کمار کے تخت نشین ہوتے ہی راج محل کی داخلی سیاست بھی تیزی کے ساتھ بدلنے لگی تھی۔ خود نجو بائی نے اپنا وتیرہ بدل لیا تھا۔ اس نے دکھیاری کا روپ اتار کر نوچ پھینکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ مسند آرا ہونے کے بعد یہ روپ اس کے کمزور پہلو کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ لہٰذا وہ اب ایک دبنگ اور پرحکمت مہارانی کا روپ اختیار کرچکی تھی۔ وہی زرق برق شاہانہ لباس، پرحکمت انداز، شان و شوکت والی پوشاک اوڑھ لی تھی۔

راجا پرتاب کمار کی ناگہانی موت کے بعد راج محل میں ایک نامعلوم سی سراسیمگی کی فضا طاری ہوگئی تھی کیونکہ نجو رام المعروف بچھو رام اور گارشا وغیرہ کا حشر دیکھ کر وہ لوگ نجو بائی سے خوف زدہ سے ہوگئے تھے جنہیں راجا پرتاب کمار کے قریبی بہی خواہوں کا درجہ حاصل رہا تھا۔ ان میں پیش پیش سترام داس بھی تھا جو پہلے مہاراجا چندر گپتا اور بعد میں اس کے بیٹے راجا پرتاب کمار کا مشیر خاص رہا تھا۔ سالارِ فوج سورج سنگھ یوں بھی نجو بائی کا دم بھرتا تھا۔

ناگرہ کے تخت پر سریر آرا ہوتے ہی نجو بائی نے سوچ رکھا تھا کہ ان سارے باغیوں کو نہیں چھوڑے گی جن پر راجا پرتاب کی وفاداری کے حوالے سے ذرا سی بھی چھاپ تھی لیکن پھر اس نے سوچا کہ اس طرح کی محض وفاداری اکثر ضرورت کے تحت ہوتی ہے۔ جب راجا پرتاب ہی نہیں رہا تو وفاداری کیسی! نجو بائی نے یہاں غیظ و غضب کے بجائے ذرا معاملہ فہمی اور مکاری سے کام لینے کا فیصلہ کیا، کیونکہ اب اس کی اور اس کے بیٹے اِنش کمار کی راہ میں کوئی کانٹا کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی تھی۔ حکومت چلانے کے لیے اسے سیاست سے بھی کام لینا تھا۔ لہٰذا اس نے ایسا ہی کیا۔ اس نے ان مذکورہ لوگوں کا عہدہ بڑھا دیا، انہیں ترقی دی اور اپنی مشاورت کمیٹی میں سترام داس کا بھی وہی منصب برقرار رکھا جو اسے راجا پرتاب کمار نے تفویض کر رکھا تھا۔

نجو بائی کی حکمت اور تقدیر کے ہاتھوں ملی ہوئی یہ "حادثاتی" بازی، اس کی مسند کو چار چاند لگا گئی۔ اس نے بیٹے کو بھی یہی نصیحت کی کہ وہ سب کے ساتھ اچھا سلوک رکھے۔ کیونکہ ابھی ان کی ایک اہم کمزوری ایسی تھی جو ان ماں بیٹے کی طاقت اور شان و شوکت کو ضرب لگاتی تھی اور وہ کمزوری تھی ان کی بیٹی کا راج محل سے بھاگ جانا، جسے انہوں نے اب تک "اغوا" کا نام دے رکھا تھا۔

سوجنا کی تلاش کے سلسلے میں دونوں ماں بیٹا رات کو سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ ایسا وہ پہلے بھی کرچکے تھے، مگر ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ سوجنا کی تلاش میں آخر کون سا قدم اٹھائیں؟ تاہم اِنش کمار نے اپنی بہن کی "گمشدگی" پر بالآخر ایک فیصلہ کرلیا تھا، مگر وہ جانتا تھا کہ اس کی ماں مشکل سے ہی اس کے فیصلے سے اتفاق کرے گی۔

"ماتاجی! ہمیں سوجنا دیدی کو اب بھولنا ہوگا ہمیشہ کے لیے......" بالآخر اس نے کہا۔

"کیا......؟ یہ کیا کہہ رہے ہو تم اِنش؟ ہوش میں تو ہو تم......؟" نجو بائی نے ایک دم تڑپ کر بیٹے کی طرف دیکھ کر تیز لہجے میں کہا۔

"ہاں ماتاجی!" اِنش کمار بھی جیسے آج ماں کو ہم خیال بنانے کا تہیہ کیے بیٹھا تھا۔ آگے بولا۔ "یہ داغ صرف اسی صورت میں دھل سکتا ہے ماتاجی کہ ہم کہیں سوجنا کو دشمن اغوا کرکے لے گئے تھے، انہوں نے اسے مار ڈالا ہے اور وہ خود بھی ہمارے سپاہیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوچکے ہیں۔"

بیٹے کی بات سن کر نجو بائی کے دل پر ایک گھونسا لگا۔ بیٹی کی جدائی نے پہلے ہی اسے ادھ موا کر رکھا تھا اور اب اس کا اپنا بیٹا اس کے پاس ہوتے ہوئے اس کے دل کو ایک اور وار لگا رہا تھا۔

"اِنش! کہیں اقتدار کی مسند نے تمہارا دماغ تو نہیں خراب کردیا ہے جو تم ایسی بہکی بہکی باتیں کررہے ہو؟ حکومت کے نشے نے کہیں تمہارا خون تو سفید نہیں کردیا؟"

"ماتاجی! ہم لوگوں سے حقیقت چھپا سکتے ہیں مگر خود کو دھوکا دینا ہمارے لیے خطرناک ہوگا۔ آپ جذبات سے سوچیں گی تو راج محل کے چمکتے ہوئے کلس ماند پڑ جائیں گے۔" اِنش کمار اسی سنجیدگی سے بولا۔

نجو بائی نے پہلی بار غور سے اپنی آنکھیں سکیڑ کر اِنش کمار کے چہرے کو دیکھا۔ اس کی گھاگ نگاہوں نے فوراً تاڑ لیا کہ معاملہ کچھ اور ہی تھا۔ اسے بھانپنے کے لیے اس نے بھی ذرا دیر کے لیے جذباتیت کو ایک جانب رکھا اور پھر بولی۔

"اگر ہم راج محل کی شان اور اپنے خاندان کی آن بچانے کی خاطر یہ بھی مشہور کروا دیتے ہیں تو کیا لوگ پھر یہ باتیں نہیں بنائیں گے کہ کیا راج محل کی دیواریں اتنی ہی کمزور ہیں کہ گھر کے ایک اہم فرد کو اغوا کر لیا گیا؟ اگر ایسا ہے تو پھر راج محل ریاست کے لوگوں کی کیا رکھوالی کی ضمانت دے گا بھلا؟"

"میں آپ کو اس کا طریقہ بتاتا ہوں۔"

"کیسا طریقہ؟"

"ماتاجی! سوبجنا میری بھی تو بہن تھی۔ مجھے اس کے یوں چلے جانے کا دکھ ہے لیکن حقیقت کیا ہے ماتاجی کہ سوبجنا کو اغوا نہیں کیا گیا بلکہ وہ خود اس [illegible] رابرٹ کے ساتھ بھاگی ہے۔"

"تم کیا سمجھتے ہو، مجھے اس بات کا اندازہ نہیں ہے؟" مہارانی نجوبائی بولی۔

"تو پھر آخر خود کو کیوں دھوکا دے رہی ہیں" ایش بولا۔ "سوبجنا بھی [illegible] ہوتے ہوئے بھاگ گئی ہے اور [illegible]"

"میں اب بھی تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھ پا رہی ہوں۔" نجوبائی نے کہا۔

"ماتاجی! آپ کل یہ اعلان کر دیں کہ راج محل کے جاسوسوں نے سوبجنا کا سراغ لگا لیا ہے [illegible] اغوا کیا گیا، جو درحقیقت آنجہانی راجا پرتاب کمار کے دشمن تھے، جن میں ان کی منظور نظر رینا بھی شامل [illegible] ہی ہے ماتاجی کہ ان کے [illegible] لوگ بھی [illegible] نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس طرح [illegible] ہوجائے گا، ورنہ ریاست میں سوبجنا کے حوالے سے باتیں بنتی رہیں گی اور قصے گھڑے جاتے رہیں گے۔" ایش کمار اتنا کہہ کر چپ ہو رہا۔

مہارانی نجوبائی اپنے بیٹے ایش کمار کی بات سن کر ایک غم زدہ سی عجیب حیرت کا شکار ہو گئی۔ وہ اسے یک ٹک دیکھتی چلی گئی۔

"کہاں سے اس نے یہ عقل کی باتیں کرنا سیکھی ہیں؟" نجوبائی نے پہلے کے پہل خود سے سوال کیا۔ "میں تو اسے اب تک ایک نوعمر اور لاابالی سا بالک سمجھتی آئی تھی۔ میں تو خود اسے ریاستی امور کی اونچ نیچ سکھایا اور سمجھایا کرتی تھی، اسے تو راج اور ریاست سے بس اسی حد تک دلچسپی رہتی تھی کہ عیش و عشرت اور خود میں مگن رہتا، تو پھر...... تو پھر آج یہ ایک ہی دن میں اتنا بڑا کیسے ہو گیا کہ مجھے سکھانے لگا؟"

"نجوبائی! حالات کی مار اسی کا تو نام ہے۔ سر پہ پڑتی ہے تو بے پرواؤں کو کیا، بے عقلوں کو بھی عقل آجایا کرتی ہے۔ تیرے بیٹے کی رگوں میں تو پھر بھی ایک مہاراجا کا خون دوڑ رہا ہے، اس میں بھلا اتنا حیران ہونے کی کیا بات ہے؟" کسی نے اندر سے آواز لگائی۔

"کیا سوچنے لگیں ماتاجی آپ......؟" ماں کو یک ٹک اپنی جانب گھورتے پا کر ایش کمار نے آواز کا ٹہوکا دیا۔

"آں...... ہاں!" وہ جیسے چونکی۔ پھر ایک لمحے کو نجوبائی کو یوں لگا جیسے وہ ابھی بیٹے کے سامنے ڈھے جائے گی [illegible] ٹوٹ کے ڈھے جانے اور ہار ماننے [illegible] تب ہی پھر ایک دم اس کے اندر کی [illegible] مہارانی اور ایک ماں نے سر اٹھایا۔ وہ اپنی نشست سے [illegible] اور دیوار کی جانب اپنا چہرہ پھیر [illegible] سپاٹ لہجے میں بیٹے سے کہا۔ "ایش کمار...! اپنے کمرے میں جاؤ۔"

ایش کمار کو اپنی سماعتوں پہ یقین نہیں آیا۔

"ماتاجی...... کیا مطلب؟ کک...... کیا...... آپ......" اس نے کہنا چاہا مگر ماں کے دوبارہ اور اس بار برہم ہو کے تحکمانہ انداز میں [illegible] کر کہنے پر تھوڑا گھبرا گیا۔

"سنا نہیں ایش! اپنے کمرے میں جاؤ......"

ایش کمار وہاں سے چلا گیا۔

بیٹے کے کمرے سے جاتے ہی نجوبائی واپس اپنی [illegible] انداز میں بیٹھ گئی۔ اس کے سینے [illegible] اشک رواں کی نہری بن کر [illegible] اس نے یک دم خود کو سنبھالنا پڑا۔

"نہیں نجوبائی نہیں۔ اب آنسو مت بہانا، بہت [illegible] اب راج کے سنگھاسن پر تم براجمان ہو [illegible] اس پر مضبوط ہو کر بیٹھنا ہے۔ پورے دبدبے کے ساتھ [illegible] کمزور نہیں کرو گی تم۔"

اس نے جلدی سے خود کو سنبھال لیا اور اسی وقت...... مشیر خاص ستر ام داس کو طلب کر لیا۔

وہ جانتی تھی کہ سوبجنا کے گمبھیر معاملے اور اس کی تلاش سے متعلق ستر ام داس سے زیادہ بہتر مشورہ اور کوئی نہیں دے سکتا تھا۔

☆☆☆

ایش کمار، ماں کے اس طرح کہنے پر اپنے لیے ایک

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutube.com

دھتکار سمجھتا تھا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ اس کے دل و دماغ کی حالت ابتر ہو رہی تھی۔ اسے ماں کے رویے پر حیرت تو تھی لیکن اسے یہ ناگوار بھی گزر رہا تھا کہ ماں اس کی بات کا مطلب ہی نہیں بلکہ اس کی افادیت کا بھی اندازہ کر چکی تھی اور پھر بھی اس نے اس موضوع پر مزید بات کرنے سے اجتناب برت لیا تھا۔ اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ اب سوجنا والے نازک اور سنگین مسئلے پر کم از کم اس سے آئندہ کوئی گفتگو یا بات کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔

"کیوں؟"

ٹہلتے ٹہلتے اس کے منہ سے بے اختیار نکلا اور ٹہلنے کے دوران میں ہی وہ اسی طرح خود کلامی سے بڑبڑاتا بھی جا رہا تھا۔

"کیا ماتاجی، بیٹی کی محبت میں اس طرح کرنے پر مجبور تھیں یا کوئی اور بات تھی؟ بھلا اور کوئی بات ہو سکتی ہے کہ وہ ایک ماں بھی ہے اور ماؤں کو بیٹیوں سے زیادہ دلی اور جذباتی لگاؤ ہوتا ہے لیکن راج...... اس کا کون ذمے دار ہوگا؟ ریاست میں لوگ باتیں بنائیں گے، خوف سے منہ پر نہیں تو، راج محل کا مذاق اڑاتے ہوئے ہماری غیرت کو پیٹھ پیچھے للکاریں گے۔"

اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔ وہ مردانہ غیرت کا شکار ہو رہا تھا۔ سوجنا اس کی بہن تھی، اغوا ہوئی یا بھاگ جاتی، اس سے اب کیا فرق پڑنے والا تھا؟ اس نے سوچا اس کے مر جانا ظاہر کرنا ہی بہتر تھا۔ اب وہ سمجھ گیا کہ ماں نے اس کے مشورے کو سمجھنے کے باوجود کیوں ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ مر جانے کا مطلب تھا سوجنا کی واپسی ممنوع ہو جاتی۔ ماں اپنی بیٹی کی تلاش اور واپسی سے نا امید نہیں تھی۔ جیتے جی بیٹی کو مار دیتی تو راج محل کے ہی نہیں بلکہ اس ریاست کے دروازے بھی اس کے لیے بند ہو جاتے۔

"کیا کرنا چاہیے مجھے؟ میں غیرت کی اس آگ میں زیادہ دیر نہیں سلگ سکتا۔" وہ ٹہلتے ٹہلتے اچانک رک گیا۔ ایک خیال برق کی طرح اس کے ذہن میں کوندا۔ بات سنگین تھی مگر اس کی نظر میں یہی ایک حل تھا کہ سوجنا سے متعلق قصہ بہت نازک تھا۔ یہ معاملہ جس قدر طول پکڑتا اسی قدر راج محل کی بدنامی میں اضافہ ہوتا۔ ایش کمار راج کے سنگھاسن پر براجمان ہوا تو اس کی سوچیں بھی از خود فطری طور پر اقتدار پرستی کا خاصہ ہونے لگیں۔ تب جذبات، احساسات حتیٰ کہ رشتے سب ہیچ ہونے لگتے ہیں کہ اقتدار کا اپنا ایک نشہ ہوتا ہے۔

جو خیال اس کے ذہن میں بجلی کی طرح کوندا تھا، ایش کمار کو اسی میں "مکتی" نظر آرہی تھی، لیکن یہ حقیقت بھی وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کی راہ میں اس کی اپنی ماں بھی رکاوٹ بن سکتی تھی۔ مگر ایش کمار کو اس کی پروا نہ تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ماں اس کا اس وقت تک کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی جب تک کہ اسے "ماں کا راز" معلوم تھا، مگر ماں کے رازداں "بچھورام" کو تو ماں نے مروا ڈالا تھا۔ اب کون تھا؟

"میں جو ہوں، کیا ماتاجی میرا بھی انکار کریں گی؟"

اس نے دل میں سوچا مگر پھر بھی بچھورام جیسے رازداں کی اسے بھی ضرورت تھی۔

حقیقت یہی تھی کہ بچھورام والے معاملے پر ایش کمار کا بھی دل اپنی ماں سے خراب ہو چکا تھا۔ بہن کے بعد ماں کے سلسلے میں بھی ایش کمار "مردانہ غیرت" کا شکار تھا مگر اسے جس رازداں کی ضرورت تھی، وہ رازداں کیسے اور کہاں سے ملے گا؟

اچانک اس کے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ اس نے بچھورام کی جاسوسی کرنے کے دوران میں اکثر اس کے ساتھ ایک آدمی کو دیکھا تھا۔ ایش کمار اسے جانتا تھا۔ اس لیے فوراً اسے اپنے کمرے میں طلب کر لیا۔

ذرا دیر بعد جو آدمی لرزتا کانپتا ہوا اس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا، وہ بچھورام کا دستِ راست اور رازداں آتما شکلا تھا...... وہ اس باریابی پر خوف زدہ اس لیے تھا کہ یہ بھی جانتا تھا کہ بچھورام کے حوالے سے کہیں اس کی بھی کوئی شامت نہ آ گئی ہو مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے بچھورام کا دوسرا روپ بنایا جانے والا تھا......

کوئی نہیں جانتا تھا کہ ناگرہ کی نئی فضائیں اور راج محل کی سیاست ماں بیٹے کے درمیان سرد جنگ کی ایک نئی چنگاری کو جنم دینے والی ہیں۔

☆☆☆

راج محل کی سیاست اور ریاست ناگرہ کی فضا بدلتے دیکھ کر ستم خوردہ بچھورام کا دستِ راست آتما شکلا...... ایک انجانے خوف کا شکار ہو گیا تھا۔ اگرچہ بچھورام کی لرزہ خیز ہلاکت کو بظاہر یہی نام دیا گیا تھا کہ وہ دشمنوں کا جاسوس اور ایک باغی تھا مگر اس کے درپردہ اصل حقیقت سے صرف دو ہی افراد آگاہ تھے۔ ایک خود آتما شکلا جو بچھورام کا دایاں بازو تھا، دوسرا راجکمار ایش تھا۔ (اگرچہ آتما شکلا کو بھی یہ علم نہ تھا کہ ایش کمار بھی اپنی آنکھوں سے اس شرمناک راز سے آگاہی حاصل کر چکا تھا۔)

صرف یہی مذکورہ دو افراد ایسے تھے جو جانتے تھے

کہ بچھورام کو دشمن جاسوس یا باغی کی حیثیت سے نہیں بلکہ مہارانی نجوبائی نے اسے بے دردی سے قتل کروا کے اس کے خون سے اپنے مکروہ چہرے کی کالک دھوئی ہے جو وہ خلوتوں میں اس کے ساتھ اپنے منہ پر ملتی رہی تھی۔

ورنہ آتماشکلہ جانتا تھا کہ بچھورام، نجوبائی کا کس قدر خیر خواہ اور مددگار تھا لیکن تقدیر نے عجب چال چلی کہ گوشۂ تنہائی میں ایک ودھوا کی حیثیت سے خود کو محدود کرنے والی نجوبائی مہارانی بن کر ایک بار پھر مسند آرا ہوگئی تھی۔ اب اسے بچھورام کی ضرورت نہیں رہی تھی، وہ یوں بھی اس سے دلی طور پر خائف تھی۔ مادہ [illegible] (بچھورام) کو نگل گئی تھی۔

آتماشکلہ کو اپنا ڈر رہا۔ تا ہم اسے [illegible] بچھورام نے اس کے اور اپنے [illegible] مہارانی نجوبائی سے [illegible] راز میں ہی رکھا ہوگا۔

کچھ دن بہ خیروعافیت بیت گئے [illegible] اب بچھورام کا کردار اسے نبھانے میں [illegible] اور نقصانات ہو سکتے تھے۔ سوچنے پر اسے نقصان سے برابر البتہ فائدے بہت دکھائی دینے لگے۔

پہلا فائدہ تو یہ تھا کہ بچھورام کے توسط سے دیوان شیوداس بھونکر تک اس کی رسائی ہوگئی تھی۔ وہ بچھورام کے تعلقات کا ذکر کرکے ایک طرف شیوداس بھونکر اور دوسری جانب فرنگیوں سے فائدے اٹھا سکتا تھا۔ کیونکہ آتماشکلہ کو بھی [illegible] جیسا کہ مذکور ہو چکا وہ راج محل [illegible] معمولی ملازم تھا مگر بچھورام نے اسے [illegible] کی حیثیت بدل ڈالی تھی۔ تاہم شاید وہ بچھورام کا دردناک انجام بھول رہا تھا۔ اس وقت اس پر [illegible] سوار ہو چکا تھا۔

یہی سبب تھا کہ وہ [illegible] شیوداس بھونکر سے ملاقات کرے اور بچھورام [illegible] اپنا تعارف کراتے ہوئے راج محل اور ناگرہ کی نئی سیاسی فضا اور حالات سے آگاہ کرے۔ نیز بچھورام کی ہلاکت کے بارے میں بھی بتائے۔ یقیناً یہ خبر شیوداس بھونکر سمیت فرنگی آقاؤں کے لیے بھی اہم ہو سکتی ہے۔

یہ سوچ کر اس کا دل لالچ اور خوشی کے مارے بلیوں اچھلنے لگا۔ اسے ایک بہت بڑا منصب اور عہدہ بھی ملنے کی توقع تھی۔

وہ ابھی ناگرہ سے خاموشی کے ساتھ کوچ کرنے کی تیاری میں تھا کہ اچانک اس کا بلاوا آگیا۔ اس کی تو روح فنا ہوگئی۔ تاہم وہ ڈرتا کانپتا ہوا راجکمار ایش کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس کی حالت مارے خوف کے غیر ہو رہی تھی لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے جو سوچ رہا تھا وہی اس کے سامنے آنے والا تھا۔

تاریخ گواہ ہے کہ شاہی خاندانوں، راجوں مہاراجوں میں غلاموں اور معمولی نوکروں کا درون خانہ بڑا کردار رہا ہے۔ ایسا ہی ایک کردار بچھورام کے بعد اب آتماشکلہ کے حصے میں آنے والا تھا۔ فرق یہ تھا بچھورام، [illegible] ...... راجکمار ایش کا....

☆☆☆

[illegible] ریتا نے محاورتاً نہیں بلکہ [illegible] اس کی ذات پہلے ہی شوکی کی [illegible] اس کا دل و دماغ بھی جیسے کہیں [illegible]

[illegible] پراسرار ہیولا ریتا کو اپنے ٹرانس میں لے کر جس جگہ پہنچا تھا، وہ بھی ”شکیر گھاٹی“ کا حصہ ہی تھی اور اس گھاٹ سے قدرے گہرائی میں جہاں قدرتی پہاڑی [illegible] تھی۔ وہاں ایک سرکنڈوں [illegible] جس کا داخلی راستہ کھلا تھا۔ [illegible] وہاں تیل کے دیے کی روشنی پھیلی [illegible] ریتا کو اپنے عقب میں لیے [illegible] داخلی دروازے کے باہر ہی [illegible] نے کچھ پڑھ کر ہاتھ کا [illegible] گم صم سی ریتا ایک دم اپنے [illegible]

[illegible] جگہ پر کھڑا دیکھ کر ڈر سی گئی۔ [illegible] آنکھوں کے سامنے سے اوجھل [illegible] ذہن پر زور دیا۔ اسے یاد آگیا کہ وہ تو راکاشی قبیلے کے روحانی پیشوا بوڑھے خافر کی نصیحت کے مطابق شکیر گھاٹی کی...... ایک محفوظ گپھا میں تھی، یہاں کیسے آگئی؟ اور ...... اور یہ کیا......؟ یہ سامنے چھوٹی سی کٹیا، اندر قبر، اس کے سرہانے جلتا دیا...... ”اوہ گاڈ! یہ کیا اسرار ہے؟“

یہ سب سوچ کر وہ پھر ہراساں ہوگئی، اس کے سان گمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی پراسرار نادیدہ سا ہیولا اسے یہاں تک لا کر غائب ہو گیا تھا لیکن جلد ہی اسے اپنے قریب، بہت

URDU TUBE

ماہنامہ

سرگزشت

کا ایک اور
معرکتہ الآرا خاص شمارہ

خود ساز نمبر

جن کی جگمگاتی زندگی میں بھی اندھیرا تھا

جن کے لیے زندگی کی سزا آگہی، فنا تھی ان کا مقدر تھے

ان معروف شخصیات کا احوال

جنہوں نے اپنی زندگی خود تعمیر کی، زندگی کی مشکلات کو زور بازو
سے پرے دھکیلا اور آج لاکھوں کروڑوں میں کھیل رہے ہیں

بہت جلد یہ خاص شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا

ایک ایسا شمارہ جسے آپ اپنی لائبریری میں محفوظ رکھیں گے
آج ہی نزدیکی بک اسٹال پر اپنی کاپی مختص کرالیں

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutube.com

قریب کوئی سرسراہٹ سی سنائی دی۔ یوں، جیسے کوئی دبے پاؤں اس کے قریب آرہا ہو۔ وہ ابھی پلٹ کر اپنے عقب میں دیکھنے والی تھی کہ اچانک ایک آواز جسے سرگوشی سے تشبیہ دی جاسکتی تھی، اس کی تھکی ہوئی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"تمہیں اپنے محبوب کی تلاش ہے نا...... جاؤ اندر اس کٹیا میں...... قبر کے سرہانے پڑے دیے کو پھونک مار کے بجھا دو۔ یہ کٹیا ہمیشہ کے لیے سرد ہوجائے گی...... ختم ہو جائے گی اور تمہیں تمہارا محبوب مل جائے گا۔"

ریتا اس آواز پر نہ صرف بری طرح چونکی تھی، بلکہ خوف زدہ بھی ہوگئی تھی، اس لیے کہ وہ ... آواز کو ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں آوازوں میں پہچان سکتی تھی۔

یہ آواز اس شیطانی چیلے ... بدری ناتھ کی تھی۔

☆☆☆

پاتال کی منحوس گہرائیوں میں محبوس بدری ... سزا نما تپسیا اس سے پوری ہوگئی جب اسے ایک ... آواز سنائی دی۔

"جاؤ اٹھو، تمہاری سزا مکمل ہونے کا ... آن پہنچا ہے۔ کالی دیوی کے پوتر استھان کا دوبارہ ... کرنے کا موقع تمہیں مل رہا ہے۔ اسی وقت ... کی ... جاؤ اور وہاں ناگ وش دیوتا کے ایک ... کشتری ناگ کی زندگی بچاؤ...... اور......"

بدری ناتھ سنتا رہا اور ... نہال تھا۔

"مجھے بھاؤنا مل گئی، مجھے ... اب میں اپنے سب سے بڑے دشمنوں ... اس گوری ... اور اس کے یار سلے.. شوکت حسین (شوکی) ...

اسی وقت اس نے خود کو ... جیسے وہ باہر کی دنیا میں آگیا مگر ... کر ... گزر گیا۔ اس کی ہیت کذائی ... دیکھ ... حالت ...

"ہی ہی...... یہ کیا انت ہوگیا میرے ساتھ؟" ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ وہی پاتال کی منحوس اور شیطانی گہرائیوں کی آواز اس کے کان میں پڑی۔

"جب تم شنکھیر گھاٹی جا کر اس گوری کو ترائی میں بنی اس کٹیا کی قبر کا دیا بجھانے کا کہو گے اور اس نے تمہاری بات مان لی تو تم اپنی اصلی حالت میں آجاؤ گے۔ وقت ضائع مت کرو۔"

بدری ناتھ نے فوراً شنکھیر گھاٹی کا قصد کیا اور وہاں پہنچا تو اس نے جس گوری کو وہاں دیکھا تو چونک پڑا۔ وہ ریتا تھی۔ تب ہی اس نے سوچا طاغوتی قوت خود اس کے دشمنوں کو ختم کرنے کی راہنمائی کررہی ہے۔ تاہم اسے تاکید کی گئی تھی کہ وہ ایک حد تک اپنی شیطانی طاقت جو اسے عارضی طور پر دی گئی تھی، یعنی ریتا کو عمل تنویم میں لا کر اسے اس شنکھیر گھاٹی کی ترائی میں لے جائے اور اسے اس مڑھی تک پہنچانے کے بعد اسے اپنے ٹرانس سے آزاد کرنا ضروری ہو گا، تب ہی وہ دیا بجھا سکتی ہے، ورنہ سب بیکار چلا جائے گا۔

لہٰذا بدری ناتھ نے ایسا ہی کیا تھا، مگر یہ دیکھ کر وہ ... نکلتے ہی اس کی آواز پہچان ... سے تامل ہو رہا تھا۔

اس نے دل ... آواز میں کہا۔ "آگے بڑھو۔ ... کی ... کے اندر ... چلی جاؤ۔ جو میں کہہ رہا ہوں ... تمہارا محبوب شوکی اس قبر میں داخل کر دیا ... میں وہ تمہارے سامنے ہنستا ...

... تھی ... وہ بدری ناتھ کی آواز پہچان چکی تھی۔ جانتی تھی کہ وہ کبھی بھی اس کے فائدے کی بات نہیں کر سکتا۔ اس لیے ... میں جانے اور اس دیے کو ... اور جانے کے لیے پلٹی تو...... بدری ناتھ ... اور اس نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے ریتا کو ... لیا۔ وہ ... تھی۔

... بات ... نیچے گہرائیوں میں پھینک ... ریتا خوف زدہ ہو کر بولی۔

... اس دیے کو بجھانے میں میرے ... کی زندگی کو نقصان نہیں پہنچے گا، نہ ہی مجھے۔"

"... وعدہ کرتا ہوں ..." بدری ناتھ کہا۔

... کی قسم کھاؤ ... تم کالی دیوی کے پجاری ہونا؟ اس ... بدری ناتھ کی مشکل آسان ہوگئی۔ ... کشتری ناگ کو بچا کر دوبارہ کالی طاقتیں حاصل کرنا چاہتا تھا اسی لیے براہِ راست اس بات سے کوئی خطرہ نہ تھا۔

اس نے قسم کھائی تو ریتا نے اس کی بات مان لی۔

بدری ناتھ نے اسے پھر مڑھی کے دروازے پر کھڑا کر دیا۔

ریتا آگے بڑھی۔ ابھی وہ مڑھی کے دروازے تک پہنچی ہی تھی کہ اچانک ایک آواز پر چونک گئی۔

یہ چلاتی اور اس کا نام پکارتی ہوئی آواز بھی وہ کبھی نہیں بھلا سکتی تھی۔

☆☆☆

کسی متوقع ''خون ریزی'' کے بغیر بہ ظاہر حالات سنبھل گئے تھے، مگر خطرہ ابھی جوں کا توں موجود تھا۔ یہ پانچوں کیبن کے ایک گوشے تک محدود ہو گئے تھے تاکہ ان درانداز بحری قزاقوں سے دور ہو کر آپس میں آزادی سے بات چیت کر سکیں۔

''ہم پانچ ہیں اور وہ سات...... ان کا مقابلہ کر کے ہمیں ان سے جان چھڑانا ہوگی۔'' کیپٹن جیمس نے کہا۔ اس نے اپنی بیوی ازابیلا کو بھی اس جنگ میں شامل کر لیا تھا جبکہ سب ہی یہ حقیقت جانتے تھے کہ وہ بے چاری ایک سیدھی سادی اور عام سی لڑکی تھی۔

''ہاں!'' شاہ زمان نے اس کی تائید میں کہا۔ ''یہ لوگ مصلحتاً ہم سے دوستی کا ہاتھ بڑھانے پر مجبور ہوئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لیے ایک بڑی مہلت ہے۔''

''یوں دیکھا جائے تو ہم نے بھی یہی کیا ہے۔'' علی بولا۔ ''ان کی دوستی قبول کرنا ہماری مجبوری تھی۔''

''لیکن سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ ہمارا اور ان کا ٹارگٹ ایک ہی ہے۔ ہماری یوں بھی ان سے نبھا کی صورت میں نہیں ہو سکتا۔'' اریبہ نے خیال آرائی کرتے ہوئے گہرے تفکر سے کہا۔ ''یہ ڈاکو ہیں جبکہ ہمارا [illegible] مقصد ہے۔ ابھی تو ان رذیلوں کو یہ علم نہیں کہ اس جہازی [illegible] ہاک میں ہندوستان کا کس قدر بیش قیمت اور نوادراتی [illegible] موجود ہے۔ یہ تو بس انتقاماً ہی ان کے پیچھے لگے ہیں۔''

''آخری فیصلہ میرا ابھی یہی ہے کہ ان پر دھوکے سے وار کیا جائے یا پھر مناسب وقت کا انتظار کیا جائے۔'' کیپٹن جیمس بولا۔

''ان کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ مناسب وقت کے انتظار کا مطلب ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کے مترادف ہوگا۔'' علی نے فوراً کہا۔

''ششش...... کوئی آرہا ہے۔'' اچانک [illegible] انہیں خاموش کرا دیا۔

کسی کے قدموں کی چاپ ابھری تھی اور...... کوئی اسی طرف ہی آرہا تھا لیکن یہ ان کی غلط فہمی ثابت ہوئی...... جب اریبہ اور شاہ زمان نے تھوڑی گردن اونچی کر کے کھڑکی سے باہر جھانکا تو قزاقوں کا ایک ساتھی کیبن کے اس دوسرے گوشے کی جانب دبے پاؤں بڑھا چلا جا رہا تھا جدھر وہ سارے ڈاکو جمع تھے۔

''اوہ...... میرے خدا......!'' اچانک اریبہ کے منہ سے متوحش انداز میں نکلا۔ ''یہ کم بخت جانے کب سے ادھر کہیں چھپا بیٹھا ہماری گفتگو سن رہا تھا۔''

اریبہ کی اس بات نے دھماکے کا کام کیا۔ وہ سب پریشان ہو گئے۔

''یہ تو بہت برا ہو گیا۔'' شاہ زمان بولا اور شکایتی نظروں سے اریبہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''اریبہ! تم نے خزانے کا ذکر کر کے بڑی فاش غلطی کر ڈالی۔ اس نے یقیناً ہماری گفتگو سن لی ہے۔''

اس کی بات پر اریبہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ [illegible]

''[illegible] چھپا بیٹھا ہماری باتیں سن رہا تھا؟'' ازابیلا نے [illegible] کی۔

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ادھر سے گزر رہا ہو؟'' کیپٹن بولا۔

''نہیں۔'' شاہ زمان نے کہتے ہوئے نفی میں سر [illegible] ''ہم نے اس کے آتے ہوئے قدموں کی نہیں بلکہ جاتے ہوئے قدموں کی چاپ سنی ہے اور اسے یہاں سے واپس لوٹتے ہوئے دیکھا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے ان بدذات ڈاکوؤں نے اپنا ایک جاسوس ہماری گفتگو سننے کے لیے ہمارے پیچھے چھوڑ رکھا تھا۔'' علی دانت پیس کر بڑبڑایا۔

''[illegible] اب دیکھنا یہ ہے کہ بہ ظاہر ہماری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھانے والے یہ ڈاکو ہمارے خلاف اگلا قدم کون سا اٹھاتے ہیں۔'' شاہ زمان بولا۔

''تو کیا جب تک وہ [illegible] ہم یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں؟'' اریبہ بولی۔

''میرے کہنے کا مطلب ہے نہیں لیکن......'' شاہ زمان نے کہا مگر اریبہ نے اس کی بات کاٹ دی اور بولی۔

''[illegible] ہم بھی ان سے لانچ میں برابری کی سطح پر بات کی ہے۔ پھر ہم کیوں اس طرح ایک کونے میں دبکے بیٹھے ہیں؟ ہمیں بھی وہی کرنا چاہیے جو انہوں [illegible]''

''یعنی؟'' علی نے سوالیہ نظروں سے اریبہ کی طرف دیکھا۔

''یہی کہ ہم بھی ان کی جاسوسی کریں گے، ان پر نگاہ رکھیں گے اور یہ کام میں کروں گی، تاکہ ان کے عزائم کا پتا چل سکے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ جوش میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میں ابھی جا کر دیکھتی ہوں کہ ہماری مخبری کرنے کے بعد ان کا کیا ردعمل ہوتا ہے۔''

وہ لوگ اریبہ کو روکتے ہی رہ گئے مگر وہ جا چکی

URDU TUBE

تھی۔شاہ زمان کو معلوم تھا کہ اریبہ کتنی دلیر اور خود دار تھی۔ وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اپنی غلطی کا ازالہ کرنا چاہتی ہے اور اب کوئی بھی اسے نہیں روک سکتا تھا۔

اریبہ کے سینے میں واقعی اسی بات کی ہلچل مچی ہوئی تھی۔اس کے منہ سے ایک بڑی خطرناک بات نکل گئی تھی جوان ڈاکوؤں کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔اسے اپنی غلطی کا بھی احساس تھا کہ وہ کس قدر اہم راز کی بات اپنے منہ سے اگل چکی تھی۔

وہ ایک پتلی سی راہداری میں جھکی جھکی چلتی ہوئی دوسرے کیبن کے اس گوشے تک [illegible] باتوں میں مصروف تھے اریبہ [illegible] باتیں سننے لگی۔

''سردار ! میرے کان [illegible] میں نے خود ان کی ایک ساتھی [illegible] اریبہ نے ایک ڈاکو کو [illegible] اور اس کا دل سینے میں جیسے رک [illegible]

''اس خوب صورت لڑکی کو [illegible] باقی ان کے خیالات وہی ہیں جن کا [illegible] پہلے ہی اچھی طرح اندازہ تھا،یعنی وہ ہماری مدد کرنے کے بجائے [illegible] جان چھڑانے کی سوچ رہے ہیں۔''

''ڈلکوئی کو واقعی سننے میں کوئی [illegible] سردار!'' یہ اس کے نائب اور اس کی بیٹی امپارا کے [illegible] والے شوہر چری اپا کی آواز تھی۔ [illegible] ہوگیا تھا کوئی بات ہے کہ وہ [illegible] پر کیوں گامزن ہیں جس پر وہ [illegible] اپنے نائب سردار کی بات [illegible] کو اریبہ نے کہتے سنا۔

''ہاں سردار! مجھے بھی [illegible] کیپٹن (جیمس) نے اسلحے وا[illegible] ساتھیوں کا کیوں دشمن ہونے [illegible] کوشش کی تھی۔''

''ہُم.....'' معاً اریبہ نے سردار آتوما کو ایک طویل ہنکارا بھرتے سنا۔''اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ ہماری بالکل مدد نہیں کریں گے اور ایسی توقع ان سے رکھنا بھی فضول ہی ہے۔ہمیں خود ہی اپنا معاملہ نمٹانا پڑے گا،بلکہ یہ لوگ تو خود ہماری راہ کھوٹی کریں گے۔''

''بالکل سردار! اسی لیے تو کہتا ہوں کہ خاموشی اور دھوکے سے ان کے تینوں مردوں کا خاتمہ کردیا جائے اور ان کی لڑکیوں کو غلام بنالیا جائے۔'' وحشی صفت چری اپا نے سفاکانہ تجویز پیش کی تو اس کی تائید ماسوائے اس کی منگیتر امپارا کے، سبھی نے کی۔وہ اپنے منگیتر چری اپا کو غصے سے گھورتے ہوئے بولی۔

''ان کی عورتوں کو کیوں زندہ چھوڑیں؟ انہیں بھی ہلاک کردیا جائے۔یہ بے وقوفی ہوگی۔وہ اپنے مردوں کا انتقام ہم سے کسی بھی وقت لے سکتی ہیں۔''

''ہم انہیں اپنے جزیرے میں قیدی بنا کر رکھیں گے۔ان سے مشقت لیں گے۔'' چری اپا نے چمکتی آنکھوں [illegible]

[illegible] ''ان کی ایک اور ساتھی لڑکی [illegible] وہ کام کرو جو ہم نے سوچا ہے۔'' [illegible] تھا۔خزانے کا سن کر ان [illegible] ۔اس لیے سب کو ایک ہی [illegible] وقت ان پر چھروں اور نگواروں [illegible] ہتھیار.....تو یوں بھی ہمارے [illegible] ہیں۔''

[illegible] سفاکی اتری ہوئی تھی۔ [illegible] سے دھڑکنے لگا تھا۔وہ ان [illegible] کی باتیں سن رہی تھی۔ [illegible] لوگوں کو سوتے میں ہلاک کر [illegible] کہتے سنا۔''مجھے ان کے [illegible] نظر آرہے ہیں۔پہلے [illegible] اعتماد ظاہر کرتا ہوگا پھر [illegible] دیں گے۔''

[illegible] تیزی کے ساتھ دوبارہ اپنے [illegible] تیزی سے وہ یہاں ان کی [illegible]

جب اس نے اپنے ساتھیوں کو ان ڈاکوؤں کی متوقع سفاکانہ کارروائی کے بارے میں آگاہ کیا تو وہ اریبہ کی دلیری اور بروقت حرکت میں آنے کی داد دیے بنا نہ رہ سکے تھے۔ وہ محتاط ہوگئے۔

پل کے پل غیر یقینی حالات کی سی فضا طاری ہوگئی تھی۔ادھر جب رات سر پر آئی تو انہوں نے دیکھا کہ تین افراد ان کے کیبن میں داخل ہوئے۔

ان پانچوں کے دل تیزی سے دھڑکنے لگے۔علی اور شاہ زمان کی رگوں میں تو پہلے ہی جوشِ غیظ سے لاوا گردش

URDU TUBE

JBD

نسیم حجازی کے شاہکار تاریخی ناول

جہانگیر بکس

آخری معرکہ 550/-

جب سومنات کے درِ دولت کو لوٹنے کی باری آئی تو ہندو راجے اور پجاری سلطان کے قدموں میں گر پڑے اور کہا ہم اس کے وزن کے برابر سونا دینے کیلئے تیار ہیں۔ سلطان یہ سنتے ہی تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر جواب دیا میں بت فروش نہیں بت شکن کہلانا پسند کروں گا۔ نسیم حجازی کی ایک لازوال تحریر

اندھیری رات کے مسافر 475/-

اندلس میں مسلمانوں کی آخری سلطنت غرناطہ کی تباہی کے اسباب اور پس منظر میں عورتوں اور بچوں کی ولولہ انگیز داستان

ثقافت کی تلاش 300/-

پاکستانی ثقافت کا پرچار کرنے والوں پر ایک تحریر جنہوں نے ملک کی اخلاقی و روحانی قدروں کو طبلوں کی تھاپ، گھنگھروؤں کی چھنا چھن کے ساتھ پامال کیا

قیصر و کسریٰ 625/-

ظہورِ اسلام سے قبل عرب و عجم کے تاریخی، سیاسی، اخلاقی، تہذیبی اور مذہبی حالاتِ زندگی اور فرزندانِ اسلام کے ابتدائی نقوش کی داستان

اور تلوار ٹوٹ گئی 550/-

شیرِ میسور (ٹیپو سلطان شہید) کی داستانِ شجاعت، جس نے محمد بن قاسم کی غیرت، محمود غزنوی کے جاہ و جلال اور احمد شاہ ابدالی کے عزم و استقلال کی یاد تازہ کر دی

گمشدہ قافلے 500/-

انگریزی سامراج کی عیاری و مکاری اور ہندوؤں کی معصوم بچوں اور مظلوم عورتوں کو خون میں نہلانے کی لرزہ خیز داستان

معظم علی 475/-

اورنگزیب کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کے زوال کی داستان، آزادی کی جدوجہد میں معظم علی کی داستانِ شجاعت

خاک اور خون 550/-

سسکتی، تڑپتی انسانیت، قیامت خیز مناظر، تقسیمِ برصغیر کے پس منظر میں داستان خونچکاں

کلیسا اور آگ 450/-

انسان اور دیوتا 450/-

برہمنی سامراج کے ظلم و بربریت کی صدیوں پرانی داستان جس نے اچھوتوں کو رد عمل اختیار کرنے پر مجبور کیا

پاکستان سے دیارِ حرم تک 300/-

حج کے پس منظر میں لکھا جانے والا ایک سفرنامہ

آخری چٹان 450/-

سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کی داستانِ شجاعت جو تاتاریوں کے سیلِ رواں کے لیے ایک چٹان ثابت ہوا

سو سال بعد 225/-

اچھوتوں اور مسلمانوں کے خلاف سامراجی مقاصد کی عکاسی

سفید جزیرہ 325/-

بحر اوقیانوس کے کسی نامعلوم جزیرے کی داستان

شاہین 475/-

اندلس میں مسلمانوں کے عظیم فرزند کی کہانی

سبق آموز کتب سلسلہ

دو رنگی طباعت اور تصویری خاکوں سے مزین

- عجیب و حیرت انگیز باتیں 150/-
- ایمان افروز و سبق آموز بچے واقعات 180/-
- بڑے لوگوں کے روشن واقعات 165/-
- دلچسپ و عجیب حقائق 170/-
- حکایات بوستان سعدی 199/-

جہانگیر اردو لغت

(جامع ترین)

صحیح تلفظ کے ساتھ اردو زبان کا پہلا لغت

جہانگیر بک ڈپو

022-2780128 | 042-37220879 | 042-35757086 | 051-5539609 | 021-32765086

کرنے لگا، جبکہ کیپٹن جیمس ان سے اسی وقت بھڑ جانے کے لیے تیار تھا۔ ازابیلا البتہ کچھ خوف زدہ سی تھی، اریبہ نے خود کو ہر طرح کے حالات کے لیے پہلے سے تیار کر رکھا تھا۔

ان تینوں میں سے دو تو امپارا اور بابیلا تھیں، جبکہ تیسرا مرد ساتھی چری اپا تھا۔

ان کے چہروں پر تو بہ ظاہر دوستانہ مسکراہٹ تھی لیکن درحقیقت وہ ان کی مکاری سے آگاہ ہو چکے تھے۔ علی نے پہلے ہی انہیں سمجھا دیا تھا کہ کیا کرنا تھا۔ لہٰذا انہوں نے بھی بہ ظاہر ان کی طرف دوستانہ انداز میں ہی دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی۔

"دوستو! تم لوگ ابھی تک جاگ رہے ہو؟" [illegible] مکارانہ مسکراہٹ سے ان پانچوں کی طرف دیکھ کر بولا۔

"ہاں! نیند نہیں آرہی تھی۔" شاہ زمان نے بھی اسی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"ہمارا بھی کچھ یہی حال تھا۔ [illegible] کرنے عرشے پر جا رہا ہوں، یہ لڑکیاں تمہاری [illegible] ذرا دل بہلانا چاہتی ہیں اگر تم لوگوں کو اعتراض نہ ہو تو [illegible]"

"نہیں کوئی بات نہیں، انہیں چھوڑ جاؤ۔ بلکہ تم بھی ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ عرشے پر جا کر کیا کرو گے؟" علی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"نہیں دوستو! میں ذرا مستول پر جا کر [illegible] رکھنا چاہتا ہوں۔ رات میں ستاروں کی مدد سے سمت کا درست تعین کیا جا سکتا ہے۔" چری اپا نے کہا اور پھر امپارا اور بابیلا کو ان کے پاس چھوڑ کر خود [illegible]

وہ پہلے ہی جانتے تھے کہ انہوں نے ان دونوں لڑکیوں کا سہارا کیوں لیا تھا۔ وہ ان کے [illegible] اور کمزوری کا اندازہ لگانے کے بعد اپنے ساتھیوں کو [illegible] مطلع کرنے والی تھیں۔

امپارا اور بابیلا، اریبہ اور ازابیلا کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگیں۔ علی، شاہ زمان اور [illegible] نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظر ڈالی [illegible] وہ بھی بعد میں جیسے بے خبر سے بن کر ان خواتین کی ادھر ادھر کی گفتگو میں شامل ہو گئے تھے۔

پھر تھوڑی دیر بعد منصوبے کے مطابق علی اور شاہ زمان وہاں سے اٹھ کر کیبن سے نکل گئے۔ انہیں یوں اٹھتا اور کیبن سے جاتا دیکھ کر امپارا اور بابیلا...... اپنی باتیں چھوڑ کر ان کی طرف الجھی ہوئی نگاہوں سے تکتی رہیں۔

"کیا خیال ہے دوست! پہلے اس پاگل کو خاموشی سے جہنم واصل کر دیا جائے؟" راہداری میں آتے ہی شاہ زمان نے مسکرا کر علی سے کہا۔ اس کا اشارہ چری اپا کی طرف تھا۔

"ہاں! پہلے اسے ہی نمٹانا پڑے گا، اس کے بعد کچھ اور سوچتے ہیں۔" علی نے بھی تائید کی۔

وہ دونوں خاموشی سے عرشے پر آئے اور یہ دیکھ کر چونکے کہ عرشے پر چری اپا اکیلا نہیں تھا بلکہ وہاں اس کے ہمراہ دو ساتھی اور بھی آن ملے تھے۔ چری اپا انہیں کچھ سمجھا رہا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں چھرے اور عجیب ساخت کی تلواریں تھیں۔

"[illegible] تو اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ آگ [illegible] کے لیے تیار ہیں۔" شاہ زمان [illegible] ہم بھی تو [illegible] ہیں۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے [illegible] ہم بھی تیار [illegible] نہیں گے۔"

[illegible] دونوں [illegible] عرشے پر آئے۔ وہ جانتے تھے [illegible] لیکن ان کے پاس جذبے کی طاقت [illegible] ایسا ہتھیار تھا جس سے ان بہادروں اور [illegible] کی شمع سے فروزاں رہتے تھے، جس کی بدولت ہی وہ آج تک فرنگیوں اور غاصب دشمنوں سے بے جگری اور کامیابی کے ساتھ جنگ کرتے آئے تھے۔

[illegible] چری اپا واقعی مستول کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ہاتھ میں اب دوربین نظر آرہی تھی۔ جبکہ ان کے باقی دونوں ساتھی اس زینے کی طرف [illegible] دوسری جانب سے ان کے کیبن کی [illegible] اور جہاں اریبہ اور [illegible] وغیرہ موجود تھے۔

[illegible] اور زمان ان [illegible] دونوں آدمیوں کا پیچھا کرتے ہوئے [illegible] وہ ان کے کیبن کی جانب گھومے، [illegible] اور زمان نے ان دونوں [illegible] دونوں ڈاکوؤں [illegible] حملہ اچانک اور غیر متوقع تھا۔ [illegible] اور راہداری کے فرش پر ان سمیت ہی ڈھیر ہوتے چلے گئے۔

علی نے اپنے مدمقابل کے تلوار والے ہاتھ پر اپنے دائیں گھونسے سے وار کیا تھا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری، دوسرا گھونسا علی کا ڈاکو کی گدی پر پڑا تھا۔ اس کے حلق سے کراہتی ہوئی چیخ خارج ہوئی جو تاریک پڑتے سمندر کی موجوں کے شور میں دب گئی۔

ادھر شاہ زمان بھی اپنے مدمقابل کو پچھاڑنے میں

URDU TUBE

کامیاب رہا۔ اس نے جست بھرتے ہی راہداری کے فرش پر اس کا سر اس قوت سے مارا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ پیر ڈھیلے کر بیٹھا مگر ایسا صرف چند ثانیوں کے لیے ہوا تھا کیونکہ چند ہی لمحے بعد اس نے مچھلی کی طرح تڑپ کر پشت کے بل خود کو گیا تو شاہ زمان اس کے اوپر سے کھسک گیا۔ ڈاکو نے اسی لمحہ بھر کے موقعے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے جبڑے پر گھونسا جڑ دیا جو خاصا زوردار ثابت ہوا۔ زمان کا ایک لمحے کے لیے دماغ جھنجھنا گیا مگر جانتا تھا کہ زیر ہونے کا کیا مطلب تھا، اسی لیے اس درد کی پروا کیے بغیر اس نے بھی برق کی طرح پلٹ کر اپنے سر کی ٹکر اس کی ناک پر رسید کر دی۔ وہ کراہا، زمان نے اسے [illegible] تلوار اچک لی جو اس کے قریب ہی [illegible] وار سے اس کی دھار ڈاکو کی گردن [illegible] ڈالی۔ [illegible] کیے ہوئے جانور کی طرح [illegible] اور ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس کی گردن سے خون کا فوارہ ابل کر زمان کے چہرے پر پڑا۔ علی بھی اپنے مدمقابل کو [illegible]

اس کے بعد دونوں نے ان کی لاشیں خاموشی سے سمندر برد کر دیں۔ زمان نے ان کے ہی لباس سے اپنے چہرے کا خون پونچھ ڈالا تھا۔

یہ کام نمٹانے کے بعد ان دونوں نے اسی [illegible] دوبارہ عرشے کا رخ کیا۔ وہ اب چری اپا کو [illegible] ارادہ کیے ہوئے تھے۔ مگر جیسے ہی وہ [illegible] چری اپا کی لرزتی ہوئی چیخ سے مشابہ آواز سنائی دی۔

''ہوشیار...... خبردار! ایک خطرناک طوفان آ رہا ہے۔''

یہ اعلان سنتے ہی علی اور زمان [illegible]

☆☆☆

اگلے اسٹیشن پر گاڑی رکی تو ولی ڈبا [illegible] کے لیے اس کے سامنے سے گزرتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا تو اچانک پنڈت نے اس کا بازو [illegible] سے مہر کو دیکھنے لگا۔ اس کی اس گستاخی پر [illegible] ولی کو غصہ آیا اور اس نے اسے ڈانٹا...... ''یہ کیا [illegible] شریفوں کے ساتھ سفر نہیں کیا کیا؟''

اس نے ولی کی بات کا جواب تو نہ دیا اور پوچھا......

''یہ...... مہر بتر جی! آپ کہاں رہتے ہیں؟''

''بکواس بند کرو۔'' ولی کو غصہ آ گیا اور وہ آگے بڑھ گیا۔

''شریمان بات تو سنیں۔ بس ایک منٹ، مجھے سمجھا کر دیں، ذرا بات تو سن لیں۔'' مگر ولی پلیٹ فارم پر تیز تیز قدم بڑھاتا نکل گیا اور وہ گاڑی صرف اس لیے چھوڑ دی کہ مبادا

ھُن کر لو گل

محلے کے بچے کو سو روپے دیے اور کہا۔ ''90 کی بوتل اور دس تم رکھ لینا۔''

بچہ۔ ''یہ لیں 90 روپے، بوتل نہیں ملی میں نے اپنے دس رکھ لیے۔''

☆☆☆

بارہ سال بعد کرایہ دار۔ ''میں نے سنا ہے اس گھر میں جن بھوت اور روحیں آتی ہیں۔''

مالک مکان۔ ''پتا نہیں بھائی جی، مجھے تو خود مرے ہوئے بارہ سال ہو گئے ہیں۔''

☆☆☆

ایک آدمی اپنی بیوی کو دفنا کر گھر آیا تو آسمان پر بادل گرجنے لگے، بجلی کڑکی اور طوفان آ گیا۔ آدمی نے آسمان کی طرف دیکھا اور بولا۔ ''لگتا ہے پہنچ گئی ہے۔''

مرسلہ۔ وزیر محمد خان، ہنگل ہزارہ

دو [illegible] کے ہمراہ اس پر اسے [illegible] نے کی کوشش کریں۔

ولی اپنے ہاسٹل آ گیا۔ میرے علم میں گیان دھیان سے یہ بات آ گئی کہ ولی میرے حصول اور مجھے کشتری اور [illegible] دلانے میں ناکام رہا ہے تو میں نے اسے ایک خط لکھا۔

اور ولی دو تین دن بعد ہاسٹل کے کمرے میں بیٹھا [illegible]...... خط آیا۔ ولی اسے [illegible] حصول کرنے میں [illegible] تھا لیکن اپنا صحیح نام، کمرا [illegible] ہی لیا۔ لفافہ بھی بڑا گندا [illegible] کاغذ کا بنا ہوا تھا جیسے کوڑے کرکٹ سے اٹھایا گیا ہو۔ [illegible] کے ساتھ ولی نے وہ لفافہ کھولا تو اندر تحریر کی نفاست دیکھ کر حیران رہ گیا اور مضمون پڑھا تو دل بلیوں اچھلنے لگا۔

[illegible]

تم بھاگ کے نکلے تو نہ ٹال سکے اور نیل نگری میں، میری ہمزاد کو نہ مار سکے۔ تمہاری سدھا سوتنتر تانہ پا سکی، بھگوان کی بھی اچھا تھی۔ میں تمہیں دوش نہیں دیتی ولی کہ سنسار میں ہم سب ہی بے بس ہیں۔ یہ نہ ہوتا تو دکھی کیوں ہوتے۔

اگلی پورن ماشی کو ناگ پنچمی اور میرا سولہواں جنم دن ہے۔ شاید وہی میری مرتو کا دن بھی ہوگا۔ کوشش کرنا شاید تم

URDU TUBE
HOUSE OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

بچالو تو پھر ہمارے بھاگیہ پھر جائیں گے۔ پر آشا بہت کم ہے۔ میرے شریر پر شیش ناگ کا بس نہ ہوتا تو سدھا گوالیار میں ہوتے ہوئے تم سے الگ نہ رہتی، نیل نگری میں تم سے چوک ہوئی پر اب نہ چوک جانا۔

ویسے مرنے سے پہلے ایک بار تمہاری داسی تم سے ضرور ملے گی اور مرجائے تو اجین میں تالاب کے کنارے جہاں ناگ پنچمی کا میلا بھرتا ہے پاس پاس دو مزار بنوا دینا۔ ایک میرے لیے اور ایک خالی چھوڑ دینا۔ میں پرلوک میں تمہارا انتظار کروں گی۔''

ولی نے میرا خط پڑھ کر کہا ''سدھا [illegible] گوالیار میں ہے؟ مگر کہاں [illegible] ہے کہ لفافہ بھی نہ خریدا [illegible] تڑپ اٹھا...... اب اس کی قوت برداشت جواب دے گئی تھی۔ اس نے فوراً وہ خط اپنے والد صاحب کے پاس پہنچ کر ان سے مدد کی درخواست کی اور خود [illegible] کے گلی کوچوں کے چکر لگانے لگا۔

والد صاحب دوسرے دن ہی آگئے اور ان کی درخواست پر گوالیار کی پولیس حرکت میں آگئی مگر میرا کہیں ملتا تھا نہ ملا۔ میں تو ایک ایسے ان دیکھے حصار میں قید کر دی گئی تھی جیسے...... ہل جل سکتی تھی، آجا سکتی تھی مگر آزادی میرے لیے ایک خواب بن چکی تھی [illegible] دور مجھے اپنے محبوب سے دور کیے ہوئے [illegible] طرح شوکی...... جیسے تم اپنی محبوبہ سے دور [illegible]

اب ان کے [illegible] سوال [illegible] جعلی تو نہیں، مجبوراً ولی کو [illegible] جس کا تذکرہ اس نے [illegible] کے تعویذ میں بند کر کے سینے پر لگا رکھا تھا۔

ولی نے وہ تعویذ [illegible] اس کے والد صاحب [illegible] کے آنسو بھی چھلک پڑے اور انہوں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپ لیا کہ وہ بیٹے سے اپنے آنسو چھپا سکیں۔ انہیں اپنے بیٹے کی دیوانگی پر ترس آ رہا تھا۔

بہرکیف...... دونوں تحریریں ایک تھیں اور اس بات میں کوئی شبہ نہ تھا کہ وہ خط سدھا یعنی میرا ہی تھا۔ لفافے پر چھوڑ گڑھ کی مہر تھی...... تفتیش سے صرف اتنا ہی پتا چل سکا کہ وہاں سانپ کے کاٹنے سے مرنے والا شخص بمبئی کی ایک بہت بڑی تھیٹر کمپنی کا مالک تھا۔ جو کاروباری سلسلے میں وہاں آیا تھا اور بمبئی سے اپنے ساتھ ناگ گانے والی طوائفوں کا ایک طائفہ بھی ساتھ لایا تھا۔

اس طائفے کی ایک لڑکی سپیرا ناچ میں عجیب و غریب کمال رکھتی تھی لیکن عوام کے سامنے مظاہرے پر بھی آمادہ نہ ہوئی۔

مرنے والے نے جس کا نام گجادھر تھا، لڑکی کی مرضی کے خلاف اس کا سودا مہاراجا گوالیار سے طے کیا جنہیں ایک نجی محفل میں اس کے جمال اور فن نے موہ لیا تھا۔

گجادھر نے خطیر رقم وصول کی اور دو چار روز بعد اپنے طائفے کے ساتھ دلی جانے کا قصد کر رہا تھا کہ سانپ نے ڈس لیا اور وہ مر گیا۔

[illegible] کے تعلقات [illegible] اور اس کی شخصی اہمیت ہی تھی جس [illegible] اطلاع پاتے ہی پنڈت مہاراج کو حکم [illegible] اور علاج کریں۔ ورنہ [illegible] رحمت شاید ہی اٹھاتے۔

ولی کے والد صاحب اتنی معلومات پا کر چھوڑ گڑھ [illegible] پہنچے [illegible] اور سراغ ملا۔ پھر بمبئی کے طائفے کا [illegible] زمانے میں آگرے میں تھا۔ وہاں [illegible] ان کی روشنی میں یہی ظاہر ہوا [illegible] سدھا مہاراجا گوالیار کے محل میں اور ان کے قبضے میں تھی، جبکہ خود مجھے کچھ ہوش نہ تھا، میں کس کے عمل تنویم کے زیر اثر تھی۔

[illegible] خلاصی کروانا جوئے شیر لانے سے [illegible] کم نہ تھا۔ جب یہ کچھ ولی نے سنا تو اس بے چارے [illegible] کی افسردگی اتنی بڑھی کہ وہ ناامید ہو گیا لیکن اس [illegible] اندر کا ''دکھ'' جانتے تھے۔ وہ [illegible] تھے، وہ اکثر...... بیٹے کی [illegible] افسروں سے کہا کرتے تھے کہ [illegible] کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا، اس کی حفاظت ایک [illegible] مہاراجا کے بھی بس کی بات نہیں۔

[illegible] کئی دن اسی طرح گزر گئے۔ ولی پریشان مارا مارا پھرتا [illegible] راجا کے نوکروں سے روابط بڑھانے کی کوشش کی مگر نتیجہ [illegible] میری (سدھا کی)...... کوئی خبر نہ ملی۔

پھر ایک روز پہلے ہی کی طرح اسے میرا دوسرا خط ملا، جو ذرا تفصیلی تھا۔ اس سے ولی کو پتا چلا کہ راجا میری شخصیت سے پہلے ہی روز ڈر گیا تھا اور آدھی رات کے وقت اس نے مجھے (یا میری ہمزاد کو) پراسرار بین کی دھن پر ناگن کی طرح رقص کرتے دیکھ لیا تھا۔

کچھ دن تک اس نے خوشامد اور ترغیب سے اسے رام کرنے کی کوشش کی لیکن تشدد اور جبر سے ڈرتا تھا پھر

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

خوف زدہ ہو کر اسے پنڈت مہاراج کے حوالے کر دیا کہ وہ سانپوں کے ماہر ہیں اور وہ ہی اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کریں۔

پنڈت جی خود سدھا پر ریجھ گئے اور تیرہ دن تک جاپ الاپ اور گیان دھیان میں لگے رہے کہ سدھا کی شخصیت کو جان سکیں اور ''سوہنی منتر'' سے اسے اپنی ناپاک خواہشات کے لیے آمادہ کر لیں مگر چونکہ ان کی عیاشی، بدکرداری اور گھمنڈ کی وجہ سے ان کا عمل بے حد کمزور ہو چکا تھا۔ اس لیے وہ بالکل ہی ناکام رہے۔ تب اس نے لکھا۔

''اب کوئی دن جاتا ہے کہ [illegible] کارن پنڈت جی زبردستی [illegible] رہو، تمہارے سوا پنڈت [illegible] سدھا کا شریر نہیں چھو سکتا۔ [illegible] اٹھائے ہیں۔ اتنا لالچ اوشی [illegible] میرے ناچ سے پرسن ہو کر [illegible] نہ ہوا تب بھی پرلوک میں [illegible] کر رہوں گی۔ بس ایک پریکشا اور [illegible] تو تمہاری داسی اسی سے تمہارے چرنوں میں ہو [illegible] ہاں کرودھ سے سدا بچتے رہنا۔''

آخر میں سدھا نے پھر یاد دلایا تھا کہ دوسری صورت میں مزار بنوانے والی بات نہ بھولنا۔ اس آخری [illegible] کا دل پھر دہل سا گیا۔ وہ خط اس نے بغیر [illegible] کو تھما دیا جو گوالیار ہی کے ایک ہوٹل میں مقیم تھے۔

''اچھا! تو اس کا مطلب [illegible] پاس ہے......'' وہ خط پڑھ کر بو[illegible]

''تب تو اس کا برآمد کرنا آسان [illegible] ہوئے وہ فوراً اٹھے اور اپنے دوست پولیس افسروں سے مدد لینے کے لیے روانہ ہو گئے۔

سردی کے دن تھے۔ ولی دھوپ میں بیٹھا سدھا کے خط پر غور کر رہا تھا اور منصوبے بنا رہا تھا کہ کچھ دیر بعد جب سدھا آئے گی تو کس قدر مسرت [illegible] اس کے لیے ...... وہ میراثیوں سے سواگت کرے گا پھر اسے لے کر ساگر جائیں گے پھر...... مگر یہ آخری آزمائش کی بات کیا ہے؟ اب کون سا امتحان ہے؟ اور اس کی نوعیت کیا ہے؟ اور غصے سے بچنے کی تاکید کیوں کی گئی؟ ولی نے بہت غور کیا مگر یہ سب معمے ہی رہے۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ ہاسٹل کے وارڈن کے ہمراہ شہر کا کوتوال آتا نظر آیا۔ مسرت سے ولی کا دل دھڑکنے لگا۔

اس کے ہمراہ پنڈت جی کے اردلی پر بھی نظر پڑی تو اور یقین ہو گیا کہ وہ خوش خبری ہی سنانے آ رہے ہیں اور ضرور سدھا ہی کے بارے میں ہے، مگر...... مگر والد صاحب ساتھ کیوں نہیں ہیں؟ وہ کہاں رہ گئے؟ شاید سدھا کو لے کر اپنے ہوٹل چلے گئے ہوں۔ ولی نے دل کو تسلی دی۔ وہ لوگ قریب آئے اور وارڈن صاحب نے بتایا کہ راجا کے حکم پر کوتوال صاحب اسے بلانے آئے تھے۔

''مجھے...... کیوں؟'' ولی نے قدرے حیران ہو کر پوچھا۔

''پنڈت مہاراج کو سانپ نے ڈس لیا ہے اور ان [illegible] صرف آپ ہی ان کو بچا سکتے ہیں۔'' کوتوال بولا۔

[illegible] مسرت کافور [illegible] ولی کو نفرت سی محسوس ہوئی اور اسے گزشتہ باتوں کی تلخیاں یاد آ گئیں پھر سدھا کے ساتھ اس کی بدسلوکی اور زیادتی کے تصور نے اس کی نفرت [illegible] مزید تحریک دی۔

[illegible] دوست شفا کی بے اثری کا تجربہ [illegible] بھی کر چکا تھا۔ اس لیے ولی [illegible] یہ کہہ کر جانے سے صاف انکار کر دیا۔ ''میں کیا جانوں کہ سانپ کیسے جھاڑا جاتا ہے۔'' پھر طنزیہ یہ بھی کہہ ڈالا...... ''پنڈت جی تو خود ہی سانپ جھاڑنے کے بہت بڑے عامل ہیں، بڑے آدمی ہیں۔ انہیں [illegible] کی ضرورت کیوں پیش آ گئی، جن سے بات کرنے میں بھی ان کی توہین ہوتی تھی۔''

''[illegible] سرکار! پنڈت جی کی حالت بہت [illegible] ان کی جان بچائیے۔ وہ خود معافی [illegible] آپ کا احسان مانیں گے۔'' اردلی [illegible]

''[illegible] احسان منوانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' [illegible] منہ مانگا انعام دینے کا وعدہ بھی [illegible] کوتوال بولا۔

''مجھے انعام نہیں چاہیے۔'' ولی نے غصے سے جواب دیا۔ [illegible] میرا خیال آیا اور سوچا کہ [illegible] ایسا نہ ہو کہ راجا خفا ہو کر سدھا کو (مجھے) ہمارے حوالے کرنے سے انکار کر دے...... تو کیوں نہ انعام میں سدھا کو ہی مانگ لیا جائے۔ یہ بات ولی کے دھیان میں آتے ہی وہ ان کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔

وہ پنڈت جی کے بنگلے پر پہنچا تو وہاں موٹروں اور تانگوں کا ہجوم تھا۔ بڑے بڑے افسر اور پنڈت کے عقیدت مند

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

وہاں جمع تھے۔ خود راجا گوالیار بھی موجود تھے۔

راجا جی نے ولی کی نوعمری کو دیکھا تو قدرے تعجب سے کوتوال سے پوچھا۔

"یہی ہیں وہ سوامی جی؟" کوتوال نے بڑھ کر تعارف کروایا تو "سوامی جی" کے خطاب پر ولی کو ہنسی آگئی۔

برابر کا کمرا بند تھا اور وہاں سے کچھ عورتوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں کہ اچانک ایک مانوس آواز قدرے بلند ہوئی۔ "رانی جی! اس دشٹ کے گن نہ گاؤ۔ وہ مہاپاپی ہے۔ میری دشا دیکھ رہی ہونا، یہ اسی راکشش کے کرتوت ہیں۔ راجاجی نے مجھے اس کے پاس امانت رکھا تھا اور اس نے پہلے [illegible] کی۔ جاپ سے بس نہ چلا تو [illegible] آگیا۔ میرا [illegible] نہ سکا، ہاں اس کی ساری [illegible] کرتوتوں کی سزا بھگت رہا ہے [illegible] میں جلدی کر دی، نہیں تو اسے تڑ[illegible]

ولی میری آواز کو فوراً [illegible] گیا۔ وہ [illegible] مگر ابھی کوئی اظہار خلافِ مصلحت تھا اس لیے [illegible]

"تو اس بدمعاش نے میری سدھا سے دست درازی کی بھی کوشش کی تھی۔" یہ سوچ کر ولی کا پارہ اور چڑھ گیا اور اسی وقت ولی نے فیصلہ کر لیا کہ پنڈت کو بچانے کی کوشش بالکل نہ کرے گا۔

"سدھا اسے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتی تھی۔" اس نے سوچا پھر ایک تجویز ذہن میں آئی تو اذیت رسانی کے اس منصوبے پر خوشی سی محسوس ہوئی۔ [illegible] کس سے پالا پڑا تھا۔ اب ولی [illegible] میں پہنچا جہاں پنڈت اپنے [illegible] پڑا موت وزیست کی کشمکش میں [illegible] اس کا سارا جسم نیلا پڑ چکا تھا اور منہ سے جھاگ جاری تھا۔ [illegible] وہ بالکل بے سدھ پڑا ہوا تھا۔

ولی کے پہنچتے ہی اس نے [illegible] وہ بات نہیں کر سکتا تھا مگر اپنا ہاتھ آگے بڑھا [illegible] کا مہر والا ہاتھ پکڑنا چاہتا ہے۔ یوں ولی اسے گویا تنگ کرنے کی خاطر اپنا ہاتھ ذرا سا بڑھاتا اور مسکرا کر پھر کھینچ لیتا۔ وہ تڑپ جاتا مگر ولی اپنا ہاتھ اسے دکھا دکھا کر ترسا رہا تھا۔ اس میں اٹھنے یا بات کرنے کی بالکل سکت نہ رہ گئی تھی۔

راجا یا دوسرے لوگ قطعی نہ سمجھ سکے کہ معاملہ کیا ہے۔ کچھ دیر یہی تماشا ہوتا رہا، یہاں تک کہ پنڈت ناامید ہو گیا۔ اس نے گردن ڈال دی اور پھر چند لمحوں بعد اس کا سکتا ڈھل گیا۔

ولی نے راجا سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ اسے نہ بچا سکا کیونکہ اسے بہت بڑے ناگ یعنی ناگوں کے سردار نے کاٹا ہے جس کے زہر کا توڑ کسی منتر سے ممکن نہیں۔"

"ہاں! ایسی بات ہے۔ ورنہ معمولی سانپ تو اتنے بڑے گیانی کو ڈسنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا اور پھر وہ اس سمے جبکہ پنڈت اپنے گھیرے میں بیٹھا تپسیا کر رہا ہو۔" راجا نے جواب دیا۔

یوں وہ لوگ سب نشست گاہ میں پہنچے تو ولی نے اپنے والد کو [illegible] کہنا ہی چاہتے تھے کہ [illegible] خواتین کی آواز آرہی تھی [illegible] ہوئی ولی کے سامنے [illegible] اپنی جگہ گنگ کھڑا رہ [illegible] تھی۔ لباس تار تار، بال [illegible] اور ولی کو دیکھ کر چلا رہی تھی۔

"[illegible] بچاؤ... مم... مجھے بچالو۔" [illegible] کے ساتھ دست درازی [illegible] وہ ملحقہ کمرے کی جانب دیکھنے لگا۔ اتنی دیر میں میری ہمزاد آگے بڑھی اور ولی کے سینے سے لگ گئی [illegible] اور پھر اس نے اپنی پنڈلی کی جانب اشارہ کیا جس کے ساتھ ایک موٹا ناگ لپٹا ہوا تھا۔ وہ [illegible]

"[illegible] کشتری ناگ ہے... ولی! اس کے بس کا توڑ [illegible] وقت پر آئے۔ پہلے اسے [illegible] پھر شیش ناگ کی داسی [illegible] میں ہمیشہ کے لیے آزاد ہو [illegible] میری پنڈلی سے جدا [illegible] پر چپکا دینا۔ کوئی دوسرا [illegible] نہ کرے، نہ ہاتھ [illegible] ورنہ اس کے زہر سے مر جائے گا۔ تم خود ہی اسے اپنے ہاتھ سے جلا دینا۔"

میری ہمزاد ایک ہی سانس میں یہ سب کہہ گئی۔ ولی بے چارہ ابھی تک حیران پریشان کھڑا سوچ رہا تھا...... میں نے دوبارہ اسے کھد بڑا۔

"دیر مت کرو میرے سوامی! اس کشتری ناگ کو بچانے کے لیے ایک مردود پاپی بھیمن داس کا چیلا جو اس کا بیٹا بھی ہے...... بدری ناتھ ایک کوڑیالے ناگ کو لے

URDU TUBE

کر پہنچنے والا ہے۔ وہ کشتری ناگ کو اس سے بچانے کی کوشش کرے گا۔''

اس تشویشناک صورتِ حال پر کمرے میں موجود سارے لوگ گھبرا گئے اور دور ہٹنے لگے۔ ولی راجا کے ہاتھ میں تھمی ہوئی ایک منقش چھڑی کی طرف دیکھنے لگا کہ اس سے مانگے اور اسی کے ذریعے سانپ کو جدا کرنے کی کوشش کرے مگر سدھا بولی۔

''نہیں ولی......! تمہیں کسی سے کبھی کچھ مانگنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ احسان مت لو اور پھر دھن دولت کے پاپیوں کا احسان...... تم خود اتنی شکتی رکھتے ہو کہ اپنے ہاتھوں سے ناگ کو دور کر دو گے۔''

ولی چونکہ ناگ بنتی کے سمے میں کشتری ناگ کی طاقت کا اندازہ کر چکا تھا اس لیے وہ بے چارہ حد درجہ [illegible] تھا مگر پھر اس نے جھجک کر ہاتھ بڑھایا تو وہ پنڈلی سے یوں جدا ہو گیا جیسے موم کا بنا ہو۔ سب سے زیادہ حیرت اس بات پر تھی کہ ولی نے دم کی جانب سے اسے پکڑا اور ناگ کا سر بالکل آزاد تھا۔ مگر ولی کو کاٹنے کی جرأت نہ کر سکا۔

زمین پر گرنے کے بعد اس نے پھن اٹھایا۔ بے حد بھیانک سا پھن تھا۔ بہت چوڑا اور سر پر کانٹے دار بال تھے۔

ولی نے اس کی دم پکڑتے ہوئے ہوا میں لہرایا اور سر کے گرد ایک چکر دیا اور ناگ کو زمین پر پٹخ دیا۔ اس کا [illegible] گیا۔ ولی نے جوتے سے اسے مزید کچل دیا۔ میں اسی وقت اس نے مجھے دیکھا۔ جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ کیا اب تم آزاد ہو؟ لیکن میرے چہرے کا رنگ [illegible] آنکھوں سے نیلاہٹ سی جھلکنے لگی تھی۔ میری یہ حالت دیکھ کر وہ گھبرا گیا۔ یک دم مجھ سے بولا۔

''کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟''

''ہاں!'' میں نے [illegible] کہا۔ ''لیکن یہ میری ہی غلطی تھی کہ تمہیں بتانا بھول گئی۔ کشتری ناگ کو مارنے سے پہلے اس کے دانت توڑ دیتے تو کہانی کی آخری کسر بھی باقی نہ رہتی، کیونکہ اس نے برسوں پہلے ہی ایک درویش صفت تارک الدنیا شخص کو ڈس کر ہلاک کیا تھا جس نے اسے یہ بددعا دی تھی کہ جب تک اس کے دانت نہیں ٹوٹیں گے، وہ مر مر کر دوبارہ زندہ ہوگا اور اسی طرح پھر مارا جائے گا۔''

''پھر اب کیا ہوگا سدھا؟'' ولی پریشانی سے بولا۔ ''کیا تم کبھی بھی شیش ناگ سے آزاد نہیں ہو پاؤ گی؟ کیا...... کیا تم ساری عمر ناگ داسی بن کر مجھ سے ہمیشہ کے لیے دور ہو جاؤ گی؟''

''نہیں میرے محبوب! بس ایک کام اور کر دو۔ شکھیر گھاٹی میں اسی درویش کی ایک مڑھی کے اندر قبر بنی ہوئی ہے۔ اس سانپ کی لاش کو وہاں لے جا کر اس مڑھی کے باہر دفنا دو۔ یہ کبھی زندہ نہ ہو سکے گا۔''

یہ سنتے ہی ولی جوش میں آ گیا اور اس نے ایک چادر نما سا کپڑا لیا اور کشتری ناگ کی لاش کو اس میں سمیٹ کر شکھیر گھاٹی کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابھی سر باقی تھا کہ کشتری ناگ زندہ ہو گیا۔ اس نے ولی کو بے خبری میں ڈسنا چاہا مگر مہر ہونے کی وجہ سے اس کا اثر ولی پر نہیں ہوا۔ جیسا کہ [illegible] درویش کی بددعا تھی، کشتری ناگ کو کہ وہ بار بار [illegible] ولی نے پھر اسے پٹخ پٹخ کر مار ڈالا اور پھر شکھیر گھاٹی کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں تھکن کی وجہ سے ایک جگہ ٹھہر گیا جہاں اسے نیند آ گئی۔ ولی سو گیا اور [illegible] ناگ کا وار چلا اور مہر اس سے جدا کر دی گئی۔ کشتری ناگ دوبارہ زندہ ہوا اور اس نے ولی کو ڈس لیا۔ [illegible] ٹھنڈا پڑ گیا۔ میں اپنے شریر میں نہ [illegible] وہیں غیبی قوتوں نے مجھے گیان [illegible] کی زندگی چاہتی ہو تو ایک مورکھ سے اس درویش کی مڑھی کا چراغ گل ہونے سے بچا لو...... جسے بجھا کر بدری ناتھ ایک مہاپاپی جو سانپوں کی قوم کو اپنا غلام بنانے [illegible] کرنے والا ہے...... ناگ بنتی [illegible] گھڑیوں میں وہ اپنے کرموں [illegible] کے لیے ایک فرنگن لڑکی سے وہ چراغ [illegible] اگر ایسا ہو گیا تو ولی کبھی زندہ نہ ہو پائے [illegible] اور بدری ناتھ سانپوں کا [illegible] راج بن جائے گا پھر تو بھی ان کی قید میں ہمیشہ کے لیے چلی جائے گی۔ خیال رہے کہ درویش کی مڑھی کا چراغ صرف کوئی اہل کتاب کے [illegible] بجھنے سے بچا سکتا ہے، کوئی [illegible] درویش کی مڑھی کے اندر [illegible] بچا سکتا ہے۔ اسی لیے بدری [illegible] کی دھوکے سے مدد لی ہے اور [illegible] وقت نہیں ہے۔ مجھے اور میرے ولی کو بچا لو۔

سدھا اپنی داستان سنانے کے بعد خاموش ہو گئی۔

شوکی اگرچہ اب تک ایک سحر زدہ سی کیفیات تلے سدھا کی یہ ساری فسوں خیز رام کتھا سنتا رہا تھا اب آخر میں راز کھلا کہ سدھا نے غلط نہیں کہا تھا کہ اس کی پوری جیون کتھا سننے کے بعد ہی وہ اپنی محبت یعنی رینا کو پا سکے گا۔ یوں ان دونوں

URDU TUBE

کو بھی اس شیطانی چیلے بدری ناتھ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔

لہٰذا وہ اٹھا اور جب سر اٹھا کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ سدھا غائب تھی لیکن وہ اسے شکھیر گھائی کا راستہ بتا چکی تھی۔ شوکی نے ایک لمحے کی بھی دیر نہ لگائی اور جھرنے والی اس جگہ پر جا پہنچا جہاں رینا نے اپنے رہنے کی جگہ بنائی تھی۔ وہاں سے وہ اس مقام پر پہنچا جہاں بدری ناتھ پراسرار ہیولے کی صورت میں رینا کو درویش کی مڑھی میں چراغ بجھانے کے لیے چالاکی اور دھوکے سے اندر داخل ہونے کے لیے مجبور کر رہا تھا۔

وہ جیسے ہی وہاں پہنچا تو [illegible] دنگ رہ [illegible] اس کٹیا کے اندر داخل ہو رہی تھی۔ اسے سدھا کی بات درست لگی اور اس نے وہیں سے [illegible] رینا کو پکارا۔

رینا اپنے محبوب شوکی کی آواز پہچان کر رک گئی تھی۔

بدری ناتھ پریشان ہو گیا۔ رینا پلٹی اور بے قراری سے [illegible] دونوں بانہیں پھیلا کر اپنے محبوب سے لپٹ جانے [illegible] ادھر شوکی کی بھی یہی حالت تھی۔ وہ بھی بے اختیار ہو [illegible] وار اپنے دونوں بازو پھیلائے اپنی برسوں کی پیاسی آغوش میں اپنے محبوب کو سمالینے کے لیے لپکا۔

دونوں قریب آئے اور بے قراری [illegible] دوسرے کے ساتھ لپٹ گئے۔

اسی وقت شوکی کے کانوں میں جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

”تم دونوں جلدی سے مڑھی میں [illegible] خبردار قبر کے سرہانے پڑا چراغ مت بجھانا [illegible] کے شر سے بچے رہو گے، جب تک [illegible] مت نکلنا۔ جلدی کرو، وہ بدبخت رینا کو اپنے [illegible] کا منتر پڑھ رہا ہے۔“

شوکی یہ آواز پہچان گیا۔ یہ سدھا کی آواز تھی۔ رینا کو بتانے کا موقع اس کے پاس نہ تھا۔ اس نے رینا کے مرمریں نازک بدن کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں اٹھایا اور مڑھی کی جانب لپکا اور اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

وہاں پہنچ کر اس نے سکھ کی سانس لی۔ دونوں ایک دوسرے میں کافی دیر تک کھوئے رہے اور شوکی نے مختصراً الفاظ میں رینا کو سدھا کی کتھا بتا دی۔

تھوڑی دیر اور گزری، رات مزید بیتی تو اچانک شوکی کی نگاہ مڑھی کے باہر پڑی۔ چاند کی روشنی میں اس نے ایک سائے کو قریب آتے دیکھا۔ وہ قریب آیا تو اسے فوراً پہچان لیا۔ وہ سدھا تھی۔ اس نے ایک کپڑا سا اٹھا رکھا تھا جس میں کوئی شے لپٹی ہوئی تھی۔ وہ اس نے اس مڑھی کے دروازے کے باہر پھینک دیا اور اس سے بولی۔

”شوکی! تمہیں تمہارا محبوب مبارک ہو۔ اب میری باری ہے۔ آخری احسان کر دو مجھ ابھاگن پر...... یہ تشتری ناگ کی لاش ہے، اسے جلدی سے اپنے ہاتھوں سے مڑھی کی چوکھٹ پر دفن کر دو، میرا ولی زندہ ہو جائے گا۔ ہم ایک ہو جائیں گے اور میں نے ولی سے وعدہ کیا ہے کہ میں اس کا مذہب قبول کر لوں گی، کیونکہ بے شک دینِ اسلام ہی واحد اور سچا مذہب ہے۔“

[illegible] ناگ کے دفن ہوتے ہی [illegible] بھیانک انداز میں رونے، [illegible] آوازیں سنائی دینے لگیں۔ [illegible] نے بتایا کہ [illegible] بدری ناتھ ہے جو آج اپنے آخری انجام [illegible] آزاد ہیں۔

[illegible] سدھا غائب ہو گئی۔

[illegible] رینا اور شوکی نے واپسی کا قصد کیا۔ رینا کا خیال تھا کہ انہیں راکاشی بستی کی جانب رخ کرنا چاہیے۔ وہی لوگ ان کی کوہِ ہمالیہ سے دلی تک روانگی کو ممکن اور آسان بنا سکتے ہیں۔ لہٰذا دونوں اسی طرف روانہ ہو گئے۔

[illegible] شوکی کو راج محل کی صورتِ حال سے بھی آگاہ کر دیا اور کارشیا کے انجام سمیت سوبھا [illegible] کا رابرٹ کے ساتھ چلے جانا بھی گوش گزار کیا تو شوکی لرز [illegible] وہ جانتے تھے کہ اگر [illegible] وہ راج محل کے سپاہیوں [illegible] سے بھرے بیٹھے ماں [illegible] دونوں کا [illegible] حشر کریں گے۔ [illegible] خوشی تھی کہ اب مجو بائی اور ایش [illegible] ہوئے ہیں۔ وہ ان ظالم ماں [illegible] اذیت ناک موت ان کی [illegible] منتظر ہوگی۔

دونوں [illegible] کرتے ہوئے بالآخر راکاشی بستی پہنچ گئے۔ وہ لوگ انہیں دوبارہ اپنے درمیان پا کر حیران اور خوش ہوئے تھے لیکن رینا نے انہیں بتا دیا تھا کہ وہ زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتے۔ انہیں جلد سے جلد دلی روانہ کرنے کا بندوبست کیا جائے۔ رینا تو ان کی محسن تھی۔ وہ اسے بچانے کے لیے اپنی جان پر بھی کھیل سکتے تھے۔ لہٰذا فوراً ان دونوں کے لیے ایک تیز رفتار گھوڑے کا بندوبست کیا گیا اور دونوں وہاں رکے بغیر کوہِ ہمالیہ سے روانہ ہو گئے۔

(جاری ہے)

URDU TUBE

علامتی کہانی

منظر امام

وہ جو عجیب وغریب خیالات میں گم صم محوِ سفر تھا کہ اچانک اس نے دیکھا کہ محبت کی پری کو نفرت کا دیو کھا گیا... اور پھر... ہر طرف جیسے ایک خونی طوفان برپا ہوگیا... اسے بھی کوئی رستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن ایک ٹھوکر نے گویا اس کی آنکھیں کھول دیں۔

میں ہمیشہ سے [illegible] اور اندر [illegible] ایک جیسا شفاف انسان تھا [illegible] کی کوئی غلط بات برداشت نہیں ہوتی تھی۔ اس روز بھی بڑے بھائی سے کسی بات پر شدید اختلاف ہوا اور میں [illegible] نکل آیا۔ رات کو ایک چھپر ہوٹل میں ٹھہرا جہاں [illegible] بوڑھے [illegible] باتیں کر رہے تھے۔ میں [illegible] اندر کا غبار [illegible] کے لیے ان کی باتوں میں گم ہوگیا اور پھر میری آنکھ لگ گئی۔

حالانکہ ان دنوں میں بیمار تھا اور میرے بوڑھے

چہرے کے نقوش کچھ دھندلا گئے تھے لیکن میں نے اس پُروقار شہر کو اس کی کھوئی ہوئی محبت واپس دلانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ میں نے کسی کو بتائے بغیر اپنے حوصلوں کو زندہ کیا اور گھر سے چل پڑا۔ گھر کو چھوڑتے وقت مجھے افسوس بس اس بات کا تھا کہ میں نے وہ کہانی پہلے کیوں نہیں سنی۔

وہ کہانی کچھ یوں تھی کہ ایک زمانے میں اونچے اونچے پہاڑوں کے بیچ ایک شہر آباد تھا۔ جس کے لوگ خوبصورت وخوشحال، اطلس وزربفت جن کی پوشاک۔ دکانیں اجناس سے بھری تھیں۔

بادشاہ نہایت [illegible]

دھوتیا سے [illegible]

دھارے [illegible]

ہو کر فضا کو [illegible] کر دیا کرتی تھیں۔

[illegible] بادشاہ کو جھولیاں بھر بھر کے [illegible]

دیا کرتی۔ [illegible]

لوگ جب [illegible]

والے ایک [illegible]

کہ یہ کون سی جگہ ہے۔

تو یہ تھا اس شہر کا حال۔

اور اسی شہر [illegible]

عالم اور جلیل احمد [illegible]

کے دوسرے لوگوں [illegible]

محسوس کیا کہ جیسے زندگی [illegible]

اس [illegible]

اور جلیل احمد [illegible]

انہوں نے [illegible]

پورے شہر [illegible]

دوسرے [illegible]

پورے [illegible]

کی دیکھا [illegible]

سماتے چلے [illegible]

اب [illegible]

لیکن داستانوں اور کہانیوں میں وقت بھی ایک جیسا نہیں رہتا۔ یوں لگتا جیسے محبت ایک ہوا ہو اور جب یہ ہوا چلتے چلتے رک جاتی ہے تو نفرتوں کا حبس پھیل جاتا ہے۔ سو اس شہر پُروقار میں بھی ایک دن نفرتوں کا حبس پھیل گیا۔

ہوا یہ کہ نہ جانے کہاں سے وہاں ایک دیو آنکلا۔ وہ دیو انتہائی بھیانک اور موذی تھا۔ آنکھیں فٹ بال جتنی بڑی اور جسم میدان جتنا چوڑا۔ اس دیو کے دائیں ہاتھ میں ایک بڑی سی بوتل تھی اور بائیں ہاتھ کی مٹھی بند۔

اس دیو نے شہر میں وارد ہوتے ہی سب سے پہلے رحیمو کسان کو آزمایا جو ہل چلانے کے بعد ایک پیڑ کے سائے تلے آرام کر رہا تھا۔

دیو نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارے پاس ایک کام سے آیا ہوں۔“

”میرے پاس؟“

”ہاں۔“ دیو مسکرا دیا۔

”میں تمہارے کس کام آسکتا ہوں؟“

”تم مجھے اپنی محبت دے دو۔“

”محبت؟“ رحیمو کسان کا چہرہ زرد ہو گیا۔ ”نہیں، میں محبت نہیں دے سکتا۔ یہ ہماری زندگی ہے۔“

”میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا لیکن تم میری بات مان لو تو زیادہ فائدے میں رہو گے۔ میں اس کے بدلے بہت کچھ دوں گا۔“

”نہیں نہیں، محبت سب سے قیمتی ہوتی ہے۔“

”تم پہلے اسے دیکھ تو لو۔“

[illegible] ہچکچایا۔ پھر یہ سوچ کر وہ اس چیز کو دیکھنے کے لیے تیار ہو گیا کہ محبت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ کسی کا دل نہ توڑا جائے۔ دیو نے اپنی سمندر جیسی ہتھیلی اس کے سامنے [illegible]

[illegible] لمحے سناٹے میں گزر گئے۔ پھر رحیمو کسان نے ایک طویل سانس لی اور دیو کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ اس نے دیو کی بات مان لی تھی۔

دیو نے بوتل زمین پر رکھی۔ اس کا کارک کھولا اور ایک ہاتھ سے رحیمو کا الٹا پکڑ کر بوتل کے منہ سے لگا دیا۔ رحیمو کے منہ سے محبت کے چند قطرے ٹپکے اور بوتل میں اتر گئے۔ دیو نے رحیمو کو زمین پر اتار دیا۔ ”تمہارا بہت بہت شکریہ۔“

رحیمو نے دیو کو مشورہ دیا کہ پہلے وہ بدر عالم اور جلیل احمد سے ملے کیونکہ ان ہی دونوں نے سب سے پہلے اپنی اپنی کھڑکیاں ایک دوسرے کے آنگنوں میں کھولی تھیں۔ دیو نے یہ مشورہ مانا اور بدر عالم سے ملا پھر جلیل احمد سے ملا۔ پھر ان دونوں نے اپنی اپنی کھڑکیاں بند کر لیں اور ایک دوسرے سے کترانے لگے۔

اس کے بعد جیسے جیسے وہ بوتل بھرتی گئی، ویسے ویسے آنگن دور ہوتے گئے۔ لوگ ایک دوسرے سے کترانے

URDU TUBE

لگے اور جب وہ بوتل پوری طرح بھر گئی تو اس شہر پُر وقار کو نفرتوں کے حبس نے گھیر لیا؟

تو یہ تھی وہ کہانی جو صدیوں کے سفر کے بعد مجھ تک پہنچی اور میں نے افسوس کیا کہ میں نے یہ کہانی پہلے کیوں نہیں سنی۔

کہانی سنانے والے نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ اس دیو نے اس بوتل کو کہیں چھپا کر رکھ دیا ہے تو میرے جی میں آئی کہ کیوں نہ اس بوتل کو تلاش کر کے محبتوں کا عرق شہر والوں کو واپس کر دیا جائے۔

حالانکہ ان دنوں میں بیمار تھا اور میرے بوڑھے چہرے کے نقوش دھندلانے لگے تھے پھر بھی میں نے اپنے حوصلوں کو زندہ کیا اور اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔

میں اس بوتل کی تلاش میں صحراؤں اور گھنے جنگلوں سے گزرا۔ تپتے صحراؤں میں راتیں بسر کیں۔ پھر آخر کار اس جگہ پہنچ گیا جہاں دیو نے وہ بوتل رکھی تھی اور اس طرح میں وہ پہلا انسان تھا جو لوگوں کو ان کی محبتیں واپس دلا سکتا تھا۔

میں نے وہ بوتل ایک ٹوکری میں رکھی اور اس شہر پہنچ گیا جس کی کہانی مجھے سنائی گئی تھی۔

اب وہ شہر پہلے سے بہت مختلف تھا۔ ہر طرف اونچی اونچی عمارتیں، تیزی سے دوڑتی ہوئی گاڑیاں، آتے جاتے لوگ۔ میں وہاں خود کو انسانوں کے جنگل میں اکیلا محسوس کرنے لگا لیکن میں جس ارادے سے آیا تھا وہ تو ہر حال میں پورا کرنا تھا۔

میری نظر ایک نوجوان لڑکے اور لڑکی پر گئی۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بہت اچھے لگ رہے تھے۔ اس لڑکی کی ستارہ آنکھوں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ وہ ہنس رہی تھی اور اس کی ہنسی کی کھنک گنگناہٹ بن کر پورے فٹ پاتھ پر گونج رہی تھیں۔

یہ دونوں ایک دوسرے سے کتنی محبت کرتے تھے۔

میں نے دیکھا کہ وہ دونوں ایک ہوٹل میں داخل ہو گئے۔ میں بہت شاداں اور فرحاں ان کے پیچھے لپکا۔ میں انہیں اس بات کی مبارک باد دینا چاہتا تھا کہ انہوں نے محبت کی لیکن وہ ہوٹل میں داخل ہو چکے تھے۔ میں بھی ہوٹل میں داخل ہوا اور اتفاق سے مجھے ان کے برابر والی ایک میز مل گئی۔

اب وہ دونوں ایک دوسرے کا ساتھ نبھانے کی باتیں کر رہے تھے۔ آنے والی زندگی کی پلاننگ کر رہے تھے۔ میں خوش اور مطمئن تھا کہ دیو اب بھی کچھ نہیں بگاڑ پایا

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ

فروری 2019ء کی گرم نرم سی خماریاں
جاسوسی کے شمارے کی یادگار کہانیاں

اولین صفحات
عالمی بساط پر بکھرے مہروں کا خون رنگ
سازشیں، جرم اور قانون کی ازلی کشمکش......
امجد رئیس کے قلم کا جادو

انگارے
دشمنوں کے شکنجے میں آہنی اعصاب کے مالک چیمپئن کا امتحان، محبت اور جنگ کی فضا میں آگے بڑھتا
طاہر جاوید مغل کے یادگار سلسلے کی ایک اور کڑی

آوارہ گرد
چلچلاتی دھوپ میں ہمہ وقت ایک نئی مصیبت سے برسرِ پیکار نوجوان کی سرگزشت......
عبدالرب بھٹی کی سلسلے وار کہانی

سرورق کے رنگ
مکر اور فریب، حسن، محبت، فطرت کے روپ میں جنم لینے والی سازشی کہانی
دھوپ چھاؤں کی طرح ڈوبتے ابھرتے کرداروں کا عکاس...... ایک نکھار سرورق

چینی نکتہ چینی
آپ کے تبصرے...مشورے ...محبتیں...
شکایتیں...اور نئی نئی دلچسپ باتیں ... کتھائیں

تھا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے کچھ کھایا.... پیا اور وہ لڑکی اٹھ کر چلی گئی جبکہ وہ نوجوان وہیں بیٹھا رہا۔

میں نے اس کے پاس جا کر بہت محبت سے کہا۔ ''نوجوان' میں تمہارا نام تو نہیں جانتا لیکن شاید جانتا ہوں۔''

''بڑے میاں' کیسی الجھی ہوئی باتیں کر رہے ہو۔ جانتے بھی ہو اور نہیں بھی جانتے؟''

''ہاں! بظاہر باہر کی دنیا میں تمہارا نام کچھ بھی ہو۔ لیکن محبت کی دنیا میں تمہارا نام عشق ہے۔'' میں نے کہا۔

''عشق؟'' اس نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔ ''کس عشق کی بات کر رہے ہو؟''

''میں اسی عشق کی بات کر رہا ہوں جو تمہیں اس لڑکی سے ہے۔ جو ابھی ابھی یہاں سے اٹھ کر گئی ہے۔''

''رہنے دو بڑے میاں۔ کس عشق کی بات کر رہے ہو۔ ہم تو بس ٹائم پاس کرتے ہیں۔ جیسے ابھی مجھے کسی اور لڑکی کا انتظار ہے اور تم ... جانے والی لڑکی کو فون کر کے دیکھو، وہ اس وقت کسی اور لڑکے کے ساتھ ہوگی۔''

مجھے دکھ سا ہوا۔ میں بوجھل دل سے باہر آگیا۔

میں نے ایک فٹ پاتھ پر ایک آدمی کو دیکھا جس کا ملازم اس کے ساتھ ساتھ اس کا سامان اٹھائے ...... چل رہا تھا۔ وہ شخص بار بار ...

مجھے افسوس ہوا میں نے جان لیا کہ ان دونوں کو محبت کے عرق کی ضرورت ہوگی۔ میں اس آدمی سے ملا لیکن اس نے میرا مذاق اڑایا۔ اس کے ملازم نے بھی مذاق اڑایا۔

میں وہاں سے تھکے قدموں سے لوٹا ... کے انتظار میں کھڑے لوگوں کو ... اتنی فرصت نہیں تھی کہ میری بات سن سکتے ... لگتا تھا جیسے وہ شہر اب محبت سے خالی ہو چکا ہے۔ شادی شدہ جوڑے بھی ایک دوسرے سے محبت کے بغیر نباہ کر رہے تھے۔

جوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کے لیے فیشن بن کر رہ گئے تھے۔ ایسے میں ... اب کسی کو محبت کی کوئی طلب نہیں رہی تھی۔

میں نے آخری کوشش کے بطور ایک عورت کے اندر اس کی ممتا کو جگانے کی کوشش کی۔ ''اپنے لیے نہیں تو کم سے کم تمہیں اپنے بچے کے لیے تو محبت واپس لینی ہے۔''

''بچے؟'' وہ عورت بری طرح ہنس پڑی اور ہنستے ہوئے بولی۔ ''بڑے میاں' میں لیڈی ڈاکٹر کے پاس اسی لیے جا رہی ہوں کہ آنے والے کو روکا جا سکے۔''

میں نے پہلی بار اس بوتل کو وزنی محسوس کیا۔ میں وہاں سے بوجھل قدموں سے لوٹا اور چلتا ہوا ایک میدان میں آگیا اور ایک پتھر پر بیٹھ کر رونے لگا۔ میرے لیے یہ المیہ کتنا بڑا تھا کہ لوگ محبت کے لیے وقت نہ نکال سکتے ہوں اور عورتیں بچوں کی پرورش دودھ کے ڈبوں سے کرتی ہوں۔

سو میں اپنی زندگی میں پہلی بار کھل کر رویا اور نہ جانے کتنی دیر تک روتا رہا، پھر میں نے اپنے کاندھے پر ایک نرم سا دباؤ محسوس کیا۔ میں نے مڑ کر دیکھا۔ ایک چھوٹا سا بچہ بڑی محبت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

''آپ کیوں رو رہے ہیں؟'' اس نے پوچھا۔ وہ مجھے ایسا لگا جیسے اس بچے نے محبت کی بوتل کا سارا عرق پی رکھا ہو۔

میں نے بے ساختہ اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ پھر اس نے مجھے بتایا کہ وہ سب ساتھ مل کر اسکول جاتے اور کھیلتے ہیں۔ اس نے بتایا کہ اس وقت بھی وہ پارک کی طرف اپنے دوستوں کے پاس جا رہا ہے۔

میں بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ مجھے ایک پارک میں لے آیا۔ جہاں اسی عمر کے کچھ بچے کھیل رہے تھے۔

''انکل آپ بھی چلیں نا۔'' اس نے کہا۔

''تم جاؤ۔ میں یہیں کھڑا ہوں۔'' میں نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

بچے نے ایک دو بار میری طرف دیکھا۔ پھر دوڑتا ہوا اپنے ساتھیوں میں شامل ہو گیا۔ پھر سارے بچوں نے میری طرف ننھے ننھے ہاتھ ہلائے جو مجھے اس بات کا یقین دلا رہے تھے کہ جب تک ہم ایک دوسرے کے ساتھ اسکول جاتے اور پارکوں میں کھیلتے رہیں گے، اس وقت تک محبت زندہ رہے گی۔

میں اپنے گھر کی طرف لوٹنے لگا۔ یقین ہو گیا تھا کہ جب تک بچے زندہ ہیں محبت زندہ رہے گی...... اچانک مجھے ایک ... ضرور ... اور میری آنکھ کھل گئی مگر میری سوچوں کا ... لوٹا نہیں تھا۔

محبت کی زندگی کے لیے کسی لمبے چوڑے فلسفے کی نہیں بلکہ بچوں کی معصومیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ اس جہنم بنتی دنیا کو اس کا بچپن لوٹا دیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب مجھے بھی واپس اپنے گھر جانے اور بڑے بھائی سے معافی مانگنے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

قاتل

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

بعض اوقات بُرے انسانوں کے ہاتھوں کوئی اچھا کام ہو جاتا ہے اسی طرح اچھے لوگوں کے ذریعے کبھی کبھی بُرا واقعہ بھی وقوع پذیر ہو جاتا ہے جیسے کہ وہ ایک مشکل میں گرفتار ہوا اور پھر اسے نکلنے کا جو راستہ ملا اس پر چل کر وہ ایک مجرم بن گیا۔

جرائم کی دلدل میں اترنے والے ایک سادہ انسان کا قصہ

"[illegible] قاتل ہو تم، خون کیا ہے تم نے۔" [illegible] [illegible] کے تاثرات دکھائی دے رہے تھے۔

[illegible] "میں نے کچھ نہیں کیا ماہ [illegible]" [illegible]

[illegible] قاتل نہیں بھی تھا تو کون تسلیم کرتا؟ ماہ رخ عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھ سے دور چلے جاؤ تنویر...... تمہیں میری قسم چلے جاؤ یہاں سے۔" اس کے الفاظ ٹوٹ رہے تھے پر مفہوم مجھ

آرہا تھا۔

''ماہ! میں بے گناہ ہوں۔'' اس نے آخری کوشش کی مگر ناکام رہی۔

''میں تمہیں جیل میں نہیں دیکھ سکتی، پلیز جاؤ۔'' وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ خنجر زمین پر پھینکا اور چپ چاپ باہر چل دیا۔

''پلیز...... چلے جاؤ......!''

تنویر ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ اس کا جسم پسینے میں شرابور تھا۔ وال کلاک میں رات کا ایک بج چکا تھا۔ یہ خواب مسلسل تین سال سے اسے تنگ کر رہا تھا۔ اس کی زندگی کا ایک حقیقی منظر، ایک [illegible] نکال کر اس نے گلاس [illegible] جگ کے ساتھ [illegible] دوبارہ [illegible] کرنے کے بعد [illegible] اٹھ بیٹھا اور لیپ ٹاپ آن [illegible] بعد اس کے سامنے ایک ڈرامے کا اسکرپٹ پڑا تھا۔ سوچنے کے بعد اس [illegible] باپ کے انگلینڈ جانے کے [illegible] فلیٹ میں رہائش پذیر تھا۔ [illegible] کے کئی مشہور ڈرامے [illegible] ٹی وی چینلز پر چل رہے [illegible] سپر ہٹ فلمیں ملک میں کیا پوری دنیا میں دھوم مچا چکی تھیں۔ تنویر خود آج کل تنہائی کا شکار [illegible] قسط مکمل کرنے کے بعد اس [illegible] اور خود اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

''لگتا ہے اب شادی کر [illegible]'' بڑبڑاہٹ کر [illegible] شدید گرمی میں بھی اے سی کی ٹھنڈک نے [illegible] موسم بدل رکھا تھا۔ شادی کا خیال آتے ہی اس کی نظروں کے سامنے ماہ رخ کا [illegible] چہرہ، مغرور ناک [illegible] دلکش مسکراہٹ [illegible] تھا۔ کالج، جہاں [illegible] اکثر اسے چھیڑتا۔

''یار ماہ رخ! میری کلاس میں آدھی تعداد ہوتی ہے اور تمہارے لیکچر کے دوران دوسری کلاس کے اسٹوڈنٹس بھی وہاں موجود ہوتے ہیں۔''

وہ ہنس پڑتی اور صرف اتنا کہتی۔ ''جلن ہو رہی ہے؟''

''ہاں، بہت زیادہ۔'' وہ مصنوعی ناراضی سے کہتا۔

''تو جلو، ہم تو جلنے والوں کو جلائیں گے۔'' اس کی مسکراہٹ گہری ہونے لگتی۔

تنویر کے دماغ میں دھند بھرنے لگی۔ ماہ رخ کی یاد ہمیشہ اس کے لیے سر درد کا سبب بنتی تھی۔ وہ دوبارہ بیڈ پر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کیں اور دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ یہ طریقہ ایک بار پھر کامیاب ہوا۔ نیند نے گھیرا تو آنکھ صبح نو بجے فون کی گھنٹی پر کھلی۔

''ہیلو۔'' وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ سر ابھی تک بھاری ہو رہا تھا۔

''سر میں رشید احمد بات کر رہا ہوں... ایک نجی ٹی وی چینل سے......'' دوسری طرف سے ابھرنے والی آواز [illegible]

''[illegible] صاحب، فرمائیں۔'' وہ اٹھ بیٹھا۔

''سر آج ہمارے مارننگ شو میں آپ کا انٹرویو ہے۔ کیا آپ اپنی آمد کا وقت کنفرم کر سکتے ہیں؟'' دوسری طرف [illegible]

''[illegible] سکتے ہیں۔'' اس نے سامنے لگے وال کلاک [illegible] تقریباً ساڑھے نو بجے آپ کے پاس ہوں گا۔''

دوسری طرف سے شکریہ ادا کر کے کال منقطع کر دی گئی۔ فون واپس رکھ کر وہ سستی سے لیٹ گیا۔ کچھ دیر [illegible] اپنے لیے کافی بنائی اور ناشتا کیے بغیر [illegible] پارکنگ میں کھڑی نئے ماڈل کی گاڑی میں بیٹھ کر وہ شہر کے [illegible] کی طرف روانہ ہو گیا جہاں اس نجی چینل کی ٹیم [illegible]

☆☆☆

''[illegible] لڑکی سے بہت تنگ ہوں۔ نو بج چکے [illegible] نہیں، آرام سے سو رہی ہیں۔'' امی کی آواز [illegible] ماہ رخ کے کمرے میں شور مچایا۔

''[illegible] سونے دیں۔'' اس نے کمبل واپس کھینچ [illegible] اس پر سے کھینچ لیا تھا۔

''ماہ رخ! اٹھو، ناشتا کرو اور بچوں جیسی حرکتیں بند کرو۔ [illegible] دن رہ گئے ہیں تمہاری شادی میں...... اور محترمہ ایسے آرام فرما رہی ہیں جیسے ان کی نہیں، بلکہ شہزادی صاحبہ کی گڑیا کی شادی ہے۔'' امی کا لیکچر سننے کے بعد وہ اٹھی۔ سستی سے واش روم میں گھسنے والی ماہ رخ کچھ دیر بعد ٹی وی کے سامنے بیٹھی ''ناشتا ناشتا'' چلا رہی تھی۔

''یہ لو جلدی کرو، ہمیں نکلنا ہے تمہارے ماموں کے گھر جانا ہے اور وہاں سے بھابی کو لے کر شاپنگ کرنی ہے۔'' امی

URDU TUBE
urdutubes.com

کے لہجے میں روایتی ماؤں جیسی فکر تھی۔ ماہ رخ نے بے پروائی سے سب سنا اور ناشتے کے ساتھ ساتھ ٹی وی کے چینلز کو بھی بھگانا شروع کر دیا۔ ناشتا اختتام کے قریب تھا کہ اچانک اس کی نگاہ...... سامنے اس چینل کے مارننگ شو کے سیٹ پر موجود.... شخص پر پڑی تو اس کا جسم ساکت ہو گیا۔

''تنویر!'' اس کے ہونٹوں سے پھسلا۔ بلاشبہ وہ تنویر ہی تھا۔ پہلے کی نسبت تھوڑا صحت مند مگر ہینڈسم اور کسی بھی لڑکی کو دیوانہ بنا دینے والی مردانہ وجاہت کا شاہکار تنویر۔ میزبان بار بار اس پر صدقے واری ہو رہی تھی۔

''آج ہمارے ساتھ موجود ہیں تنویر شاہ، اس ملک کے مشہور اسکرپٹ رائٹر اور آپ انہیں دیکھ کر حیران ہو رہے ہوں گے کیونکہ یہ بالکل ینگ دکھائی دے رہے ہیں۔ آج پہلی بار تنویر کسی بھی ٹی وی چینل کے مہمان بنے ہیں اور یہ اعزاز صرف ہمیں حاصل ہوا ہے۔ جی تنویر صاحب اب سے پہلے تو میں اسی بارے میں پوچھنا چاہوں گی۔ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ اخبار اور ٹی وی کی دنیا سے دور بھاگتے ہیں؟'' میزبان کی چلتی زبان کو آخر سوال پر آ کر بریک لگا۔

''وجہ کچھ خاص نہیں، بس میں اپنی ذات کو اپنے کام سے الگ رکھتا ہوں۔ یہ کام تھوڑا مشکل ضرور ہے پر ناممکن نہیں۔'' اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ پر ادھورے پن کا احساس صاف محسوس ہو رہا تھا اور ماہ رخ اس کی وجہ جانتی تھی۔

''کیا تنویر مجھے بھلا نہیں پایا؟'' اس نے تنویر سے پوچھا۔ ''کیا تم اسے بھلا پائیں؟'' اور یہ دل کی آواز تھی جس نے اس کے دماغ کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ ٹی وی پر میزبان ایک نیا سوال داغ چکی تھی۔

''آپ اپنے بارے میں کچھ بتائیں۔''

''نام تو آپ سب کو معلوم ہی ہے میرا۔ تعلق ایک زمیندار فیملی سے ہے۔ ابو امی اور ایک بڑا بھائی ہے۔ وہ سب لندن میں رہتے ہیں۔ میں [illegible] شہر آیا تھا اور بس یہیں کا ہو کر رہ گیا۔'' اس کا جواب وہ پہلے سے جانتی تھی۔

''ماہ، ماہ۔'' امی نے دوبارا سے پکارا مگر اس کی نگاہ تنویر شاہ پر ٹکی ہوئی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سانس بھی نہیں لے رہی۔ امی نے قریب آ کر اس کا کندھا جھنجوڑا۔

''پھر تو نہیں سو گئی ماہ۔'' وہ غصے سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''امی! میری طبیعت ٹھیک نہیں، آپ لوگ چلے جائیں خریداری کر لیں۔'' اس کی آواز میں کمزوری کی جھلک شاید ماضی کی یادوں کی وجہ سے تھی۔ امی نے چند لمحے اسے دیکھا۔ وہ نظریں چرا گئی۔ انہوں نے گہری سانس لی اور کہا۔

''ٹھیک ہے، آرام کرو۔'' یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی جانب چلی گئیں۔ ماہ رخ نے ٹی وی کی جانب نظر گھمائی جہاں میزبان دو سوال مزید پوچھنے کے بعد اب بریک لینے کے لیے تیار نظر آ رہی تھی۔

☆☆☆

یونیورسٹی کا زمانہ بھی عجیب ہوتا ہے۔ کالج سے نکل کر یونیورسٹی کی طرف قدم رکھنے والی نوجوان نسل مستقبل کی فکر میں محنت اور لگن سے پڑھائی شروع کرتی ہے اور اس روٹین لائف کی رونق دوستوں سے ہوتی ہے۔ وہ بھی تعداد میں چھ تھے۔ ماہ رخ اور تنویر شاہ جو کہ پولیٹیکل سائنس میں ماسٹرز کر رہے تھے۔ قاسم علی اور شاہنواز انگلش، وسیم کیمسٹری اور منور کمپیوٹر سائنس کا طالب علم تھا۔ یہ سب یونیورسٹی کے آخری سال میں تھے۔ ان کی دوستی ایک سال پرانی تھی۔ ''فرینڈز گروپ'' کے نام سے یہ چھ کے چھ لوگ [illegible] سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے۔ تنویر کی دلچسپی رائٹنگ میں تھی۔ وہ لیپ ٹاپ آن کر کے بیٹھا رہتا اور غیر ملکی ویب سائٹس پر اسکرپٹ رائٹنگ کے کورس کرتا رہتا تھا۔ ماہ رخ اور وہ ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔ یہ پسند کب محبت میں بدلی، عادت کب ضرورت بن گئی، دونوں بے خبر تھے مگر اب ایک دوسرے کے بغیر زندہ رہنے کا تصور ناممکن تھا۔ یہ سب لوگ امیر ماں باپ کی اولاد تھے اس لیے ان کا مستقبل محفوظ تھا اور اسی لیے [illegible] کچھ نیا کرنے کا سوچتے رہتے۔ نومبر میں [illegible] سردیاں [illegible] اور نرم دھوپ [illegible] اضافہ کر رہی تھیں جب [illegible] فرینڈز گروپ کے پُرجوش ممبر قاسم علی کے دماغ میں [illegible] آیا۔

''[illegible] ہم سب [illegible] ہو جائیں گے، وہ بھی کئی دنوں کے لیے۔ تو کیا خیال ہے فرینڈز گروپ، صرف یونیورسٹی تک محدود نہ [illegible] کیا جائے۔'' اس نے باری باری سب کی طرف دیکھا۔

''[illegible]'' سب کی توجہ اس کی جانب ہو گئی البتہ تنویر کی نظر گود میں پڑے لیپ ٹاپ پر ہی تھی۔

''اسے بند کر دے تنویر...... خدا کے لیے، ہر وقت بیچارے کو آن ہی رکھتا ہے۔'' قاسم نے اس کے سامنے بیچ بیچ ہاتھ جوڑ دیے۔

''میں کام کر رہا ہوں تو بولتا جا، میں آخر میں ماہ رخ

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutube.com

سے تفصیل پوچھ لوں گا۔" اس نے نگاہ ہٹائے بغیر جواب دیا۔

"ہاں بھئی، ماہ رخ آپ کے لیے ہی تو فارغ ہے۔" شاہنواز نے طنزیہ لہجے میں کہا تو تنویر مسکرا دیا۔ وہ جانتا تھا شاہنواز، ماہ رخ کو پسند کرتا ہے اسی لیے وہ تنویر کے خلاف رہتا تھا۔ ماہ رخ اور وہ دونوں شاہنواز کی باتوں کو نظرانداز کر دیتے تھے۔

"ماہ! بتاؤ تم میرے لیے فارغ ہو یا نہیں؟" اس نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔ ماہ رخ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ شاہنواز کی چڑچڑاہٹ میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"کوئی [illegible]" سب ہنس پڑے۔

"اچھا تنویر! [illegible] لیپ ٹاپ۔" ماہ رخ نے اشارہ کیا۔ تنویر نے لیپ ٹاپ آف کر کے بیگ میں ڈال لیا۔

"چلو [illegible] شروع کرو اپنی بحث۔" تنویر نے قاسم کی طرف دیکھا۔ اس نے [illegible] کر دیا۔

"دیکھیں خواتین و حضرات [illegible] تک ہم [illegible] فارغ ہوں گے۔ اس دوران میں چاہتا ہوں [illegible] میرے بھائی کا کالج جوائن کر لیں [illegible] تین ماہ ہم وہاں فرسٹ اینڈ سیکنڈ ایئر کو پڑھائیں گے۔ کالج ابھی نیا ہے اور میرا بھائی جاسم بھی اسے باقی کالجز سے [illegible] لوگوں کے لیے تین ماہ کا چیلنج ہوگا [illegible] سے بڑھ کر ہمیں ایک پوری کلاس [illegible] پر ہم اپنی مرضی کے تجربات [illegible] کی نفسیات سمجھنا [illegible] ہے ہم بہتر [illegible]" وہ خاموش ہو گیا۔

"[illegible] چاہوں گی۔" ماہ رخ نے ہاتھ [illegible] باقی سب نے بھی ہاتھ کھڑا کر دیا۔

"گڈ [illegible] ماحول دیکھیں گے اس کے [illegible] ہمارے پاس۔" قاسم نے اعلان کیا اور سب کے لیے کولڈ ڈرنکس اور برگر منگوا لیے۔

☆☆☆

"تم قاتل ہو۔"

"میں نے کچھ نہیں کیا ماہ۔" خنجر سے ٹپکتا خون اسے صاف دکھائی دے رہا تھا۔

"مجھ سے دور چلے جاؤ۔"

"مجھ سے دور چلے جاؤ۔"

اس کے کانوں میں الفاظ ابھی تک گونج رہے تھے۔ مئی کی اس شام آخر کیا ہوا تھا؟ کوئی نہیں جانتا تھا۔ وہ بھی نہیں جس پر قاتل ہونے کا الزام بغیر کسی ثبوت کے لگا دیا گیا تھا۔ شام کے سائے طویل ہو رہے تھے۔ پارک میں بیٹھا تنویر خاموشی سے اردگرد اپنے گھروں کو لوٹ جانے والے انسانوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس پر آج کل عجیب چڑچڑاہٹ ...... طاری تھی۔ وہ واپس فلیٹ جانے کے بارے سوچ ہی رہا تھا کہ کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے [illegible] کو پہچاننے میں اسے چند سیکنڈ لگے۔

"[illegible]" وہ حیرت سے کہتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"[illegible] تنویر؟" وہ اس سے لپٹ گیا۔ تنویر نے اس [illegible] اور بالوں میں ہاتھ گھمائے۔ قاسم اسے چھوٹے [illegible] تھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی دکھائی دی۔

"[illegible] بھلا کرتا ہے کوئی؟ آج تین سال بعد [illegible] ہے یار۔" اس نے شکوہ کیا۔

"[illegible] ہو قاسم؟" وہ جھکے ہوئے انداز میں بولا۔

"[illegible] کیا؟"

"یار! جو کچھ تمہارے بھائی کے کالج میں ہوا تھا، اس کی بات [illegible] قاتل ہونے کا الزام، ماہ رخ کا شک ...... ان سب سے بچنے کے لیے سب لوگوں سے دوری ضروری تھی۔" وہ افسردہ مسکراہٹ لیے [illegible] بول رہا تھا۔

"[illegible] تو میں تمہیں دیکھا، شک تو پہلے بھی تھا [illegible] تھی ہے، وہ تم ہی ہو سکتے ہو مگر یقین [illegible] کی اور پتا معلوم کر کے آ پہنچا۔" وہ [illegible] کی تفصیل بتانے لگا۔

"[illegible] بھی؟"

"[illegible] ملا تھا۔ آج کل فری ہوتی ہے اور شادی [illegible]" اس کے اندر کچھ چھناکے سے ٹوٹ [illegible] کے خواب تھے جن کی کرچیاں چبھنے لگیں۔ قاسم نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کیا کچھ لے گیا وہ دن ...... کاش وہ ہماری زندگی میں نہ آتا۔" اس کی بات سن کر وہ مسکرایا۔

"نہیں قاسم! دن برے نہیں ہوتے بس انسان کی تقدیر کے کھیل ہیں، خیر آؤ فلیٹ پر چلتے ہیں۔" دونوں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے فلیٹ کی جانب بڑھے۔ باتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو وقت گزرنے کا پتا ہی نہ چلا۔ دس بجنے میں کچھ [illegible]

وقت باقی تھا جب قاسم کھڑا ہو گیا۔

''اچھا یار! اب مجھے دے اجازت، پھر ملیں گے۔''

''ایک بات تو بتا قاسم۔''

''پوچھ؟''

''کیا تم بھی سمجھتے ہو کہ قاتل میں ہوں؟'' اس نے عجیب انداز میں قاسم کی طرف دیکھا۔

''نہیں، کبھی کبھی جو صاف نظر آتا ہے حقیقت اس کے برعکس محسوس ہوتی ہے۔ تمہارے کیس میں بھی کچھ ایسا تھا جس کی وجہ سے میں آج بھی تسلیم نہیں کرتا کہ تم قاتل ہو، پر ایک سوال اکثر میں خود سے بھی پوچھتا ہوں کہ تم نہیں تھے تو کون تھا وہاں جس نے قتل کیا اور بھاگ نکلا؟ پولیس بھی کوئی ثبوت نہ حاصل کر سکی۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ تم اس لیے بچ گئے کیونکہ تم بڑے باپ کی اولاد ہو مگر ایسا نہیں ہے۔ تمہارے خلاف کوئی ثبوت ہی نہیں ملا تھا۔ ماہ رخ نے گواہی سے انکار کر دیا۔ وہ عدالت ہی نہیں گئی۔ اس کیس میں کوئی ایسی الجھن ضرور تھی جس کا حل معلوم کرنا تھا۔ اب گڑے مردے اکھاڑنے کا کیا فائدہ؟'' وہ یہ کہہ کر واپس مڑا اور باہر کی جانب چل دیا۔ تنویر اسے گیٹ تک چھوڑنے آیا تھا۔ واپسی پر اس کے دماغ میں ایک جملہ گونج رہا تھا۔

''اس کیس میں کوئی ایسی الجھن ضرور تھی جس کا حل معلوم کرنا تھا۔''

اسے معلوم کرنا تھا حل۔ اپنی بے گناہی کے یقین کے لیے۔ اپنی ماہ رخ کے لیے......

☆☆☆

ہفتے کی صبح دس بجے جب بادلوں نے جھوم کر برسنا شروع کیا تو پورے فرینڈز گروپ کو رکنا پڑا۔ سردی کی شدت میں اضافہ ہو چکا تھا۔ وہ دو گاڑیوں میں سوار جاسم کے کالج کی طرف جا رہے تھے۔ ایک گھنٹا برسنے والی بارش نے موسم کی خوبصورتی میں اضافہ کر دیا تھا۔ ایک گھنٹے بعد جب وہ جاسم کے کالج پہنچے تو وہ ان کے استقبال کے لیے گیٹ پر کھڑا تھا۔ سب سے باری باری ہاتھ ملانے کے بعد وہ انہیں اپنے آفس لے آیا جہاں چائے کے ساتھ موسم کے مطابق لوازمات بھی میز پر سجے ہوئے تھے۔

''اس کی کیا ضرورت تھی؟'' شاہنواز نے تکلف دکھایا۔

''بالکل ضرورت تھی اتنی سردی میں۔'' قاسم نے چپس اٹھا کر منہ میں ڈالا۔ آدھا گھنٹا خوش گپیوں میں مصروف رہنے کے بعد جاسم نے انہیں سارا کالج دکھایا۔ نئی تعمیر شدہ عمارت میں کالج کے کلاس روم شاندار اور بہترین

بہترین تحریریں، لاجواب روداد اور اعلیٰ داستانیں پڑھنے والوں کے لیے سرگزشت کا مطالعہ ضروری ہے

ماہنامہ سرگزشت کراچی

شمارہ فروری 2019ء کی جھلکیاں

آخری حصار

اس جواں مرد حکمران کا زندگی نامہ جسے اپنوں نے پیٹھ میں چھری ماری تھی اور برصغیر کی تاریخ بدل گئی۔

مصور جنوں

وہ مسلمان تھا، دنیا اس کے فن کی قدرداں تھی، اسے جادوئی انگلیوں والا کہتی لیکن اس کے ہم وطن ... چاہتے تھے۔ ناکام ہوئے تو اسے ملک سے ہی بھگا دیا۔

قیامت صغریٰ

یورپ کی تاریخ میں اس طرح کی تباہی پہلے کبھی نہ آئی تھی۔ وہ دن قیامت سے کم نہ تھا

زندگی کوہ گراں

وہ کالی تھی اسی لیے اس کی قسمت پر کالک لگ گئی تھی۔ آنکھوں میں آنسو بھر دینے والی سچ بیانی

اس کے علاوہ

بہت سے تاریخی واقعات، سچ بیانیاں اور سچے قصے

بس ایک بار سرگزشت پڑھ کر دیکھیں آپ خود گرویدہ ہو جائیں گے۔

سہولیات تھیں۔ انہوں نے کھل کر جاسم کی تعریف کی۔ ایک گھنٹے بعد جب وہ روانہ ہوئے تو سب یہاں پڑھانے کے لیے پُرجوش تھے۔

اگلے کچھ ماہ امتحانات کی تیاری میں مصروف رہے۔ فائنل کے بعد تقریباً ایک ہفتے آرام کے بعد قاسم نے فیس بک پر بنے چیٹ روم میں میسج کیا۔

"ہیلو فرینڈز گروپ..... کل صبح ہم کالج جوائن کر رہے ہیں اس لیے وقت کا خیال رکھیں۔"

دوسرے دن نو بجے سب کالج میں موجود تھے۔ ان کی فرسٹ اور سیکنڈ ایئر کی کلاسز مختلف تھیں۔ پہلا دن ایسے گزرا کہ دو ہفتے وہ سب کالج کی مختلف سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ مئی کی ایک گرم دوپہر کو قاسم نے سب کو آفس میں بلایا۔

"سیکنڈ ایئر کے ایگزامز قریب ہیں اس لیے فرسٹ ایئر کی طرف سے انہیں پارٹی دی جائے گی۔ آپ لوگ فرسٹ اور سیکنڈ ایئر دونوں کو تیاری کروائیں۔ مختلف پروگرام رکھ لیں۔ اداکاری اور تقاریر کے ساتھ ساتھ ڈراما وغیرہ جس طرح چاہیں..... اس پارٹی کے تمام انتظامات آپ کے ذمے ہیں۔"

سب پُرجوش ہوگئے۔ نوجوان تھے اور ایسے کاموں کے لیے ہر وقت تیار بھی۔ اگلے چند دن وہ کلاس میں پروگرام کرنے والے اسٹوڈنٹس کو تلاش کرتے رہے۔ لسٹ فائنل کرنے کے بعد انہوں نے ان اسٹوڈنٹس کو شام تک کالج میں رکنے کا کہا۔ وہ ان کی زندگی کی سیاہ ترین شام تھی۔ کالج کا وقت ختم ہونے کے بعد سب گھر لوٹ گئے۔ سب کو شام پانچ بجے واپس آنا تھا۔ فریش ہونے کے بعد تنویر نے موبائل آن کیا تو دیکھا، ماہ رخ کا میسج آیا ہوا تھا۔ "تنویر! ایک گھنٹا پہلے آنا مجھے ضروری کام ہے تم سے۔" اس نے "اوکے" کا ریپلائی کیا۔ کپڑے بدلنے کے بعد تھوڑا آرام کیا اور پھر کالج روانہ ہوگیا۔ اسٹاف روم میں پہنچتے ہی دہلیز پر قدم رکھتے ہی اسے اندر کسی گڑبڑ کا احساس ہوا۔ وہ بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا۔ یہاں شاہنواز زمین پر پڑا تھا اور اس کے دل میں خنجر پیوست تھا۔ سانس کی ڈوری بس ٹوٹنے کے قریب تھی۔

"شاہنواز۔" وہ چلایا اور بھاگ کر اس کے قریب پہنچا۔ اس نے خنجر شاہنواز کے جسم سے کھینچ لیا اور یہی وقت تھا جب ماہ رخ اندر داخل ہوئی۔ اسے صورت حال سمجھنے میں چند سیکنڈ لگے تھے۔

"تم قاتل ہو۔" اسے لگا تھا جیسے وہ اپنے ہوش میں نہیں رہی۔

"میں نے اسے قتل نہیں کیا ماہ۔" وہ خود صدمے کی کیفیت میں تھا۔

"شاہنواز ہماری محبت کے خلاف تھا۔ تم نے قتل کردیا اسے۔" وہ کچھ سمجھ نہیں رہی تھی۔

"میرا یقین کرو ماہ۔"

"قاتل ہو تم، خون کیا ہے تم نے۔"

"میں نے کچھ نہیں کیا ماہ۔"

"مجھ سے دور چلے جاؤ تنویر..... تمہیں میری قسم چلے جاؤ یہاں سے۔" اس کے الفاظ ٹوٹ رہے تھے پر مفہوم سمجھ آ رہا تھا۔

"ماہ! میں بے گناہ ہوں۔" اس نے آخری کوشش کی مگر ناکام رہی۔

"میں تمہیں شکل میں نہیں دیکھ سکتی، پلیز چلے جاؤ۔" وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ خنجر زمین پر پھینکا اور چپ چاپ باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد ماہ رخ نے خنجر سے اس کے نشان صاف کیے اور خاموشی سے باہر نکل گئی۔ شاہنواز کی خون آلود لاش کرتے میں جذب ہوتے خون کو وہ دیکھ رہی تھی۔

اگلے چند دن کالج میں ہنگامہ رہا۔ پولیس نے سیکیورٹی کیمرے کی فوٹیج حاصل کی جو کہ گیٹ پر لگا ہوا تھا اور شک میں تنویر کو گرفتار کیا لیکن کوئی ثبوت حاصل نہ کرسکے۔ ماہ رخ نے گواہی دینے سے انکار کردیا۔ وہ اسی بات پر ڈٹی رہی کہ اس نے لاش کے قریب کسی کو نہیں دیکھا۔ کالج کی ریپوٹیشن پر برا اثر پڑا۔ شاہنواز کے علاوہ جو فرینڈز گروپ بچا تھا، سب نے کالج چھوڑ دیا۔ قاسم نے دوبارہ جوائن کیا مگر دوستوں کے بغیر اس کا دل نہیں لگا اور آخر کہیں اور جاب کر کے جان چھڑا لی۔ اس واقعے کو سال گزر گئے اور وقت کی ریت سے بہت سے نشان مٹ گئے لیکن کچھ لوگوں کے دلوں میں اب بھی اس واقعے کی کھوج کی خواہش تھی۔

☆☆☆

"ہیلو۔" سیل فون کان سے لگاتے ہی اس نے آواز سنی اور لمحہ بھر کے لیے اس کا جسم سرد پڑ گیا۔

"جی۔" بمشکل یہ لفظ اس کی زبان سے نکلا تھا۔

"کیسی ہو ماہ؟" وہی لہجہ، وہی نرمی، وہی آواز۔ ماہ رخ آج تک اپنے دل کو نہیں سمجھا پائی تھی کہ وہ قاتل ہے مگر دماغ آج بھی اسے بے گناہ نہیں مانتا تھا۔

"ٹھیک ہوں، آپ سنائیں؟"

"زندہ ہوں..... شادی مبارک ہو۔" الفاظ میں شکست نمایاں تھی۔

"تھینکس۔" اس نے یک لفظی جواب دیا۔

"ایک بات پوچھنی تھی؟"

"جی؟"

"جس شام شاہنواز کا قتل ہوا تھا، اس شام تم نے مجھے فیس بک پر ایک گھنٹا پہلے آنے کا کہا تھا اور کہا تھا کوئی کام ہے مجھ سے...... کیا کام تھا تمہیں؟" اس کے سوال نے ماہ رخ کو چونکا دیا۔

"تنویر! تم بھول رہے ہو...... تم نے مجھے واٹس ایپ کیا تھا کہ کوئی ضروری کام ہے اور ایک گھنٹا پہلے آنا وہاں۔" اس بار چونکنے کی باری تنویر کی تھی۔

"میں نے ایسا کوئی میسج نہیں کیا تھا۔ مجھے کیا ضرورت تھی...... اور ویسے بھی میں سیدھا تمہیں کال کرتا۔" وہ اپنے الفاظ میں خود ہی الجھ گیا۔ "پر اگر میں کال کرسکتا ہوں تو تم بھی کرسکتی تھیں...... آخر کیا ہوا تھا؟" آخری الفاظ بڑبڑاہٹ کی شکل میں تھے۔

"اچھا ماہ! میں بعد میں بات کرتا ہوں۔" اس نے فون بند کردیا اور جلدی سے اپنا لیپ ٹاپ آن کیا۔ فیس بک پر لاگ ان ہوتے ہی اسے پرانا چیٹ روم ڈھونڈنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ یہاں "فرینڈز" نام کے چیٹ روم میں ان سب کے تین سال پہلے کے میسج محفوظ پڑے تھے۔ ... اور تنویر کے علاوہ سب چیٹ روم لیو کرچکے تھے۔ اس نے تیزی سے پرانے میسج کھنگالنے شروع کردیے۔ تقریباً ایک گھنٹا لگا کر اس نے یونیورسٹی کے زمانے کی چیٹ کھولی۔ یہاں میسنجر میں ایک میسج پڑھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔ الجھن کا حل اچانک سامنے آگیا تھا۔

☆☆☆

"تم کچھ ثابت نہیں کرسکتے۔" اس کی بات سن کر سامنے والا شخص ہنسا۔ "کل میری اور ماہ رخ کی شادی ہے۔ تم صرف شک کی بنیاد پر بات کررہے ہو۔"

"ہاں مگر ماہ رخ میرا یقین ضرور کرے گی۔ ثبوت ہے میرے پاس۔" اس نے سیل فون سے لیا ایک اسکرین شاٹ سامنے کیا جس میں سامنے والے کا میسج شو ہورہا تھا۔ "میں کسی بھی سیل فون میں گھس سکتا ہوں کیونکہ مجھے ہیکنگ آتی ہے۔"

"تم ایسا کچھ نہیں کروگے تنویر...... میں نے بہت لمبی پلاننگ کی ہے ماہ رخ کو حاصل کرنے کی...... شاہنواز کو قتل کیا، تمہیں پھنسایا لیکن تم بچ نکلے۔ ہاں مگر میں نے ماہ رخ کے دل میں تمہارے لیے نفرت پیدا کردی...... ہاہاہا۔" وہ پاگلوں کی طرح ہنسا۔ "ماہ رخ میری ہے، صرف میری۔"

اچانک اس نے بیڈ کی دراز کھولی اور ریوالور نکال کر اس پر تان لیا۔ "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"کیسے مارا تھا تم نے شاہنواز کو؟ کہاں بھاگ گئے تھے؟"

"چل تیری آخری خواہش سمجھ کر پوری کردیتا ہوں، بتا دیتا ہوں سب تجھے۔" وہ ہنسا اور بولا۔ "پلان تو بہت پہلے کا سوچا تھا مگر عمل کرنے کا موقع اس دن ملا۔ میں نے تمہارا واٹس ایپ ہیک کیا اور ماہ رخ کو میسج کیا۔ اس کا فیس بک اکاؤنٹ میرے قبضے میں تھا۔ میں نے شاہنواز کو بھی جلدی بلا لیا اور ... بہت مزہ آیا اسے مارنے میں۔ کیمروں سے فوٹیج اڑا دی ... میں نے اپنی آمد کا ریکارڈ صاف کیا اور فرار ہوگیا۔ تمہیں قاتل تو ثابت نہ کرسکا مگر ماہ رخ کی نظروں میں گرانے میں کامیاب ہوگیا۔" اس نے دیوانگی بھرے لہجے میں کہا اور گولی چلانے ہی لگا تھا کہ تنویر نے اچانک لات چلائی جو اس کے ریوالور والے ہاتھ پر لگی۔ اسی دوران پولیس کمرے میں داخل ہوئی۔

"گرفتار کرلیں اسے انسپکٹر صاحب، قاتل ہے یہ...... اعتراف آپ سن چکے ہیں۔" تنویر کی بات سنتے ہی اسے ہتھکڑی لگادی گئی۔

☆☆☆

"مجھے صرف دکھ تھا کہ میں نے تمہیں سب سے بڑھ کر چاہا تھا مگر تم نے میرا یقین نہ کیا ماہ رخ۔" ماہ رخ کے سامنے بیٹھا تنویر شکوہ بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے نظریں جھکالیں۔ "ایک دیوانے سے شادی کرنے چلی تھیں تم۔"

"منور مجھے پسندیدہ نظروں سے دیکھتا ہے، یہ میں جانتی تھی مگر وہ اس حد تک چلا جائے گا، یہ اندازہ نہ تھا۔ کچھ ماہ پہلے وہ اچانک رشتہ لے آیا۔ امی پہلے ہی تیار بیٹھی تھیں۔ فوراً مان گئیں۔ یہ سب اس نے کیسے کیا تنویر؟"

"وہ کمپیوٹر کا طالب علم تھا۔ ساتھ ساتھ آن لائن ہی کچھ غیر قانونی ویب سائٹس پر ہیکنگ سیکھتا رہا۔ ویسے بھی یہ فیس بک اور واٹس ایپ ہیکنگ آج کل بچوں کا کھیل ہے۔ اس نے پوری پلاننگ سے قتل کیا شاہنواز کو اور مجھے پھنسا دیا۔ وہ تو قسمت اچھی تھی کہ بچ نکلا۔"

منور کچھ دنوں بعد لمبے عرصے کے لیے جیل جانے والا تھا۔ "دلہا میاں تو گئے جیل...... اب دلہن کس کا انتظار کررہی ہے؟" تنویر نے معنی خیز نظروں سے اسے دیکھا۔

"نئے دلہے کا۔" ماہ رخ ہنسی۔

URDU TUBE

رندانہ

ملک صفدر حیات

اس بے ثبات دنیا میں انسان [illegible] بنا دیا ہے کہ حقیقت تسلیم کرنے کے باوجود اس زندگی کو تمام رنگینیوں سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے، چاہے اسے کسی بھی انتہا تک جانا پڑے... اور اس دنیا پر بالخصوص صاحبِ اولاد اپنے حقوق کا پرچار زیادہ کرتے ہیں جبکہ بے اولاد کے لیے یہ کہہ کر تسلی دے دی جاتی ہے کہ اس کا آگے پیچھے کون بیٹھا ہے۔ اسی فارمولے پر ان دو بھائیوں کے درمیان بھی رسّا کشی جاری تھی اور اسی دوران وہ کب جرم کی دلدل میں اتر گئے کچھ خبر نہ ہو سکی۔

URDU TUBE

دولت کے لالچ میں رشتوں کو روندنے والے

خونی رشتوں کی انتہا پسندی

موسم نے اچانک تیور بدل کر [illegible] ڈال دیا تھا۔ میں اور حوالدار بشیر احمد ایک تناور درخت کی [illegible] مضبوط شاخوں پر [illegible] قبرستان کے احاطے کے اندر [illegible] وہ موسم گرما کی ایک حبس زدہ رات تھی۔ [illegible] کسی درخت کا کوئی پتا جنبش دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ [illegible] یکا یک بوندا باندی شروع ہوئی [illegible] وقت کی ضرورت تھا۔ فضا میں موجود گھٹن نے سانس لینا محال کر رکھا تھا لیکن اس وقت ہم جس نوعیت کی پچویشن میں تھے اس میں اگر باقاعدہ بارش شروع ہو جاتی تو یہ ہمارے مشن کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی اور میں کسی بھی قیمت پر اپنے مقصد کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔

''ملک صاحب!'' حوالدار نے پتوں کے بیچ میں سے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''لگتا ہے، آج وہ گورکن ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔ ہم پچھلے دو گھنٹے سے اس درخت پر [illegible] ہیں اور اس کی آمد کے آثار نہیں [illegible] اب تو بارش بھی شروع ہو گئی ہے۔''

حوالدار نے ''گورکن'' کے الفاظ اس شخص کے لیے استعمال کیے تھے جس کی گرفتاری کے لیے ہم اس درخت کی بلندی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ پچھلے چند روز سے اس قبرستان میں عجیب و غریب واقعات پیش آ رہے تھے۔ گزشتہ دس دن میں تین قبروں کی بے حرمتی کی گئی تھی اور یقیناً یہ کام رات کی تاریکی ہی میں کیا گیا تھا اور وہ بھی اتنی صفائی اور خاموشی کے ساتھ کہ گورکن کو کانوں کان خبر نہیں ہو سکی تھی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ جو بھی شخص اس مذموم حرکت کا ارتکاب کر رہا تھا وہ ان تینوں قبروں میں سے کچھ نکال کر نہیں لے گیا

URDU TUBE

تھا۔ وہ چپ چاپ قبر کو کھودتا اور واپس چلا جاتا تھا۔ یہ تینوں قبریں کافی پرانی تھیں جو اس نامعلوم شخص نے کھولی تھیں یعنی سال ہا سال گزر جانے کے بعد قبر کی تہ میں، وہاں مدفون مردے کی اکا دکا ہڈیاں ہی باقی بچی تھیں۔

"میں کسی بھی حال میں مایوس نہیں ہوتا بشیر احمد۔" میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اگر آج بارش کے سبب یا کسی اور وجہ سے ہم اس گور بجو صفت شخص کو پکڑنے میں کامیاب نہیں ہوئے تو کل رات پھر ادھر آئیں گے۔"

"مجھے تو وہ کوئی [illegible] لگتا ہے ملک صاحب۔" حوالدار بیزاری سے بولا۔ "یا پھر کوئی جادوگر!"

"جادوگر!" میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ "آخر تم کہنا کیا چاہ رہے ہو؟"

"ملک صاحب! بعض لوگ جادو ٹونا کے لیے قبر کی مٹی یا مُردے کی ہڈیاں استعمال کرتے [illegible]" وہ [illegible] انداز میں بولا۔

حوالدار کی بات میں وزن تھا۔ "تو تمہارا خیال ہے کہ وہ گور بجو کسی جادو ٹونے کی غرض سے قبریں کھود رہا ہے؟" میں نے پوچھا۔ "لیکن ہماری اب تک کی تحقیق کے مطابق کسی بھی قبر کی ہڈیاں تو غائب نہیں ہوئی ہیں۔"

چند دن کے وقفے سے گزشتہ [illegible] قبروں کو کھولا گیا تھا میں نے ان کا [illegible] معائنہ کیا تھا اور وہاں سے کسی قابل ذکر چیز کی چوری میری نظر میں نہیں آئی تھی۔ میں نے ضروری کارروائی کے بعد دوبارہ قبروں کو بند کروا دیا تھا۔

"میں آپ کی بات کو جھٹلاؤں گا نہیں ملک صاحب۔" بشیر احمد نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "اگر میرا اندازہ درست ہے کہ یہ کسی عامل کا یا جادوگر کا کام ہے تو پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے کوئی تعویذ گنڈا دبانے کے لیے قبروں کو کھولا ہو..."

"اس مقصد کے لیے تو کسی ایک قبر کو کھودنا ہی کافی تھا۔" میں نے سوچ میں ڈوبے لہجے میں کہا۔ "ہم ایک قبر بند کرواتے ہیں تو دو تین روز کے بعد وہ دوسری قبر کھول کے رکھ دیتا ہے۔ عجیب تماشا لگا رکھا ہے اس منحوس گور بجو نے......"

بات کے اختتام پر آپوں آپ میرا لہجہ کڑوا ہو گیا تھا۔ حوالدار نے رازدارانہ انداز میں کہا۔ "ملک صاحب، مجھے شک ہے......"

"کیسا شک؟" میں نے دوسری شاخ پر بیٹھتے ہوئے بشیر احمد سے استفسار کیا۔

"کہیں دینو چاچا اس نامراد گور بجو کے ساتھ ملا ہوا تو نہیں۔" وہ سنسنی خیز لہجے میں بولا۔ "یہ بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آرہی کہ وہ بڑے مزے سے آکر قبر کھول ڈالتا ہے اور دینو کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔"

دینو کا اصل نام دین محمد تھا مگر وہ دینو چاچا کے نام سے مشہور تھا اور وہ اس قبرستان کا گورکن تھا۔ دینو کی رہائش بھی قبرستان کے اندر ہی تھی۔ اس کی عمر ساٹھ سے متجاوز تھی اور اس کے آگے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ وہ اکیلا ہی رہتا تھا۔

"دینو اگر اس گور بجو کے ساتھ ملا ہوا ہے تو میں گور بجو کے ساتھ ساتھ اس کا حشر بھی برا کروں گا۔" میں نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔ "ایک بار قبروں کو کھولنے والا وہ بدبخت میرے ہتھے چڑھ جائے تو پھر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔"

ادھر میری بات ختم ہوئی ادھر بوندا باندی میں قدرے تیزی آگئی۔ آثار تو یہی بتاتے تھے کہ تھوڑی دیر میں باقاعدہ بارش شروع ہو جائے گی اور یہ کوئی اچھی صورت حال نہیں تھی۔

"اگر میرا اندازہ درست ہے تو ملک صاحب، آج وہ گور بجو قبر کھودنے کی [illegible] نہیں کرے گا۔" حوالدار نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "دینو چاچا نے یقیناً اسے ہماری یہاں موجودگی کے بارے میں بتا دیا ہوگا۔ اس کے بعد اگر وہ قبرستان میں قدم رکھتا ہے تو اس سے بڑا بے وقوف اور کوئی نہیں ہوگا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو بشیر احمد۔" میں نے حوالدار کے خیال کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیں اس فتنہ پرور شخص تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کوئی اور طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔"

میری بات مکمل ہونے پر بہت تیز بجلی چمکی۔ اس کے بعد بادلوں کی خوفناک گرج سنائی دی اور پھر بارش شروع ہو گئی۔ حوالدار نے فکرمندی سے کہا۔

"لو جی ملک صاحب...... ہو گیا کام!"

"بالکل ٹھیک......" میں نے قبرستان کے باہر کچے راستے کی طرف دیکھتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔

مذکورہ قبرستان ریلوے لائن کے نزدیک واقع تھا اور اس کے پہلو سے ایک کچا راستہ گزرتا تھا یعنی قبرستان ریلوے لائن اور کچے راستے کے وسط میں تھا۔ اگرچہ اس وقت ہر جانب رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی لیکن میں چونکہ کافی دیر

URDU TUBE

سے اس کچے راستے پر نگاہ جمائے بیٹھا تھا لہٰذا کچھ فاصلے پر حرکت کرتی ہوئی وہ چیز میری نظر کی پکڑ میں آگئی تھی۔

''میں سمجھا نہیں ملک صاحب!'' حوالدار الجھن زدہ لہجے میں بولا۔ ''آپ کو کیا لگتا ہے؟''

''یہی کہ ہو گیا کام......'' میں نے بہ دستور اس نامعلوم متحرک چیز پر نگاہ جمائے رکھی۔

''میں نے تو یہ بات بارش کے لیے کہی تھی ملک صاحب......!''

''اور میں نے اس کے لیے کہی ہے۔'' میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''کس کے لیے؟'' اس کی الجھن میں حیرت بھی شامل ہو گئی۔

''ادھر دیکھو......'' میں نے تاریکی میں متحرک اس شے کی جانب حوالدار کی توجہ مبذول کرائی۔ ''کچے راستے پر کوئی چلا آرہا ہے۔''

''وہ......!'' وہ ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔ ''یہ کیا بلا ہے ملک صاحب؟''

''وہ الا ہے یا بلا، اس بات کا فیصلہ اسی وقت ہو پائے گا جب وہ ہماری نگاہ کے سامنے کھل کر واضح ہو گی۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ ''ہو سکتا ہے، یہ وہی کوئی ہو جس کے استقبال کے لیے ہم فضائی مورچا سنبھالے بیٹھے ہیں......!''

''مجھے نہیں لگتا۔'' وہ سرسری لہجے میں بولا۔

وہ متحرک چیز لمحہ بہ لمحہ ہمارے نزدیک آرہی تھی۔ ہم چونکہ درخت کی توانا شاخوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے سروں کے اوپر بھی پتے دار شاخیں موجود تھیں لہٰذا ہم برسات سے بری طرح متاثر نہیں ہو رہے تھے۔ پتوں سے بھری ہوئی شاخیں ہمارے لیے چھتری کا کام کر رہی تھیں۔ اگر ہم کھلے میں کھڑے ہوتے تو ابھی تک نصف شب کر بھیگ چکے ہوتے۔

جلد ہی وہ متحرک شے ہمارے اتنے قریب آگئی کہ اسے پہچاننے میں مجھے کسی دقت کا سامنا نہیں ہوا۔ حوالدار بشیر احمد کا اندازہ بالکل درست ثابت ہوا تھا۔ وہ کوئی شخص (گوربجو وغیرہ) نہیں تھا۔ میری نگاہ ایک شاندار تانگے پر جمی ہوئی تھی اور تانگا بھی ایسا کہ جس میں کوئی کوچوان یا کوئی سواری موجود نہیں تھی۔ وہ تانگا نہایت ہی دھیمی رفتار سے گاؤں کی جانب بڑھ رہا تھا۔

''بشیر احمد! یہ کیا ماجرا ہے......!'' میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

''ملک صاحب!'' وہ تانگے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ''میں نے پہچان لیا ہے۔ یہ رانا صاحب کا تانگا ہے لیکن آدھی رات کو اور وہ بھی خالی خولی تانگا کہاں سے آرہا ہے، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔''

''تو چلو، نیچے جا کر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔'' میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''آپ بالکل بجا فرما رہے ہیں ملک صاحب۔'' وہ تائیدی انداز میں بولا۔ ''اگر یہاں بیٹھ کر ہم اندازے لگاتے رہے تو مسئلہ حل نہیں ہو گا۔''

ہم درخت سے نیچے اترے اور قبرستان سے نکل کر کچے راستے کی جانب بڑھے۔ مذکورہ تانگے میں جتا ہوا گھوڑا اتنی سست روی سے چل رہا تھا کہ ہم نے جلد ہی اسے جا لیا اور پھر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ تانگے کے اگلے حصے میں گھوڑے کی پیٹھ اور فرنٹ سیٹ کے درمیان والی جگہ پر کوئی [illegible] تھا۔

میں نے تانگے کو روک لیا اور برستی بارش میں ٹارچ جلا کر اس شخص کا جائزہ لیا۔ اگلے ہی لمحے مجھ پر یہ سنسنی خیز انکشاف ہوا کہ وہ شخص ابدی نیند سو چکا تھا۔ میرے ساتھ ہی حوالدار نے بھی اس شخص کی لاش دیکھ لی تھی۔

''یہ تو......'' وہ مضبوط لہجے میں بولا۔ ''رانا صاحب کا کوچوان...... اس کی موت کیسے واقع ہوئی؟''

میں حوالدار کے سوال کو نظرانداز کر کے میتہ فیکا کوچوان کی لاش کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گیا۔ ٹارچ کی روشنی میں مجھے فیکا کا سر بری طرح زخمی دکھائی دیا۔ کسی قاتل شخص نے بڑی بے دردی سے اس کی کھوپڑی کو کچل ڈالا تھا۔ فیکا کے جسم پر اس کا لباس بھی سرخ ہو رہا تھا۔ یقیناً اسے وہاں بھی کوئی گہری چوٹ لگی تھی جس سے خارج ہونے والے خون نے اس کے لباس کو رنگین کر دیا تھا۔ جلد ہی مجھے ایک اور انکشاف ہوا۔ تانگے کی سیٹوں کے نیچے دو افراد دنیا و مافیہا سے بے خبر پڑے دکھائی دیے۔ یہ وہ خانہ تھا جہاں کوچوان اکثر گھوڑے کا چارا رکھا کرتے ہیں۔ جب میں نے ان دو افراد کا تنقیدی جائزہ لیا تو پتا چلا کہ ان میں ایک عورت اور دوسرا نوجوان لڑکا تھا اور خوش قسمتی سے وہ دونوں زندہ تھے تاہم ان پر گہری بے ہوشی طاری تھی۔

میں نے اس عورت اور نوجوان پر ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہوئے حوالدار سے پوچھا۔ ''بشیر احمد! کیا تم ان دونوں کو پہچانتے ہو؟''

URDU TUBE

بشیر احمد اسی علاقے کا رہنے والا تھا۔ موضع جمال پور پر سالہا سال سے رانا برداری کا راج تھا۔ اس وقت رانا تصدق جمال پور کا چودھری تھا۔ میرے سوال کے جواب میں بشیر احمد نے بتایا۔

''ملک صاحب! یہ عورت تو چھوٹے رانا صاحب کی بیوی رخسانہ ہے اور اس لڑکے کو میں نہیں جانتا۔'' اس نے بے سدھ پڑے لڑکے کی جانب اشارہ کیا۔

چھوٹا رانا یعنی رانا مصدق بھی اپنے بڑے بھائی تصدق کے ساتھ ہی جمال پور والی حویلی میں رہتا تھا۔ موضع جمال پور لگ بھگ سو گھروں [illegible] مشتمل [illegible] جو جی ٹی روڈ اور ر[illegible] آبادی کم و بیش چا[illegible] نفوس رہی ہوگی۔

''بشیر احمد [illegible] لگتا ہے، ان لوگوں کو کوئی [illegible] پیش آیا ہے۔'' [illegible] تشویش بھرے انداز [illegible]

''انہیں فوراً اسپتال [illegible]''

بات کے اختتام پر میں تانگے [illegible] ہو گیا۔ حوالدار نے کہا۔ ''اگر ہم رانا صاحب [illegible] اس واقعے کی اطلاع دے دیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔''

''بالکل، یہ تو ٹھیک کہتا ہے۔'' میں نے دوٹوک انداز میں کہا۔ ''تم قبرستان سے اپنا گھوڑا کھول کر لاؤ۔ موضع جمال پور ہمارے راستے میں پڑے گا۔ [illegible] حویلی جائیں گے۔ اس کے بعد [illegible] کیا جائے گا۔''

''ٹھیک ہے ملک صاحب'' وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

ہم دونوں [illegible] پہنچے تھے۔ گورو بجو تو ہمارے ہاتھ نہیں لگ سکا تھا لیکن رانا تصدق کا سجا سجایا عالی شان تانگا بڑے ڈرامائی انداز میں ہمارے پاس آ گیا تھا اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ اس پر ایک لاش اور دو بے ہوش افراد لدے ہوئے تھے۔ ان لمحات میں کوچوان کا کردار ادا کر رہا تھا اور حوالدار گھوڑے پر سوار میرے ساتھ تانگے کے پیچھے چل رہا تھا۔

''ملک صاحب [illegible] ہوئی کہ [illegible] گئے تھے اور [illegible] مل گئی۔'' بشیر احمد نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''ہم گورو بجو کی گرفتاری کے لیے قبرستان گئے تھے اور یہ تانگا ہمارے ہاتھ لگ گیا اور وہ بھی بڑی پراسرار سنسنی خیز حالت میں۔ اگرچہ ان میں سے کوئی اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے لیکن میں آپ سے مکمل اتفاق کرتا ہوں کہ رانا صاحب کے تانگے کے ساتھ کوئی بہت ہی خطرناک واقعہ پیش آیا ہے۔''

اس وقت میرا ذہن مختلف زاویوں میں مصروف عمل تھا۔ رانا تصدق کا تانگا جس حالت میں ہمیں ملا تھا وہ کسی بڑے ہنگامے کی اطلاع دے رہا تھا۔ وہ کچا راستہ چمن آباد کی طرف جاتا تھا یعنی تانگا چمن آباد سے اس طرف آرہا تھا۔ جمال پور سے چمن آباد کا فاصلہ (کچے راستے سے) پانچ میل تھا۔ اگر جی ٹی روڈ سے سفر کیا جاتا تو یہی فاصلہ بڑھ کر آٹھ میل ہو جاتا تھا۔ تانگے کا چمن آباد سے جمال پور کی جانب آنا یہی ظاہر کرتا تھا کہ ان دونوں گاؤں کے درمیان [illegible] ناخوشگوار [illegible] پیش آیا تھا۔ اس حادثے کے بارے میں معلومات [illegible] وقت حاصل کی جا سکتی تھیں جب رانا مصدق کی بیوی رخسانہ یا وہ نوجوان لڑکا ہوش میں آ جاتا۔ فیکا کوچوان تو اب اس قابل نہیں رہا تھا کہ اس سے کسی قسم کا سوال و جواب کیا جاتا۔ اس امر میں کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں تھی کہ فیکا کوچوان عدم آباد روانہ ہو چکا تھا۔ [illegible] ٹارچ کی روشنی میں اس کی کھوپڑی کا حشر نشر دیکھ لیا تھا۔ غالب امکان یہی تھا کہ لاٹھیوں کے پے در پے وار کر کے اسے موت کے گھاٹ اتارا گیا تھا۔ مزید انکشافات اسی وقت ہو سکتے تھے جب باقاعدہ روشنی میں فیکا کی لاش اور رخسانہ [illegible] کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا۔

[illegible] راستے پر آگے بڑھ رہے تھے اور ہمارا یہ سفر قبرستان سے جمال پور کی سمت تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں تکیہ [illegible] کے نزدیک سے ہم نے ریلوے لائن کو عبور کیا اور گاؤں کی جانب بڑھ گئے۔ یہ کچا راستہ جمال پور کے پہلو سے جاملتا تھا اور میرا تھانہ بھی جی ٹی روڈ [illegible] تھا۔ تھانے سے جمال پور کا فاصلہ تقریباً ایک میل تھا۔ میرے تھانے کے ساتھ ہی لاری اڈا بنا ہوا تھا اور جی ٹی روڈ سے ایک سڑک نکل کر لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کی طرف جاتی تھی۔ جس بارش کو ہم قبرستان سے اپنے ساتھ لے کر آئے تھے اس نے بھی جمال پور تک ہمارے ہمراہ سفر کیا تھا اور وہ بھی تمام تر گرج چمک کے ساتھ......!

☆☆☆

ہماری آمد نے جمال پور کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ایک تو بارش نے، گھروں کے صحنوں اور چھتوں پر سوئے ہوئے لوگوں کی نیند کا سوا ستیاناس مار دیا تھا۔ وہ لوگ کھلے میں سے اٹھ کر برآمدوں اور کمروں میں جانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اوپر سے جب انہوں نے آدھی رات کے وقت ایک تھانے دار کو کوچوان کے روپ میں گاؤں کے اندر داخل

URDU TUBE

ہوتے دیکھا تو انہیں اپنی بصارت پر یقین نہیں آیا پھر جب ہم رانا تصدق کی حویلی میں پہنچے تو وہاں ایک کہرام مچ گیا کیونکہ ہم ان کے لیے تانگے میں جو کچھ لے کر آئے تھے وہ کسی قیامت سے کم نہیں تھا۔

’’تھانے دار صاحب! یہ سب کیا ہے؟‘‘ رانا تصدق نے وحشت زدہ نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

رانا مصدق بے ہوش رخسانہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مستفسر ہوا۔ ’’میری بیوی کو کیا ہوا ہے اور...... بصیر کیوں بے ہوش ہے......؟‘‘

اس نوجوان لڑکے کا نام بصیر تھا۔ بعد ازاں مجھے بتایا گیا کہ بصیر رانا تصدق کا چھوٹا سالا تھا۔ یہ صورت حال ایسی تھی کہ ان لوگوں کا بے حد پریشان ہو جانا ایک لازمی امر تھا۔ میں نے باری باری دونوں بھائیوں کی جانب دیکھتے ہوئے نہایت ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’رانا جی! سوال وجواب کرنے کے لیے آدھی رات باقی ہے۔ میں چاہتا ہوں، ان تینوں کو فی الفور اسپتال پہنچایا جائے۔ فیکا کوچوان تو زندگی کی بازی ہار چکا ہے لیکن رخسانہ اور بصیر کو فوری طبی امداد دے کر بچایا جاسکتا ہے اس لیے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ان کو یہاں سے روانہ کر دینا چاہیے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ گھر کا کوئی فرد ان کے ساتھ جائے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں نا؟‘‘

’’جی بالکل......‘‘ وہ یکے بعد دیگرے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولے پھر مصدق نے کہا۔ ’’میں ان کے ساتھ جاؤں گا۔‘‘

رخسانہ مصدق کی بیوی تھی اور بصیر تصدق کا سالا۔ میں نے حوالدار بشیر احمد کو تانگے کے ساتھ اسپتال جانے کی ہدایت کردی اور خود رانا تصدق کی جانب متوجہ ہوگیا۔

’’رانا صاحب! یہ بڑا سنجیدہ معاملہ ہے۔ ہمیں کسی جگہ بیٹھ کر تسلی سے بات کرنا ہوگی۔‘‘

’’جی ضرور۔‘‘ وہ سر کو اثبات میں ہلاتے ہوئے بولا۔ ’’ہم حویلی کے اندر بیٹھ کر اطمینان سے بات کرسکتے ہیں۔‘‘

رانا مصدق اپنے ساتھ دو ملازموں کو بھی لے کر جانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے اجازت دے دی۔ حوالدار نے گھوڑا میرے لیے چھوڑ دیا تھا کیونکہ رانا مصدق نے فی الفور ایک اور تانگے کا بندوبست کرلیا تھا۔ ضلعی اسپتال میرے تھانے سے آدھے میل کے فاصلے پر تھا۔ میں نے ہنگامی صورت حال کے پیش نظر حوالدار کو ہر باریکی سے اچھی طرح آگاہ کر دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اسپتال کے معاملات کو بخوبی سنبھال لے گا۔

حویلی کے کشادہ صحن میں ایک جانب اونچی چھت والا ایک بے درو دیوار کمرا بنا ہوا تھا۔ یعنی زمین سے صرف مضبوط ستون اٹھا کر ان کے اوپر چھت ڈال دی گئی تھی۔ اس حصے کا فرش چبوترا نما تھا اور صحن کی زمین سے دو فٹ بھر اونچا تھا۔ مذکورہ چبوترے پر بید کی کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ مجھے یہ سمجھنے میں قطعاً کوئی دشواری محسوس نہیں ہوئی کہ چھت دار وہ چبوترا موسم کے مختلف رنگوں کو انجوائے کرنے کے لیے بنایا گیا تھا تاکہ چھت کے نیچے دھوپ اور بارش سے بچتے ہوئے قدرت کے مظاہر کا نظارہ کیا جاسکے۔ رانا تصدق مجھے لے کر اسی چبوترے پر آبیٹھا۔ وہ ایسا موقع تھا اور نہ ہی ایسا وقت کہ وہ میری خاطر داری میں لگ جاتا لہٰذا ہم فوراً ہی اس سنگین صورت حال پر بات چیت میں مصروف ہو گئے۔

میں نے رانا تصدق کو مختصر الفاظ میں، اپنی قبرستان میں آمد کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کرنے کے بعد اس تانگے کی پر اسرار آمد کے بارے میں بتایا اور آخر میں کہا۔ ’’میں سمجھتا ہوں، آپ کے سالے، آپ کی بھابی اور آپ کے کوچوان پر کسی نے قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ اب آپ مجھے بتائیں گے کہ یہ لوگ آدھی رات کو کہاں جا رہے تھے یا کہاں سے آرہے تھے۔ جب تک آپ اس معاملے پر روشنی نہیں ڈالیں گے، تفتیش کی گاڑی آگے نہیں بڑھ سکے گی......‘‘

’’اللہ آپ کا بھلا کرے ملک صاحب!‘‘ وہ ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔ ’’میں نے آج صبح رخسانہ اور فیکا کوچوان کو چمن آباد بھیجا تھا تاکہ وہ میری بیوی کو لے آئے اور ان لوگوں کو شام سے پہلے واپس آنا تھا۔ جب وہ جمال پور نہیں پہنچے تو میں یہی سمجھا کہ شیریں ضد کرکے ایک دن اور وہاں رک گئی ہوگی۔ اب تو مجھے شیریں کی فکر لگی ہے۔ کیا وہ بھی اس تانگے میں تھی تو......‘‘

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر تشویش نظر سے مجھے تکنے لگا۔

میں نے پوچھا۔ ’’شیریں یقیناً آپ کی بیوی کا نام ہے؟‘‘

’’جی، شیریں میری دوسری بیوی ہے۔‘‘ وہ اثبات میں گردن ہلا کر بولا۔ ’’شیریں کا میکا چمن آباد میں ہے۔ وہ چند روز پہلے اپنے والدین سے ملنے وہاں گئی تھی۔ میری آج یہاں جمال پور میں کچھ ایسی مصروفیت تھی کہ خود چمن آباد نہیں جاسکتا تھا اس لیے میں نے فیکا کے ساتھ مصدق کی بیوی رخسانہ کو وہاں بھیج دیا تھا کہ وہ شیریں کو اپنے ساتھ لے آئے۔‘‘

آئندہ دس منٹ میں رانا تصدق کی زبانی مجھے پتا چلا

URDU TUBE
ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

کہ اس کی پہلی بیوی کا نام سلطانہ تھا۔ سلطانہ سے اس کی شادی پچیس سال پہلے ہوئی تھی اور اس وقت سلطانہ کی عمر پچاس سے متجاوز تھی۔ سلطانہ سے رانا تصدق کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوسکی تھی اور اسی خواہش کو پورا کرنے کے لیے تصدق نے چھ ماہ پہلے شیریں نامی ایک نوعمر لڑکی سے دوسری شادی کرلی تھی۔ تصدق اس وقت اپنی عمر کی پچپن ویں سیڑھی پر کھڑا تھا جبکہ شیریں محض بیس سال کی تھی اور اپنی اسی نوعمر نویلی بیوی کے لیے وہ حد درجہ پریشان دکھائی دیتا تھا۔

''رانا صاحب! آپ [illegible] اور حوصلے [illegible] دامن مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ [illegible] کہا۔ ''اللہ خیر کرے گا۔ ویسے آپ کو چاہیے تھا کہ رخسانہ کے ساتھ گھر کے کسی مرد کو چمن آباد روانہ کرتے [illegible]!''

''فیکا کوجوان [illegible] میرا بھروسے کا بندہ تھا ملک صاحب۔'' وہ میری طرف [illegible] بولا۔ ''[illegible] محض تانگابان ہی نہ سمجھیں [illegible] وہ تو دس آدمیوں پر اکیلا [illegible] بھاری پڑتا تھا۔ [illegible] نہیں آرہا کہ وہ کس طرح زندگی کی بازی ہار گیا [illegible] پر اندھا اعتماد اور فخر کرتا تھا۔ میں نے ہمیشہ اسے گھر کا ایک فرد ہی سمجھا تھا۔''

''رانا جی! جب انسان کا وقت پورا ہو جاتا ہے تو زندگی وفا نہیں کرتی۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے [illegible] کہا۔ ''پھر شہ زور سے شہ زور شخص بھی یہ بازی ہار جاتا ہے [illegible] اب واپس نہیں لایا جاسکتا۔ آپ دعا کریں کہ رخسانہ اور بشیر کو جلدی ہوش آجائے تاکہ [illegible] پڑی تھی۔ ویسے آپ کے گھوڑے کو [illegible] اس کی لگام کسی کے ہاتھ میں نہیں [illegible] کھینچتے ہوئے سیدھا جمال پوری کی طرف آرہا تھا۔''

''فیکا نے اس گھوڑے کو بڑی خاص [illegible] دے رکھی ہے جناب۔'' اس نے بتایا۔ ''[illegible] دوالے کے کسی بھی گاؤں [illegible] دیہات [illegible] واپس جمال پور ہی آئے گا۔''

''رانا صاحب! جمال [illegible] اور ان [illegible] کون تھے اور ان کے کیا مقاصد تھے یہ تو اسی وقت پتا چلے گا جب رخسانہ یا بشیر ہوش میں آنے کے بعد ہمیں اس سانحے کی تفصیل سے آگاہ کریں گے۔'' میں نے ہمدردی بھرے انداز میں کہا۔

''ان کا بیان قلم بند کرنے کے بعد ہی تفتیش کی راہوں کا تعین کیا جائے گا۔ فی الحال آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کی کسی سے کوئی دشمنی وغیرہ تو نہیں تھی؟''

''ملک صاحب! ہم زمیندار لوگ ہیں لہٰذا حسد اور رقابت کے معاملات تو چلتے ہی رہتے ہیں۔'' وہ ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔ ''لیکن میں نے ایسی خطرناک دشمنی تو کسی سے نہیں پال رکھی کہ وہ میری فیملی پر حملہ آور ہوجائے۔ مجھے تو یہ راہزنی کی کوئی واردات لگتی ہے......''

''اس پہلو پر بھی غور کیا جاسکتا ہے۔'' میں نے پرسوچ انداز میں کہا۔ ''مجھے امید ہے کہ کل تک دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہوجائے گا۔ اس سلسلے میں مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت پیش آئے گی۔''

''میں ہر قسم کے تعاون کے لیے تیار ہوں ملک صاحب۔'' وہ [illegible] بردباری سے بولا۔ ''آپ حکم کریں جناب......''

''اس بات کا امکان کس حد تک ہے کہ آپ کی دوسری بیوی [illegible] کرکے اپنے میکے میں رک گئی ہوگی؟'' میں [illegible] پوچھا۔

رانا تصدق نے [illegible] بیوی کو لانے کے لیے اپنی بھابی رخسانہ کو جوان فیکا کے ساتھ چمن آباد بھیجا تھا۔ منطقی بات تو یہی تھی کہ اگر فیکا اینڈ کمپنی واپس آئے تھے تو یقیناً شیریں بھی ان کے ہمراہ آئی ہوگی۔ اس امر کو بشیر کی موجودگی اور بھی تقویت دیتی تھی کیونکہ بشیر، شیریں کا چھوٹا بھائی تھا۔ [illegible] کے ساتھ ہی چمن آباد سے جمال پوری جانب روانہ ہوا ہوگا۔ میرا ذہن تو یہی کہتا تھا کہ [illegible] شیریں بھی ان کے ساتھ تھی اور ان تین افراد کے ساتھ جو [illegible] سنگین واردات پیش آیا تھا، بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کا سبب [illegible] شیریں ہی تھی لیکن میں رانا تصدق کی زبان سے بھی سننا چاہتا تھا۔ اسی لیے میں نے اس سے یہ سوال کیا تھا۔

''ملک صاحب!'' وہ میرے اندازوں کی تصدیق کرتے ہوئے [illegible] آواز میں بولا۔ ''شیریں بہت نازنخرے والی ہے۔ میں نے تھوڑی دیر پہلے اس کی ضد کے حوالے سے جو بات کی وہ میرا گمان تھا لیکن یہ جو واقعہ پیش آیا ہے، اس کے بعد میرے اس گمان کی کوئی حیثیت باقی نہیں [illegible] اگر فیکا اور رخسانہ واپس نہ آتے تو پھر ایسا سوچا جاسکتا تھا کہ شیریں نے ضد اور اصرار کرکے انہیں ایک دن کے لیے چمن آباد میں روک لیا ہوگا مگر اب تو سب کچھ واضح ہے۔ اس بات میں کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ شیریں بھی ان کے ساتھ ہی چمن آباد سے نکلی تھی اور پھر وہ راستے میں کہیں غائب ہوگئی یا غائب کردی گئی۔ فیکا کو جس طرح کھوپڑی چٹخا کر اور پیٹ میں گولی مار کر موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں

URDU TUBE

کوہ نور
KOHINOOR
AMLA HAIR OIL
KONCO'S
KOHINOOR
RAUGHAN CHAMBELI
No. 570
کوہ نور
کوہ نور آملہ ہیئر آئل
کوہ نور چنبیلی ہیئر آئل
... زندگی سے بھرپور صحت مند بال

KAHO/03/2K18

پر بڑا خوف ناک حملہ کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے، رخسانہ اور بصیر تو حملہ آوروں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ صرف فیکے نے ہی ان کے خلاف مزاحمت کی ہوگی اور وہی جان سے گیا......'' لمحاتی توقف کر کے اس نے سراسیمہ نظر سے مجھے دیکھا پھر بات مکمل کرتے ہوئے بولا۔

''میرا دل کہتا ہے کہ شیریں اس وقت کسی مصیبت میں ہے......!''

وہ ایک تاریک اور ابر آلود رات تھی۔ ہم جس بے در و دیوار کی چھت کے نیچے بیٹھے تھے وہاں رانا تصدق کے ملازموں نے ستونوں کے ساتھ لگے کنڈوں میں دو لالٹینیں روشن کر کے لٹکا دی تھیں [illegible] دونوں ایک دوسرے کو [illegible] لمحات میں مجھے رانا تصدق [illegible] بے چینی اور کرب نظر آیا۔ [illegible] دکھائی دیتا تھا۔

اگر کسی مرد کو بڑھاپے [illegible] لمحہ اسے اپنی بیوی کے [illegible] ہے۔ اس کا ذہن نت نئے اندیشوں [illegible] اسے بے چین کیے رکھتا [illegible] منظر ہی سے غائب ہو چکی تھی۔ رانا تصدق کی [illegible] اچھی طرح سمجھ سکتا تھا۔

فیکا کی لاش کو اسپتال بھجوا [illegible] تصدق کی حویلی میں اچھی طرح [illegible] حقیقت مجھ سے چھپی نہیں رہ گئی کہ [illegible] لگی تھی۔ فیکا کو پہلے گولی ماری [illegible] کچلا گیا تھا، اس کا فیصلہ پوسٹ [illegible]

''رانا صاحب! آپ [illegible] رہے ہیں۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ''اگر آپ [illegible] وعن عمل کیا تو میں بہت جلد [illegible] غیاب کا معاملہ حل کر لوں گا۔''

''آپ جو کہیں گے، [illegible]'' وہ [illegible] آواز میں بولا۔

''میں آپ سے چند اہم سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔'' میں نے بہ دستور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''مجھے ہر سوال کا جواب درست ملنا چاہیے۔ اگر آپ کی طرف سے کسی قسم کی غلط بیانی کی گئی تو پھر میں آپ کی بیوی کی بازیابی کے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں نا؟''

''چنگی طراں سمجھ رہا ہوں ملک صاحب۔'' وہ سر کو اثباتی جنبش دیتے ہوئے جلدی سے بولا۔ ''آپ جو بھی پوچھیں گے، میں اس کا سولہ آنے سچا اور کھرا جواب دوں گا۔''

ابھی تک اس امر کی تصدیق نہیں ہوئی تھی کہ شیریں بھی ان لوگوں کے ساتھ چمن آباد سے جمال پور کی جانب آئی تھی یا نہیں لیکن چونکہ میں اور رانا تصدق ایک جیسے خطوط پر سوچ رہے تھے لہٰذا متوقع حالات و واقعات کے پیش نظر میں چند اہم باتوں کے حوالے سے اپنا ذہن کلیئر کرنا چاہتا تھا۔

''رانا صاحب [illegible]'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے [illegible] آپ سے شادی کے لیے دل [illegible]

''ایک [illegible] فیصلہ [illegible] جناب۔'' اس نے بتایا۔ [illegible] رشتہ بھیجا تھا۔ ملک نوازش علی اور [illegible] کوئی اعتراض نہیں تھا۔ انہوں نے [illegible] بغیر کسی دباؤ کے شادی کے [illegible] سوال کی گہرائی کو اچھی طرح [illegible] تسلی رکھیں۔ اس رشتے کے [illegible] شیریں کے ساتھ کوئی زور زبردستی نہیں کی گئی تھی۔ شیریں نے اچھی طرح غور و فکر کرنے کے بعد مجھ سے شادی کے [illegible]'' اس نے سانس ہموار کرنے کے [illegible] لمحاتی توقف کیا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

[illegible] جب سے میری بیوی بن کر اس حویلی [illegible] اس کی چھوٹی سے چھوٹی [illegible] بڑی حد تک خود سر اور ضدی [illegible] میں کوئی عار محسوس نہیں [illegible] جس مقصد کے حصول کے لیے دوسری شادی کی ہے، وہ ضرور پورا ہوگا۔''

''اللہ آپ کی [illegible] پوری کرے رانا صاحب۔'' میں نے [illegible] ''آپ کی پہلی بیوی سلطانہ نے اس شادی پر کوئی [illegible] مچایا تھا؟''

[illegible] میں گردن جھٹکتے ہوئے بولا۔ ''دیکھیں ملک صاحب! آپ ماشاءاللہ سیانے بیانے ہیں، عورت کی نفسیات اور فطرت کو آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کسی بھی بیوی کو یہ بات پسند نہیں ہوتی کہ اس کا خاوند دوسری شادی کرے۔ کوئی بھی عورت اپنی سوتن کو برداشت نہیں کرتی۔ میں یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتا کہ سلطانہ میری دوسری شادی پر بہت خوش ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس نے اس

URDU TUBE

شادی کے خلاف محاذ آرائی نہیں کی تھی۔ اس کے دل کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔ سامنے کے حالات یہ ہیں کہ اس نے شیریں کو قبول کرلیا ہے۔ میں اسے سلطانہ کا بڑا پن ہی کہوں گا۔''

''واقعی اگر سلطانہ آپ کی دوسری شادی پر برہم اور خفا نہیں ہے تو پھر وہ بلاشبہ ایک عالی ظرف اور سمجھ دار خاتون ہے۔'' میں نے کہا۔

''سلطانہ کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ میری نسل آگے چلے لیکن افسوس کہ یہ کام اس کی کوکھ سے ممکن نہیں ہوسکا۔'' وہ افسردہ لہجے میں بتانے لگا۔ ''میں نے کئی حکیموں سے اس کا علاج کرایا ہے، بہت [illegible] اور دعا دم کا سلسلہ بھی جاری ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اللہ کی مرضی نہیں ہے شاید...... [illegible] دوسری شادی کرلی تاکہ اس حویلی میں میری جائداد کا وارث پیدا ہو اور میری نسل آگے بڑھے۔''

میرے جی میں تو آئی کہ [illegible] رانا صاحب! آپ پچھلے پچیس سال سے بیوی کے علاج [illegible] رہے۔ خود کو بھی کسی سیانے کے پاس لے جاتے۔ ہوسکتا ہے کہ زمین زرخیز ہو لیکن بیج ہی میں کوئی خرابی ہو جس کی [illegible] کوئی کونپل نہیں پھوٹ رہی۔ ہر کیس میں زمین کو ہی الزام دینا ٹھیک نہیں...... مگر وہ ایسی باتوں کا موقع [illegible] نے سرسری انداز میں کہا۔

''قدرت کا کام کرنے کا ایک اپنا انداز ہے اور انسان کو قدرت کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کرلینا چاہیے۔''

رانا تصدق کی زبانی مجھے مزید معلوم ہوا کہ جمال پور والی اس حویلی میں اس کے علاوہ رانا مصدق اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہائش پذیر تھا۔ مصدق کی عمر چالیس کے اریب قریب تھی۔ رخسانہ سے اس کی شادی پانچ [illegible] ہوئی تھی۔ ان کی تین اولادیں تھیں۔ چار سالہ نازیہ، تین سالہ فرمان علی اور دو سالہ سفیان علی۔ [illegible] اور ان کی ایک ہی بہن تھی جس کا نام آسیہ تھا۔ آسیہ مصدق سے پانچ سال بڑی تھی۔ دس سال پہلے صورت نگر کے ایک زمیندار گھرانے میں آسیہ کی شادی کی گئی تھی لیکن اپنے شوہر صدیق سے اس کی ایک دن بھی نہیں بنی۔ دو سال تک لڑائی جھگڑے چلتے رہے اور بالآخر آسیہ کو طلاق ہوگئی۔ پچھلے آٹھ سال سے وہ بھی اسی حویلی میں قیام پذیر تھی۔ صدیق سے آسیہ کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی۔ تصدق اور مصدق کا باپ رانا جواد کافی عرصہ پہلے دار فانی سے کوچ کر گیا تھا۔ والد کی وفات کے بعد یہ دونوں بھائی مل کر زمینوں اور حویلی کے معاملات کو چلاتے تھے۔ ان کے پاس پچھتر ایکڑ اراضی تھی۔ اس گاؤں کا نام تصدق اور مصدق کے پردادا رانا جمال کے نام پر رکھا گیا تھا۔ ان کا خاندان ایک طویل عرصے سے وہاں حکمرانی کررہا تھا۔

رانا تصدق کی دوسری بیوی شیریں کا تعلق جیسا کہ میں نے بتایا، موضع چمن آباد سے تھا۔ چمن آباد، جمال پور کے جنوب میں واقع تھا۔ شیریں کا باپ ملک نوازش علی ایک چھوٹا زمیندار تھا۔ چمن آباد میں اس کی محض پندرہ ایکڑ اراضی تھی جو شیریں کی شادی کے بعد چالیس ایکڑ میں بدل گئی تھی۔ رانا [illegible] ایکڑ زرعی اراضی تحفتاً ملک نوازش علی کو دی تھی۔ شیریں کے دو بھائی تھے۔ ایک اس سے بڑا اور دوسرا اس سے چھوٹا۔ چھوٹے بھائی کا نام بصیر تھا جو اس وقت [illegible] اسپتال میں بے ہوش پڑا تھا جبکہ شیریں کا بڑا بھائی صفدر [illegible] انسان تھا۔ وہ شیریں سے دو سال بڑا تھا۔ لوگوں [illegible] نہیں تھا۔ وہ اپنے حال [illegible] ایک اللہ لوک قسم کا بندہ تھا۔ شیریں کی والدہ [illegible] حیات تھی۔

جب تک رخسانہ اور بصیر ہوش میں آنے کے بعد بیان دینے کے قابل نہ ہوتے، اس کیس کے سلسلے میں کوئی [illegible] قدم [illegible] اٹھایا جاسکتا تھا لہٰذا میں نے [illegible] رانا تصدق سے کہا۔

''رانا صاحب! آج تو آپ کو جمال پور میں کوئی [illegible] کام تھا اس لیے شیریں کے لیے آپ خود نہیں جاسکے اور اس مقصد کے لیے آپ نے اپنی بھابی رخسانہ کو [illegible] کے ساتھ چمن آباد روانہ کردیا تھا لیکن کل صبح [illegible] چمن آباد جاتا ہے۔ آپ میری بات [illegible]

[illegible] نے ایسا کرنے کا سوچ لیا تھا۔'' وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ''میں شیریں کے [illegible] پریشان ہوں [illegible] کے بارے میں مصدقہ اطلاعات چمن آباد ہی سے مل سکتی ہیں۔ میں کل کا سورج اگتے ہی چمن آباد روانہ ہوجاؤں گا۔ آپ دعا کریں کہ سب ٹھیک ٹھاک ہو۔''

''اللہ خیر کرے گا رانا صاحب!'' میں نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ ''اس کے گھر سے اور اس کے در سے ہمیشہ اچھے ہی کی امید رکھنا چاہیے۔''

یہ واقعہ لگ بھگ پینسٹھ سال پرانا ہے۔ اس زمانے میں آج کل کی طرح کمیونی کیشن کا نظام اتنا فعال نہیں ہوا

URDU TUBE
ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

کرتا تھا بلکہ ایسا کوئی نظام اگر تھا بھی تو نہایت ہی محدود پیمانے پر اس کا استعمال ہوتا تھا۔ ٹیلی فون کی لینڈ لائن بھی خال خال ہی دیکھنے کو ملتی تھی۔ لہٰذا رانا تصدق کو اپنی نئی نویلی دلہن شیریں کی خبر گیری کے لیے بقدم خود ہی چمن آباد جانا تھا۔ اب یہ اس کی مرضی پر منحصر تھا کہ اس مقصد کے لیے وہ تانگا استعمال کرے، گھوڑے پر سوار ہو کر جائے یا پھر اسی نوعیت کا کوئی اور ذریعۂ آمدورفت استعمال کرے۔

میں اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار ہوا اور رانا تصدق کی حویلی سے نکل کر بارش میں بھیگتے ہوئے تھانے کی جانب روانہ ہو گیا۔

☆☆☆

اگلی صبح بارش تھم گئی تھی۔ گزشتہ شب مجھے سونے کے لیے بہت کم وقت ملا تھا۔ جب میں تھانے پہنچا تو میرا لباس پانی پانی ہو رہا تھا۔ میں نے یونیفارم کو اتار کر گھر کے استعمال کے عام کپڑے پہنے اور سونے کے لیے لیٹ گیا تھا۔ لگ بھگ دو گھنٹے کے لیے سویرے کے وقت [illegible] تھی۔ میرا سال ہا سال سے یہی معمول رہا ہے کہ میں رات کو کتنی بھی تاخیر سے کیوں نہ سوؤں، [illegible] کے ساتھ ہی خود بخود میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

میں نے ہلکا پھلکا ناشتا کیا اور ڈسٹرکٹ اسپتال کی جانب روانہ ہو گیا۔ رات میں نے حوالدار بشیر احمد کو "متاثرین" کے ساتھ بھیجا تھا اور مجھے امید تھی کہ رخسانہ اور بصیر کو ہوش آ چکا ہوگا۔ جب میں اسپتال پہنچا تو میری یہ امید بر آئی۔

وہ دونوں اس وقت ہوش میں تھے اور بظاہر ٹھیک ٹھاک نظر آ رہے تھے۔ جب میں ان کے نزدیک پہنچا تو حوالدار نے مجھ سے کہا۔

"ملک صاحب! چھوٹے رانا صاحب ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں یہ کہہ کر روک رکھا ہے کہ جب تک آپ نہیں آئیں گے، میں انہیں لے جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"تم نے بالکل ٹھیک کیا۔" میں نے ستائشی نظر سے حوالدار کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ "فیکا کی لاش کا کیا ہوا؟"

"فیکا کی لاش کو آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے پوسٹ مارٹم کے لیے اسپتال کے متعلقہ عملے کے سپرد کر دیا ہے۔" اس نے بتایا۔ "آج تو مشکل ہے لیکن کل تک پوسٹ مارٹم کی ابتدائی رپورٹ ہمیں مل جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے اثبات میں گردن ہلائی پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ "رات تمہیں سونے کا کچھ وقت ملا یا......؟"

میں نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ "نہیں جناب! میں ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سویا۔ یہاں پہنچ کر میں نے بس لباس تبدیل کیا اور پھر ان لوگوں کے ساتھ لگ گیا۔"

حوالدار بشیر احمد اس وقت سادہ لباس میں تھا۔ یہ شلوار قمیص اسپتال کے عملے کے ایک فرد نے اسے دی تھی۔ میری طرح بشیر احمد بھی بارش میں خوب اچھی طرح نہا کر اسپتال پہنچا تھا۔

میں حوالدار سے بات کر ہی رہا تھا کہ رانا مصدق کمرے کے اندر آ گیا۔ جب میں اسپتال پہنچا تھا تو برآمدے میں اس سے میری علیک سلیک ہوئی تھی۔ وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بڑے ادب سے بولا۔

"تھانے دار صاحب! اللہ کا شکر ہے کہ رخسانہ اور بصیر کو ہوش آ گیا ہے اور یہ دونوں خیر و عافیت سے بھی ہیں۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں انہیں اپنے ساتھ حویلی لے جاؤں؟ شاید آپ کو نہیں معلوم کہ ہمارے سب سے چھوٹے بیٹے کی عمر صرف دو سال ہے...... وہ ماں کی کمی کو بڑی شدت سے محسوس کر رہا ہوگا اور حویلی کے دیگر مکین بھی خاصے پریشان ہوں گے۔"

"آپ سفیان علی کی بات کر رہے ہیں نا؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"جی، جی......" وہ جلدی سے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"ویسے آپ کے تینوں بچے ہی ابھی چھوٹے ہیں۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "نازیہ محض چار سال کی ہے، فرحان علی تین سال کا اور سفیان علی دو سال کا...... ہیں نا؟"

وہ سر کو اثباتی جنبش دیتے ہوئے بولا۔ "بالکل بجا فرمایا آپ نے۔"

"رانا صاحب! لگتا ہے، آپ کی بیوی کو اپنی اولاد کا کچھ زیادہ خیال نہیں ہے۔"

اسپتال کے اس کمرے میں رانا مصدق کی بیوی رخسانہ بھی موجود تھی لیکن میں نے رخسانہ کو نظرانداز کرتے ہوئے مصدق سے یہ سوال کیا تھا۔ وہ الجھن زدہ نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

"نہیں جناب! ایسی تو کوئی بات نہیں۔ رخسانہ تینوں بچوں سے بہت زیادہ محبت کرتی ہے۔ آپ کو کس بنا پر یہ

احساس ہوا کہ رخسانہ کو اپنے بچوں کا خیال نہیں ہے؟''

''بچے دو سے چار سال کے بیچ ہوں یا چالیس پچاس سال کے ہو جائیں مگر ماں کا ہر وقت انہی میں دھیان لگا رہتا ہے۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''لیکن...... گزشتہ روز آپ کی یہی بیوی اپنے تین معصوم بچوں کو حویلی میں چھوڑ کر اپنی جیٹھانی کو لینے دن بھر کے لیے چمن آباد چلی گئی تھی......!''

''اچھا تو آپ نے اس وجہ سے رخسانہ کو غیر ذمے دار سمجھ لیا ہے۔'' اس نے کہا۔

''کیا ایسا سمجھنے کے لیے یہ وجہ کافی نہیں ہے؟'' میں نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔ ''کم از کم وہ سب سے چھوٹے بچے سفیان علی کو تو اپنے ساتھ لے جاتی۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟''

''نہیں جناب! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں کیونکہ آپ کو ساری بات معلوم نہیں ہے۔'' وہ ٹھہری ٹھہری سی وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ ''میری بڑی بہن آسیہ حویلی ہی میں رہتی ہے اور یہ تینوں بچے آسیہ سے بہت ہلے ہوئے ہیں۔ رخسانہ کو جب بھی ایک آدھ دن کے لیے کہیں آس پاس کے گاؤں جانا ہوتا ہے تو وہ بچوں کو آسیہ کے پاس چھوڑ جاتی ہے۔ یہ ہے سارا قصہ ملک صاحب۔''

''آپ کا سنایا ہوا قصہ اچھی طرح میری سمجھ میں آ گیا ہے رانا صاحب۔'' میں نے اس کے چہرے پر نگاہ جماتے ہوئے کہا۔ ''اب آپ بھی میری ایک بات کو دھیان سے سنیں......'' لمحاتی توقف کر کے میں نے ایک گہری سانس لی تو وہ سوالیہ نظر سے مجھے تکنے لگا۔ میں نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کہ آپ رخسانہ اور بصیر کو یہاں سے اپنے ساتھ لے جائیں لیکن اس کام سے پہلے آپ کو کمرے سے باہر کچھ دیر انتظار کرنا ہوگا۔''

''اس کی کوئی خاص وجہ؟'' اس نے پوچھا۔

''بہت ہی خاص الخاص وجہ ہے رانا صاحب۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ''گزشتہ رات ان لوگوں کے ساتھ جو بھی سنگین واقعہ پیش آیا ہے اس کی تہ میں اترنا ضروری ہے۔ اس حادثے میں ایک انسان کوچوان فیکا کی جان گئی ہے رانا صاحب اور آپ کی چھوٹی بھابی شیریں کی کوئی خیر خبر نہیں۔ رانا تصدق کو میں نے معلومات حاصل کرنے چمن آباد روانہ کیا ہے اور خود رخسانہ و بصیر کا بیان قلم بند کرنے اسپتال آیا ہوں۔ اس گتھی کو کھولنے کے لیے ان دونوں چشم دید گواہان کا بیان نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے

اسی لیے میں نے آپ کو تھوڑی دیر باہر انتظار کرنے کو کہا ہے کیونکہ میں تنہائی میں ان سے پوچھ تاچھ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ میری اس فرمائش کو قانونی تقاضا سمجھ لیں۔''

''آپ کا حکم سر آنکھوں پر ملک صاحب۔'' وہ بیزاری سے بولا۔ ''اگر کل بھائی صاحب خود ہی شیریں کو لینے چمن آباد چلے جاتے تو مسئلہ ہی نہ ہوتا۔ سچ پوچھیں تو میں رخسانہ کو چمن آباد بھیجنے کے لیے دل سے راضی نہیں تھا مگر بھائی صاحب کے سامنے انکار نہ کر سکا۔ ہم پر یہ ساری مصیبت اسی منحوس کی وجہ سے آئی ہے......''

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ ''آپ کا اشارہ کس کی جانب ہے رانا صاحب؟''

اگرچہ میں رانا تصدق کا اشارہ پوری وضاحت کے ساتھ سمجھ گیا تھا۔ اس نے منحوس کا لفظ اپنی نئی نویلی بھابی کے لیے استعمال کیا تھا لیکن میں اس کی زبان سے سننا چاہتا تھا۔

رانا تصدق نے عجیب انداز میں بصیر کی طرف دیکھا پھر سرسری لہجے میں بولا۔ ''اس موضوع پر ہم بعد میں بات کریں گے۔ آپ جلدی سے ان دونوں کا بیان لے لیں تاکہ میں انہیں اپنے ساتھ حویلی لے جاؤں۔''

مجھے سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوئی کہ وہ بصیر کے سامنے اس کی بہن شیریں کے بارے میں کچھ الٹا سیدھا نہیں کہنا چاہتا تھا۔ رانا تصدق کے انداز نے مجھے باور کرا دیا تھا کہ وہ شیریں کے لیے دل و دماغ میں اچھے خیالات نہیں رکھتا تھا۔ میں نے اس نکتے کو ذہن نشین کرتے ہوئے عام سے لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے رانا صاحب! جیسی آپ کی مرضی۔ میں آج کسی وقت یا پھر کل آپ سے اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو کروں گا۔''

وہ اپنی گردن کو اثباتی جنبش دے کر کمرے سے نکل گیا۔

آئندہ پندرہ منٹ میں رخسانہ اور بصیر نے مجھے از خود اس واقعے کے بارے میں جو کچھ بتایا اس کا خلاصہ میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

گزشتہ روز یعنی سات جولائی کو پورا دن چمن آباد میں گزارنے کے بعد رخسانہ اپنی چھوٹی جیٹھانی شیریں کو لے کر جمال پور آنے کے لیے روانہ ہونے لگی تو شیریں کے چھوٹے بھائی بصیر نے ضد کی کہ وہ بھی باجی کے ساتھ جائے گا چنانچہ بصیر بھی رانا تصدق والے تانگے پر سوار ہو گیا۔ شیریں اور رخسانہ تانگے کی عقبی نشست پر بیٹھی تھیں جبکہ

URDU TUBE

بصیر، فیکا کوچوان کے برابر میں اگلی نشست پر براجمان تھا۔ وہ لوگ لگ بھگ چار بجے سہ پہر چمن آباد سے روانہ ہوئے تھے اور ایک محتاط اندازے کے مطابق انہیں زیادہ سے زیادہ پانچ بجے جمال پور پہنچ جانا چاہیے تھا جیسا کہ رانا تصدق نے بھی مجھے بتایا تھا کہ انہیں سورج غروب ہونے سے پہلے جمال پور پہنچنا تھا۔ ان دنوں کم وبیش سات بجے سورج غروب ہوا کرتا تھا۔

جمال پور اور چمن آباد کچے راستے کے ذریعے ایک دوسرے سے پانچ میل کی دوری پر واقع تھے اور اس بیچ میں قابلِ ذکر مقامات صرف دو ہی تھے۔ جمال پور سے ایک میل کے فاصلے پر شرقاً غرباً ایک نہر بہتی تھی۔ یہ خاصی چوڑی نہر تھی جو قرب وجوار کے کھیتوں کو سیراب کرتے ہوئے مغرب کی سمت چلی جاتی تھی۔ نمبر دو، مذکورہ نہر سے ایک میل کے فاصلے پر ایک مختصر سا گاؤں "کوٹ سندھو" واقع تھا۔ کوٹ سندھو کی آبادی ساٹھ ستر سے زیادہ نہیں تھی اور یہ گاؤں جمال پور سے لگ بھگ دو میل دور تھا۔ اس کے آگے چمن آباد تک کچے راستے کے دائیں بائیں دور دور تک زرعی اراضی پھیلی ہوئی تھی۔

متاثرین کے بیان کے مطابق جب ان کا تانگا چمن آباد سے کوئی دو میل آگے نکل آیا تو اچانک ان پر ڈاکوؤں کے ایک گروپ نے حملہ کر دیا۔ کچے راستے کے دونوں جانب کھیتوں کے کنارے پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر قد آور درخت استادہ تھے اور وہ ڈاکو انہی درختوں کے عقب سے نمودار ہوئے تھے۔ وہ گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کے پاس لاٹھیاں اور بندوقیں تھیں۔ ڈاکوؤں نے للکار کر فیکا سے تانگا روکنے کو کہا۔ فیکا نے ان کی پروا نہیں کی اور تانگے کو آگے بڑھاتا چلا گیا۔ فیکا کی اس بہادری نما سرکشی پر ڈاکوؤں میں سے کسی نے فائر کر دیا۔ گولی فیکا کے پیٹ میں لگی لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور تانگا روک کر وہ ڈاکوؤں کا مقابلہ کرنے لگا۔ اگر فیکا زخمی نہ ہوتا اور ڈاکو بھی غیر مسلح ہوتے تو شاید وہ ان پر حاوی ہو جاتا لیکن فیکا کی بدقسمتی کہ وقت اس کے ساتھ نہیں تھا۔ ایک ڈاکو نے فیکا کے سر پر اتنی بے دردی سے وار کیا کہ وہ لہولہان کھوپڑی کے ساتھ نڈھال ہو کر زمین پر گر گیا۔ اس کے بعد وہ ڈاکو گن پوائنٹ پر ان تینوں کو کھیتوں میں سے گزار کر ایک کمرے میں لے گئے۔ وہ تن تنہا کمرا کھیتوں کے بیچوں بیچ بنا ہوا تھا۔

شیریں، رخسانہ اور بصیر ڈاکوؤں کی وحشیانہ کارروائی کو دیکھ کر بری طرح سہم گئے تھے لیکن حیرت انگیز طور پر انہوں نے ان تینوں کو کوئی گزند پہنچانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ مذکورہ کمرے میں پہنچانے کے بعد ڈاکوؤں نے باری باری ان تینوں کو زبردستی تہ کیا ہوا ایک رومال سنگھایا۔ اس رومال پر کوئی سریع الاثر کیمیکل لگا ہوا تھا کیونکہ رومال کو سونگھتے ہی وہ لوگ اپنے ہوش وحواس میں نہیں رہے تھے۔ پھر ان کی آنکھ اسپتال کے بستر پر ہی کھلی تھی اور تبھی رخسانہ اور بصیر کو یہ پتا چلا کہ شیریں ان کے ساتھ نہیں تھی۔

ان کی کہانی سن کر مجھے رانا مصدق کی بات میں اچھا خاصا وزن محسوس ہونے لگا۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے بڑی رکھائی سے یہ کہا تھا کہ تیمور کی نحوست کے باعث اس کی بچی رخسانہ مصیبت میں گرفتار ہوئی تھی۔ یقیناً اسپتال میں میری آمد سے قبل رخسانہ نے یہ کہانی اپنے شوہر کو بھی سنائی ہوگی جبھی اس نے تیمور کے لیے "منحوس" کا لفظ استعمال کیا تھا۔ اس کہانی کی روشنی میں واضح طور پر یہی دکھائی دے رہا تھا کہ وہ ڈاکو صرف شیریں کو حاصل کرنے کے لیے ہی وہاں پہنچے تھے۔ انہوں نے رخسانہ اور بصیر کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ انہیں بے ہوش کرنے کے بعد وہ شیریں کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

میں نے رخسانہ اور بصیر کو تانگے کے اندر ان کی بازیافت کے بارے میں بتایا۔ اغلب امکان اسی بات کا تھا کہ ڈاکوؤں نے فیکا کی لاش کو اور رخسانہ وبصیر کو گہری بے ہوشی کی حالت میں تانگے میں لاد کر جمال پور کی سمت ہانک دیا ہوگا۔ لہٰذا فیکا کا ٹرینڈ گھوڑا اپنی منزل کی سمت دھیرے دھیرے کچے راستے پر چلتا رہا اور پھر گزشتہ رات کے وقت وہ میری نگاہ کی گرفت میں آ گیا تھا۔ بصیر اور رخسانہ کی سنائی ہوئی اس کہانی میں بہت سی باتیں وضاحت طلب تھیں لہٰذا اپنی تسلی کے لیے میں نے ان سے سوال وجواب کا سلسلہ شروع کر دیا۔ میں نے باری باری ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کسی طرح سوچ کر بتاؤ، وہ ڈاکو تعداد میں کتنے تھے؟"

"انہیں دیکھ کر میری تو مت ہی ماری گئی تھی تھانے دار صاحب۔" رخسانہ نے سہمی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "ان کو گننے کا ہوش کہاں رہا تھا۔ انہوں نے فیکا کے پیٹ میں گولی ماری تو ہم پر ان کی دہشت طاری ہو گئی تھی پھر انہوں نے ہم سے جو کہا، ہم کرتے گئے اور وہ ہمیں بے ہوش کر کے شیریں کو اپنے ساتھ لے گئے......"

"کیا تم نے شیریں کو ڈاکوؤں کے ساتھ جاتے دیکھا تھا؟"

"نہیں جناب۔ مجھے اور بصیر کو تو ان نامرادوں نے

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

رومال سنگھا کر بے ہوش کردیا تھا۔'' رخسانہ نے جواب دیا۔

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے شیریں کو بے ہوش نہیں کیا ہوگا!'' میں نے ان سے پوچھا۔

اس بار رخسانہ کے بجائے بصیر نے جواب دیا۔

''تھانے دار صاحب! میں فیکا کوچوان کے برابر میں بیٹھا ہوا تھا اس لیے مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہ تعداد میں چار یا پانچ ڈاکو تھے۔ جب فیکا نے ان کے کہنے پر تانگا نہیں روکا تو ان میں سے ایک نے فیکا پر گولی چلادی اور بعد میں فیکا کے سر پر لاٹھیاں مار مار کر اسے ہلاک [illegible] اور ہمیں [illegible] کر ایک کمرے میں لے آئے جہاں انہوں نے رومال سنگھا کر ہمیں بے ہوش کردیا تھا۔ جہاں تک شیریں باجی کا تعلق ہے تو میں اس بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سب سے پہلے انہوں نے مجھے رومال سنگھایا تھا۔ اس کے بعد اس کمرے میں کیا ہوتا رہا، مجھے اس کی کوئی خبر نہیں۔ رومال سونگھ کر میں تو ایسا بے ہوش ہوا تھا کہ پھر اسپتال آکر میری آنکھ کھلی ہے۔''

''بصیر کے بعد انہوں نے زبردستی مجھے رومال سنگھایا تھا۔'' رخسانہ نے بتایا۔ ''میں بھی رومال سونگھتے ہی بے ہوش ہوگئی تھی اور ادھر اسپتال ہی میں مجھے بھی ہوش آیا ہے۔''

''تم نے تو طلائی زیورات بھی پہن رکھے ہیں'' میں نے رخسانہ کے زیورات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''کیا انہوں نے تمہارے یہ زیورات اتارنے کی کوشش نہیں کی؟''

''بالکل نہیں جناب۔'' وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ ''مجھے تو خود اس بات پر حیرت ہورہی ہے کہ وہ کس قسم کے ڈاکو تھے۔ انہوں نے نہ تو ہم سے کوئی بدتمیزی کی اور نہ ہی ہماری کوئی قیمتی چیز ساتھ لے گئے۔ صرف انہوں نے فیکا کوچوان کو ہلاک کیا، وہ بھی اس لیے کہ فیکا نے ان کے حکم پر تانگا نہیں روکا تھا۔''

''میری نظر میں وہ ڈاکو [illegible]'' میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''ان کے لیے ''اغوا کنندگان'' کا ٹائٹل زیادہ مناسب رہے گا۔ وہ جس مقصد سے آئے تھے اسے حاصل کرکے چلتے بنے۔ اگر ان کے حکم پر فیکا تانگا روک بھی دیتا تو تب بھی وہ اسے زندہ نہ چھوڑتے کیونکہ وہ یہ بات اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ فیکا لڑائی بھڑائی کا ماہر ہے۔ وہ ان کے لیے کوئی بھی مصیبت کھڑی کرسکتا تھا لہٰذا انہوں نے سب سے پہلے اپنے راستے کی رکاوٹ کو ہٹایا۔ اس کے بعد تم دونوں کو بے ہوش کرکے وہ شیریں کو اپنے ساتھ لے گئے۔''

''لیکن آپ نے تو بتایا ہے کہ ہم دونوں تانگے کی سیٹوں کے نیچے بنے کھانچے میں بے ہوش پڑے تھے اور فیکا کوچوان کی لاش بھی تانگے پر ہی لدی ہوئی ملی ہے۔'' رخسانہ نے الجھن زدہ نظر سے میری جانب دیکھا۔ ''ہم سب کو تانگے میں ڈال کر یہاں تک کس نے پہنچایا ہے کیونکہ آپ کے مطابق تو گھوڑا خود ہی کوچوان کے بغیر تانگے کو کھینچتا چلا آرہا تھا۔ مجھے یہ تو معلوم ہے کہ وہ گھوڑا تربیت یافتہ ہے۔ [illegible] کی طرف آنے والے تمام راستے اسے [illegible] لیکن [illegible] ہمیں اٹھا کر تانگے میں تو [illegible]''

''یہ کام کسی گھوڑے کا نہیں بلکہ کسی انسان یا انسانوں کا ہے۔'' میں نے [illegible] لہجے میں کہا۔ ''اور زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ وہ انسان وہی ڈاکو ہوں گے جنہوں نے [illegible] اتارا ہے اور شیریں کو وہ اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ [illegible] فرصت میں ان بدبختوں تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ کیا تم لوگ ان کی شناخت کے سلسلے میں میری کوئی مدد کرسکتے ہو؟''

بات کے اختتام پر میں نے سوالیہ نظر سے باری باری ان کی طرف [illegible] مایوسی بھرے انداز میں گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''[illegible] تھانے دار صاحب! میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتی۔ ان ڈاکوؤں نے چہروں پر (ڈھاٹے) باندھ رکھے تھے جس سے ان کے چہرے بالکل چھپ گئے تھے پھر سب کچھ اتنی تیزی سے پیش آیا تھا کہ مجھے کچھ سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ پھر دماغ ماؤف ہوگیا تھا۔''

''اور تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟'' میں نے بصیر کی طرف [illegible] استفسار کیا۔

''رخسانہ باجی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں تھانے دار صاحب۔'' وہ [illegible] انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ''[illegible] ممکن نہیں رہا تھا۔ میں چونکہ فیکا کوچوان کے ساتھ تانگے کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اس لیے میں نے ......''

وہ بات ادھوری چھوڑ کر اچانک خاموش ہوگیا تو میں نے اضطراری لہجے میں دریافت کیا۔ ''اس لیے تم نے کیا؟''

''میں نے فیکا پر گولی چلانے والے ڈاکو کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔'' وہ ایک جھرجھری لیتے ہوئے بولا۔ ''ایک لمحے کے لیے تو مجھے بھی لگا تھا کہ وہ مجھے گولی سے اڑادے گا لیکن

URDU TUBE
www.urdutubes.com

بصیر، فیکا کوچوان کے برابر میں اگلی نشست پر براجمان تھا۔ وہ لوگ لگ بھگ چار بجے سہ پہر چمن آباد سے روانہ ہوئے تھے اور ایک محتاط اندازے کے مطابق انہیں زیادہ سے زیادہ پانچ بجے جمال پور پہنچ جانا چاہیے تھا جیسا کہ رانا تصدق نے بھی مجھے بتایا تھا کہ انہیں سورج غروب ہونے سے پہلے جمال پور پہنچنا تھا۔ ان دنوں کم وبیش سات بجے سورج غروب ہوا کرتا تھا۔

جمال پور اور چمن آباد کچے راستے کے ذریعے ایک دوسرے سے پانچ میل کی دوری پر واقع تھے اور اس بیچ میں قابل ذکر مقامات صرف دو ہی تھے۔ نمبر ایک، جمال پور سے ایک میل کے فاصلے پر شرقاً غرباً ایک نہر بہتی تھی۔ یہ خاصی چوڑی نہر تھی جو قرب وجوار کے کھیتوں کو سیراب کرتے ہوئے مغرب کی سمت چلی جاتی تھی۔ نمبر دو، نہر سے ایک میل کے فاصلے پر ایک مختصر سا گاؤں "کوٹ سندھو" واقع تھا۔ کوٹ سندھو کی آبادی ساٹھ ستر افراد سے زیادہ نہیں تھی اور یہ گاؤں جمال پور سے لگ بھگ دو میل دور تھا۔ اس کے آگے چمن آباد تک کچے راستے کے دائیں بائیں دور دور تک زرعی اراضی پھیلی ہوئی تھی۔

متاثرین کے بیان کے مطابق جب ان کا تانگا چمن آباد سے کوئی دو میل آگے نکل آیا تو اچانک ان پر ڈاکوؤں کے ایک گروپ نے حملہ کردیا۔ کچے راستے کی دونوں جانب کھیتوں کے کنارے پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر قد آور درخت استادہ تھے اور وہ ڈاکو انہی درختوں کے عقب سے نمودار ہوئے تھے۔ وہ سب گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کے پاس لاٹھیاں اور بندوقیں تھیں۔ ڈاکوؤں نے للکار کر فیکا سے تانگا روکنے کو کہا۔ فیکا نے ان کی دھمکی پر توجہ نہیں دی اور تانگے کو آگے بڑھاتا چلا گیا۔ فیکا کی اس بہادری نما سرکشی پر ڈاکوؤں میں سے کسی نے فیکا پر فائر کیا۔ گولی فیکا کے پیٹ میں لگی لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور تانگا روک کر وہ ڈاکوؤں کا مقابلہ کرنے لگا۔ اگر فیکا زخمی نہ ہوتا اور ڈاکو بھی غیر مسلح ہوتے تو شاید وہ ان پر بھاری ہوجاتا لیکن فیکا کی بدقسمتی کہ وقت اس کے ساتھ نہیں تھا۔ ڈاکوؤں نے فیکا کے سر پر لاٹھی بے دردی سے وار کیا کہ وہ لہرا کر پیٹ کے ساتھ نڈھال ہوکر زمین پر گر گیا۔ اس کے بعد وہ ڈاکو گن پوائنٹ پر ان تینوں کو کھیتوں میں سے گزار کر ایک کمرے میں لے گئے۔ وہ تن تنہا کمرا کھیتوں کے بیچوں بیچ بنا ہوا تھا۔ شیریں، رخسانہ اور بصیر ڈاکوؤں کی وحشیانہ کارروائی کو دیکھ کر بری طرح سہم گئے تھے لیکن حیرت انگیز طور پر انہوں نے ان تینوں کو کوئی گزند پہنچانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ مذکورہ کمرے میں پہنچانے کے بعد ڈاکوؤں نے باری باری ان تینوں کو زبردستی یہ کیا ہوا ایک رومال سنگھایا۔ اس رومال پر کوئی سریع الاثر کیمیکل لگا ہوا تھا کیونکہ رومال کو سونگھتے ہی وہ لوگ اپنے ہوش وحواس میں نہیں رہے تھے۔ پھر ان کی آنکھ اسپتال کے بستر پر ہی کھلی تھی اور تبھی رخسانہ اور بصیر کو یہ پتا چلا کہ شیریں ان کے ساتھ نہیں تھی۔

ان کی کہانی سن کر مجھے رانا مصدق کی بات میں اچھا خاصا وزن محسوس ہونے لگا۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے بڑی برہمی سے یہ کہا تھا کہ شیریں کی نحوست کے باعث اس کی بیوی رخسانہ اس مصیبت میں گرفتار ہوئی تھی۔ یقیناً اسپتال میں آنے سے قبل رخسانہ نے یہ کہانی اپنے شوہر کو بھی سنائی ہوگی جبھی اس نے شیریں کے لیے "منحوس" کا لفظ استعمال کیا تھا۔ اس کہانی کی روشنی میں واضح طور پر یہی دکھائی دیتا تھا کہ وہ ڈاکو صرف شیریں کو حاصل کرنے کے لیے ہی وہاں پہنچے تھے۔ انہوں نے رخسانہ اور بصیر کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ انہیں بے ہوش کرنے کے بعد وہ شیریں کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

میں نے رخسانہ اور بصیر کو تانگے کے اندر ان کی بازیافت کے بارے میں بتایا۔ اغلب امکان اسی بات کا تھا کہ ڈاکوؤں نے فیکا کی لاش کو اور رخسانہ وبصیر کو گہری بے ہوشی کی حالت میں تانگے میں لاد کر جمال پور کی سمت ہانک دیا ہوگا اور گھوڑا اپنی منزل کی سمت دھیرے دھیرے تانگے کو کھینچتے ہوئے کچے راستے پر چلتا رہا اور پھر کسی رات کے وقت وہ میری نگاہ کی گرفت میں آگیا تھا۔

بصیر اور رخسانہ کی سنائی ہوئی اس کہانی میں میرے لیے بہت سی باتیں وضاحت طلب تھیں لہٰذا اپنی تسلی کے لیے میں نے ان سے سوال وجواب کا سلسلہ شروع کردیا۔ میں نے باری باری ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اچھی طرح سوچ کر بتاؤ، وہ ڈاکو تعداد میں کتنے تھے؟"

"انہیں دیکھ کر میری تو سٹی ہی ماری گئی تھی تھانے دار صاحب!" رخسانہ نے سہمی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "ان کو گننے کا کہاں ہوش رہا تھا۔ انہوں نے فیکا کے پیٹ میں گولی ماری تو ہم پر ان کی دہشت طاری ہوگئی تھی پھر انہوں نے ہم سے جو کہا، ہم کرتے گئے اور وہ ہمیں بے ہوش کرکے شیریں کو اپنے ساتھ لے گئے......"

"کیا تم نے شیریں کو ڈاکوؤں کے ساتھ جاتے دیکھا تھا؟"

"نہیں جناب۔ مجھے اور بصیر کو تو ان نامرادوں نے

رومال سنگھا کر بے ہوش کر دیا تھا۔" رخسانہ نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے شیریں کو بے ہوش نہیں کیا ہوگا!" میں نے ان سے پوچھا۔

اس بار رخسانہ کے بجائے بصیر نے جواب دیا۔

"تھانے دار صاحب! میں فیکا کوچوان کے برابر میں بیٹھا ہوا تھا اس لیے مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہ تعداد میں چار یا پانچ ڈاکو تھے۔ جب فیکا نے ان کے کہنے پر تانگا نہیں روکا تو ان میں سے ایک نے فیکا پر گولی چلا دی اور بعد میں فیکا کے سر پر لاٹھیاں مار مار کر اسے ہلاک کر دیا اور ہمیں کھدیڑ کر ایک کمرے میں لے آئے جہاں انہوں نے رومال سنگھا کر ہمیں بے ہوش کر دیا تھا۔ جہاں تک شیریں کی بات ہے تو میں اس بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے مجھے رومال سنگھا دیا تھا۔ اس کے بعد اس کمرے میں کیا ہوتا رہا، مجھے اس کی کوئی خبر نہیں۔ رومال سونگھ کر میں تو ایسا بے ہوش ہوا تھا کہ پھر اسپتال آ کر میری آنکھ کھلی ہے۔"

"بصیر کے بعد انہوں نے زبردستی مجھے رومال سنگھایا تھا۔" رخسانہ نے بتایا۔ "میں بھی رومال سونگھتے ہی بے ہوش ہو گئی تھی اور ادھر اسپتال ہی میں مجھے بھی ہوش آیا ہے۔"

"تم نے تو طلائی زیورات بھی پہن رکھے ہیں۔" میں نے رخسانہ کے زیورات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "کیا انہوں نے تمہارے یہ زیورات اتارنے کی کوشش نہیں کی؟"

"بالکل نہیں جناب۔" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "مجھے تو خود اس بات پر حیرت ہو رہی ہے کہ وہ کس قسم کے ڈاکو تھے۔ انہوں نے نہ تو ہم سے کوئی بدتمیزی کی اور نہ ہی ہماری کوئی قیمتی چیز ساتھ لے گئے۔ صرف انہوں نے فیکا کوچوان کو ہلاک کیا اور وہ بھی اس لیے کہ اس نے ان کے حکم پر تانگا نہیں روکا تھا۔"

"میری نظر میں وہ ڈاکو نہیں ہو سکتے۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ان پر اغوا کنندگان کا ٹائٹل زیادہ مناسب رہے گا۔ وہ جس مقصد سے آئے تھے اسے حاصل کر کے چلتے بنے۔ اگر ان کے حکم پر فیکا تانگا روک بھی دیتا تو تب بھی وہ اسے زندہ نہ چھوڑتے کیونکہ وہ یہ بات اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ فیکا لڑائی بھڑائی کا ماہر ہے۔ وہ ان کے لیے کوئی بھی مصیبت کھڑی کر سکتا تھا لہٰذا انہوں نے سب سے پہلے اپنے راستے کی رکاوٹ کو ہٹایا۔ اس کے بعد تم دونوں کو بے ہوش کر کے وہ شیریں کو اپنے ساتھ لے گئے۔"

"لیکن آپ نے تو بتایا ہے کہ ہم دونوں تانگے کی سیٹوں کے نیچے بنے کھانچے میں بے ہوش پڑے تھے اور فیکا کوچوان کی لاش بھی تانگے پر ہی لدی ہوئی ملی ہے۔" رخسانہ نے الجھن زدہ نظر سے میری جانب دیکھا۔ "ہم سب کو تانگے میں ڈال کر یہاں تک کس نے پہنچایا ہے کیونکہ آپ کے مطابق تو گھوڑا خود ہی کوچوان کے بغیر تانگے کو کھینچتا چلا آ رہا تھا۔ مجھے یہ تو معلوم ہے کہ وہ گھوڑا تربیت یافتہ ہے۔ جمال پور کی طرف آنے والے تمام راستے اسے اچھی طرح یاد ہیں لیکن ایک گھوڑا ہمیں اٹھا کر تانگے میں تو نہیں ڈال سکتا......"

"یہ کام کسی گھوڑے کا نہیں بلکہ کسی انسان یا انسانوں کا ہے۔" میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اور زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ وہ انسان وہی ڈاکو ہوں گے جنہوں نے وحشت کے گھاٹ اتارا ہے اور شیریں کو وہ اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ میں جلد از جلد فرصت میں ان بدبختوں تک پہنچنا چاہتا ہوں کیا تم لوگ ان کی شناخت کے سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہو؟"

بات کے اختتام پر میں نے سوالیہ نظر سے باری باری ان کی طرف دیکھا۔ رخسانہ نے مایوسی بھرے انداز میں نفی میں گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"تھانے دار صاحب! میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ ان ڈاکوؤں نے منڈاسے (ڈھاٹے) باندھ رکھے تھے جس سے ان کے چہرے بالکل چھپ گئے تھے پھر سب کچھ اتنی تیزی سے پیش آیا تھا کہ مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ میرا دماغ ماؤف ہو گیا تھا۔"

"اور تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟" میں نے بصیر کی طرف دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں استفسار کیا۔

"رخسانہ باجی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں تھانے دار صاحب۔" وہ تائیدی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ "منڈاسوں کی وجہ سے ان کو پہچاننا ممکن نہیں رہا تھا۔ میں چونکہ فیکا کوچوان کے ساتھ تانگے کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اس لیے میں نے ......"

وہ بات ادھوری چھوڑ کر اچانک خاموش ہو گیا تو میں نے اضطراری لہجے میں دریافت کیا۔ "اس لیے تم نے کیا؟"

"میں نے فیکا پر گولی چلانے والے ڈاکو کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔" وہ ایک جھرجھری لیتے ہوئے بولا۔ "ایک لمحے کے لیے تو مجھے یہی لگا تھا کہ وہ مجھے گولی سے اڑا دے گا لیکن

URDU TUBE
www.urdutubes.com

اس نے فیکا کے پیٹ پر فائر کر کے اسے زخمی کر دیا تھا۔"

"تم مجھے پہلے بھی بتا چکے ہو برخوردار۔" اسے الجھن میں گھرے دیکھ کر میں نے مشفقت بھرے لہجے میں کہا۔ "یہ بتاؤ کہ تھوڑی دیر پہلے تم بولتے بولتے ایک دم چپ کیوں ہو گئے تھے۔ تم نے فیکا پر گولی چلانے والے ڈاکو میں ایسا کیا دیکھ لیا تھا؟"

"ہو سکتا ہے، یہ میرا وہم ہو......" وہ متذبذب نظر سے مجھے تکنے لگا۔

"وہم اور گمان کا مسئلہ تم مجھ پر چھوڑ دو بیٹا جی۔" میں نے دوستانہ انداز میں کہا۔ "میں خود فیصلہ کر لوں گا کہ وہ تمہارا وہم تھا یا کچھ اور...... اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری شیریں باجی کو صحیح سلامت واپس [illegible] نہیں چھپاؤ۔ ہو سکتا ہے، تم جس بات کو غیر اہم اور [illegible] رہے ہو اسی بات میں ڈاکوؤں تک رسائی حاصل کرنے کا کوئی سراغ چھپا ہو!"

"جی......" وہ تھوک نگلتے ہوئے بولا۔ "میں نے [illegible] گولی چلانے والے ڈاکو کی آنکھوں میں بڑی عجیب [illegible] دیکھی تھی اور منڈاسے کے نیچے سے اس کی داڑھی کے چند بال بھی باہر نکلے ہوئے تھے۔"

بصیر نے کام کی بات بتائی تھی لیکن ابھی یہ اہم بات ادھوری تھی۔ ادھوری معلومات اکثر نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں۔ انہی معلومات کی تکمیل کی غرض سے میں نے [illegible]

"ٹھیک ہے۔ یہ تو سمجھ میں آ گیا کہ فیکا پر فائر کرنے والے ڈاکو نے داڑھی بھی رکھی ہوئی تھی۔ اب [illegible] کہ تم نے اس ڈاکو کی آنکھوں میں [illegible] عجیب کہہ رہے ہو؟"

"اس کی آنکھ مجھے اصلی نہیں لگ رہی تھی۔"

"اصلی نہیں لگ رہی تھی کا کیا مطلب ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کی ایک آنکھ میں ڈھیلے کی جگہ کوئی بنٹا (کنچا) رکھا ہوا ہو......" [illegible]

"مطلب یہ کہ ڈاکو کی وہ آنکھ تمہیں [illegible] لگ رہی تھی؟" میں نے تصدیق طلب [illegible]

"پوری آنکھ کا تو مجھے پتا نہیں [illegible] تھانے دار صاحب۔" وہ جزبز ہوتے ہوئے بولا۔ "بس مجھے اس کی آنکھ کا ڈھیلا بنٹے کی طرح کا لگ رہا تھا جیسے آنکھ کے اندر کوئی گول پتھر جڑ دیا گیا ہو۔"

"ہوں......" میں نے گہری نظر سے بصیر کی طرف دیکھا اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "ذرا سوچ کر بتاؤ تم نے ڈاکو کی کون سی آنکھ میں ڈھیلے کی جگہ بنٹا لگا دیکھا تھا؟"

"سجی آنکھ میں۔" اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"سجی یعنی دائیں آنکھ......" بصیر نے مجھے بڑے پتے کی بات بتادی تھی۔ اس کی فیکا کوچوان پر گولی چلانے والے ڈاکو کے بارے میں بتائی ہوئی دو باتوں میں ایک قدرے کم اور دوسری انتہائی زیادہ اہمیت کی حامل تھی۔ داڑھی تو ایک ایسی چیز ہے کہ اسے کبھی بھی رکھا اور کبھی بھی منڈوایا جا سکتا ہے لیکن مصنوعی آنکھ کا معاملہ ایسا نہیں تھا۔ اگر بصیر کی نگاہ نے اسے دھوکا نہیں دیا تھا اور مذکورہ ڈاکو کی [illegible] نشانی کے ذریعے میں [illegible] سکتا تھا۔ پھر شیریں تک رسائی [illegible]

"کیا تم اس مقام کو پہچان لو گے جہاں ڈاکوؤں نے [illegible] کیا تھا؟" میں نے بصیر سے پوچھا۔

"[illegible] پہچان سکتا ہوں۔" وہ بڑے [illegible]

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟" میں نے ذہن میں [illegible] پروگرام ترتیب دیتے ہوئے بصیر سے دریافت کیا۔ "تم اسپتال سے نکل کر رانا صاحب کی حویلی جانے کا ارادہ رکھتے ہو یا [illegible] آباد جانا پسند کرو گے؟"

"[illegible] گھر جانا چاہتا ہوں تھانے دار صاحب۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ٹھیک ہے، پھر تم میرے ساتھ چل رہے ہو۔" میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "مجھے بھی چمن آباد جا کر تمہارے [illegible] ملاقات کرنی ہے اور راستے میں ہم اس جگہ کا [illegible] لیں گے جہاں ڈاکوؤں نے تانگے پر حملہ کیا [illegible]"

"جی، ٹھیک ہے۔" وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

میں نے رخسانہ کو رانا مصدق کے ساتھ حویلی جانے کی اجازت دے دی اور خود بصیر کو لے کر تھانے کی جانب روانہ ہو گیا۔ حوالدار بشیر احمد بھی میرے ساتھ تھا۔ جب مصدق کو پتا چلا کہ میں بصیر کو تھانے لے کر جا رہا ہوں تو اس نے الجھن زدہ لہجے میں استفسار کیا تھا۔

"تھانے دار صاحب! خیریت تو ہے نا۔ آپ بصیر کو تھانے کیوں لے کر جا رہے ہیں؟"

اندر کمرے میں ہونے والی گفتگو میں چونکہ مصدق

شریک نہیں تھا اس لیے وہ نہیں جانتا تھا کہ ہمارے بیچ کیا باتیں ہوئی ہیں لہٰذا اس کی الجھن سمجھ میں آنے والی بات تھی۔

''آپ پریشان نہ ہوں۔'' میں نے تسلی آمیز انداز میں کہا۔ ''میں نے چمن آباد جانے کا پروگرام بنایا ہے اس لیے بصیر کو میں اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔ راستے میں، میں جائے وقوعہ کا بھی جائزہ لینا چاہتا ہوں۔ بصیر کو وہ مقام اچھی طرح یاد ہے۔ وہاں تک پہنچنے میں یہ میری راہنمائی کرے گا۔ بس اتنی سی بات ہے رانا صاحب۔''

میری وضاحت سے وہ مطمئن ہو گیا۔

چمن آباد تو مجھے ہر صورت جانا ہی تھا [illegible] سوچا تھا کہ رانا تصدق کی واپسی پر ادھر کا [illegible] بصیر اور رخسانہ کی زبانی مجھے اتنی معلومات حاصل ہو گئی تھیں کہ رانا تصدق کی رپورٹ کا میں محتاج نہیں رہا تھا لہٰذا وقت ضائع کرنے کے بجائے کام سے لگ جانا ہی مناسب تھا۔

راستے میں، میں نے حوالدار سے کہا۔ ''[illegible] رات بھر کے جاگے ہوئے ہو۔ آج کا دن تم ریسٹ کر لو۔''

''یہ نہیں ہو سکتا ملک صاحب۔'' وہ بڑے جوش سے بولا۔ ''میں بھی آپ کے ساتھ جائے واردات پر جاؤں گا۔ جب تک ان جانوروں کا کوئی پکا سراغ ہمارے ہاتھ نہیں لگ جاتا، میں سکون سے نہیں بیٹھ سکتا۔ اگر میں بے سکون رہا تو پھر ریسٹ کیسے کر پاؤں گا......!''

''یہ تو تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو بشیر احمد۔'' میں نے سراہنے والی نظر سے حوالدار کی جانب دیکھا۔ ''اگر دل میں بے چینی اور بے اطمینانی ہو تو پھر انسان کو سکون ممکن نہیں رہتا۔ بس شرط یہ ہے کہ......''

وہ میری بات مکمل ہونے سے پہلے ہی پوچھ بیٹھا۔ ''کون سی شرط ملک صاحب؟''

''یہ شرط یہ کہ انسان بے حس اور بے ضمیر نہ ہو۔'' میں نے کہا۔ ''تم نے ڈاکوؤں کے لیے ''جانوروں'' کا لفظ بہت مناسب استعمال کیا ہے۔''

''ملک صاحب! ان شیطانوں نے جو کیا ہے اس کی بنا پر میں انہیں انسان تو نہیں کہہ سکتا......!''

میں نے زہرخند لہجے میں کہا۔ ''میں نے اگر ان کے جانور پن کو منوں مٹی کے نیچے نہ دبایا تو میرا نام بھی ملک صفدر حیات نہیں......!''

دوپہر سے تھوڑی دیر پہلے ہم تھانے پہنچ گئے۔

☆☆☆

گزشتہ رات مسلسل ہونے والی بارش نے تفتیش کے معاملات میں کافی حد تک مشکلات کھڑی کر دی تھیں۔ یوں سمجھیں کہ ان ڈاکوؤں کے کھرے کے امکانات صفر کے برابر آ کھڑے ہوئے تھے تاہم اس سے میری ہمت اور عزم میں ذرا سی بھی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ میں پورے جوش و خروش کے ساتھ جائے وقوعہ پر پہنچ گیا تھا۔ اب کی بار ہم ایک تانگے پر سوار ہو کر یہاں آئے تھے۔ رانا تصدق کا چھوٹا سالا بصیر بھی ہمارے ساتھ تھا۔ بصیر اس واقعے کا چشم دید گواہ تھا۔ ہم اس کی راہنمائی میں عین اس مقام پر پہنچ گئے جہاں مسلح ڈاکوؤں نے ان کے تانگے پر حملہ کیا تھا۔

''تمہیں اچھی طرح یاد ہے نا کہ اسی جگہ پر ڈاکوؤں نے [illegible]'' میں نے بصیر سے پوچھا۔

[illegible] نظر آ رہا تھا۔ صبح جب [illegible] اسپتال میں میری اس سے ملاقات ہوئی تھی تو وہ کافی مرجھایا ہوا تھا [illegible] خوشی تھی جس سے وہ [illegible] نہ پہنچنے کی ناتوانی [illegible] کرا دیا تھا اس لیے [illegible] کھوپڑی میں پہنچ گئی تھی [illegible] اب اس کا دماغ زیادہ [illegible] انداز میں کام کرنے لگا تھا۔

''جی۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ کل اسی جگہ پر وہ ڈاکو ہم پر حملہ آور ہوئے تھے۔'' وہ پُروثوق انداز میں [illegible] آ رہا تو ادھر کھیتوں میں [illegible] جہاں انہوں نے مجھے اور باجی رخسانہ کو وہاں [illegible] بے ہوش کیا تھا۔''

[illegible] تمہیں اپنے ساتھ [illegible] میں نے اس کا کندھا...... [illegible] ایک [illegible] والا ہوں اور [illegible] اپنا ایک انداز ہوتا ہے......'' لمحاتی توقف کے بعد [illegible] جدھر بصیر نے کسی کمرے کی موجودگی کے بارے میں بتایا تھا پھر میں نے [illegible] ''آؤ، [illegible] کی طرف چلتے ہیں۔''

اس کے بعد میں بصیر کی راہنمائی میں کھیتوں کے اندر داخل ہو گیا لیکن حوالدار بشیر احمد ادھر کچے راستے پر ہی تحقیقی اور تفتیشی کام میں مصروف رہا۔ میں نے اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا اور بصیر کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے مذکورہ کمرے تک پہنچ گیا۔

وہ پندرہ بائی پندرہ فٹ کا ایک عام سا کمرا تھا جو کچے راستے سے ذرا ہٹ کر کھیتوں کے بیچ بنا ہوا تھا۔ اس کمرے

URDU TUBE
A WORLD OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

کی حالت سے تو یہی لگتا تھا کہ وہ کافی عرصے سے کسی کے استعمال میں نہیں۔ کمرے کا دروازہ اور کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ میں نے گھوم پھر کر کمرے کا اچھی طرح جائزہ لیا پھر بصیر سے کہا۔

"تو تم لوگوں کو اس کمرے میں پہنچانے کے بعد بے ہوش کیا گیا تھا......؟"

"جی تھانے دار صاحب۔" وہ کمزوری آواز میں بولا۔ "میں شیریں باجی کے لیے بہت فکرمند ہوں۔ آپ میری باجی کو تلاش کریں گے نا؟"

ان لمحات میں مجھے بصیر کی آنکھوں میں نمی سی محسوس ہوئی۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ اپنی شیریں باجی سے بہت محبت کرتا تھا۔

"دیکھو برخوردار!" میں نے شفقت بھرے لہجے میں کہا۔ "اس وقت صرف تم ہی نہیں بلکہ رانا تصدق بھی شیریں کے لیے بہت فکرمند ہے اور رانا کے چمن آباد جانے کے بعد یقیناً تمہارے ماں باپ بھی گہری [illegible] پڑ گئے ہوں گے اور میں......"

میں نے بات ادھوری چھوڑ کر ایک گہری سانس خارج کی پھر بصیر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے [illegible] انداز میں کہا۔

"میں تمہاری شیریں باجی کو تلاش کرنے کی مہم ہی میں لگا ہوا ہوں اور جب تک میں شیریں کو بازیاب نہیں کر لوں گا، سکون سے نہیں بیٹھوں گا۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟"

"جی سمجھ رہا ہوں۔" وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

میں نے حوالدار کو [illegible] راستے کے [illegible] میں مصروف دیکھ کر اس لیے بھی [illegible] تھا کہ میں بصیر سے چند اہم باتیں تنہائی میں کرنا چاہتا تھا۔ اگر حوالدار ہمارے قریب موجود ہوتا تو ممکن تھا بصیر میرے سوالات کے جواب میں [illegible] جس سے میرا مقصد تشنہ رہ جاتا۔

"اگر سمجھ رہے ہو تو پھر تمہیں یہ بھی پتا ہونا چاہیے کہ شیریں کی بازیابی کے لیے ان ڈاکوؤں تک پہنچنا بہت ضروری ہے۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"جی...... یہ تو ظاہری بات ہے۔" وہ عام سے لہجے میں بولا۔

"اور ان ڈاکوؤں تک تم مجھے پہنچاؤ گے......" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"وہ...... کیسے جی......؟" اس کی آنکھوں میں الجھن تیرنے لگی۔ "میں تو ان ڈاکوؤں کو بالکل نہیں جانتا۔ ان کے بارے میں مجھے جو کچھ معلوم تھا وہ سب میں آپ کو بتا چکا ہوں۔"

"تم نے مجھے جو معلومات فراہم کی ہیں وہ ناکافی ہیں۔" میں نے صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

اس کمرے کے تفصیلی جائزے کے نتیجے میں مجھے ایسی کوئی چیز نہیں ملی تھی جس کی مدد سے میں ان ڈاکوؤں کی تلاش کو آگے بڑھا پاتا چنانچہ میں نے بصیر کو کریدنا شروع کر دیا تھا۔ وہ شیریں کا سگا بھائی تھا۔ مجھے امید تھی کہ میں اس کی زبان سے کوئی ایسی بات اگلوانے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا جو شیریں کے اغوا کے اسباب پر روشنی ڈال سکے۔ شیریں کے اغوا کا محرک معلوم ہو جاتا تو پھر ان ڈاکوؤں تک پہنچنا آسان ہو جاتا۔

بصیر نے الجھن زدہ لہجے میں پوچھا۔ "تو پھر میں اور کیا کروں؟ میں آپ کو کس طرح ڈاکوؤں تک پہنچاؤں؟"

"میرے سوالات کا سچا اور کھرا جواب دے کر۔" میں نے اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ابھی ہمارے درمیان جو بھی گفتگو ہوگی، میں اس کا ذکر کسی سے نہیں کروں گا اور تم بھی اگر ایسا ہی کرو تو بہتر ہوگا۔"

"جی ٹھیک ہے۔" وہ تذبذب بھرے انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ "میں بھی کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

"تمہاری باجی شیریں، رانا تصدق سے شادی پر خوش تھی؟" میں نے بڑی رسان سے اسے گھیرنا شروع کیا۔

میں نے یہی سوال گزشتہ رات رانا تصدق سے بھی کیا تھا اور اس نے [illegible] مطمئن [illegible] کی بھرپور کوشش کی تھی مگر اس کے جواب نے مجھے صحیح معنوں میں اطمینان نہیں دلایا تھا۔ اس وقت میں نے یہی سوچا تھا کہ اس حوالے سے میں شیریں کے والدین سے بھی استفسار کروں گا لیکن بصیر سے ملاقات کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ اس کام کے لیے وہ سب سے زیادہ مناسب اور موزوں ثابت ہو سکتا تھا۔ بصیر پندرہ سال کا ایک معصوم اور سیدھا سادہ لڑکا تھا اور سب سے اہم بات یہ کہ وہ شیریں سے بہت محبت کرتا تھا۔

میرے سوال کے جواب میں وہ لمحے بھر کے لیے تذبذب کا شکار دکھائی دیا پھر بولا۔ "جی، مجھے تو وہ خوش ہی نظر آتی تھی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے اپنی مرضی سے اس رشتے کے لیے 'ہاں' بولی تھی؟" میں نے سوالات کے سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اور لوگ جس قسم کی

URDU TUBE
www.urdutubes.com

باتیں کر رہے ہیں ان کی کوئی اہمیت نہیں......؟''

میں نے آخری جملہ ایک خاص مقصد سے ادا کیا تھا۔ بصیر نے چونک کر میری طرف دیکھا اور جلدی سے بولا۔

''میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ آپ کا اشارہ لوگوں کی کن باتوں کی طرف ہے۔ رانا صاحب نے اباجی کو تحفے میں جو زمین دی ہے وہ لوگوں کو ہضم نہیں ہو رہی۔''

''تم بالکل ٹھیک سمجھے ہو بصیر۔'' میں نے تائیدی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''پچیس ایکڑ زرعی اراضی کوئی کم نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع مل گیا ہے اور دوسری جانب شیریں اور رانا تصدق کی عمروں میں جو تفاوت ہے وہ بھی کافی غور طلب ہے۔ اس نے تو بعض لوگوں کو یہ کہتے بھی سنا ہے کہ ملک نوازش علی نے پچیس ایکڑ زمین کے لالچ میں اپنی نوعمر بیٹی کو ایک بوڑھے شخص سے بیاہ دیا ہے اور وہ بھی پہلے سے شادی شدہ......!''

''لوگ بکواس کرتے ہیں جی۔'' وہ برہمی سے بولا۔ ''اباجی لالچی انسان نہیں ہیں۔ رانا صاحب نے اپنی خوشی سے وہ زمین ہمیں تحفے میں دی ہے تاکہ ہماری حیثیت میں اضافہ ہو۔ رانا صاحب سے اباجی کے دیرینہ مراسم ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ باجی اور رانا صاحب کی عمروں میں کافی فرق ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ شادی شیریں باجی کی رضامندی سے ہوئی ہے۔ اباجی کی طرف سے باجی پر کسی قسم کا کوئی دباؤ نہیں تھا اور پچھلے چھ ماہ میں باجی کو میں نے اپنے سسرال میں خوش ہی دیکھا ہے۔''

رانا تصدق نے بھی پچھلی ملاقات میں مجھے کچھ اسی قسم کا بیان دیا تھا۔ میں نے بصیر کو کریدنے کے لیے دوسرے زاویے سے سوال کیا۔

''مجھے تمہاری بات پر بھروسا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''لوگوں کا کیا ہے۔ انہیں تو قصے بنانے کا بہانہ چاہیے ہوتا ہے۔ آپ کسی کی زبان تو نہیں پکڑ سکتے۔'' [illegible] کافی توقف کر کے میں نے ٹٹولتی ہوئی نظر سے اس کی طرف دیکھا پھر سنسناتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''ایک بات تو تم بھی مانتے ہو نا......؟''

وہ گڑبڑا گیا۔ ''کون سی بات تھانے دار صاحب؟''

''کہ وہ ڈاکو......'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ڈرامائی انداز میں کہا۔ ''تم لوگوں کے دوست اور خیرخواہ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے فیکا کو قتل اور شیریں کو اغوا کر کے اپنے دشمن ہونے کا پکا ثبوت دیا ہے......؟''

''جی بالکل ایسا ہی ہے۔'' وہ تائیدی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

میں قدم قدم چلا کر بصیر کو ایک خاص پوائنٹ کی طرف لا رہا تھا۔ ''اگر ان کی دشمنی صرف فیکا کو چوان سے ہوتی تو اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد وہ واپس چلے جاتے لیکن ایسا نہیں ہوا اور اگر وہ تمہارے یا رخسانہ کے دشمن ہوتے تو وہ تم دونوں کو بھی زندہ نہ چھوڑتے......''

''تو شیریں باجی سے ان کی کیا دشمنی تھی؟'' وہ پھٹ پڑا۔ ''باجی نے ان کا کیا بگاڑا تھا۔ وہ باجی کو اپنے ساتھ کیوں لے گئے......؟''

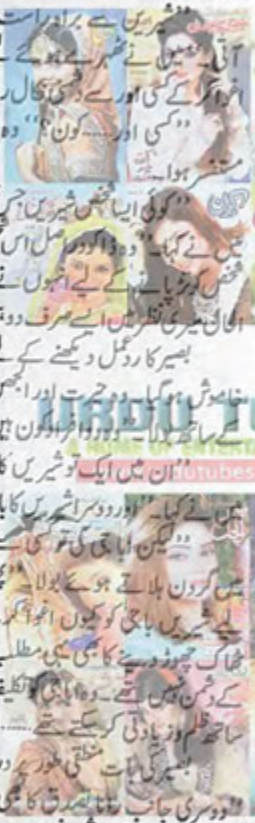

''شیریں سے براہ راست ان کی کوئی دشمنی نظر نہیں آتی۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''وہ شیریں کو اغوا کر کے کسی اور سے دشمنی نکال رہے ہیں۔''

''کسی اور...... کون؟'' وہ سرسراتی ہوئی آواز میں مستفسر ہوا۔

''کوئی ایسا شخص شیریں جس کو بہت زیادہ عزیز ہو۔'' میں نے کہا۔ ''دراصل اس شخص کے دشمن ہیں اور اسی شخص کو تڑپانے کے لیے انہوں نے شیریں کو اغوا کیا ہے۔ فی الحال میری نظر میں ایسے صرف دو ہی افراد ہیں......''

بصیر کا ردعمل دیکھنے کے لیے میں معنی خیز انداز میں خاموش ہو گیا۔ وہ حیرت اور الجھن کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بولا۔ ''وہ دو افراد کون ہیں تھانے دار صاحب؟''

''ان میں ایک تو شیریں کا شوہر رانا تصدق ہے۔'' میں نے کہا۔ ''اور دوسرا شیریں کا باپ ملک نوازش علی۔''

''لیکن اباجی کی تو کسی سے کوئی دشمنی نہیں۔'' وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ''پھر کوئی انہیں تڑپانے کے لیے شیریں باجی کو کیوں اغوا کرے گا اور پھر مجھے ٹھیک ٹھاک چھوڑ دینے کا بھی یہی مطلب نکلتا ہے کہ وہ ڈاکو اباجی کے دشمن نہیں تھے۔ وہ اباجی کو تکلیف دینے کے لیے میرے ساتھ ظلم و زیادتی کر سکتے تھے......!''

بصیر کی بات منطقی طور پر درست تھی۔ میں نے کہا۔ ''دوسری جانب رانا تصدق کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ اس کی کسی کے ساتھ ایسی دشمنی نہیں جو وہ اس کی فیملی کو اس طرح نشانہ بنانے کی کوشش کرتے جہاں تک تمہیں زدوکوب نہ کرنے کا معاملہ ہے تو رانا صاحب نے بھی ایسی ہی بات کی ہے کہ اگر وہ ڈاکو رانا تصدق کو سپر اذیت کرنا چاہتے تھے تو وہ اس کی بھابی رخسانہ کے ساتھ بھی بدتمیزی کر سکتے تھے۔ ہم کتنا بھی سوچیں، گھوم پھر کر تان شیریں پر ہی آ کر ٹوٹتی ہے۔ ابھی تک تو یہی نظر آ رہا ہے کہ وہ ڈاکو شیریں کو لینے آئے تھے اور

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
urdutubes.com

اپنا کام کر کے چلے گئے۔"

"تو پھر آپ ان ڈاکوؤں تک کیسے پہنچیں گے؟" اس نے بڑی بے چارگی سے سوال کیا۔

"مجھے شیریں کے طلب گار کی تلاش ہے۔" میں نے گمبھیر انداز میں کہا۔ "وہ شخص جس کے ایما پر شیریں کو اغوا کیا گیا ہے۔ وہ ان ڈاکوؤں میں سے بھی کوئی ہو سکتا ہے اور کوئی ایسا شخص بھی ہو سکتا ہے جس نے شیریں کو حاصل کرنے کے لیے مسلح ڈاکوؤں کا سہارا لیا۔"

"ایسا بندہ کون ہو سکتا ہے؟" اس کی الجھن میں حد درجہ اضافہ ہو گیا۔

مجھے اس نوعیت کی باتیں دراصل شیریں کے والدین سے کرنا چاہیے تھیں یا پھر کسی پختہ [illegible] بصیر جیسے نوجوان کا نہیں تھا لیکن [illegible] کرنے میں اس بات کا امکان بہرحال تھا کہ وہ مصلحت یا مجبوری کی بنا پر کسی حد تک حقائق کو مجھ سے چھپانے کی کوشش کرتا مگر بصیر کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہیں تھا۔ وہ [illegible] مجھے سب کچھ سچ سچ بتاتا چلا جا رہا تھا۔ میں نے اس کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے گہری سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"بصیر! کیا رانا تصدق سے شادی سے پہلے بھی [illegible] اور سے شیریں کا کوئی رشتہ وغیرہ آیا تھا؟"

اس نے چند لمحے سوچنے کے بعد نفی میں جواب دیا۔ "نہیں جناب۔"

اس وقت میری نگاہ اس کے چہرے پر گڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں تردد اور تذبذب کی آمیزش جھلکتی دیکھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا وہ کسی انجانی کشمکش میں مبتلا ہو۔

میں نے اپنائیت بھرے انداز میں پوچھا۔ "کیا بات ہے بصیر؟"

"کچھ نہیں تھانے دار صاحب۔" وہ [illegible] ہوئے بولا۔

"کچھ تو ہے برخوردار!" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا۔ "میرا اندازہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم مجھے کوئی خاص بات بتانا چاہتے ہو لیکن تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کہاں سے شروع کرو...... ہیں نا؟"

"جی......!" وہ تھوک نگلتے ہوئے بولا۔ "آپ کا اندازہ واقعی ٹھیک ہے۔ آپ نے شیریں باجی کے رشتے کے حوالے سے جو سوال پوچھا میں اسی بارے میں آپ کو کچھ بتانا چاہ رہا ہوں لیکن شاید یہ بات اتنی اہم نہیں اس لیے میں تذبذب کا شکار ہوں۔"

"وہ بات اہم ہے یا نہیں، اس کا فیصلہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "تمہارے ذہن میں جو کچھ بھی ہے وہ مجھے بتا دو۔"

"ادھر چمن آباد میں ایک لڑکا ہے۔" اس نے بتایا۔ "وہ شیریں باجی سے شادی کا خواہش مند تھا لیکن اس کے گھر والوں کی طرف سے کبھی رشتہ نہیں بھیجا گیا۔"

"اس لڑکے کا نام کیا ہے......؟" میں گہری دلچسپی لیتے ہوئے بولا۔ "اور وہ کرتا کیا ہے؟"

"اس کا نام فیروز ہے تھانے دار صاحب۔" بصیر نے جواب دیا۔ "[illegible] لوگوں میں پرچون کی دکان [illegible] میاں بیوی مل کر چلاتے ہیں۔ فیروز ان کی اکلوتی اولاد ہے لیکن [illegible] دکان داری سے کوئی [illegible] نہیں۔ وہ سارا دن ادھر ادھر منڈلاتا پھرتا ہے۔ [illegible] کے گھر سے باقاعدہ رشتہ آ بھی جاتا تو ابا جی کبھی بھی شیریں باجی کی شادی اس سے نہ کرتے۔ ایک تو وہ کوئی کام دھندا نہیں کرتا۔ اوپر سے انتہائی اجڈ اور [illegible] ہے جناب۔"

اپنے بھولے پن میں وہ مجھے اہم معلومات فراہم کر رہا تھا۔ میں نے ٹٹولنے اور کریدنے کا عمل جاری رکھتے ہوئے سوال اٹھایا۔ "بصیر! میرا تجربہ [illegible] ہے کہ...... جو لوگ اجڈ اور بدتمیز ہوتے ہیں وہ [illegible] کے آوارہ اور بدمعاش افراد سے میل جول رکھتے ہیں۔ کیا فیروز بھی اپنے ہی قماش کے لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا؟"

"جی بالکل......" وہ جلدی سے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

میں نے پوچھا۔ "کیا تم چمن آباد میں بسنے والے تمام افراد کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہو؟"

"جی ہاں۔" اس نے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"کیا [illegible] کے کسی [illegible] کی دائیں آنکھ پتھر کی ہے؟" میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"بالکل نہیں!" وہ بڑی شدت سے سرکوتی میں جھٹکتے ہوئے بولا۔ "اور میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ نے یہ سوال کیوں کیا ہے!"

"تم انتہائی سمجھ دار اور سلجھے ہوئے نوجوان ہو بصیر۔" میں نے اس کے چہرے پر نگاہ جماتے ہوئے توصیفی انداز

URDU TUBE
A WORLD OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

میں کہا۔ ’’اسی لیے میں تم سے اتنی تفصیلی گفتگو کر رہا ہوں۔ تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا......؟‘‘

اس نے نہ سمجھنے والے انداز میں میری جانب دیکھا اور بولا۔ ’’کون سا وعدہ تھانے دار صاحب؟‘‘

’’یہی کہ ہمارے درمیان ہونے والی یہ بات چیت کسی تیسرے بندے تک نہیں پہنچے گی!‘‘

’’جی، چنگی طراں یاد ہے۔‘‘ وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر گہری سنجیدگی سے بولا۔ ’’آپ بے فکر ہو جائیں۔ یہ ساری گفتگو ادھر ہی دفن رہے گی۔‘‘

’’شاباش!‘‘ میں نے سراہنے والے انداز میں کہا۔ ’’یہ تو طے ہو گیا کہ جس ڈاکو نے فیکا کوچوان پر گولی چلائی تھی وہ چمن آباد کا رہنے والا نہیں۔ آؤ، اب ہم چمن آباد چلتے ہیں تاکہ تمہیں بحفاظت تمہارے گھر پہنچایا جا سکے۔‘‘

وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے بھیگے ہوئے لہجے میں بولا۔ ’’تھانے دار صاحب! مجھے بار بار شیریں باجی یاد آرہی ہے۔ خدا کے لیے آپ جلد از جلد میری باجی کو ڈھونڈ نکالیں۔ پتا نہیں، ان کمینے ڈاکوؤں نے میری باجی کو کس حال میں رکھا ہوگا......‘‘

بات کے اختتام پر اس کی آواز بھیگ گئی۔ وہ اپنے ہاتھ کی پشت سے آنکھوں میں اتر آنے والے آنسو پونچھنے لگا تو میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے پوچھا۔ ’’بصیر! کیا تم ملک نوازش علی کو ایک مرد سمجھتے ہو؟‘‘

’’کیا آپ اباجی کی بات کر رہے ہیں؟‘‘ اس نے چونکتے ہوئے لہجے میں استفسار کیا۔

’’کیا موضع چمن آباد میں ایک سے زیادہ ملک نوازش علی ہیں؟‘‘

’’نہیں جی۔‘‘ وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

’’تو پھر سمجھ لو کہ میں تمہارے اباجی ہی کی بات کر رہا ہوں۔‘‘ میں نے کہا۔

’’اباجی تو بہت دبنگ انسان ہیں جی۔‘‘ وہ جوشیلے لہجے میں بولا۔ ’’جوانی میں وہ کبڈی کے بڑے تگڑے کھلاڑی رہے ہیں۔ لوگ انہیں چمن آباد کی آبرو کہا کرتے تھے۔ ان سے مل کر آپ کو میری باتوں کا یقین آجائے گا۔ اس عمر میں بھی ان کی صحت شاندار ہے۔‘‘

’’ان سے ملے بغیر بھی مجھے تمہاری بات پر یقین ہے بصیر۔‘‘ میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ’’لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے تم سے ایک شکایت بھی ہے......‘‘

’’شکایت...... کیسی شکایت؟‘‘ وہ الجھ کر رہ گیا۔

’’جو شخص اپنی جوانی میں چمن آباد کی آبرو رہا ہو اس کا بیٹا بزدلوں کی طرح آنسو بہا رہا ہے۔‘‘ میں نے اس کے اندر نفسیاتی کرنٹ دوڑاتے ہوئے کہا۔ ’’مرد کے بچے بنو برخوردار...... جب میں تندہی سے شیریں کی تلاش میں لگا ہوا ہوں تو پھر تمہیں فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے؟‘‘

’’بس جناب...... میں شیریں باجی سے بہت محبت کرتا ہوں۔‘‘ وہ قدرے ندامت بھرے لہجے میں بولا۔ ’’اس لیے ان کے بارے میں سوچ کر خود بخود مجھے رونا آگیا تھا۔‘‘

’’عورت کے لیے کسی بھی جگہ آنسو بہانے کی ممانعت نہیں...... میں نے اس کی ہمت اور حوصلے کو مہمیز کرتے ہوئے کہا۔ ’’لیکن مرد کا آنسو صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے نکلنا چاہیے۔ تم ابھی نوعمر ہو۔ تمہیں زندگی میں بہت سارے اچھے اور برے مشاہدات و تجربات سے گزرنا ہے۔ میری ایک بات کو گرہ میں باندھ لو......‘‘ لمحاتی توقف کر کے میں نے ایک بزرگانہ ناصحانہ انداز اختیار کرتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ’’دنیا میں اکثر لوگ اچھے وقت کے ساتھی ہوتے ہیں۔ اگر آپ خوش اور خوش حال ہیں تو آپ کے دائیں لوگوں کا ایک میلا سا لگا رہے گا لیکن جب آپ کسی مشکل میں ہوں گے تو ایک ایک کر کے یہ بھیڑ چھٹنے لگے گی اور بعض مصیبتیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ انسان کا سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ آنسو بہانے والوں کے ساتھ کوئی بھی آنسو نہیں بہاتا۔‘‘

’’میں سمجھ گیا......‘‘ وہ متحکم لہجے میں بولا۔ ’’میں نے آپ کی نصیحت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا ہے تھانے دار صاحب۔‘‘

میں نے دل سے کہا۔ ’’جیتے رہو بچے!‘‘

☆☆☆

چمن آباد ایک درمیانے سائز کا گاؤں تھا۔ جب ہمارا تانگا گاؤں کے اندر داخل ہوا تو اس وقت عصر کی اذان ہو رہی تھی۔ یہ ٹھیک وہی وقت تھا جب گزشتہ روز ڈاکوؤں نے شیخ کے راستے میں صدیق کے تانگے پر حملہ کیا تھا۔ ہم سیدھے ملک نوازش علی کی حویلی میں پہنچ گئے۔ نوازش علی کا گھر اگرچہ کسی روایتی حویلی جیسا نہیں تھا تاہم اس کشادہ مکان کو حویلی کے نام ہی سے پکارا جاتا تھا۔

ہمیں جب حویلی کے صحن سے گزار کر بیٹھک میں پہنچایا جا رہا تھا تو میں نے مذکورہ صحن کے ایک حصے میں ایک شخص کو چارپائی پر لیٹے دیکھا۔ اس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی اور اس کے سر کے بال بھی کافی بڑھے ہوئے تھے۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ایک بازو اپنے چہرے پر رکھے چپ چاپ دراز تھا۔

URDU TUBE

ملک نوازش علی کی عمر پچاس کے قریب تھی۔ وہ اس عمر میں بھی خاصا فٹ نظر آتا تھا۔ بصیر نے اپنے باپ کی صحت کے حوالے سے کسی غلط بیانی سے کام نہیں لیا تھا۔ میں نے شیریں کو پیش آنے والے افسوس ناک واقعے پر دکھ کا اظہار کرنے کے بعد بڑے اعتماد سے کہا۔

”ملک صاحب! آپ کو ہمت اور حوصلے سے کام لینا ہوگا۔ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے کہ میں بہت جلد آپ کی بیٹی کو ڈھونڈ نکالوں گا۔“

”شیریں میری ہی نہیں، آپ کی بھی بیٹی ہے ملک صاحب۔“ وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”اور آپ کو ملک برادری کی لاج رکھتے ہوئے [illegible] اور باعزت واپس لانا ہے۔“

”آپ نے برادری کا حوالہ دے دیا ہے تو آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ میں ذات پات، برادری، خاندان اور شاہ وگدا کے فرق کو نظرانداز کر کے اپنے فرائض منصبی انجام دیتا ہوں۔“ میں نے [illegible] میں کہا۔ ”شیریں کسی عام غریب [illegible] کی بیٹی ہوتی یا اس کا والد ملک کا صدر [illegible] مغوی کی بازیابی کے لیے میں اپنی توانائی صرف [illegible] ویسے ایک بات کا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ملک برادری کی لاج قائم و دائم رہے گی۔“

”اللہ آپ کو خوش رکھے ملک صاحب [illegible]“ سنجیدگی سے بولا۔ ”بصیر کو صحیح سلامت حویلی پہنچانے کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ بہت جلد میرے دل کے ٹکڑے [illegible] کامیاب ہوجائیں گے۔ رانا صاحب [illegible] میں جو کچھ کہا تھا، آپ اس پر پورے [illegible]

رانا صاحب کے ذکر پر میں نے [illegible] تصدق کو صبح میں نے ہی آپ کی طرف [illegible] نہیں آرہے......؟“

”رانا صاحب تھوڑی دیر پہلے ہی نکلے ہیں۔“ ملک نوازش نے بتایا۔

”وہ راستے میں ہمیں [illegible] نظر نہیں آئے۔“ میں نے کہا۔ ”لگتا ہے، واپسی میں انہوں نے جی ٹی روڈ والا راستہ اختیار کیا ہے۔“

”آپ کا اندازہ بالکل درست ہے ملک صاحب۔“ وہ تائیدی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ”پچھلی رات ہونے والی مسلسل بارش نے کچے راستے کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ چھوٹے بڑے گڑھوں میں پانی بھرا ہوا ہے، کیچڑ اور پھسلن اس کے علاوہ ہے۔“

”مجھے جائے وقوعہ کا تفصیلی جائزہ لینا تھا اس لیے کچے راستے سے آنا میری مجبوری تھی۔ واپسی میں ہم بھی جی ٹی روڈ ہی سے جائیں گے۔“ میں نے کہا۔ ”کچے راستے کا جو حشر نشر ہوا ہے وہ میں نے دیکھ لیا ہے۔“

ہمارے انکار کے باوجود بھی ملک نوازش علی نے ہماری خاطر تواضع کے لیے اچھا خاصا اہتمام کر ڈالا تھا۔ میں تو نوازش علی سے بات چیت میں مصروف تھا اس لیے میرے ہاتھوں میں تیزی اور طراری دکھائی نہیں دیتی تھی جو حوالدار [illegible]۔ وہ خاموشی کی پالیسی [illegible] مستعد استعمال کرتے [illegible] عدل وانصاف کے تقاضے [illegible] مصروف تھا۔

[illegible] لگ بھگ آدھا گھنٹا اس کیس [illegible] لیکن میں اب تک جتنی معلومات [illegible] قابلِ ذکر اضافہ نہ ہوسکا۔ [illegible] اس سے چند چبھنے والے سوالات کر ڈالے۔

”ملک صاحب! آپ اس وقت اپنی عمرِعزیز کی [illegible] اور رانا تصدق آپ سے کم [illegible] سسر اور داماد کی عمر کا یہ تفاوت [illegible] کے لیے بڑا مضحکہ خیز نہیں ہے؟“

”لوگوں کی زبان کون پکڑ سکتا ہے جناب! لوگ تو [illegible] رشتہ داروں کو بھی گالیاں دیتے ہیں۔“ وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا۔ ”میں صرف اپنے اللہ کو جواب دہ ہوں اور میرا ضمیر [illegible] میں نے بہت سوچ سمجھ کر [illegible] فیصلہ کیا تھا۔ میں رانا تصدق کو کافی عرصے سے جانتا ہوں۔ اس کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح میرے سامنے ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس نے دوسری شادی کسی عیاشی کی نیت سے نہیں کی [illegible] اس کی اولاد کی خواہش بالکل جائز ہے [illegible] دوسروں کی مدد کرتے رہنا چاہیے۔ یہ بات میرے بھی علم میں ہے کہ میرے اس فیصلے پر لوگ الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں لیکن آج تک میرے سامنے آکر کسی کو کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی۔“

ملک نوازش علی کی وضاحت پر میں نے پھر اس نکتے پر بات کرنا مناسب نہیں جانا اور واپسی کے ارادے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اسی لمحے میرے کان میں ایک درد بھری

URDU TUBE

آواز نے رسائی حاصل کر لی......

ساڈا چڑیاں دا چنبا وے
بابل اساں اڈ جانا......

میں نے سوالیہ نظر سے نوازش علی کی طرف دیکھا۔ یہ پُرسوز آواز صحن کی جانب سے آرہی تھی۔ نوازش علی نے بتایا۔

''یہ میرا بیٹا صفدر ہے۔ صفدر مستانہ ہے۔ بس، اپنے حال میں مگن رہتا ہے۔ ہم لوگ بھی اس کے ساتھ زیادہ چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے۔ لوگ کہتے ہیں، صفدر پاگل ہے۔ میں لوگوں کی باتوں میں آکر اسے گھر سے تو نہیں نکال سکتا......!''

ساڈی لمبی اڈاری وے
اساں مڑ نئیں آونا......
ساڈا چڑیاں دا چنبا وے......

میں جب صحن سے گزر کر بیٹھک کی طرف آرہا تھا تو میں نے وہاں ایک چارپائی پر لمبے بالوں والے ایک باریش جوان کو چہرے پر بازو رکھے لیٹے دیکھا تھا۔ یقیناً وہی صفدر تھا۔ جب میں نے نوازش علی سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے تصدیق کرتے ہوئے بتایا۔

''جی وہ صفدر ہی ہے۔ یہ بچپن ہی سے اللہ لوک ہے۔ لوگ اسے پاگل کہیں یا دیوانہ لیکن یہ حقیقت ہے آج تک صفدر نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ جب سے شیریں کی شادی ہوئی ہے، یہ گاہے بگاہے اس لوک گیت کو گاتا رہتا ہے۔''

اب بھی وقفے وقفے سے وہ مذکورہ لوک گیت گا رہا تھا۔ اس امر میں کسی شک وشبے کی گنجائش نہیں تھی کہ صفدر جو بھی گا رہا تھا، دل کی اتھاہ گہرائی سے گا رہا تھا۔ اس کی آواز میں بڑا سوز وگداز تھا جو سننے والے کے دل میں اتر جاتا تھا۔

میں نے ملک نوازش کو یقین دلایا کہ میں ان شاء اللہ بہت جلد شیریں کو ڈھونڈ نکالوں گا۔ اس کے بعد میں اس کے حویلی نما مکان سے نکل آیا۔

واپسی کے سفر میں بھی حوالدار چپ چپ ہی تھا۔ جب ہم آج دوپہر تھانے سے روانہ ہوئے تھے تو اس وقت وہ خاصا پرجوش نظر آرہا تھا۔ پتا نہیں، اب اسے کیا ہو گیا تھا۔ اس وقت تانگے میں ہم دونوں کے سوا اور کوئی بھی نہیں تھا۔ بشیر احمد نے تانگا بان کی ڈیوٹی سنبھال رکھی تھی اور میں اس کے برابر میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کی ''چپ شاہ'' والی کیفیت کا راز جاننے کی غرض سے کہا۔

''بشیر احمد! تم جانتے ہونا، مایوسی گناہ ہے......!''

''جی ملک صاحب! جانتا ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔

''پھر تمہارا منہ کیوں لٹکا ہوا ہے؟'' میں نے کریدنے والے انداز میں کہا۔ ''کیا تمہیں اس بات کا یقین نہیں کہ ہم شیریں کو بازیاب کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟''

''ایسی کوئی بات نہیں جناب۔ مجھے پورا یقین ہے۔''

''پھر تم بجھے بجھے سے کیوں ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نے دیکھا ہے، جب سے ہم جائے وقوعہ سے آئے ہیں، تم گمبھیر خیالوں میں گم ہو۔ کیا میں تمہاری پراسرار خاموشی کی وجہ جان سکتا ہوں؟''

''کوئی خاص وجہ نہیں ہے ملک صاحب۔'' وہ ایک [illegible] نیند کے باعث مجھ پر [illegible] طاری ہوئی ہے۔ میں پچھلی رات کو ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سو سکا۔''

''ہاں، ہو سکتا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''میں سمجھتا ہوں تمہیں بھرپور آرام کی ضرورت ہے۔ میں واپسی پر تمہیں جمال پور کے قریب اتار دوں گا۔ تم گھر جا کر اچھی طرح آرام کر لینا۔ کل تمہیں ایک دن کی چھٹی دے رہا ہوں۔''

''ملک صاحب! ہمارا مشن ابھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا۔'' وہ [illegible] لہجے میں بولا۔ ''میں آرام کے [illegible] اگر نیند نے زیادہ ستایا تو [illegible] تھانے کی کسی بنچ پر ہی [illegible] پوری کر لوں گا۔''

''نہیں۔'' میں نے قطعی لہجے میں کہا۔ ''تمہیں کم [illegible] آج کی رات اپنے گھر میں [illegible] نیند لینا ہے۔ ہمارا [illegible] کہیں نہیں جا رہا۔ [illegible] یہ میرا حکم ہے۔''

[illegible] پچھلی رات اپنے کوارٹر میں دو تین گھنٹے کی نیند لے لی تھی لیکن حوالدار کو اس کا موقع نہیں مل سکا تھا جس کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہو رہی تھی۔ اس کسل مندی اور درماندگی میں اس بارش کا بھی ہاتھ تھا جو ہمارے اوپر برستی رہی تھی۔ ہم نے گزشتہ رات ضرورت سے زیادہ خواری کی تھی۔ پہلے تو ہم گوروکے [illegible] ایک درخت کی ایک بلند شاخ پر کافی دیر تک لٹکے رہے تھے، اس کے بعد رانا تصدق کے تانگے کی پراسرار آمد نے ہمیں کام سے لگا دیا تھا۔

حوالدار ایک جماہی لیتے ہوئے بولا۔ ''جو حکم ملک صاحب۔ میں آپ کے کہے کو ٹال تو نہیں سکتا۔''

''یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں صرف چھٹی ہی دے رہا ہوں۔'' میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ ''کل کے لیے میں تمہیں ہوم ورک بھی دے رہا ہوں۔ تم آج کی رات ایک

URDU TUBE

بھرپور نیند لو گے اور صبح تر و تازہ ہو کر ہوم ورک میں لگ جاؤ گے۔ شام سے پہلے مجھے کوئی خوشخبری چاہیے۔"

وہ تانگا چلاتے ہوئے ایسی نظر سے مجھے دیکھنے لگا جیسے میری بات اس کے پلے نہ پڑی ہو۔ اس کی نیند سے بھری سرخ آنکھوں میں جابجا مجھے الجھن تیرتی دکھائی دی پھر یہی استعجاب الفاظ کا روپ دھار کر اس کی زبان سے پھسل گیا۔

"کون سا ہوم ورک ملک صاحب؟" اس نے پوچھا۔

"تمہیں یاد ہے نا بصیر نے، فیکا پر گولی چلانے والے ڈاکو کی کون سی دو نشانیاں بتائی تھیں؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"جی.....!" اس نے اثبات میں [illegible] ہوئے جواب دیا۔ "ایک تو اس ڈاکو نے ڈاڑھی رکھی ہوئی تھی اور دوسرے اس کی دائیں آنکھ مصنوعی تھی یعنی اس آنکھ میں ڈھیلے کی جگہ بٹنے کی طرح کوئی گول پتھر لگا ہوا تھا۔"

"بالکل ٹھیک۔" میں نے تائیدی انداز میں [illegible]

"میری تحقیقات کے مطابق بیک وقت ان دو خصوصیات کا حامل کوئی شخص موضع چمن آباد سے تعلق نہیں رکھتا۔ میں اس علاقے میں نیا ہوں جبکہ تم ادھر ہی کے رہنے والے ہو۔ تمہارے لیے ہوم ورک یہ ہے کہ کل کا پورا دن تم جمال پور اور اس کے گرد و نواح میں کسی ایسے شخص کا [illegible] کوشش کرو گے جس کی دائیں آنکھ مصنوعی ہو۔"

"سمجھ گیا ملک صاحب۔" وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "جہاں تک میری یادداشت [illegible] پورے جمال پور میں بھی پتھر کی [illegible] میں پھر بھی تحقیق کروں گا۔ میرے خیال میں ان ڈاکوؤں کا تعلق نہ تو چمن آباد سے ہے اور نہ ہی جمال پور سے۔"

"ان نامرادوں کا [illegible] ہمیں ہر صورت میں انہیں [illegible] سفاک لہجے میں کہا۔ "مجھے یقین [illegible] لگانے میں کامیاب ہو جاؤ گے [illegible] جائے گی۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ملک صاحب۔" وہ تائیدی انداز میں بولا۔ "آپ بے فکر ہو جائیں۔ میں اس بٹنے کی آنکھ والے شیطان کو کھوجنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

میں نے حوالدار بشیر احمد کو جمال پور کے نزدیک جی ٹی روڈ پر اتار دیا اور تانگے کی ڈرائیونگ سیٹ خود سنبھال لی۔ جب میں تھانے پہنچا تو دن ڈھل رہا تھا۔

تھانے میں سب امن و امان تھا۔ میں نے یہاں سے جاتے ہوئے جس اہلکار کو تھانے کی ذمے داری سونپی تھی اسے اپنے پاس بلا کر رپورٹ طلب کی۔ میری غیر موجودگی میں کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ میں نے مغرب کی نماز ادا کی اور آرام کی غرض سے اپنے کوارٹر میں چلا گیا۔ یہ کوارٹر تھانے کے عقبی حصے میں بنا ہوا تھا۔

آج کا پورا دن کڑی دوڑ دھوپ میں گزرا تھا جس نے مجھے تھکا کر رکھ دیا تھا۔ اس تھکن میں رات والی برساتی خواری بھی شامل تھی۔ میرا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ میں نے رات کا کھانا کھایا اور عشا کی نماز ادا کرنے کے بعد بستر پر [illegible] میں اسی کیس کے بارے [illegible]

[illegible] بڑی عجیب و غریب صورتِ حال پیدا کر دی تھی۔ اس [illegible] تعلق رکھنے والے دو اہم [illegible] رانا تصدق اور ملک نوازش علی سے مجھے کام کی [illegible] اپنی اپنی جگہ پر دونوں کا [illegible] سے دشمنی نہیں تھی۔ ساتھ [illegible] رانا تصدق کے تانگے کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا اسے کسی دوست کا کارنامہ تو قرار نہیں دیا جا سکتا تھا اور نہ ہی یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ ان ڈاکوؤں [illegible] کیونکہ اس خونچکاں واقعے میں ایک انسان کی جان گئی تھی اور دوسرے انسان کو لاچار کر دیا گیا تھا۔ جن دو افراد کو بے ہوش کر کے زندہ چھوڑ دیا گیا تھا ان میں سے ایک [illegible] بصیر کا تعلق مغوی کے خاندان [illegible] سے تھا اور دوسرے یعنی فیکا کوچوان کا ناتا رانا تصدق کے خاندان سے [illegible] جب تک مجھے اس دشمنی کا [illegible] تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

[illegible] رانا تصدق کے تانگے پر حملہ آور [illegible] چمن آباد سے دو میل کی دوری پر تھا۔ ان ڈاکوؤں نے بہت سوچ سمجھ کر جائے وقوعہ کا انتخاب کیا تھا [illegible] دائیں بائیں تا حدِ نگاہ کھیتوں کا ایک وسیع و عریض سلسلہ پھیلا ہوا تھا اور قریب و دور میں کوئی انسانی آبادی موجود نہیں تھی۔ یہاں سے نزدیک ترین گاؤں کوٹ سندھو تھا جو وقوعہ کے شمال میں ایک میل کے فاصلے پر واقع تھا اور اس کے بعد ایک میل کی دوری پر نہر بہہ رہی تھی۔ مذکورہ نہر کی دوسری جانب ایک میل کے فاصلے پر موضع جمال پور آباد تھا۔ اس حساب سے گویا یہ واقعہ جمال پور سے تین میل جنوب اور چمن آباد سے دو میل شمال میں

URDU TUBE
HOME OF ENTERTAINMENT

پیش آیا تھا اور ڈاکوؤں کا وہ جتھا بڑے اطمینان سے اپنا کام کر کے غائب ہو گیا تھا۔

ان ڈاکوؤں نے فیکا کوچوان کو قتل کرنے کے بعد بسیر، شیریں اور رخسانہ کو جس کمرے میں پہنچایا تھا، میں نے اس کا بھی اچھی طرح جائزہ لیا تھا مگر وہاں سے بھی کوئی ایسی چیز میرے ہاتھ نہیں لگ سکی تھی جس کی مدد سے میں ان کی تلاش میں عملی پیش قدمی کر سکتا۔ یوں محسوس ہوتا تھا، اس کیس میں میری تفتیش کی گاڑی کو کسی نے آہنی زنجیروں میں جکڑ کر آگے بڑھنے سے روک دیا ہو۔

میں بدترین حالات میں بھی [illegible] مایوس نہیں ہوا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس وقت میری تفتیش کی گاڑی ایک تاریک سرنگ سے گزر رہی تھی۔ میں جانتا تھا کہ کوئی سرنگ چاہے کتنی بھی تاریک اور طویل کیوں نہ ہو، وہ بالآخر ختم ہو جاتی ہے بشرطیکہ آپ کی گاڑی چلتی رہے۔ میں نے خود کو ہمہ وقت حرکت میں رکھا ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا بہت جلد اللہ کی رحمت سے میری آنکھوں کے سامنے چھائی ہوئی دھند چھٹ جائے گی اور اس کیس کے حوالے سے ہر چیز مجھے واضح نظر آنے لگے گی۔

☆☆☆

اگلی صبح میں تیار ہو کر تھانے پہنچا تو حوالدار کو [illegible] کمرے میں بیٹھے پایا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں میں بڑی عجیب سی الجھن اور اضطراب نظر آ رہا تھا۔ میں نے تشویش بھرے لہجے میں دریافت کیا۔

"کیا ہوا بشیر احمد۔ تمہیں تو اس وقت اپنے گھر کے بستر پر ہونا چاہیے تھا۔ سب خیریت تو ہے نا؟"

"میرے اندر خیریت نہیں ہے ملک صاحب۔" وہ ندامت آمیز لہجے میں بولا۔ "میں پوری رات سو نہیں سکا۔"

میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا ہوا تمہارے اندرون کو، کس پریشانی نے تمہیں سونے نہیں [illegible]"

"مجھ سے ایک بہت بڑی [illegible] ملک صاحب۔" وہ لجاجت آمیز انداز میں بولا۔ "میں اپنی خطا پر بہت شرمندہ ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے معاف کر دیں گے۔"

"بشیر احمد، پہلے پتا تو چلے کہ تم سے کون سی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔" بشیر احمد کے انداز نے مجھے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ "جب تک بتاؤ گے نہیں تو مجھ سے اچھی امید رکھنے کا کیا فائدہ......!"

"میں لالچ میں آ گیا تھا ملک صاحب۔" وہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے پشیمانی بھرے لہجے میں بولا۔ "بس، میری آنکھوں پر طمع کی پٹی بندھ گئی تھی جو میں اسے اپنے گھر لے گیا۔"

بات کے اختتام پر اس نے اپنی جیب میں سے ایک طلائی زنجیر نکال کر میری جانب بڑھا دی۔ مذکورہ زنجیر دراصل ایک لاکٹ تھا جس میں دل کی شکل کا ایک طلائی تعویذ بھی پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے وہ زنجیر لے لی اور سوال کیا۔

"یہ کیا ہے بشیر احمد؟"

[illegible] بسیر کے ساتھ اس [illegible] ڈاکوؤں نے رومال [illegible] غیر موجودگی میں، [illegible] شرمندگی بھرے انداز [illegible] اور تبھی مجھے کچے [illegible] لاکٹ پڑا ملا تھا پھر میں نے [illegible] کسی چیز کو اٹھا کر جیب میں رکھنے میں مجھے کوئی قباحت نظر نہیں آئی بشیر احمد۔" میں نے اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے [illegible] زمین میں کیوں [illegible]

[illegible] کیفیت کو دیکھ کر مجھے بخوبی [illegible] تھا لیکن میں اس [illegible] اس کے ضمیر کی [illegible] ہو۔ [illegible] آ گیا تھا۔" وہ [illegible] سوچا، آپ سے [illegible] چاپ یہ لاکٹ [illegible] میں جلا رہا [illegible] لمحے کے لیے [illegible] لیکن دوسرے ہی [illegible] خیال آتا تھا کہ [illegible] کہتا تھا کہ یہ دھوکا لمحے ذہن اس خیال کی تردید کرتے ہوئے ہے۔ میرے ذہن میں ساری رات یہ جنگ جاری رہی ہے ملک صاحب!"

"بشیر احمد!" میں نے نہایت ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "انسان کے اندر خیر اور شر کو ایک ساتھ رکھ کر فیصلہ انسان پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ مثبت راہ اختیار کرتا ہے یا منفی راستہ اپناتا ہے۔ ہر دو صورت میں اس کا

URDU TUBE A HOME ENTERTAINMENT www.urdutubes.com

انتخاب اس کا عمل کہلائے گا اور قیامت کے روز اللہ نے انسان کے اعمال کی بنا پر فیصلہ کرنا ہے اور...... عمل کا دارومدار انسان کی نیت پر ہوتا ہے۔ اچھا عمل اسی وقت ایک نیکی کی صورت انسان کے نامۂ اعمال میں درج کرلیا جاتا ہے جب وہ اس کی نیت کرتا ہے لیکن بُرا ارادہ اس وقت تک بدعملی کے کھاتے پر نہیں چڑھایا جاتا جب تک انسان اپنے اس بدارادے کو عملی جامہ نہ پہنادے......'' لحاتی توقف کر کے میں نے ایک گہری سانس خارج کی پھر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

''ساری باتیں چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ تمہارے دماغ میں رات بھر خیر و شر کی جو جنگ جاری تھی، اس میں جیت کس کی ہوئی؟''

''خیر کی......'' وہ سرسراتی ہوئی آواز میں بولا۔ [illegible] لیے تو میں اپنی خطا پر گردن جھکائے آپ کے سامنے بیٹھا ہوں۔''

''بشیر احمد......!'' میں نے [illegible] انداز میں کہا۔ اس نے گردن اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''غلطی کرنا انسان کے خمیر میں شامل ہے اور اس نکتے پر ہر نیک و بد تمام انسان ایک [illegible] لیکن انسان اس وقت دو گروہوں میں بٹ جاتے ہیں جو وہ اپنی غلطی پر ردعمل کا اظہار کرتے ہیں۔ بُرا انسان اپنے کیے پر بڑی ڈھٹائی سے جم کر کھڑا ہو جاتا ہے یعنی اسے [illegible] کا مطلق احساس نہیں ہوتا یا یوں سمجھ لو کہ وہ اسے [illegible] سمجھتا ہی نہیں جبکہ ایک نیک خصلت انسان کو فوراً اپنی [illegible] کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ اس [illegible] میں لگ جاتا ہے۔ جب تک وہ [illegible] نہیں بیٹھتا جیسا کہ تم نے پوری رات [illegible] ہے اور صبح ہوتے ہی اپنی غلطی کا اعتراف کرنے میرے پاس چلے آئے ہو۔''

اس کی آنکھیں نم ہوگئیں، بھیگی ہوئی آواز میں بولا۔ ''ملک صاحب! آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے نا؟''

''بشیر احمد! تم ایک بھلے انسان ہو۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ''شیطان نے وقتی طور پر تمہیں بہکا دیا تھا مگر تمہارے اندر کی اچھائی شیطان کے اس بہکاوے پر غالب آگئی اور تم اس طلائی لاکٹ پر ہاتھ صاف کرنے کے ارادے سے باز آگئے۔ میں نے تمہیں دل سے معاف کیا۔ اللہ بھی تمہیں معاف فرمائے۔''

''شکریہ ملک صاحب!'' وہ تشکرانہ نظر سے مجھے تکنے لگا۔

میں نے کہا۔ ''شکر اس پروردگار کا ادا کرو جس نے تمہیں نیکی کی توفیق عطا فرمائی اور برائی سے بچا لیا۔ میں تو تمہارا ہوم ورک بڑھانے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ آخر اس غلطی کی تمہیں کچھ تو سزا ملنا چاہیے نا......!''

میرے مبہم انداز نے اسے الجھن میں ڈال دیا۔ ''میں آپ کی طرف سے دی جانے والی ہر سزا کے لیے تیار ہوں ملک صاحب۔'' وہ بڑے اعتماد کے ساتھ بولا۔

''فی الحال تو میں تمہیں یہ دے رہا ہوں۔'' میں نے وہ طلائی لاکٹ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''اسے سنبھال کر اپنی جیب میں رکھ لو۔''

اس نے فوراً میرے حکم کی تعمیل کی اور سوالیہ نظر سے [illegible]

[illegible] بشیر احمد، اس لاکٹ کا جائے وقوعہ سے ملنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ یا تو ان ڈاکوؤں میں سے کسی کا ہے اور یا پھر مقتول [illegible] میں سے کسی کا۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے [illegible] لہجے میں ہدایات جاری کیں۔ ''ان ڈاکوؤں کا کوئی [illegible] ہمارے پاس نہیں ہے لہٰذا سر دست تم [illegible] گھر والوں سے اس لاکٹ کے بارے میں معلومات جمع کرو۔ اگر یہ لاکٹ ان تینوں میں سے کسی کا نہیں تو پھر لازماً اس لاکٹ کا تعلق ان ڈاکوؤں میں سے کسی سے ہے۔ کل وقت کی کمی کے باعث ہم جائے وقوعہ [illegible] تھے اور ہمیں کوٹ سندھو کی طرف دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ آج تم یہ کام بھی کر لو گے۔ میری بات سمجھ رہے ہو نا؟''

''[illegible] سمجھ رہا ہوں جناب!'' وہ بڑے اعتماد سے بولا۔ ''میں شام تک آپ کو کوئی اچھی رپورٹ دیتا ہوں۔''

''اگر نیند ستا رہی ہو تو گھر جا کر تھوڑا آرام کرلو۔'' میں نے [illegible] نظر سے اس کی طرف دیکھا۔ ''اس کے بعد مشن شروع کر دینا۔''

''نہیں ملک صاحب! پہلے کام، پھر آرام۔'' وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ''میں جب تک آپ کو کوئی خوشخبری نہیں سنا دوں گا، مجھے چین نہیں آئے گا اور مجھے امید ہے، میں رات تک کوئی تیر مارنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔''

''اللہ تمہیں ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے۔'' میں نے تہِ دل سے کہا۔

بشیر احمد کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ہی اسپتال سے فیکا کوچوان کی لاش اور پوسٹ مارٹم کی ابتدائی رپورٹ بھی

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

آ گئی۔ مذکورہ رپورٹ ہمارے قائم کردہ اندازوں کی تصدیق کرتی تھی جس کے مطابق فیکا کوچوان کی موت سات جولائی کی سہ پہر چار اور پانچ بجے کے درمیان واقع ہوئی تھی اور اس موت کا سبب اس کے سر پر لگنے والی وہ کاری ضربات تھیں جنہوں نے اس کی کھوپڑی کو مختلف مقامات سے چٹخا دیا تھا۔ فیکا کے پیٹ سے گولی بھی نکال لی گئی تھی۔ اس گولی نے فیکا کی آنتوں کو بری طرح زخمی کر دیا تھا۔ میں نے دو کانسٹیبلوں کی معیت میں فیکا کی پوسٹ مارٹم شدہ لاش کو ایک تانگے میں ڈال کر موضع جمال پور روانہ کر دیا۔

جیسا کہ میں شروع میں بتا چکا ہوں کہ جمال پور جی ٹی روڈ اور ریلوے لائن کے درمیان واقع تھا اور میرا تھانہ بھی جی ٹی روڈ پر ہی تھا۔ میرے تھانے سے موضع جمال پور کا فاصلہ کم و بیش ایک میل تھا۔ کسی تانگے یا گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے پندرہ منٹ میں یہ فاصلہ بآسانی طے [illegible] جا سکتا تھا۔ فیکا کی لاش کو گاؤں روانہ کیے ایک گھنٹا گزرا تھا کہ چھوٹا رانا مجھ سے ملنے تھانے چلا آیا۔

"السلام علیکم ملک صاحب!" وہ میرے کمرے میں آ کر بہ آوازِ بلند بولا۔

میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور رسمی علیک سلیک کے بعد پوچھا۔ "فیکا کوچوان کی لاش آپ لوگوں نے وصول کر لی ہے؟"

"جی ملک صاحب!" رانا مصدق اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ "ہم نے وہ لاش فیکا کے وارثوں کے سپرد کر دی ہے۔ آج کسی وقت اس کی تدفین کر دی جائے گی۔ آپ سنائیں، کیا خبریں ہیں؟"

"فی الحال تو کوئی نئی تازہ نہیں ہے رانا صاحب" میں نے گول مول جواب دیا۔ "ڈاکوؤں کا سراغ لگانے کی کوشش جاری ہے۔"

"او...... ہاں!" وہ چونکتے ہوئے [illegible] بولا۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ کے حوالدار سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ کسی طلائی زنجیر کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہا تھا۔"

"ہاں، وہ طلائی لاکٹ ہمیں جائے وقوعہ سے ملا ہے۔ اغلب امکان اس بات کا ہے کہ وہ ان ڈاکوؤں میں سے کسی کا ہے لیکن تفتیش کے معاملے میں چونکہ کسی رخ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لہٰذا یہ سوچ کر کہ وقوعہ کے وقت فیکا، رخسانہ، شیریں اور بصیر بھی تانگے میں موجود تھے، پوچھ گچھ کی جا رہی ہے کہ کہیں اس طلائی لاکٹ کا تعلق ان لوگوں میں سے کسی سے تو نہیں۔"

"میں نے آپ کے حوالدار کی تسلی کر دی ہے۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ "اب وہ جمال پور سے نکل کر چمن آباد کی طرف گیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں رانا صاحب۔" میں نے الجھن زدہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔ "تسلی کرانے سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"مطلب یہ کہ میں نے حوالدار صاحب کو یقین دلا دیا ہے کہ وہ طلائی لاکٹ نہ تو رخسانہ کا ہے اور نہ ہی فیکا [illegible]" وہ وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "اور بھائی صاحب سے بھی میں نے اس سلسلے میں بات کی تھی۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ انہوں نے شیریں کے پاس بھی کوئی لاکٹ نہیں دیکھا جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اس طلائی لاکٹ کا ہمارے گاؤں [illegible]"

"[illegible] بات میری سمجھ میں آ گئی ہے۔" میں نے اثبات میں [illegible] پوچھا۔ "بڑے رانا صاحب کا کیا حال ہے؟"

"بہت غم زدہ ہیں جناب۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔ "اپنی چھوٹی بیوی کو یاد کر کے آہیں بھر رہے ہیں۔" [illegible] بھابی لگتی تھی لیکن [illegible] کے لیے وہ ادب و احترام نہیں دیکھا تھا جو اس رشتے کا متقاضی تھا۔ کل اسپتال میں بھی اس [illegible] کے لیے "منحوس" کا لفظ استعمال کیا تھا [illegible] کی موجودگی کے باعث وہ بات آگے نہیں بڑھا [illegible] اچھا موقع تھا لہٰذا میں نے [illegible] رازدارانہ لہجے میں کہا۔

"رانا صاحب [illegible] تو نہیں لگ رہا کہ میں آپ کے گھریلو معاملات پر بات کروں لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ رانا تصدق کی دوسری شادی پر خوش نہیں ہیں۔ کل اسپتال میں بھی آپ مجھے کچھ بتانا چاہتے تھے لیکن پھر کسی مصلحت کی بنا پر آپ نے بات گول کر دی تھی......!"

"آپ کے احساسات غلط نہیں ہیں ملک صاحب۔" وہ گہری نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ "صرف میں ہی نہیں، حویلی کا کوئی بھی فرد اس شادی پر خوش نہیں۔"

"اس کا کوئی خاص سبب؟"

"سبب نہیں، اسباب کہیں جناب۔" وہ معنی خیز انداز میں بولا۔

URDU TUBE

میں نے پوچھا۔ ''کیا آپ ان اسباب پر تھوڑی روشنی ڈال سکتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ آپ کی باتوں سے مجھے ڈاکوؤں تک رسائی کا کوئی راستہ مل جائے۔''

''بھائی صاحب اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ انہوں نے جو کرنا تھا وہ کر ڈالا۔ بہرحال، شیریں اب ہماری حویلی کی عزت ہے اگرچہ وہ اس مقام کے قابل نہیں تھی......'' اس نے بتانا شروع کیا۔ ''آپ چونکہ ڈاکوؤں تک پہنچ کر ہماری حویلی کی عزت کو واپس لانا چاہتے ہیں اس لیے آپ سے کھل کر بات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

''پولیس ڈیپارٹمنٹ پر اعتماد کرنے کا شکریہ رانا صاحب۔'' میں نے دوستانہ انداز میں کہا۔ ''انشاءاللہ! میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔''

''میں پورے پولیس ڈیپارٹمنٹ پر [illegible] آپ پر بھروسا کر رہا ہوں ملک صاحب۔'' وہ دوستانہ انداز میں بولا۔ ''آپ ایک اچھے اور کھرے انسان ہیں۔''

''بے فکر ہو جائیں۔'' میں نے اس کی تسلی کی خاطر کہا۔ ''مجھ پر اعتماد کرنے کا آپ کو افسوس نہیں ہوگا۔ جو بھی کہنا ہے، کھل کر کہیں۔''

''تو سنیں جناب!'' وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔ ''پہلی بات تو یہ کہ سلطانہ بھابی ایک نیک دل جیتی خاتون ہیں۔ ان پر سوتن لا کر بھائی صاحب نے بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ وہ منہ سے کچھ نہیں بولتیں لیکن ان کی [illegible] چہرہ چیخ چیخ کر کہتا ہے کہ وہ بڑی اذیت میں [illegible] بھائی صاحب کے لیے اولاد پیدا نہیں کر سکیں تو اس میں ان کا کیا قصور؟ آپ جانتے ہیں، اولاد تو مقدر سے ہوتی ہے۔ اگر شیریں سے بھی ان کی اولاد نہ ہوئی تو کیا وہ تیسری شادی کریں گے؟''

تھوڑا توقف کر کے اس نے [illegible] دیکھا۔ میں نے اس کے [illegible] سمجھا۔ وہ اپنے بیان کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''یہ شادی تو ہمارے [illegible] ہے۔ سسر، داماد سے پانچ سال چھوٹا اور [illegible] لڑکا......!''

پچیس ایکڑ کا ذکر کرتے ہوئے رانا مصدق کے چہرے پر ناگواری ابھر آئی تھی۔ میں نے کریدنے والے انداز میں پوچھا۔

''اس لڑکے کا کیا مطلب ہوا رانا صاحب؟''

''جناب! منہ پر کوئی کچھ نہیں کہتا لیکن پیٹھ پیچھے اکثر لوگ یہی کہتے پھر رہے ہیں کہ ملک نوازش نے پچیس ایکڑ زمین کے عوض اپنی بیس سال کی بیٹی کو پچپن سالہ ایک شادی شدہ شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ جب بھائی جان نے چمن آباد اور جمال پور کے درمیان پچیس ایکڑ زرعی اراضی خریدی تھی تو میں ان کے اس اقدام پر بہت خوش ہوا تھا مگر جلد ہی میری خوشی کا جنازہ نکل گیا۔''

''آپ کی خوشی کا سبب کیا تھا؟'' میں نے اس کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ ''اور اس خوشی کا جنازہ کیسے نکل گیا؟''

''اس تحصیل میں صرف ایک ہی شخص ایسا ہے جس کے پاس ہم سے زیادہ زرعی اراضی ہے اور اس بندے کا [illegible]'' وہ وضاحت کرتے ہوئے [illegible] نوے ایکڑ زمین پر بہت اتراتا ہے۔ ہمارے پاس [illegible] ایکڑ اراضی ہے۔ اگر یہ [illegible] کے ساتھ شامل ہو جاتی تو ہم علی [illegible] سے دس ایکڑ زیادہ یعنی پورے سو ایکڑ کے مالک [illegible] نے یہ پچیس ایکڑ ملک نوازش [illegible] بیٹی شیریں سے شادی کر لی۔ [illegible] شادی سے اس لیے ناخوش ہوں کہ ایک طرف ہماری طاقت میں اضافہ ہونے کے بجائے ملک نوازش کی اراضی میں اضافہ [illegible] اور دوسری جانب......'' وہ بولتے [illegible] خاموش ہو گیا۔

''[illegible] دوسری جانب کیا؟'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

''[illegible] ملک صاحب! شیریں اب ہماری حویلی کی عزت [illegible] انداز میں بولا۔ ''آپ بھی [illegible] بات کر رہا ہوں۔''

[illegible] مجھے یہ سمجھنے میں قطعاً کوئی [illegible] وقت محسوس نہیں ہوئی کہ وہ دانستہ مجھے کچھ بتانے کا خواہاں تھا لیکن [illegible] دوسری طرف سے ہوتا کہ بات [illegible] بیان [illegible] آئے۔ میں نے اس کی خواہش پوری کرتے ہوئے [illegible]

''اگر آپ نہیں بتانا چاہتے تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا لیکن سیانے کہہ گئے ہیں کہ اگر صحت چاہیے ہو تو ڈاکٹر سے مرض، اگر زندگی چاہیے ہو تو دائی سے پیٹ، اگر انصاف چاہیے ہو تو وکیل سے اپنا جرم کبھی نہیں چھپانا چاہیے اور جہاں تک پولیس کا معاملہ ہے تو میں کہتا ہوں، تھانے دار سے کچھ بھی نہیں چھپانا چاہیے کیونکہ ہمارا محکمہ ان تینوں پیشوں کے مجموعے کا نام ہے۔''

URDU TUBE
urdutubes.com

لمحاتی تذبذب کے بعد اس نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اڑتے اڑتے سنی ہے کہ شادی سے پہلے شیریں کا چمن آباد کے کسی لڑکے سے کوئی چکر تھا......''

میں توقع نہیں کر رہا تھا کہ وہ اس نوعیت کی کوئی بات کرے گا۔ جب اس نے شیریں کے کسی چکر کا ذکر کیا تو میرے ذہن میں بصیر کی کہی ہوئی ایک بات تازہ ہوگئی۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ فیروز نامی ایک نوجوان شیریں سے شادی کی خواہش رکھتا تھا۔

''کیا چمن آباد والے اس لڑکے کا نام فیروز ہے......'' میں نے رانا مصدق کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوالیہ انداز میں کہا۔ ''اس کا باپ برکت اور ماں فضیلت ادھر چمن آباد میں پرچون کی دکان چلاتے ہیں۔ فیروز ان کی اکلوتی اولاد ہے لیکن اسے اپنے بوڑھے والدین کا ذرا خیال نہیں۔ چمن آباد کے اکثر لوگ فیروز کے بارے میں یہ تبصرہ کرتے ہیں......کام کا نہ کاج کا، دشمن اناج کا!''

''ملک صاحب......!'' وہ حیرت سے آنکھیں چوڑی کرتے ہوئے بولا۔ ''لگتا ہے، آپ نے تو فیروز کے بارے میں بڑی تفصیلی تحقیق کر رکھی ہے۔ واقعی، میں اسی لڑکے کی بات کر رہا ہوں۔''

''ہمارے محکمے کو مان گئے نا رانا صاحب؟'' میں نے زیرلب مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بالکل جناب۔'' وہ جلدی سے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ''آپ کا محکمہ تو باقی تمام محکموں کی اماں ہے......''

میں نے ضروری نہیں سمجھا کہ فیروز کے حوالے سے شیریں کی پوزیشن کو کلیئر کروں۔ ابھی میں خود اس معاملے میں تھوڑی تحقیق کرنا چاہتا تھا کیونکہ رانا مصدق اور بصیر کے خیالات میں ایک سوالاتی درجے کا تضاد پایا جاتا تھا۔ جب تک شیریں بازیاب نہ ہو جاتی، اس ایشو پر مغز ماری کرنا توانائی ضائع کرنے کے مترادف تھا۔ اصل کام شیریں تک پہنچنے کی کوئی سبیل نکالنا تھی۔

''میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ مختلف پیشوں کا ایک جگہ جمع ہونے کا نام ہے۔'' میں نے کہا۔ ''آپ اس محکمے پر یقین رکھیں کہ ہم آپ کی بیٹی کو بخیریت واپس لائیں گے۔''

وہ تھوڑی دیر مزید میرے پاس بیٹھا ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر رخصت ہوگیا۔

رانا مصدق نے شیریں اور رانا تصدق کی بے جوڑ شادی کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا تھا اس کے لیے میں اسے زیادہ قصوروار نہیں سمجھتا تھا کیونکہ اس نوعیت کی باتیں زبان زدِ عام تھیں اور آوازِ خلق کو نقارۂ خدا کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس نے زمین کی طاقت کے حوالے سے جو کچھ کہا تھا، میں اس سے مکمل اتفاق کرتا تھا۔ یہ بات میرے تجربے میں آئی تھی کہ گاؤں دیہات میں جس شخص کے پاس جتنی زیادہ زمین ہوتی ہے اس کی پگڑی کا شملہ اتنا ہی اونچا ہوتا ہے۔ باقی جہاں تک شیریں کے فیروز کے ساتھ ملوث ہونے کا جو معاملہ تھا، میں کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر اس کی تصدیق نہیں کر سکتا تھا۔

حوالدار کی واپسی مغرب کے بعد ہوئی اور وہ خالی ہاتھ نہیں آیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ چمن آباد سے فیروز کو بھی پکڑ لایا تھا۔ فیروز کو میرے سامنے پیش کرنے سے پہلے اس نے مجھے بتایا۔ ''ملک صاحب! آپ کے لیے ایک اچھی خبر ہے۔ میں نے طلائی لاکٹ کا معاملہ حل کرلیا ہے۔ بصیر نے اس لاکٹ کو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا۔ وہ لاکٹ فیروز کا ہے۔ میں نے چمن آباد کے اور دو تین لوگوں سے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے جبھی فیروز کو اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ وقوعہ کے وقت فیروز جائے واردات پر موجود تھا۔'' میں نے حوالدار کی بات پوری توجہ سے سننے کے بعد گہری سنجیدگی سے پوچھا۔ ''کیا فیروز نے تسلیم کرلیا ہے کہ یہ طلائی لاکٹ اسی کا ہے؟''

''جی ہاں!'' حوالدار نے اثبات میں جواب دیا۔ ''لیکن وہ ڈاکوؤں کی کارروائی سے کسی تعلق کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔''

''پھر اس کا لاکٹ جائے وقوعہ تک کیسے پہنچ گیا؟''

''اس بارے میں فیروز نے ایک کہانی سنائی ہے۔''

''کیسی کہانی؟'' میں نے حوالدار سے پوچھا۔

''وہ کہتا ہے کہ آٹھ دس روز پہلے وہ ٹیوب ویل پر نہا رہا تھا تو اس نے یہ لاکٹ اتار کر اپنے کپڑوں میں رکھ دیا تھا۔'' حوالدار نے بتایا۔ ''پھر جب وہ نہا کر فارغ ہوا اور کپڑے پہننے لگا تو لاکٹ کو غائب پایا۔ اس وقت اور بھی کئی لوگ ٹیوب ویل پر نہا رہے تھے۔ اس نے باری باری سب سے اپنے لاکٹ کے بارے میں استفسار کیا لیکن کوئی بھی لاکٹ کی گمشدگی کا ذمے دار بننے کو تیار نہیں ہوا۔ سب

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutube.com

نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس پر فیروز اپنا دل مسوس کر رہ گیا۔ اس نے کسی کو وہ لاکٹ چراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اس لیے مجبوری کا نام شکریہ سمجھ کر وہ صبر کر کے بیٹھ گیا۔''

''تمھیں فیروز کی سنائی ہوئی کہانی پر کتنا یقین ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''اگر میں نے اس کی کہانی پر آنکھیں بند کر کے یقین کرلیا ہوتا تو پھر مجھے اسے ساتھ لانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔'' وہ معنی خیز انداز میں بولا۔ ''میں آج کی رات اس پر تھوڑا کام کرنا چاہتا ہوں تاکہ اگر اس نے اپنے پیٹ میں کچھ چھپا رکھا ہے تو اسے اگل دے۔''

''ٹھیک ہے، میں تمھیں اس کی خاطر داری کی اجازت دیتا ہوں۔'' میں [illegible] جھانکتے ہوئے کہا۔ ''لیکن اگر تم پوری رات اس کے ساتھ مصروف رہو گے تو پھر سوؤ گے کب؟''

''میں رات کے ابتدائی حصے میں اپنی نیند پوری کروں گا اور شیڈنڈ ڈیوٹی والے ایک کانسٹیبل [illegible] کہ وہ کسی بھی قیمت پر فیروز کو سونے نہ دے [illegible] مجھے اپنے منصوبے سے آگاہ کر کے [illegible] رات کے آخری پہر جب وہ نیند کے ہاتھوں بے حال اور لاچار ہوچکا ہوگا تو میں بیدار ہو کر اس کی ''خبر گیری'' میں لگ جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے، اس حالت میں وہ سولہ آنے سچ بولنے پر تیار ہو جائے گا۔''

''تمہارا آئیڈیا اچھا ہے بشیر احمد!'' میں نے ستائشی انداز میں اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''جس کانسٹیبل کو تم فیروز پر [illegible] وقفے وقفے سے اسے گلاس بھر کر پانی پلاتا رہے لیکن اسے رفع حاجت کی اجازت نہ دے۔ جب اس کے مثانے پر پیشاب کا بوجھ بڑھے گا تو بھی وہ زبان کھولنے پر مجبور ہو جائے گا۔''

''ٹھیک ہے جناب! میں آپ کی بتائی ہوئی ترکیب کو بھی شامل کرلوں گا۔'' وہ فرماں برداری سے بولا۔

''فیروز کا کوئی [illegible] ہے۔'' میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''اس سے یہ بھی پوچھنا ہے کہ وہ طلائی لاکٹ اس کے پاس کہاں سے آیا ہے۔ اس کا جس قسم کے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے اس سے تو یہی لگتا ہے کہ فیروز نے وہ لاکٹ کہیں سے چوری کیا ہوگا اسی لیے وہ چوری کے مال کی چوری پر خاموش ہو کر بیٹھ گیا تھا۔''

حوالدار نے میری ہدایات کے مطابق عمل کرنے کا یقین دلایا۔

میں نے پوچھا۔ ''اس بٹنے کی آنکھ والے ڈاکو کے بارے میں کچھ معلوم ہوا؟''

''میں نے جمال پور، چمن آباد، کوٹ سندھو اور اردگرد کے کئی علاقے کے لوگوں سے پوچھ تاچھ کی ہے اور پتا چلا ہے کہ اس طرح کی آنکھ والا ایک شخص موضع سوڈی وال میں رہتا ہے۔'' حوالدار نے بتایا۔ ''اس کا نام منظور عرف جھورا ہے۔ جھورا کی ریپوٹیشن ٹھیک نہیں بتائی جاتی۔ وہ چھوٹے موٹے جرائم میں ملوث پایا گیا ہے۔''

حوالدار کا یہ انکشاف بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ موضع سوڈی وال، جمال پور سے چار میل کے فاصلے پر مشرق میں واقع تھا اور یہ گاؤں بھی میرے تھانے کی حدود میں آتا تھا۔ جھورا کسی [illegible] اس واردات میں ملوث تھا یا نہیں لیکن جرائم پیشہ [illegible] اور ایک پتھر کی آنکھ رکھنے کی بنا پر [illegible] میرا فرض اولین بنتا تھا۔ میں نے اس [illegible] کا انتظار نہیں کیا اور تین ہوشیار قسم کے اہلکاروں کی ایک ٹیم بنا کر انہیں جھورا کی گرفتاری کے لیے [illegible] وقت روانہ کر دیا۔

اس کے بعد میں اپنے کوارٹر میں چلا گیا۔

☆☆☆

[illegible] بڑی سنسنی خیز تھی۔

میں حسب معمول تیار ہو کر اپنے کمرے میں پہنچا تو [illegible] کئی ایک خبریں میری راہ دیکھ رہی تھیں۔ میں جیسے ہی اپنی [illegible] حوالدار بشیر احمد میرے پاس آگیا۔

''[illegible] ملک صاحب!'' وہ جوش بھرے انداز میں بولا۔ ''میں نے فیروز پر اپنی [illegible] مکمل کرنے کے بعد جھورا پر کام شروع کر دیا ہے۔''

[illegible] میں ایک گہری سانس خارج کر کے [illegible] ''تو میری بھیجی ہوئی ٹیم جھورا کو گرفتار کر کے لے آئی ہے؟''

''[illegible] وہ لوگ رات کے آخری پہر واپس آئے ہیں۔'' حوالدار نے بتایا۔ ''جھورا کے چہرے پر ڈاڑھی بھی ہے اور اس کی دائیں آنکھ میں مصنوعی ڈھیلا بھی ہے۔ وہ بشیر کے بیان کردہ حلیے پر پورا اترتا ہے اور اس کا پس منظر بھی مجرمانہ ہے لیکن اس کی زبان کھلوانے کے لیے مجھے خطرناک ہتھکنڈے استعمال کرنا ہوں گے۔ وہ آسانی سے کچھ نہیں بتائے گا۔''

URDU TUBE
HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

"تو پھر انتظار کس بات کا ہے۔" میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ "اگر وہ ہمارے مطلوبہ شخص کے حلیے پر پورا اترتا ہے تو تمہیں فوراً کام شروع کر دینا چاہیے۔"

"او کے ملک صاحب......!" وہ خوش ہوتے ہوئے بولا۔ "بس آپ کے حکم کا انتظار تھا۔"

"تم نے کچھ نیند بھی لی یا انہی کاموں میں لگے ہوئے ہو؟"

"پورے چار گھنٹے سویا ہوں جناب اور اب بالکل ہشاش بشاش ہوں۔" وہ خاصے کرارے لہجے میں بولا تو میں نے پوچھا۔ "فیروز سے کوئی کام کی بات معلوم ہوئی؟"

"نہیں جناب! اس نے اپنی اسٹوری میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔" اس نے بتایا۔ "اور ہاں...... اس نے اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ وہ طلائی لاکٹ اس نے ایک صراف کی دکان سے چرایا تھا۔"

"ٹھیک ہے، تم فیروز کو رہا کر دو۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "اب ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔"

"کیا وہ طلائی لاکٹ بھی اس کے حوالے کر دوں؟" حوالدار نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں!" میں نے نفی میں گردن ہلائی۔ "چوری کے مال کا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔ کیا تم نے اس صراف کا نام پتا نوٹ کر لیا جہاں سے فیروز نے وہ طلائی لاکٹ چرایا تھا؟"

"جی...... میں نے نوٹ کر لیا ہے۔"

"جب تک شیریں کی گمشدگی کا معاملہ حل نہیں ہو جاتا، یہ لاکٹ ایک شہادت کے طور پر ہماری کسٹڈی میں رہے گا۔"

"ٹھیک ہے ملک صاحب" یہ کہتے ہوئے حوالدار کمرے سے نکل گیا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد تھانے کے [illegible] روم کی طرف سے حوالدار کے کارناموں کے صوتی اثرات [illegible] ہونے لگے۔ میں نے بشیر احمد کو کھلی چھٹی دے دی تھی لہٰذا فری ہینڈ ملتے ہی وہ زیرِ حراست جھورا کے ساتھ کچھ زیادہ ہی فری ہو گیا۔ اس فری شپ کے نتیجے میں، وقفے وقفے سے جھورا کی کرب میں ڈوبی ہوئی آوازیں بلند ہوتی رہتیں۔ ایک خاص بات تھی کہ جھورا نے اپنی صفائی میں ابھی تک کچھ نہیں کہا تھا۔ اگر وہ اس کیس میں کسی بھی طرح ملوث نہیں تھا تو پھر اسے کچھ نہ کچھ تو بولنا چاہیے تھا۔ اس کی مسلسل زبان بندی اس کے مجرم ہونے کی دلیل تھی۔ جھورا کی اسی مستقل چپ نے بشیر احمد کو اور بھی زیادہ غضب ناک بنا دیا تھا۔ جھورا کی زبان کھلوانا حوالدار کے لیے انا اور عزت کا مسئلہ بن گیا تھا لہٰذا وہ ان لمحات میں ایک وحشی بن گیا تھا۔

جھورا دو گھنٹے تک حوالدار کی وحشت اور دہشت کے سامنے ڈٹا رہا پھر اس کی برداشت جواب دے گئی۔ اس نے فیکا کوچوان کے قتل کا اقرار کر لیا۔ حوالدار اسے میرے پاس لے آیا اور بڑے فخریہ لہجے میں بولا۔

"ملک صاحب! [illegible] نے ریکارڈر میں کیسٹ لگا دی [illegible] فر فر بولنے لگا [illegible] اس نے فیکا [illegible] کا اقبال کر لیا [illegible]"

[illegible] گھور کر جھورا کی طرف دیکھا۔ حوالدار نے [illegible] اس کی ایسی کم تیسی کر دی [illegible]۔ وہ اپنے [illegible] آپ اسے پولیس کی ظالمانہ [illegible] کوئی بحث نہیں کروں گا [illegible] کارروائی کا نام دیں [illegible] ہم صرف انہی لوگوں پر [illegible] جن کے مجرم ہونے کا یقین ہو جاتا [illegible] اور حوالدار نے دو گھنٹے تک اسی میڈیم میں جھورا سے گفتگو کی تھی۔

[illegible] کام نہیں چلے گا جھورا۔" میں نے اس کی آنکھوں میں بہت دور تک جھانکتے ہوئے کہا۔ "مجھے شیریں بھی چاہیے۔ بتاؤ تم نے اسے کہاں [illegible]"

"[illegible] سیالکوٹ پہنچا دیا تھا۔" اس نے بتایا۔

"[illegible] دیگر ساتھی کہاں ہیں اور تم لوگوں نے یہ ظلم کیوں کیا۔ تمہاری شیریں کے ساتھ کیا دشمنی تھی؟" میں نے [illegible] لہجے میں سوال کیا۔

"ہماری کسی سے کوئی دشمنی نہیں۔" وہ بڑے عجیب لہجے میں بولا۔ "ہم تو کرائے کے مجرم [illegible] جو ہم سے کام لیتا ہے [illegible] ہم اس کے بارے میں سوال نہیں کرتے، صرف اپنے معاوضے سے مطلب رکھتے ہیں۔ ہم سے کہا گیا، شیریں کو اغوا کر کے سیالکوٹ پہنچانا ہے اور اگر اس کام میں کوئی مداخلت کرے تو اسے پھڑکانا ہے۔"

"اس قسم کے احکامات تم لوگوں کو کس نے دیے تھے؟" میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں سوال کیا۔

جواب دینے سے پہلے اس نے حوالدار کی طرف دیکھا پھر مجھ سے کہا۔ "تھانیدار صاحب! آپ کے حوالدار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اگر میں سچ بولوں گا تو مجھے سلطانی

گواہ بنا کر سزا سے بچالیا جائے گا۔

''یہ تو تمہارے سچ بولنے کے معیار پر منحصر ہے۔'' میں نے صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اگر تمہارے سچ نے اس کیس کو حل کرنے میں میری بھرپور مدد کی تو میں حوالدار کی پیشکش پر غور کروں گا۔ تم نے ناحق ایک انسان کی جان لی ہے اور ایک معصوم عورت کو اپنے ساتھیوں کی مدد سے اغوا کر کے سیالکوٹ پہنچایا ہے۔ تم صاف صاف تو بری نہیں ہو سکتے۔ ہاں، میں تمہاری سزا میں کمی کرانے کی ضرور کوشش کروں گا بشرطیکہ تم نے قانون کی خلوص نیت سے مدد کی تو......'' لمحاتی توقف کر کے میں نے تیز نظر سے اسے گھورا پھر حتمی لہجے میں کہا۔

''اسے بھی تم میری [illegible] ایک گھنٹے تک تمہیں مزید حوالدار کی تحویل میں دے دیا [illegible] تمہارا انگ انگ پکار کر [illegible] تمہارے پشت پناہ کا نام بتا دے گا۔''

''حوالدار کی تحویل میں دینے کی ضرورت نہیں [illegible]'' وہ سراسیمہ نظر سے مجھے دیکھتے [illegible]

میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔ ''تو پھر بکنا شروع کرو [illegible]''

اس نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا۔ ''ہم نے یہ ساری کارروائی چھوٹے رانا کے حکم پر کی ہے۔''

''تمہارا مطلب ہے...... رانا مصدق؟''

اس نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

☆☆☆

رانا مصدق کی گرفتاری کوئی آسان کام نہیں تھا مگر ہم اس دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے ہی یہ مشکل کام بھی کر ڈالا۔ رانا [illegible] کہ اس کے چھوٹے بھائی [illegible] گیا تھا لیکن میری تحویل [illegible] بیان پر رانا تصدق کو یقین [illegible]

جب میں نے رانا مصدق [illegible] کی تو اس نے مجھے سیالکوٹ میں اس مقام [illegible] گیا تھا۔ دو روز بعد وہ اسے بارڈر عبور کر کے پڑوسی ملک میں اسمگل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ میں نے سیالکوٹ پولیس کو آگاہ کیا اور بروقت کارروائی کر کے شیریں کو بازیاب کرالیا۔ جھورا کے دیگر ساتھیوں کی گرفتاری میں مجھے پورا ایک مہینا لگ گیا۔

جب رانا مصدق نے اپنے تمام جرائم کو قبول کر لیا تو میں نے نفرت بھرے لہجے میں اس سے استفسار کیا۔

''رانا! تم نے یہ سب کیوں کیا؟''

''اپنا حق محفوظ کرنے کے لیے۔'' وہ بڑی بے شرمی سے بولا۔ ''بھائی جان اور میں اس حویلی اور دیگر زمین وجائداد کے برابر کے وارث ہیں۔ بھائی صاحب نے ایک تو عمر لڑکی سے شادی کرنے کے لیے پچیس ایکڑ زرعی اراضی ایسے ہی اٹھا کر ملک نوازش کو دے دی۔ کیا ہمارے اباجی کی جائداد کوئی مفت کا مال ہے جو کسی کو بھی اٹھا کر بانٹتے رہیں۔ بھائی صاحب کی تو کوئی اولاد نہیں لیکن میرے آگے تین بچے ہیں پھر ہماری بہن بھی حویلی میں بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے جو بھی کیا، ٹھیک کیا ہے۔''

''تم اپنے مسائل کو رانا تصدق سے ڈسکس کر سکتے [illegible] گھر کا معاملہ گھر میں بیٹھ کر حل [illegible] لیے یہ کھٹ راگ پھیلانے کی کیا ضرورت تھی اور تم نے اس غریب فیروز کو بھی خوامخواہ [illegible] کی کوشش کی۔ اس کا لاکٹ چوری کرا کے جائے [illegible]''

''کسی نہ کسی کو تو قربانی کا بکرا بننا ہی پڑتا ہے تھانیدار صاحب۔'' وہ بڑی بے مروتی سے بولا۔ ''اور جہاں تک گھر میں بیٹھ کر یہ معاملہ نمٹانے کی بات ہے تو پچھلے چھ ماہ میں میں کئی بار یہ کوشش کر چکا ہوں مگر بھائی صاحب میری کوئی بات [illegible] ہوئے۔ وہ پوری طرح شیریں کی [illegible] لگتا ہے، اس منحوس نے بھائی صاحب کو الو [illegible] دیا ہے۔ کل کلاں اگر بھائی صاحب حویلی اور [illegible] شیریں کے نام کر دیتے تو کیا ہم نے [illegible] کی زندگی سڑک پر بیٹھ کر گزارنا تھی......؟'' تھوڑی [illegible] اس نے سانس لی پھر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے بولا۔

''میں نے جو بھی کیا، انتہائی مجبوری کے عالم میں کیا ہے اور مجھے اپنے کیے پر کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ آپ اسے میری جرأت رندانہ کہہ لیں......!''

[illegible] اس کی منطق کو کیا سمجھا اور کیا نہیں سمجھا یہ بحث طلب نہیں ہے۔ البتہ میں نے اس کے خلاف بڑا مضبوط پرچہ کاٹ کرا سے حوالۂ عدالت کر دیا۔

ذہین قارئین کی ذہانت کا امتحان ہے۔ آپ اپنی تمام تر ذہانت کے گھوڑے دوڑائیں اور اندازہ لگانے کی کوشش کریں کہ میں نے رانا مصدق کو عدالت سے کیا سزا دلوائی تھی؟

(تحریر: حسام بٹ)

URDU TUBE
HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutuber.com

مقیدِ خاک

غزالہ یاسمین

اسرار بھری یہ دنیا ہمیشہ حسّاس دل انسانوں کو ایک تجسّس اور فکر میں مبتلا رکھتی ہے جس کی بنیاد میں جانے کیسے کیسے رمز پوشیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو بے تحاشا دولت سے نوازتا ہے اور کسی کو روٹی کے چند لقمے بھی میسر نہیں... وہ جو پہلے ممتا کو ترسا اور پھر بھوک سے بے حال ہو کر اسی خاک میں قید ہونا چاہتا تھا جہاں اس کی ماں اسے بے یارومددگار چھوڑ کر جا چکی تھی۔

ٹوٹے ہوئے دلوں کا بکھرا ہوا احساس...... ایک پُراثر تحریر

وہ ہاتھ پوری طاقت لگا کر مٹی ہٹا رہے تھے......

اگرچہ مٹی اتنی سخت نہیں تھی مگر کمزور ہاتھوں کی راہ میں پوری طرح حائل تھی۔ استطاعت سے بڑھ کر مشقت کرنے کے باعث اس کی سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں۔ چہرے پر آنسوؤں کے واضح نشان اس بات کے غماز تھے کہ وہ مسلسل کافی دیر روتا رہا ہے۔ آنسو اب بھی ٹھہر ٹھہر کر ہچکیوں کے ساتھ نکل رہے تھے جنہیں وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد مٹی سے لتھڑے ہاتھوں سے صاف کرنے کی کوشش کرتا تو مٹی

گیلی ہوکر چہرے پر نشان چھوڑ جاتی۔ ہوا میں خنکی نمایاں تھی مگر اس کا جسم پسینے سے تر تھا۔ ہر بات سے بے نیاز وہ تیزی سے مٹی کھودنے میں مگن تھا۔ دفعتاً ایک تیز آواز نے اس کے ارتکاز کو توڑا۔ اس کے تیزی سے چلتے ہاتھ رکے اور اس نے پلٹ کر آواز کی سمت دیکھا۔

☆☆☆

پوش سوسائٹی کے اس بنگلے میں کچھ دیر قبل خاصی گہما گہمی تھی مگر اب سکوت کا سماں تھا۔ گھر کے مالک نے آج اپنے دوستوں کے لیے دعوت کا اہتمام کیا تھا۔ کچھ دیر قبل کا ہنگامہ سرد پڑ چکا تھا۔ اب لان میں ملازم بچے کھچے کھانے کو سمیٹ رہے تھے۔ فدا حسین [illegible] صاف کھانا مختلف شاپروں میں [illegible] اور باقی [illegible] ایک بڑے تھیلے میں ڈال [illegible] صاف کھانا [illegible] گھر لے جانے والا تھا [illegible] مالک کے گھر کی دعوت جہاں [illegible] کا بوجھ بڑھا دیتی وہاں اس دن بچوں کو مختلف انواع کے کھانا بھی فراہم کرتی [illegible] رہتا۔ سب کام سمیٹ [illegible] کھانے کے شاپر اٹھائے اور باہر نکل آیا [illegible] پر بڑا سا کوڑا دان تھا [illegible] کوڑے دان کے پاس ڈال دیے۔

کچھ دیر بعد دو تین چھوٹے بچوں [illegible] گدھا گاڑی پر سوار وہاں آیا۔ گدھا گاڑی [illegible] سے لدی پڑی تھی جس کا تعفن گزرنے والوں کی سانس بند کر رہا تھا مگر وہ بچے اس بدبو سے بے نیاز [illegible] تھے۔ الجھے بالوں، [illegible] پہنے جن کے اصل رنگ کب کے [illegible]

ان میں سے نسبتاً بڑی عمر کے دو بچے کوڑے دان کی طرف بڑھے جبکہ چھوٹا [illegible] گدھا گاڑی کے ایک سرے پر بیٹھا ادھ کھائے بھٹے کے دانے [illegible] میں مشغول تھا۔ دونوں بچوں نے کوڑے کو [illegible] کرید کر الگ کرنا شروع کر دیا تا کہ اگر کوئی [illegible] کے قابل نظر آئے تو وہ اسے الگ کر [illegible] ایک بچے نے کچھ دیر پہلے پھینکے گئے کھانے کے شاپر کو کھولا تو چلا کر باقیوں کو بلایا۔

''اوئے کھان دیاں شیواں نیں۔''

دوسرا بچہ بھی فوراً شاپر کی طرف لپکا۔ مُجا کھاتا چھوٹا بچہ مارے خوشی کے کود کر گدھا گاڑی سے اترا اور مکئی کا دانوں سے تقریباً خالی بھٹا کوڑے پر پھینک کر ان کی طرف دوڑا۔ شاپر میں کئی طرح کا کھانا بھرا پڑا تھا۔ کچھ کھانا ڈسپوزیبل ڈبوں کے باعث مکس ہونے سے بچا ہوا تھا۔ بغیر دھلے گندے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے۔ گردونواح سے بے نیاز وہ تینوں بچے چن چن کر کھانے میں مگن تھے۔ یہ بچا کھچا کھانا بھی ان کے لیے کسی دعوت سے کم نہ تھا۔

قدرے فاصلے پر دو آنکھیں یہ تمام تر منظر دھیان سے دیکھ رہی تھیں۔ کچھ دیر قبل وقوع پذیر ہونے والے واقعے کے بعد جیسے الجھن کا ایک سرا ہاتھ آگیا ہو۔ نم آنکھوں میں چمک ابھری اور دانتوں تلے دبے لب مسکرا اٹھے۔

☆☆☆

چاک پر پہیا تیزی سے گھوم رہا تھا اور وہ ساکت [illegible] جا رہا تھا۔ سخت کھردرے اور [illegible] مٹی تیزی سے شکل اختیار کرتی [illegible] وہ ہوش سنبھالتے ہی دیکھتا آیا تھا [illegible] سحر زدہ کرتا تھا جتنا پہلی بار دیکھنے [illegible] دل میں خواہش مچلتی کہ وہ بھی مٹی [illegible] مگر ہاجراں کی تنبیہ سے بھری [illegible] سو اس کھیل سے لطف اٹھانے کے [illegible] دیکھتا رہتا۔ کبھی کبھار بچ جانے [illegible] اپنے ننھے ہاتھوں سے اس کی [illegible] شکل دینے کی کوشش کرتا مگر [illegible] جاتا تھا۔ اس کی خواہش ہمیشہ [illegible] کے بعد مٹی کو بغلی دیوار کے [illegible] آتا۔ اس کونے میں سوکھی مٹی کے کئی [illegible] پڑے تھے جو اس کی کئی ناکام [illegible] مٹی سے محبت شاید اسے پیدائش [illegible] ہاجراں شوہر کی موت کے بعد [illegible] ساتھ سارا سارا دن کڑی دھوپ [illegible] الٰہی بخش ذات اور پیشے کا کمہار [illegible] کا کام ہاجراں نے اسی سے سیکھا [illegible] سویا مگر جاتے جاتے اسے زندگی [illegible] مٹی دے گیا۔ ہاجراں کے لیے [illegible] جسے روز گوندھ کر وہ اپنا اور اپنے بچے کا پیٹ بھرتی تھی۔

ہاجراں نے احتیاط سے برتن اتار کر ایک طرف رکھا اور مٹی سے نیا سانچا بنانے لگی۔

''اماں! میں یہ کب بناؤں گا؟'' روز کا سوال پھر دہرایا گیا۔

''جب میرا پتر اتنا بڑا ہو جائے گا۔'' ہاجراں نے

ہاتھ سے اس کے قد کا دگنا حصہ بتایا۔

''اماں! میں اتنا بڑا کب ہوں گا؟'' بے تابی سے پوچھا گیا۔

''بہت جلدی۔''

اس کے مصروف سے دو لفظی جواب نے اس چھ سات سالہ بچے کے خشک پپڑی زدہ ہونٹوں پر امید کی مسکان بھر دی۔ اس جواب پر روز وہ ایڑیوں پر کھڑا ہو کر اپنا قد ناپتا اور پھر مایوسی سے گردن جھکا کر بیٹھ جاتا۔

''اماں! یہ گھوگھو گھوڑا مجھے دو گی نا۔'' صحن میں سوکھتے مٹی کے برتنوں اور کھلونوں پر نظر جما کر اس نے سوال کیا۔ ہاجراں کے دل پر چھری سی چلی۔ اپنے ہاتھوں سے بنایا کھلونا بھی وہ اسے دل کو دینے سے قاصر تھی۔ پیٹ خالی ہو تو تفریح کے سامان نہیں مہیا کیے جاتے۔ پہلے روٹی کا سبب بنایا جاتا ہے۔ چکنی مٹی گوندھ کے ان برتنوں اور کھلونوں کو بیچ کر جو کمائی ہوتی تھی اس سے دو وقت کی روٹی بہ مشکل مل پاتی تھی۔

''اگلی بار تیرے لیے بھی بنا دوں گی۔'' ماں نے اس سے زیادہ خود کو تسلی دی۔

''اچھا اماں۔'' مایوسی سے سر جھکا کر وہ خاموش ہو گیا۔ ضد کرنا اس نے سیکھا نہیں تھا۔ قناعت کا یہ سبق اس نے بھوکی ماں کے پیٹ میں ہی پڑھ لیا تھا۔

☆☆☆

خشک برتنوں کو آگ سے نکال کر وہ [illegible] جا رہی تھی۔ اب اسے ان پر رنگین نقش و نگار بھی بنانے تھے۔ مٹی کے گھڑے، پرات، گلدان، اور مختلف اقسام کے کھلونے۔ سارا دن جو کچھ بنتا وہ ہر شام [illegible] جاتا۔ بننا اسے مخصوص مقدار میں چکنی مٹی فراہم کرتا اور اس حساب سے روز برتن اٹھا کر لے جاتا۔ اس ساری محنت کے عوض اسے کچھ اجرت مل جاتی۔ بچی کچی [illegible] سے جو اضافی برتن بن پاتے، وہ بستی کے نکڑ پر شام میں [illegible] آتی۔ اس اضافی کمائی سے بس اتنا ہی ہو پاتا کہ خشک روٹی کے ساتھ اکثر سالن میسر آ جاتا۔

برتنوں سے کھلونے الگ کرتے ہوئے اس کی نظر ایک گھوڑے پر پڑی جس کی ایک ٹانگ ٹوٹ چکی تھی۔ شاید بھٹی میں ڈالتے ہوئے یا پھر پہلے ہی الگ ہو چکی تھی مگر اب کھلونا بے کار ہو چکا تھا۔ اس کا کوئی مول نہ لگتا۔ تاسف سے وہ کھلونا پکڑے دیکھتی رہ گئی۔ وہ کھلونا نہیں دس کا نوٹ تھا جو ہاتھ سے چلا گیا تھا۔

''اب اس کا کیا کروں؟'' خود سے سوال کیا۔

''بالے کو دے دیتی ہوں...... کب سے مانگ رہا تھا نا۔''

اس نے ضائع کھلونے کا مصرف ڈھونڈ نکالا۔ چولہے کے پاس پڑی لکڑی سے ایک چھوٹا تنکا توڑا اور ٹانگ کے ٹوٹے حصے میں پھنسا دیا۔ ''اب ٹھیک ہے۔'' اپنی کارکردگی پر خود ہی خوش ہوئی۔ ''بالے یہ دیکھ تیرا گھوگھو گھوڑا......''

اس نے کھلونا لے جا کر بیٹے کے سامنے لہرایا۔

''سچی اماں۔'' بالے کی خوشی دیدنی تھی۔

''اماں! اس کی تو ایک ٹانگ ہی نہیں۔'' خوشی پل بھر [illegible]

''[illegible] گھوڑا ہے۔ لکڑی کی ٹانگ والا۔ ایسا بس تیرے پاس ہو گا۔ سب سے الگ سب سے وکھرا۔''

[illegible] اس نے بہلایا [illegible] اور وہ بہل بھی گیا۔ وہ بالے کا سب سے پیارا کھلونا تھا۔ [illegible] کھلونوں میں سب سے [illegible] ایک پلاسٹک کے [illegible] ایک بجلی کی تار کا تین انچ کا ٹکڑا، ریشمی کپڑے کا چھوٹا سا ٹکڑا جو جانے کہاں سے اس کے ہاتھ لگا تھا اور کسی کھلونا گاڑی کا ایک پہیا جو اسے گلی کے نکڑ پر پڑا [illegible] گھوڑا اس کا سب سے [illegible] اثاثہ۔

☆☆☆

[illegible] ہواؤں میں خنکی [illegible] تھی۔ چکنی مٹی [illegible] ہاجراں کو سردی کا احساس ہوا تو کپکپا کر رہ [illegible] سستی اور تھکن تو کئی دن سے غالب تھی مگر آج جسم میں حرارت بھی محسوس ہو رہی تھی۔ تمام تر محسوسات سے انجان وہ کام میں جتی رہی۔ کام ضروری تھا۔ ایک دن [illegible] کا مطلب ایک دن کی بھوک۔ رات میں بستر پر [illegible] تو جسم چور چور تھا۔ [illegible] وجود [illegible] سے قاصر تھا۔ بالا دو بار آ کر روٹی مانگ چکا تھا۔ چکراتے سر اور لرزتے جسم کے ساتھ وہ بہ مشکل ہمت مجتمع کر کے اٹھی اور چولہے کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ کتنے جتنوں سے اس نے دو روٹیاں پکائیں یہ اسے ہی پتا تھا۔ بالے کو روٹی دے کر پڑوس میں کھیلنے بھیجا اور چادر اوڑھ کر ڈسپنسری کی راہ لی۔ عام حالات میں وہ وقت اور پیسے کا یہ زیاں کبھی نہ کرتی مگر یہ بخار ایسے ہی جانے والا نہیں لگ رہا تھا۔ سو ناچار جانا پڑا۔

ڈاکٹر نے ٹائیفائڈ تشخیص کیا۔ خوراک میں احتیاط، آرام کی تلقین اور لمبی چوڑی نصیحتوں کے ساتھ کئی دوائیں

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutube.com

گواہ بنا کر سزا سے بچالیا جائے گا۔"

"یہ تو تمہارے سچ بولنے کے معیار پر منحصر ہے۔" میں نے صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہارے سچ نے اس کیس کو حل کرنے میں میری بھرپور مدد کی تو میں حوالدار کی پیشکش پر غور کروں گا۔ تم نے ناحق ایک انسان کی جان لی ہے اور ایک معصوم عورت کو اپنے ساتھیوں کی مدد سے اغوا کر کے سیالکوٹ پہنچایا ہے۔ تم صاف صاف تو بری نہیں ہو سکتے۔ ہاں، میں تمہاری سزا میں کمی کرانے کی ضرور کوشش کروں گا بشرطیکہ تم نے قانون کی خلوصِ نیت سے مدد کی تو......" لمحاتی توقف کر کے میں نے تیز نظر سے اسے گھورا پھر حتمی لہجے میں کہا۔

"اسے بھی تم میری مہربانی سمجھو ورنہ اگر میں نے ایک گھنٹے تک تمہیں مزید حوالدار کی تحویل میں دے دیا تو تمہارا انگ انگ پکار کر مجھے تمہارے پشت پناہ کا نام بتا دے گا۔"

"حوالدار کی تحویل میں دینے کی ضرورت نہیں......" وہ سراسیمہ نظر سے مجھے دیکھنے لگا۔

میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔ "تو پھر بکنا شروع کرو......" اس نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا۔ "ہم نے یہ ساری کارروائی چھوٹے رانا کے حکم پر کی......"

"تمہارا مطلب ہے...... رانا مصدق......"

اس نے اثبات میں گردن ہلادی۔

☆☆☆

رانا مصدق کی گرفتاری کوئی آسان کام نہیں تھا تاہم اس دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے ہی میں نے یہ مشکل کام بھی کر ڈالا۔ رانا تصدق کو بالکل یقین نہیں آیا تھا کہ اس کے چھوٹے بھائی نے ہی یہ سارا کھیل کھیلا گیا تھا لیکن میری تحویل میں ایک ایسا گواہ تھا جس کے بیان پر رانا تصدق کو یقین کرنا ہی پڑا۔

جب میں نے رانا مصدق سے سختی کی تو اس نے مجھے سیالکوٹ میں اس مقام سے آگاہ کیا جہاں شیریں کو روپوش کیا گیا تھا۔ دو روز بعد وہ اسے بارڈر عبور کر کے پڑوسی ملک میں اسمگل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ میں نے سیالکوٹ پولیس کو آگاہ کیا اور بروقت کارروائی کر کے شیریں کو بازیاب کرالیا۔ جھورا کے دیگر ساتھیوں کی گرفتاری میں مجھے پورا ایک مہینا لگ گیا۔

جب رانا مصدق نے اپنے تمام جرائم کو قبول کرلیا تو میں نے نفرت بھرے لہجے میں اس سے استفسار کیا۔

"رانا! تم نے یہ سب کیوں کیا؟"

"اپنا حق محفوظ کرنے کے لیے۔" وہ بڑی بے شرمی سے بولا۔ "بھائی جان اور میں اس حویلی اور دیگر زمین وجائیداد کے برابر کے وارث ہیں۔ بھائی صاحب نے ایک نوعمر لڑکی سے شادی کرنے کے لیے پچیس ایکڑ زرعی اراضی ایسے ہی اٹھا کر ملک نوازش کو دے دی۔ کیا ہمارے اباجی کی جائیداد کوئی مفت کا مال ہے جو کسی کو بھی اٹھا کر بانٹتے رہیں۔ بھائی صاحب کی تو کوئی اولاد نہیں لیکن میرے آگے تین بچے ہیں پھر ہماری بہن بھی حویلی میں بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا ہے۔"

"تم اپنے مسائل کو رانا تصدق سے ڈسکس کر سکتے تھے۔" میں نے کہا۔ "گھر کا معاملہ گھر میں بیٹھ کر حل ہو سکتا تھا۔ اس کے لیے یہ کھٹ راگ پھیلانے کی کیا ضرورت تھی اور تم نے اس غریب فیروز کو بھی خواہ مخواہ پھنسانے کی کوشش کی۔ اس کا لاکٹ چوری کرا کے جائے واردات پر پھنکوا دیا۔"

"کسی نہ کسی کو تو قربانی کا بکرا بننا ہی پڑتا ہے تھانیدار صاحب۔" وہ بڑی بے مروتی سے بولا۔ "اور جہاں تک گھر میں بیٹھ کر یہ معاملہ نمٹانے کی بات ہے تو پچھلے چھ ماہ میں، میں کوشش کر چکا ہوں مگر بھائی صاحب میری کوئی بات سننے کو تیار ہی نہیں ہوئے۔ وہ پوری طرح شیریں کی مٹھی میں ہیں۔ لگتا ہے، اس منحوس نے بھائی صاحب کو الو کا گوشت کھلا دیا ہے۔ کل کلاں اگر بھائی صاحب حویلی اور پچیس ایکڑ اراضی بھی شیریں کے نام کر دیتے تو کیا ہم نے باقی کی زندگی کسی روڈ پر بیٹھ کر گزارنا تھی......؟" تھوڑی دیر کو رک کر اس نے سانس لی پھر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے بولا۔

"میں نے جو کچھ بھی کیا، انتہائی مجبوری کے عالم میں کیا ہے اور مجھے اپنے کیے پر کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ آپ اسے میری جرأتِ رندانہ سمجھ لیں......!"

میں نے اس کی حرکت کو کیا سمجھا اور کیا نہیں سمجھا یہ بحث طلب نہیں ہے۔ البتہ میں نے اس کے خلاف بڑا مضبوط پرچہ کاٹ کر اسے حوالۂ عدالت کر دیا۔

ذہین قارئین کی ذہانت کا امتحان ہے۔ آپ اپنی تمام تر ذہانت کے گھوڑے دوڑائیں اور اندازہ لگانے کی کوشش کریں کہ میں نے رانا مصدق کو عدالت سے کیا سزا دلوائی تھی؟

(تحریر: حسام بٹ)

URDU TUBE

مقیدِ خاک

غزالہ یاسمین

اسرار بھری یہ دنیا ہمیشہ حسّاس دل انسانوں کو ایک تجسّس اور فکر میں مبتلا رکھتی ہے جس کی بنیاد میں جانے کیسے کیسے رمز پوشیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو بے تحاشا دولت سے نوازتا ہے اور کسی کو روٹی کے چند لقمے بھی میسر نہیں... وہ جو پہلے ممتا کو ترسا اور پھر بھوک سے بے حال ہو کر اسی خاک میں قید ہونا چاہتا تھا جہاں اس کی ماں اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر چلی گئی تھی

ٹوٹے ہوئے دلوں کا بکھرا ہوا احساس...... ایک پُراثر تحریر

دو ہاتھ پوری طاقت لگا کر مٹی ہٹا رہے تھے......

اگرچہ مٹی اتنی سخت نہیں تھی مگر کمزور ہاتھوں کی راہ میں پوری طرح حائل تھی۔ استطاعت سے بڑھ کر مشقت کرنے کے باعث اس کی سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں۔ چہرے پر آنسوؤں کے واضح نشان اس بات کے غمازی تھے کہ وہ مسلسل کافی دیر روتا رہا ہے۔ آنسو اب بھی ٹھہر ٹھہر کر ہچکیوں کے ساتھ نکل رہے تھے جنہیں وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد مٹی سے لتھڑے ہاتھوں سے صاف کرنے کی کوشش کرتا تو مٹی

گیلی ہو کر چہرے پر نشان چھوڑ جاتی۔ ہوا میں خنکی نمایاں تھی مگر اس کا جسم پسینے سے تر تھا۔ ہر بات سے بے نیاز وہ تیزی سے مٹی کھودنے میں مگن تھا۔ دفعتاً ایک تیز آواز نے اس کے ارتکاز کو توڑا۔ اس کے تیزی سے چلتے ہاتھ رکے اور اس نے پلٹ کر آواز کی سمت دیکھا۔

☆☆☆

پوش سوسائٹی کے اس بنگلے میں کچھ دیر قبل خاصی گہما گہمی تھی مگر اب سکوت کا سماں تھا۔ گھر کے مالک نے آج اپنے دوستوں کے لیے دعوت کا اہتمام کیا تھا۔ کچھ دیر قبل کا ہنگامہ سرد پڑ چکا تھا۔ اب ملازم برتن سمیٹ رہے تھے۔ [illegible] نے ڈونگوں میں بچا ہوا صاف کھانا مختلف شاپروں میں بھرا اور باقی [illegible] ایک بڑے تھیلے میں ڈال دیا۔ صاف کھانا وہ اپنے ساتھ گھر لے جانے والا تھا۔ مالک کے گھر کی دعوت جہاں کام کا بوجھ بڑھا دیتی وہاں اس دن [illegible] کھانا بھی فراہم کرتی۔ لہٰذا ایسی دعوتوں کا اسے انتظار رہتا۔ سب کام سمیٹ کر اس نے بچے کھچے کھانے کے شاپر اٹھائے اور باہر نکل آیا۔ کالونی کے موڑ پر بڑا سا کوڑا دان تھا اس نے بچے کھچے کھانے کے شاپرز اس کوڑے دان کے پاس ڈال دیے۔

کچھ دیر بعد دو تین چھوٹے بچوں پر مشتمل ایک قافلہ گدھا گاڑی پر سوار وہاں آیا۔ گدھا گاڑی کوڑے کرکٹ سے لدی پڑی تھی جس کا تعفن [illegible] دونوں کی سانس بند کر رہا تھا مگر وہ بچے اس بدبو سے بے نیاز اپنے کام میں مگن تھے۔ الجھے بالوں، [illegible] چہروں کے ساتھ [illegible] پہنے جن کے اصل رنگ کب سے اپنی شناخت کھو چکے تھے۔

ان میں سے نسبتاً بڑی عمر کے بچے کوڑے دان کی طرف بڑھے جبکہ چھوٹا بچہ [illegible] گدھا گاڑی کے ایک سرے پر بیٹھا [illegible] دانے اور [illegible] میں مشغول تھا۔ دونوں بچوں نے کوڑے کو کرید کر الگ کرنا شروع کر دیا تاکہ اگر کوئی استعمال یا بیچنے کے قابل شے ہاتھ لگے تو وہ اسے الگ کر لیں۔ ایک بچے نے کچھ دیر پہلے پھینکے گئے کھانے کے شاپر کو کھولا تو چلا کر باقیوں کو بلایا۔

’’اوئے کھان دیاں شیواں نیں۔‘‘

دوسرا بچہ بھی فوراً شاپر کی طرف لپکا۔ بھٹا کھاتا چھوٹا بچہ مارے خوشی کے کود کر گدھا گاڑی سے اترا اور مکئی کا دانوں سے تقریباً خالی بھٹا کوڑے پر پھینک کر ان کی طرف دوڑا۔ شاپر میں کئی طرح کا کھانا بھرا پڑا تھا۔ کچھ کھانا ڈسپوزیبل ڈبوں کے باعث مکس ہونے سے بچا ہوا تھا۔ بغیر دھلے گندے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے۔ گرد و نواح سے بے نیاز وہ تینوں بچے چن چن کر کھانے میں مگن تھے۔ یہ بچا کھچا کھانا بھی ان کے لیے کسی دعوت سے کم نہ تھا۔

قدرے فاصلے پر دو آنکھیں یہ تمام تر منظر دھیان سے دیکھ رہی تھیں۔ کچھ دیر قبل وقوع پذیر ہونے والے واقعے کے بعد جیسے الجھن کا ایک سرا ہاتھ آگیا ہو۔ نم آنکھوں میں چمک ابھری اور دانتوں تلے دبے لب مسکرا اٹھے۔

☆☆☆

چاک کا پہیا تیزی سے گھوم رہا تھا اور وہ ساکت آنکھوں سے یک ٹک گھورے جا رہا تھا۔ سخت کھردرے اور جھریوں زدہ ہاتھوں میں دبی مٹی تیزی سے شکل اختیار کرتی جا رہی تھی۔ مٹی کا یہ کھیل وہ ہوش سنبھالتے ہی دیکھتا آیا تھا مگر آج بھی یہ اسے اتنا ہی سحر زدہ کرتا تھا جتنا پہلی بار دیکھنے پر کرتا تھا۔ ہر بار دیکھنے پر دل میں خواہش مچلتی کہ وہ بھی مٹی ہاتھ میں لے کر یہ کھیل کھیلے مگر ہاجراں کی تنبیہ سے بھری نگاہیں آڑے آجاتیں۔ سو اس کھیل سے لطف اٹھانے کے لیے وہ گھنٹوں یہ کارروائی دیکھتا رہتا۔ کبھی کبھار بچ جانے والی فالتو مٹی کو سمیٹ کر اپنے ننھے ہاتھوں سے اس کی [illegible] کرتا پھر اسے شکل دینے کی کوشش کرتا مگر وہ شکل ایک قاعدے کی نہ بن پاتا جو وہ بنانا چاہتا تھا۔ اس کی خواہش ہمیشہ تشنہ رہ جاتی اور وہ ہر ناکام کوشش کے بعد مٹی کو بغلی دیوار کے ساتھ کونے میں رکھ آتا۔ اس کونے میں سوکھی مٹی کے کئی چھوٹے چھوٹے ڈھیر پڑے تھے جو اس کی کئی ناکام کوششوں کے نشانی تھے۔ مٹی سے محبت شاید اسے پیدائش کے پہلے دن سے ہی ملی تھی۔ جب ہاجراں شوہر کی موت کے بعد اپنے دو دن کے ننھی جان کے ساتھ سارا سارا دن کڑی دھوپ میں مٹی گوندھ کر برتن بناتی۔ الٰہی بخش ذات اور پیشے کا کمہار تھا۔ مٹی سے برتن بنانے کا کام ہاجراں نے اسی سے سیکھا تھا۔ جو اب خود مٹی تلے جا سویا مگر جاتے جاتے اسے زندگی گزارنے کے لیے مٹی دے گیا۔ ہاجراں کے لیے یہ مٹی نہیں دو وقت کی روٹی تھی جسے روز گوندھ کر وہ اپنا اور اپنے بچے کا پیٹ بھرتی تھی۔

ہاجراں نے احتیاط سے برتن اتار کر ایک طرف رکھا اور مٹی سے نیا سانچا بنانے لگی۔

’’اماں! میں یہ کب بناؤں گا؟‘‘ روز کا سوال پھر دہرایا گیا۔

’’جب میرا پتر اتنا بڑا ہو جائے گا۔‘‘ ہاجراں نے

ہاتھ سے اس کے قد کا دگنا حصہ بتایا۔

''اماں! میں اتنا بڑا کب ہوں گا؟'' بے تابی سے پوچھا گیا۔

''بہت جلدی۔''

اس کے مصروف سے دو لفظی جواب نے اس چھ سات سالہ بچے کے خشک پپڑی زدہ ہونٹوں پر امید کی مسکان بھر دی۔ اس جواب پر روز وہ ایڑیوں پر کھڑا ہو کر اپنا قد ناپتا اور پھر مایوسی سے گردن جھکا کر بیٹھ جاتا۔

''اماں! یہ گھوگھوڑا مجھے دو گی نا.....؟''

صحن میں سوکھتے مٹی کے برتنوں اور [illegible] پر نظریں جما کر اس نے سوال کیا۔ ہاجراں [illegible] کے دل پر برچھی [illegible] اپنے ہاتھوں سے بنایا کھلونا بھی وہ اپنے بچے کو دینے سے قاصر تھی۔ پیٹ خالی ہو تو تفریح کے سامان نہیں مہیا کیے جاتے۔ پہلے روٹی کا سبب بنایا جاتا ہے۔ چکنی مٹی گوندھے ان برتنوں اور کھلونوں کو بیچ کر جو کمائی ہوتی اس سے دو وقت کی روٹی بہ مشکل مل پاتی تھی۔

''اگلی بار تیرے لیے بھی بنا دوں گی۔'' ماں نے اس سے زیادہ خود کو تسلی دی۔

''اچھا اماں۔'' مایوسی سے سر جھکا کر وہ خاموش ہو گیا۔ ضد کرنا اس نے سیکھا نہیں تھا۔ قناعت کا یہ سبق اس نے بھوکی ماں کے پیٹ میں ہی پڑھ لیا تھا۔

☆☆☆

خشک برتنوں کو آگ سے نکال کر وہ ترتیب سے رکھ رہی تھی۔ اب اسے ان پر رنگین نقش و نگار بھی بنانے تھے۔ مٹی کے گھڑے، پرات، گلدان، اور مختلف اقسام کے کھلونے۔ سارا دن جو کچھ بنتا وہ ہر شام گن کر دینا کمہار کے حوالے کر آتی۔ دینا اسے مخصوص مقدار میں چکنی مٹی فراہم کرتا اور اسی حساب سے روز برتن اٹھا کر لے جاتا۔ اس ساری محنت کے عوض اسے کچھ اجرت مل جاتی۔ چکنی مٹی سے جو اضافی برتن بن پاتے وہ بستی کے نکڑ پر شام کو ہاجراں جا کر بیچ آتی۔ اس اضافی کمائی سے بس اتنا ہی ہو پاتا کہ خشک روٹی کے ساتھ اکثر سالن میسر آ جاتا۔

بچوں کے کھلونے الگ کرتے ہوئے اس کی نظر ایک گھوڑے پر پڑی جس کی ایک ٹانگ ٹوٹ چکی تھی۔ شاید بھٹی میں ڈالتے ہوئے یا پھر پہلے ہی الگ ہو چکی تھی مگر اب کھلونا بے کار ہو چکا تھا۔ اس کا کوئی مول نہ لگتا۔ تاسف سے وہ کھلونا پکڑے دیکھتی رہ گئی۔ وہ کھلونا نہیں دس کا نوٹ تھا جو ہاتھ سے چلا گیا تھا۔

''اب اس کا کیا کروں؟'' خود سے سوال کیا۔

''بالے کو دے دیتی ہوں...... کب سے مانگ رہا تھا نمانا۔''

اس نے ضائع کھلونے کا مصرف ڈھونڈ نکالا۔ چولہے کے پاس پڑی لکڑی سے ایک چھوٹا تنکا توڑا اور ٹانگ کے ٹوٹے حصے میں پھنسا دیا۔ ''اب ٹھیک ہے۔'' اپنی کارکردگی پر خود ہی خوش ہوئی۔ ''بالے! یہ دیکھ تیرا گھوگھوڑا......''

اس نے کھلونا لے جا کر بیٹے کے سامنے لہرایا۔

''سچی اماں۔'' بالے کی خوشی دیدنی تھی۔

''اماں! اس کی تو ایک ٹانگ ہی نہیں۔'' خوشی پل بھر [illegible] لکڑی کی ٹانگ والا۔ ایسا بس [illegible] اس کے پاس ہو [illegible] سب سے الگ سب سے وکھرا۔''

ہاجراں نے بہلانے کو جواز گھڑے اور وہ بہل بھی گیا۔ اس دن کے بعد وہ بالے کا سب سے پیارا کھلونا تھا۔ [illegible] سات کھلونوں میں سب سے الگ۔ باقی کھلونوں میں دو کنچے تھے۔ ایک پلاسٹک کے کسی ٹوٹے کا [illegible] ایک بجلی کی تار کا تین انچ کا ٹکڑا، ربڑ کی چپل کا [illegible] رنگی کپڑے کا چھوٹا سا ٹکڑا جو جانے کہاں سے اس کے ہاتھ لگا تھا اور کسی کھلونا گاڑی کا ایک پہیا جو اسے گلی کے نکڑ پر پڑا [illegible] تھا۔ [illegible] اور وہ گھوڑا اس کا سب سے [illegible]

☆☆☆

[illegible] خشکی بھر دی تھی۔ چکنی مٹی گوندھتے ہوئے ہاجراں کو سردی کا احساس ہوا تو کپکپا کر رہ گئی۔ طبیعت میں [illegible] تو کئی دن سے غالب تھی مگر آج جسم میں حرارت [illegible] محسوس ہو رہی تھی۔ تمام تر محسوسات سے انجان وہ کام میں مگن رہی۔ کام ضروری تھا۔ ایک دن کے ناغے کا مطلب ایک دن کی بھوک۔ رات میں بستر پر [illegible] تو جسم [illegible] وجود جلنے سے قاصر تھا۔ بالا دو بار آ کر روٹی [illegible] چکراتے سر اور لرزتے جسم کے ساتھ وہ بہ مشکل ہمت جمع کر کے اٹھی اور چولہے کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ کتنے جتنوں سے اس نے دو روٹیاں پکائی تھیں یہ اسے ہی پتا تھا۔ بالے کو روٹی دے کر پڑوس میں کھیلنے بھیجا اور چادر اوڑھ کر ڈسپنسری کی راہ لی۔ عام حالات میں وہ وقت اور پیسے کا یہ زیاں کبھی نہ کرتی مگر یہ بخار ایسے ہی جانے والا نہیں لگ رہا تھا۔ سو ناچار جانا پڑا۔

ڈاکٹر نے ٹائیفائیڈ تشخیص کیا۔ خوراک میں احتیاط، آرام کی تلقین اور لمبی چوڑی نصیحتوں کے ساتھ کئی دوا ڈں

کے ناموں پر مشتمل پرچہ ہاتھ میں پکڑا دیا۔

''بھائی یہ ساری دوائیاں کتنے کی آئیں گی؟''

اسپتال کے بغل میں بنی فارمیسی پر جا کر اس نے پرچہ آگے کیا۔

''چھ سو پچیس روپے۔''

دکاندار نے پرچہ لے کر کچھ دیر حساب کتاب کیا پھر رقم بتائی۔

چیک اپ مفت ہو گیا مگر دواؤں کے لیے خاصی رقم درکار تھی۔ کئی مہینوں کی جمع پونجی صرف ہوتی نظر آئی۔ اگر دوائیاں لے لیتی تو اگلے کئی دنوں تک فاقوں کی نوبت [illegible] کیونکہ بخار تو میعاد پوری کر کے ہی جاتا اور پھر ہی وہ کام کے قابل ہو پاتی۔ ''ادرک الائچی کا قہوہ بنا کر پیتی ہوں تو [illegible] جائے گا بخار۔'' خود کو تسلی دیتے ہوئے وہ باہر نکل آئی۔

☆☆☆

بالا صبح سے چار بار آ کر ہاجراں کو جگا چکا تھا۔ وہ بے ہوشی میں ہوں ہاں کر کے پھر سو جاتی۔ بھوک سے برا حال تھا اور ہاجراں نے اسے کچھ کھانے کے لیے پیسے بھی نہیں دیے تھے۔ بیماری کے سبب کئی دن سے ہاجراں کام نہیں کر پا رہی تھی۔ سارا دن بستر پر پڑی رہتی۔ بالا بھوک کا شور مچاتا تو پلو کی گانٹھ کھول کر ایک نوٹ نکال کر اسے دے دیتی۔ وہ دوڑ کر باہر جاتا کبھی کسی نان چنے کی ریڑھی سے نان لے آتا کبھی چاول حلیم کی دیگ سے شاپر میں چاول ڈلوا لیتا۔ کچھ خود کھاتا اور کچھ ہاجراں کے لیے [illegible] جسے وہ بدقت چبا پاتی مگر آج ہاجراں نے اسے صبح سے کوئی نوٹ نہیں دیا تھا۔ اسے یاد آیا کہ کل ہاجراں نے کہا تھا کہ پیسے ختم ہو گئے ہیں اب برتن بکیں گے تو پیسے آئیں گے۔ اس کا ننھا دماغ تیزی سے حساب کتاب لگانے لگا۔

اماں برتن کتنے پر [illegible] بیچتی تھی۔ دس روپے کا ایک کھلونا...... اس نے ہاجراں کا جملہ دہرایا۔ بچے [illegible] کچھ مٹی کے کھلونے سمیٹے اور بوری میں لپیٹ کر باہر نکل آیا۔

ابھی سہ پہر ڈھلی تھی۔ قریبی پارک میں لوگوں کا رش تھا۔ ہاجراں اسی وقت آیا کرتی تھی۔ شام میں۔ نکلے بچے اکثر ماں باپ سے ضد کر کے کھلونے خرید لیتے۔ وہ پارک کے کنارے آ کر بیٹھ گیا۔ کھلونے بوری سے باہر نکالے اور ترتیب سے رکھنے لگا۔

اماں ایسے ہی رکھتی تھی۔ دل ہی دل میں وہ سارا عمل دہرا رہا تھا جو ہاجراں کیا کرتی تھی۔

''دس کا ایک، دس کا ایک......''

اس نے کوشش کی زور سے بولنے کی مگر مدھم آواز میں ہی الفاظ نکلے۔ وہ چاروں سمت نظریں دوڑانے لگا۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ پہلی بار ماں کے بغیر نکلا تھا۔ بیچنے کا سارا عمل ازبر تھا مگر دہرانے سے قاصر تھا۔

دفعتاً ایک بچہ اس کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔

''اے تمہارا نام کیا ہے؟'' شرٹ نیکر میں ملبوس بچے نے اشتیاق سے پوچھا۔

''بالا۔''

''بالا......''

''[illegible] نام [illegible] ہے۔''

''[illegible]'' اس نے سر جھکایا۔

مقابل کا اجلا حلیہ اسے شرمندگی سے آنکھیں چرانے پر مجبور کر رہا تھا۔

''گھوڑا، ہاتھی، [illegible] گاڑی۔ دس کا ایک۔'' ہمت جمع کر کے اس نے رٹے رٹائے جملے دہرائے۔

''میں ایسی چیزوں سے نہیں کھیلتا۔ میرے پاس دوسرے ٹوائیز ہیں۔'' بچے نے نخوت سے منہ بنایا۔

[illegible] حیرت سے اسے دیکھا۔ اسے گھوگھو گھوڑا اچھا تو کوئی کھلونا ہی نہیں شاید اس نے [illegible] نہیں ہوگا۔ اس نے دل ہی دل میں بچے کی کم علمی پر افسوس کیا۔

''یہ گھوگھو گھوڑا ہے......'' اپنے تئیں اس نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

''یہ گھوڑا ہے؟'' بچہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

''میرے پاس جو گھوڑا ہے اس کے بال بھی ہیں۔ بالکل اصلی جیسے اور [illegible] بھی ہے......''

بچہ اسے اپنے کھلونوں کی خصوصیات بتانے لگا۔

بالا حیرت سے منہ پھاڑے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ یہ سب باتیں اس نے پہلی بار سنی تھیں۔

کسی اور ہی دنیا کی باتیں تھیں جس سے اس کا کبھی گزر نہیں ہوا تھا۔

بچہ باپ کے پکارنے پر جا چکا تھا اور وہ سوچوں میں گم تھا۔ غیر مرئی نقطے پر آنکھیں ٹکائے وہ بچے کی باتیں یاد کر رہا تھا مگر زبان ایک ہی جملہ دہرائے جا رہی تھی۔

''دس کا ایک...... دس کا ایک......''

''دس کے دو، دو گے؟'' قریب سے آواز ابھری۔

URDU TUBE

اس نے سٹپٹا کر سامنے دیکھا۔ ایک ادھیڑ عمر کا شخص کھڑا پوچھ رہا تھا۔ آنے والے نے ہاتھ میں پکڑ کر کھلونے کو پرکھا۔ وہ خالی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اماں نے یہ تو اسے کبھی بتایا ہی نہیں تھا کہ کوئی ایک کی قیمت میں دو مانگے تو کیا کرنا ہے۔ وہ شش و پنج میں مبتلا کوئی جواب نہ دے پایا۔ سامنے کھڑے شخص نے اس کی خاموشی کو ہاں سمجھ کر دس کا نوٹ اس کے سامنے پھینکا اور دو کھلونے اٹھا کر تھیلے میں ڈال لیے۔ وہ خاموش نظروں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"روکے، منع کر دے، لے جانے دے [illegible]"

وہ سوچتا ہی رہا اور گاہک سامان لے کر جا چکا تھا۔ وہ ہاتھ میں پکڑے دس کے نوٹ کو گھورتا رہ گیا۔

☆☆☆

چند کھلونے بیچ کر اور باقی ماندہ سمیٹ کر وہ رات ڈھلے گھر پلٹا تو ہاجراں اب تک بستر میں پڑی تھی۔ اس نے اسے اٹھانے کی کوشش کی مگر اس بار ہوں ہاں کی آواز بھی نہ ابھری۔ گھبرا کر وہ پڑوس میں چلا گیا۔

"چاچی! اماں اٹھ نہیں رہی...... آپ چلو گھر۔" رندھے لہجے میں اس نے درخواست کی۔ پڑوسن نے آ کر ہاتھ لگایا تو بخار سے وجود دہک رہا تھا۔

"ارے اسے تو بخار ہے بالے...... ڈاکٹر کو بلانا پڑے گا۔ پیسے ہیں تیرے پاس......؟"

پڑوسن نے استفسار کیا۔

"ہاں چاچی! یہ دیکھو......"

اس نے آج کے کمائے سارے نوٹ نکال کر آگے کر دیے۔

"ان سے کیا بنے گا۔ ڈاکٹر کی فیس تو زیادہ ہوتی ہے۔" پڑوسن نے گن کر اسے پکڑائے۔

"میں رکشا منگواتی ہوں اسے سرکاری اسپتال لے چلتے ہیں۔ یہ پیسے مجھے دے دے رکشا کا کرایہ دینا ہوگا۔"

پڑوسن نے پیسے واپس لیے اور رکشا لینے کا کہہ کر باہر نکل گئی۔

"اماں کو کیا ہوا ہے۔ اماں اٹھتی کیوں نہیں؟"

ننھے ذہن میں سوال گردش کر رہے تھے اور وہ کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔

☆☆☆

"مریض کا جب حال تباہ کر دیتے ہو تب تم لوگوں کو ہاسپٹل لانے کا خیال آتا ہے۔" معائنے سے فارغ ہو کر ڈاکٹر نے سنانا شروع کیا۔

"ڈاکٹر جی اس کو ہوا کیا ہے؟" پڑوسن نے استفسار کیا۔

"مسلسل بخار سے کمزوری بہت بڑھ گئی ہے۔ پھیپھڑے شدید متاثر ہیں۔ دوائی لکھ رہی ہوں باقاعدگی سے دیتے رہیے گا۔ مزید تشخیص کے لیے یہ ٹیسٹ کرا لیں۔" ڈاکٹر نے پرچے پر تیزی سے قلم گھسیٹتے ہوئے جواب دیا۔

ساری کارروائی کے دوران بالا ہر لفظ کو دماغ میں اتار کر سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اس کو اچھی خوراک کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے کھانے پینے کا دھیان رکھیں، پھل کھلائیں زیادہ۔"

ہدایات کے ساتھ ہی ڈاکٹر نے پرچہ تھمایا اور دوسرے مریض کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"اچھی خوراک، کھانا، پھل......" الفاظ بالے کے دماغ میں گونجنے لگے۔

☆☆☆

بھوک سے پیٹ میں اینٹھن ہو رہی تھی۔ کھلونے بیچ کر ملنے والے پیسے اماں کو لانے لے جانے میں صرف ہو چکے تھے اور اب کھانا لانے کو کچھ بھی نہیں بچا تھا۔ پڑوسن خالہ نے [illegible] کر کہا تھا کہ ابھی اس کے پاس بھی پیسے نہیں ہیں۔ کل مالکن سے مانگے گی اگر مل گئے تو دوائیاں لے آئے گی...... بالے کو اس بات کی سمجھ نہیں آئی۔

اسے بس اتنا پتا تھا کہ اماں کو کھانا اور پھل دینا ہے پھر وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ بالے کے ذہن میں اب بھی ڈاکٹر کے الفاظ گھوم رہے تھے۔

"اچھی خوراک، کھانا، پھل......"

[illegible] سامان میں کھانے کو کچھ نہیں تھا مگر پھر بھی امید کے تحت وہ سامان الٹنے پلٹنے لگا۔ کافی تلاش کے بعد اسے سوکھی روٹی کے چند ٹکڑے ہی مل پائے۔ ایک ٹکڑا اٹھا کر اس نے چبانے کی کوشش کی مگر یہ خاصا دشوار کام تھا۔ اسے یاد آیا کہ اماں ایسے ٹکڑوں کو پانی میں بھگو کر نرم کر کے چڑیوں کو ڈالا کرتی تھی۔ اس نے کٹوری میں پانی بھرا اور ٹکڑے اس میں ڈال دیے۔ دو منٹ بعد ہاتھ لگایا تو ٹکڑے اب تک پہلے جتنے ہی سخت تھے۔ سکڑتی آنتیں جہاں بھوک کی گردان کر رہی تھیں وہیں ڈاکٹر کے الفاظ بھی دماغ میں ناچ رہے تھے۔ اماں کو جلدی کھانا دینا ہے۔

اس سے صبر نہیں ہو پا رہا تھا اور ٹکڑے نرم ہونے کا

URDU TUBE
www.urdutubes.com

نام نہیں لے رہے تھے۔ آدھے گھنٹے میں بیس بار وہ انہیں ہاتھ لگا کر دیکھ چکا تھا خدا خدا کر کے ٹکڑے نرم ہوئے تو اس نے ایک نکال کر منہ میں ڈالا۔

بے ذائقہ اور پانی سے بھرا۔ اسے ابکائی آنے لگی۔ جبر کر کے اس نے ٹکڑا نگلا۔ چند نوالوں سے پیٹ کی سکڑی آنتوں کو کچھ حوصلہ ملا۔ اب اس نے بچے ہوئے ٹکڑوں والی کٹوری اٹھائی اور ہاجراں کے بستر کے پاس آ کھڑا ہوا۔

''اماں! روٹی کھالو۔''

کئی بار کے پکارنے پر ہاجراں نے بدقت آنکھیں کھولیں۔ اس نے ایک ٹکڑا نکال کر اس کے منہ میں ڈالا اور اس کا منہ تھپتھپانے لگا۔

''اماں! روٹی کھالو۔'' ہاجراں کی سرخ آنکھوں میں نمی آئی۔ اس نے بہ مشکل منہ چلا کر ٹکڑا نگلا۔ بالے نے ایک اور لقمہ منہ میں ڈال دیا۔ اب وہ [illegible] ٹکڑے کو حلق سے اتارنے کی کوشش میں [illegible] تھا۔

''پ ...... پانی ......'' لرزتی آواز ہاجراں کے خشک ہونٹوں سے نکلی۔

بالے نے کٹوری کا پانی ہاجراں کے منہ سے لگا دیا۔ تھوڑا سا پانی حلق سے اترا اور اس کے ساتھ ہی ہاجراں کو زور کی ابکائی آئی۔ ادھ چبائے روٹی کے ٹکڑے [illegible] یلغار کی صورت حلق سے باہر نکلا اور بستر پر پھیل گیا۔ اماں کو الٹی آگئی۔ بالے کے ذہن نے صورت حال سمجھ کر نتیجہ نکالا۔

ہاجراں دوبارہ بے جان ہو کر [illegible] گئی۔ بالا [illegible] آنکھوں سے بھی گندے بستر کو [illegible] اور [illegible] کٹوری کو جس میں اب فقط تھوڑا سا پانی بچا تھا۔

☆☆☆

صبح آنکھ کھلتے ہی پیٹ میں [illegible] کا احساس بھی جاگا۔ آج وہ وقت سے [illegible] جاگ گیا تھا۔ اماں روز اسے جلدی اٹھاتی تو وہ [illegible] تھا مگر آج خالی پیٹ نے نیند سے بھی دور کر دیا تھا۔ اس نے ہاجراں کے بستر پر نظر ڈالی۔ وہ تیز آواز کے ساتھ سانس لے رہی تھی۔ ہر سانس کے ساتھ اس کا جسم لرز رہا تھا۔ سناٹے میں اس کی سانسوں کی تیز آواز سے بالے کا دل دہلنے لگا۔

''اماں اٹھو۔ اماں اٹھو نا......''

وہ زور زور سے ہاجراں کا کندھا ہلانے لگا۔ ہاجراں نے ذرا سی آنکھیں کھولیں اور پھر بند کر لیں۔

''اماں! اٹھ جاؤ نا۔ بھوک لگی ہے۔''

بھوک کی شدت تھی یا کسی خوف کا احساس کہ وہ بلک بلک کر رونے لگا۔ عام حالات میں ہاجراں اس کے ذرا سے رونے پر فوراً پچکارتی تھی مگر اب بے سدھ پڑی تھی۔

''اماں اٹھتی کیوں نہیں؟ اماں کو بھی بھوک لگی ہوگی......''

اس نے ہاجراں کے نہ اٹھنے کا جواز تراشا۔

مگر کھانے کو تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کے اندر مایوسی بھرنے لگی۔ دفعتاً اس کی آنکھیں چمکیں۔ شاید اسے مسئلے کا حل مل گیا تھا۔

☆☆☆

وہ اسی پارک کے پاس موجود تھا۔ بوری پر مٹی کے کھلونے [illegible] پڑے تھے۔ آج ان کھلونوں میں اس کی متاع [illegible] بھی شامل تھی۔ اس کا سب سے قیمتی اثاثہ۔ اس کا گھوڑا۔

وہ آج سب کچھ بیچنے نکلا تھا۔ اماں کو کھانا اور پھل [illegible] سب بیچنے کا فیصلہ کر لیا۔ پارک میں رش نہ [illegible] اکا دکا لوگ گلی سے گزر رہے تھے۔ اسکول جاتے دو بچوں کی نظر اس کی طرف پڑی تو وہ رک کر اس کے کھلونے دیکھنے لگے۔

''دس کا ایک۔ دس کا ایک......''

[illegible] دیکھ کر اس کی زبان میکانکی انداز میں چلنے لگی۔ ایک بچے نے اشتیاق سے گھوڑے کو دیکھا اور اس [illegible] اٹھا لیا۔

''اس کی تو ایک ٹانگ ہی نہیں۔'' اس نے مایوسی سے دوسرے بچے کو بتایا۔

''دوسرا گھوڑا ہے تو وہ دے دو۔''

دوسرے بچے نے کہا مگر دوسرا گھوڑا تو تھا ہی نہیں۔ اگر ہوتا تو وہ اپنے قیمتی اثاثے کو کیوں بیچتا۔

''یہ الگ گھوڑا ہے۔ لکڑی کی ٹانگ والا۔ ایسا بس میرے پاس ہی ہے۔ سب سے الگ سب سے وکھرا۔''

اس نے ماں کے کہے الفاظ دہرا دیے مگر مقابل بالا نہیں تھا [illegible] منطق سے بہل جاتا۔

''ٹوٹی ٹانگ والا نہیں چاہیے۔'' یہ کہہ کر بچہ پلٹ گیا۔

بالے کی امید ٹوٹ گئی۔ دس کا نوٹ ہاتھ سے چلا گیا۔ اس کا قیمتی گھوڑا کسی کو بھی نہیں چاہیے تھا۔ کیا فائدہ اس کا۔

اس نے غصے سے گھوڑا دور پھینکا۔ گھوڑا دو تین ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ وہ گود میں منہ چھپا کر رونے لگا۔ یہ ماتم گھوڑا ٹوٹنے پر تھا یا امید ٹوٹنے پر۔ اسے بھی

URDU TUBE
ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

نہیں پتا تھا۔

☆☆☆

دوپہر تک کچھ بھی نہ بکا تو وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ سب سمیٹ کر واپس گھر آ گیا۔ کھلونوں کی بوری کونے میں رکھ کر وہ ہاجراں کے بستر کے پاس آیا۔ اس کے منہ پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ اس نے ہاتھ لہرا کر انہیں اڑایا۔ تیز سانسوں کی آواز تھم چکی تھی۔ ایک عجیب سا سناٹا ماحول پر طاری تھا۔ اس نے شانہ ہلا کر ہاجراں کو جگانے کی کوشش کی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ کئی بار کی کوشش پر بھی کوئی آواز نہ ابھری تو اس کا دل گھبرانے لگا۔

"اماں اٹھو نا...... اٹھتی کیوں نہیں ہو۔" وہ زور زور سے اسے جگانے لگا۔

مگر ہاجراں کو نہ اٹھنا تھا نہ اٹھی۔ ہر کوشش سے ناکام ہو کر وہ پڑوس میں دوڑا چلا گیا۔ "چاچی اماں اٹھ نہیں رہی۔ ایک بار آ جاؤ۔ اماں کو جگا دو۔"

اس کی آواز میں نمی کی واضح آمیزش تھی۔

"اچھا میں یہ برتن دھو کر چلتی ہوں۔" برتن دھوتی پڑوسن نے جواب دیا۔

"نہیں چاچی ابھی چلو۔ اماں اٹھ نہیں رہی۔"

وہ اب آواز کے ساتھ رونے لگا۔ تو چاچی نے ہاتھ پلو سے صاف کیے اور اس کے ساتھ چل پڑی۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

کچھ دیر ہلانے جلانے کے بعد عورت کی سرسراتی ہوئی آواز برآمد ہوئی۔

"چاچی کیا ہوا ہے" بالا اب تک ناسمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تیری اماں مرگئی بالے۔"

پڑوسن کی آواز اسے کہیں دور سے آتی سنائی دی۔ وہ ساکت آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اماں مرگئی...... ظفری کا دادا مرا تھا تو وہ واپس ہی نہیں آیا۔ بلو کا طوطا مر گیا تھا تو اس نے زمین میں دبا دیا۔ وہ بھی واپس نہیں آیا۔ دماغ نے موت کا ادراک کیا اور شعور نے حواس جامد کر دیے۔ اس کے بعد اسے کچھ پتا نہ چلا۔ کب گھر لوگوں سے بھر گیا۔ کب اماں سفید کپڑوں میں چارپائی پر لٹا دی گئی اور کب وہ چارپائی مسجد تک چلی گئی۔ وہ بس گم صم سا اس ساری کارروائی کو دیکھتا رہا تھا۔

کئی عورتوں نے اسے ساتھ لگا کر دلاسا دیا۔ کتنی ہی افسوس کرتی آوازیں کانوں میں گونجیں کر وہ تو جیسے کچھ بھی

دنیا کے کسی بھی گوشے میں اور ملک بھر میں
گھر بیٹھے
رسالے حاصل کیجیے
جاسوسی ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ
ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت
باقاعدگی سے ہر ماہ حاصل کریں اپنے دروازے پر
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے کسی بھی شہر یا گاؤں کے لیے 1200 روپے
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے 10,000 روپے
بقیہ ممالک کے لیے 9,000 روپے
آپ ایک وقت میں کئی سال کے لیے ایک سے زائد رسائل کے خریدار بن سکتے ہیں۔ رقم اسی حساب سے ارسال کریں۔ ہم فوراً آپ کے دیے ہوئے پتے پر رجسٹرڈ ڈاک سے رسائل بھیجنا شروع کر دیں گے۔
یہ آپ کی طرف سے اپنے پیاروں کے لیے بہترین تحفہ بھی ہو سکتا ہے
بیرونِ ملک سے قارئین صرف ویسٹرن یونین یا منی گرام کے ذریعے رقم ارسال کریں۔ کسی اور ذریعے سے رقم بھیجنے پر بھاری بینک فیس عائد ہوتی ہے۔ اس سے گریز فرمائیں۔
رابطہ: ثمر عباس فون نمبر: 0301-2454188
سرکولیشن منیجر ...... سید منیر حسین 0333-3285269
جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
63-C فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی
فون: 35804200-35804300

سننے سے قاصر ہو گیا تھا۔ وہ ساکت حیران آنکھوں سے سب دیکھتا رہا اور بس اماں کی چارپائی کے ساتھ ساتھ رہا حتیٰ کہ چارپائی قبرستان کی حد میں پہنچ گئی۔ ماں کو لحد میں اترتا دیکھ کر اس کا سکتہ ٹوٹا۔ بلو کے طوطے کی طرح اماں بھی مٹی میں دب جائے گی پھر کبھی نہیں نظر آئیں گی۔ اماں کو کھونے کے احساس سے وہ چیخنے لگا۔

وہ اماں پر مٹی ڈالنے سے سب کو روکنا چاہتا تھا۔ وہ بتانا چاہتا تھا کہ اماں کو کچھ نہیں ہوا بس اسے بھوک لگی ہے۔ وہ اماں کے لیے روٹی لے آئے گا۔ اماں کو مٹی میں مت دباؤ مگر الفاظ ادا ہونے سے قاصر تھے۔ وہ بس چیخ رہا تھا اور زور زور سے رو رہا تھا۔ کسی نے اسے قبر تک جانے سے باز رکھا اور کسی نے پچکار کر چپ کروایا۔ وہ ایسے ہی چیختا رہا۔

موجود لوگوں میں سے ایک نے اسے گود میں اٹھایا اور قبرستان سے باہر لے جانے لگا۔ اس نے زور لگا کر اپنا آپ چھڑایا اور بھاگتا چلا گیا۔ اسے باہر لے جانے والا … سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆

"لے بالے! روٹی کھا لے۔"

پڑوسن اسے پچکار کر روٹی کھانے کی طرف راغب کر رہی تھی اور وہ خاموش بیٹھا تھا۔ رات ڈھل چکی تھی۔ گھر آئے کئی گھنٹے بیت گئے تھے۔ اب وہ رو رو کر تھک چکا تھا۔ اس نے غور سے روٹی کو دیکھا۔

اچھی خوراک، کھانا، پھل..... ڈاکٹر کے الفاظ پھر سے دماغ میں گونجنے لگے۔

"چاچی! اماں کو بھی بھوک لگی ہے۔" اس نے چہرہ اٹھا کر التجا کی۔

"تو یہ روٹی کھا لے پھر تیری اماں کے نام کی روٹی بھی دے دوں گی۔" پڑوسن نے اسے بہلایا تو وہ چھوٹے چھوٹے نوالے توڑ کر کھانے لگا۔ نرم روٹی کے ساتھ بھنڈی کا سالن۔

بھنڈی کتنی پسند تھی اسے۔ اماں سے ضد کر کے پکواتا تھا مگر آج لقمے مشکل سے حلق سے نیچے جا رہے تھے مگر پھر بھی وہ کھاتا گیا۔ خالی پیٹ کی اشتہا تھی یا آنے والی بھوک کا خوف کہ وہ آہستہ آہستہ نہ چاہتے ہوئے بھی پوری روٹی کھا گیا۔

خالی برتن اٹھاتے ہوئے پڑوسن نے اسے آج رات اپنے گھر پر گزارنے کا کہا۔ اماں آئے گی اور گھر بند ہوا تو اماں کہیں واپس نہ چلی جائے۔ اس نے دل میں اماں کی آمد کا یقین کیا اور جانے سے انکار کر دیا۔

"اچھا دروازہ اندر سے بند کر لے اور رات کو ڈر لگے تو میرے گھر آ جانا۔" پڑوسن اسے تاکید کرتی ہوئی چلی گئی۔

پیٹ کا جہنم بھی کتنا خود غرض ہوتا ہے۔ زندگی کتنے ہی ناتلافی نقصان سے گزر جائے مگر اس کو اپنا ایندھن پھر بھی چاہیے ہی ہوتا ہے۔ پیٹ بھرا تو ذہن پر خمار چڑھنے لگا۔ سارا دن کا تھکا ہارا جسم اب آرام کا متقاضی تھا۔ مگر وہ زبردستی آنکھیں کھول کر بیٹھا تھا۔ پڑوسن کب کی جا چکی تھی اور وہ اب اس کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اماں کی روٹی وہ اسے دے دے گی اور اسے اب اماں کو روٹی دینی تھی۔ ڈھلتی رات اس کے انتظار کو طویل تر کرتی جا رہی تھی۔ دروازے کو تکتے تکتے کب اس کی آنکھ لگ گئی اسے پتا بھی نہیں چلا۔

☆☆☆

اگلی صبح اس کی آنکھ دیر سے کھلی۔ آنکھ کھلتے ہی پہلا خیال اماں کی بھوک کا آیا۔ پڑوسن اب تک روٹی دے کر نہیں گئی تھی۔ اس نے خود جا کر روٹی مانگنے کا فیصلہ کیا۔ دروازے پر پڑا تالا منہ چڑا رہا تھا۔ پڑوسن یقیناً کسی کے گھر کام کرنے جا چکی تھی۔ اب اماں کے لیے روٹی کہاں سے لائے۔ اماں کو کتنی بھوک لگی ہوگی۔ اسے یاد آیا کہ اس نے … روٹی نہیں کھائی تھی تو پیٹ میں کتنا درد اٹھا تھا اور اماں نے تو کب سے روٹی نہیں کھائی۔ اماں کو کتنا درد ہو رہا ہوگا۔

اماں کو روٹی اور پھل دینا تھا۔ وہ مل جاتا تو اماں ٹھیک ہو جاتی۔ پڑوسن کی تلاش میں وہ گلی میں نکل آیا۔ نکڑ تک آ کر بھی اسے وہ کہیں نظر نہیں آئی۔

اب کیا کرے؟ اسی پیچ و پیچ میں جلتا وہ ارد گرد دیکھنے لگا۔ دماغ میں صرف اماں کی روٹی گردش کر رہی تھی اور وہ بے خودی کی کیفیت میں چلتا جا رہا تھا۔ کب کچی بستی کے ٹوٹے پھوٹے مکان ختم ہوئے اور کب قدرے پوش علاقہ شروع ہوا اسے خبر بھی نہ ہوئی۔

آگے بازار شروع ہو رہا تھا۔ اکا دکا دکانیں کھلی تھیں۔ کسی طرح کی خوشبوئیں اس کے نتھنوں سے ٹکرائیں تو یکدم اسے بھوک کا احساس ہوا۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک دکان کے باہر پوریاں تلتا ہوا حلوائی نظر آیا۔ کھانے کو دیکھ کر پیٹ میں پڑی گرہیں اور تیز ہونے لگیں۔ وہ دکان کے پاس جا کر چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔

"چل بھاگ! صبح صبح آ جاتے ہیں دھندا مندا کرنے۔"

دکاندار نے اس کے میلے کچیلے حلیے سے اسے فقیر سمجھ

کر جھڑکا۔ وہ چپ چاپ جا کر کونے میں بیٹھ گیا۔ اشتہا انگیز خوشبو بھوک کو تیز تر کر رہی تھی اور دماغ کا ایک کونا اماں کی روٹی کی گردان میں مصروف تھا۔

''چار پوریاں ذرا جلدی......'' نزدیکی بنچ پر ایک شخص آکر بیٹھا اور آواز لگائی۔ بالے کی تمام تر توجہ اس شخص پر مرکوز ہوگئی۔ بیرا پھرتی سے ایک پلیٹ میں پوریاں اور حلوا سجا کر لے آیا۔ حلوے اور پوریوں سے بھری پلیٹ اب اس کے ضبط کا امتحان لے رہی تھی۔ سامنے بیٹھا شخص ہاتھ دھونے کے لیے کونے میں بنے بیسن تک گیا۔ پلیٹ اسے اور بھی نزدیک نظر آنے لگی۔ وہ لپکا ... انداز میں چلتا پلیٹ تک جا پہنچا۔ پلیٹ میں رکھی پوری اٹھا کر اس نے دانتوں سے ایک ٹکڑا توڑا۔

''شرم نہیں آتی چوری کرتے ہے۔''

دکاندار کا زوردار ہاتھ اس کے گال کو لال کر گیا۔ پوری کا چھوٹا سا ٹکڑا منہ سے نکل کر زمین پر جا گرا۔

''چل دفع ہوجا یہاں سے۔''

دکاندار نے بازو سے پکڑ کر اسے باہر نکالا۔ گرم پانی تواتر سے آنکھوں سے بہنے لگا۔ دور سے اس نے ایک آخری دھندلائی نظر اس بنچ پر ڈالی جہاں اب بیرا اگلا ... کے سامنے نئی پلیٹ رکھ رہا تھا۔ بلا سوچے سمجھے وہ ... چلا گیا۔

☆☆☆

سورج سر پر کھڑا چمک رہا تھا اور وہ جانے کتنی دیر سے دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ چلنے کی ہمت جواب دے چکی تھی۔ انتڑیوں کی اینٹھن بھی مایوس ہو کر ختم ہوچکی تھی۔ وہ مزید ایسے ہی بیٹھا رہتا اگر دو بچے اس کی توجہ نہ کھینچ لیتے۔ وہ آنکھیں پھاڑے ان کی کارروائی دیکھ رہا تھا پھر وہ اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ان تک جا پہنچا۔ بچوں نے آہٹ محسوس کی تو کھانے سے ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

''توں وی کھانا اے......''

ایک بچے نے اس کی کھانے پر جمی نظر دیکھ کر پوچھا تو اس نے بے ساختہ سر اثبات میں ہلا دیا۔

بچے نے سامنے پڑا ایک شاپر اٹھا کر اسے بھی دے دیا۔ شاپر میں نان کے کئی ٹکڑے تھے۔ اس نے ایک ٹکڑا نکالا اور اسے چبانے لگا۔ خشک حلق سے نوالا بہ مشکل نیچے جا رہا تھا۔ کچرا چننے والے بچے کھا کر فارغ ہوچکے تھے اب وہ سارا کچرا سمیٹ کر گدھا گاڑی پر ڈالنے لگے۔ تھوڑی دیر میں وہ وہاں سے جاچکے تھے اور وہ اکیلا بیٹھا نان کے ٹکڑے کو نگلنے میں مصروف تھا۔

☆☆☆

قبرستان میں اس وقت سناٹے کا راج تھا۔ موت کی خاموشی ہر سُو پھیلی تھی۔ قبروں میں لیٹے مُردے ہر فکر، ہر غم اور بھوک سے آزاد تھے۔ مُردوں کی اس بستی میں زندوں کا گزر کم ہی ہوتا تھا اور اس بھری دوپہر میں تو اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔

کندھے پر کپڑا ڈالے گورکن کسی کام سے باہر نکلا تو سامنے کے منظر نے اسے دنگ کر دیا۔ سات آٹھ سالہ بچہ اپنی پوری قوت لگائے ایک قبر کی مٹی کھود رہا تھا۔

بھری دوپہر میں ایک بچے کا کسی قبر کو کھودنا اس کے لیے خاصے اچنبھے کی بات تھی۔ قبر بالکل نئی تھی جو اس نے کل ہی تیار کی تھی۔

''کیا کر رہے ہو؟'' اس نے دور سے بچے کو آواز دی۔

بچے کے مٹی کھودتے ہاتھ لمحہ بھر کو رکے۔ اس نے چہرہ اٹھا کر گورکن کی سمت دیکھا۔ آنسوؤں سے لبریز اور مٹی سے اٹا چہرہ۔ وہ بالا تھا۔ ''اماں...... میں، میری اماں اندر ہے۔'' بالے نے ہچکیوں سے روتے ہوئے بتایا۔

اندرونی غم اس کے چہرے پر پوری طرح نمایاں تھا۔ روز سخت دل کے ساتھ قبروں میں مردے اتارنے والے کا بھی دل پسیجنے لگا۔ ''بیٹا ایسے قبر کی مٹی نہیں کھودتے۔'' اس نے نرمی سے سمجھایا۔ ''تمہاری اماں اللہ کے پاس چلی گئی ہیں۔''

''میری اماں کو بھوک لگی تھی۔ باہر نکالو نا۔ میں روٹی لایا ہوں۔''

بالے نے روتے ہوئے میلی کچیلی قمیص کے دامن سے نان کا ٹکڑا نکالا اور گورکن کو دیکھنے لگا۔ ان نظروں میں کیا کچھ نہ تھا۔ آس، امید، التجا، کرب...... بوڑھے گورکن کا دل کٹنے لگا۔ اس کے چند الفاظ نے اسے فاقے سے موت تک کی ساری داستان سنا دی تھی۔

اس نے ترحم سے اس روتے ہوئے چھوٹے سے بچے کو دیکھا اور اس کے پاس زمین پر بیٹھ کر اپنے کندھے پر پڑے کپڑے سے اس کا آنسوؤں سے بھرا منہ اور مٹی سے تھڑے ہاتھ صاف کرنے لگا۔

''بیٹا تمہاری اماں اللہ کے پاس جنت میں گئی ہیں۔

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

وہاں اللہ انہیں مزے مزے کے کھانے اور پھل دے گا۔ وہاں انہیں بھوک نہیں لگے گی۔ یہ روٹی تم کھا لو۔" اس نے پیار سے سمجھایا۔

"سچ میں چاچا؟ اللہ کے پاس سب کھانے کو ملے گا؟" اس کے انداز میں بے یقینی تھی۔

"ہاں سب......"

"پھل بھی؟"

بالے نے مزید بے یقینی سے بوڑھے گورکن کا چہرہ تکتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں بیٹا! وہاں سب کچھ کھانے کو ملے گا۔ وہ اللہ ہے...... اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔"

گورکن نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر تسلی دی۔ "چلو شاباش! اب اپنے گھر جاؤ۔"

گورکن کے الفاظ نے دل میں تسلی بھر دی تھی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا قبرستان سے باہر نکل آیا۔

☆☆☆

کمرے کی نیم تاریکی اسے کسی آسیب کی طرح لگ رہی تھی۔ اماں کا بستر خالی تھا۔ وہ سہما سمٹا ایک کونے میں بیٹھا تھا۔ کل کے برعکس آج نہ تو کسی نے اسے دلاسا دے کر چپ کروایا اور نہ ہی کھانے کا پوچھا۔ کھانے کی امید میں وہ کئی بار پڑوسن کے دروازے تک گیا مگر وہاں لگا تالا اس کا منہ چڑاتا رہا۔ پڑوسن کسی خاندانی تقریب میں شہر سے باہر گئی تھی اور باقی کسی گھر نے نہ تو اسے پوچھا نہ اس کی جانے کی ہمت ہوئی۔ پیٹ کی گرہیں بڑھنے لگیں تو اس نے نان کا ٹکڑا نکالا اور اسے چبانے لگا۔ یہ اماں کے حصے کا نان تھا مگر اب اماں کو اس کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تو اللہ کے پاس تھی۔

"اماں تو وہاں کھانا اور پھل کھا رہی ہوگی۔" اس نے رشک سے سوچا۔

"اماں مجھے بھی ساتھ لے جاتی تو کتنا اچھا ہوتا۔" نان چبانے کی کوشش میں [illegible] رشک حسرت میں بدلا۔

صبح کا نان اب باسی ہو کر بے حد سخت ہو چکا تھا۔ اسے کھانا تقریباً ناممکن تھا۔ اس نے کمرے میں نظر دوڑائی، پانی کہیں نہیں تھا۔ گلاس خالی پڑا تھا۔ اب کیا کرے؟ باہر کا ہولناک اندھیرا ڈرا رہا تھا۔ وہ کیسے جا کر پانی لائے؟ اماں ہوتی تو پانی لا دیتی۔ اسے پھر اماں کی یاد آئی۔

اماں نے کھانا اور پھل کھا لیا ہوگا۔ اماں اب ٹھیک ہو گئی پھر اماں اب تک آئی کیوں نہیں؟ ماں کی بے مروتی پر اسے رونا آنے لگا۔

بھوک بڑھتی جا رہی تھی مگر اندھیرے میں نکلنے سے پانی بھرنا اسے بھوک برداشت کرنے سے زیادہ دشوار لگا۔ ماحول کا سناٹا اسے ہولا رہا تھا۔ ہاتھ میں پکڑا نان مزید سخت ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے حلق میں کانٹے چبھنے لگے مگر پانی کہیں نہیں تھا۔

کہیں بھی نہیں......

☆☆☆

گورکن ڈھلتی شام میں قبروں پر چھڑکاؤ کر رہا تھا جب اس نے رونے کی آواز سنی۔ تپتی زمین نے اپنی گرمی [illegible] ماحول کو حبس زدہ کر دیا تھا۔ ایسے میں [illegible] کرتی آواز نے سناٹے کو چیر کر عجیب افسردگی طاری کر دی تھی۔ [illegible] اس درد بھری پکار کا ماخذ تلاش کرتا ہوا وہ آگے بڑھا تو اسے وہی بچہ پھر سے دکھائی دیا۔ وہ اسی نئی قبر کے [illegible] اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے گڑھا کھودنے کی کوشش کر رہا تھا۔ شدید موسم میں اس کا جسم پسینے سے تر تھا اور مٹی دھول کی آمیزش کے باعث اس کے چہرے پہ آنسوؤں کی لکیریں جیسے ثبت ہو چکی تھیں۔

"بیٹا مٹی کیوں کھود رہے ہو؟" [illegible] اس کے تیزی سے چلتے ہاتھ [illegible] جہاں کی وحشت اپنی آنکھوں میں سمیٹے وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔ "چاچا اندر جانا ہے۔"

"کیوں بیٹا؟" گورکن نے حیرت سے پوچھا۔

"چاچا بہت بھوک لگی ہے...... اللہ کے پاس تو کھانا ہے نا۔" اس نے رندھی ہوئی آواز سے خالی پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

گورکن یک ٹک اس زندہ بچے کو دیکھے جا رہا تھا جسے بھوک کا عفریت مردوں کی بستی میں گھسیٹ لایا تھا۔ خاک کا پتلا ایک بار پھر خاک میں جانے کی تیاری کر رہا تھا مگر اس بار [illegible] جانے والی موت نہیں...... بھوک تھی۔

اس نے بھیگی پلکوں کے ساتھ اس ننھے وجود کو اپنی بانہوں میں بھینچ لیا۔ اس کو اپنی کٹیا کی جانب لے جاتے ہوئے اس کے لبوں پہ مشہور کافی کے بول بے ساختہ ہی آ گئے تھے۔

تُوں کی جانڑیں یار امیرا
روٹی بندہ کھا جاندی اے

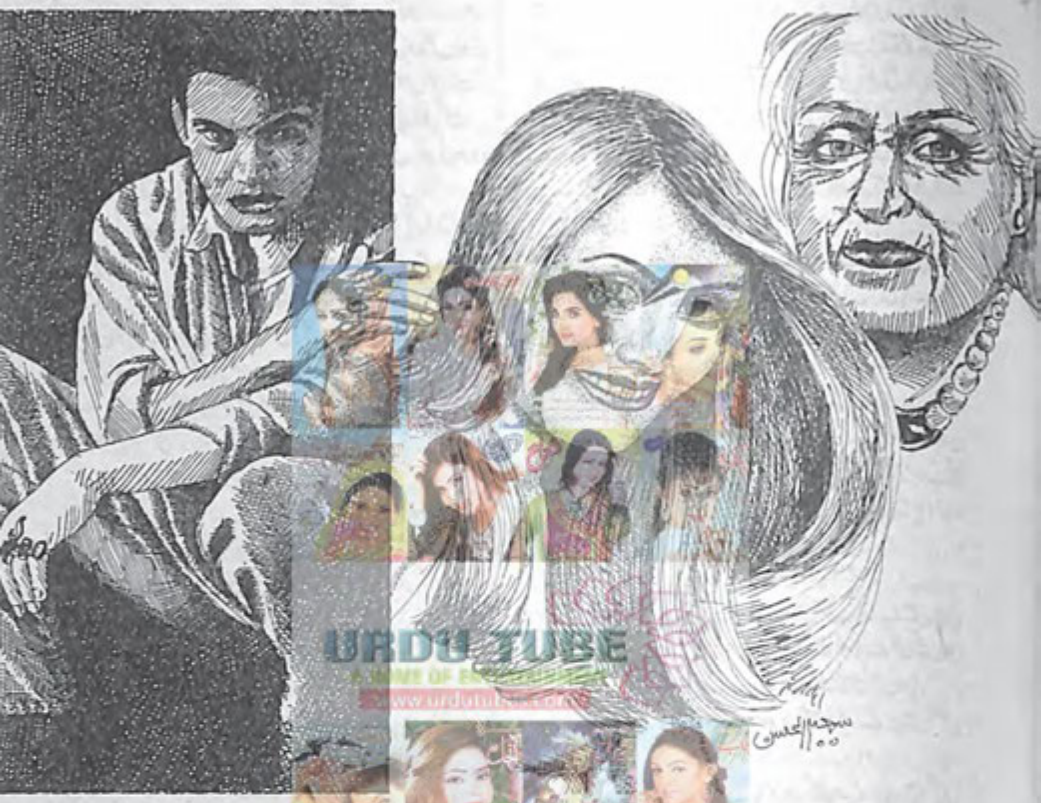

سانس

سلیم انور

مغربی معاشرے میں کسی رشتے کا کوئی احترام ہے اور نہ ہی کوئی مقام... سب رشتوں اور جذبوں کو کچلنے میں لگے ہیں۔ وہ بھی اس دوڑ میں شامل ہوگئی مگر اس نے طریقہ بہت منفرد اختیار کیا۔

بوجھل تعلقات کو ترک کرنے کا آسان طریقہ تلاش کرنے والی حسینہ کی چالاکی

اگر میں یہ بات اپنے طور پر کہوں تو یہ ایک عمدہ پلان تھا لیکن جب چیف انسپکٹر میرے دروازے پر نمودار ہوا تو میں سمجھ گئی کہ میں مشکل میں گرفتار ہو چکی ہوں۔ اس نے مجھے ہتھکڑیاں پہنائیں اور میرے تمام پڑوسیوں کی نظروں کے سامنے مجھے میرے گھر کے داخلی دروازے سے نکال کر چلاتا ہوا پولیس کار تک لے گیا اور مجھے اس میں سوار کرا دیا۔

پولیس ہیڈکوارٹرز میں انہوں نے مجھے ایک چھوٹے سے کمرے میں بٹھا دیا جس میں کوئی کھڑکی نہیں تھی اور اس

کمرے میں باسی مچھلی کی سی سڑاند آرہی تھی۔

اتنے میں کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور ادھیڑ عمر کی ایک دراز قامت اسکینڈی نیوین کمرے میں داخل ہوئی اور میرے مقابل آکر بیٹھ گئی۔ میں اس سے پہلے اس عورت کو اپنے گھر کے کچن میں مختلف چیزیں اکٹھا کرتے دیکھ چکی تھی۔

''میں تمہیں باخبر کردوں کہ تم جو کچھ بھی کہو گی، وہ تمہارے خلاف استعمال ہوسکتا ہے۔''

میں چونکہ ٹی وی پر پروگرام ''لاء اینڈ آرڈر'' کی سیکڑوں قسطیں دیکھ چکی تھی اس لیے مجھے علم تھا کہ میں اپنے ہونٹ بند رکھوں اور وکیل کی آمد کا انتظار کروں [illegible] آئی فون ڈائریکٹری میں ایسے کسی وکیل کا نام موجود [illegible] میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے یہ کیس اپنے طور پر ڈیل کرنا ہوگا۔

تب وہ اسکینڈی نیوین عورت دوبارہ گویا ہوئی۔ ''کیا تم اپنے حقوق کو سمجھتی اور ان سے واقف ہو؟''

''ہاں۔'' میں نے خود کو بڑبڑاتے سنا۔

''نام اور پتا۔'' اس کا انداز خالص پیشہ ورانہ تھا۔

''ہیلن مارٹن۔ ہیریسن کورٹ، لندن۔'' میں نے بتایا۔

اس نے میرا نام اور پتا تحریر نہیں کیا۔ لہٰذا میں سمجھ گئی کہ اس نے ٹیپ ریکارڈر آن کیا ہوا ہے۔

''کیا تم مجھے بتا سکتی ہو کہ کیا واقعہ پیش آیا تھا؟''

میں نے اسے مسکا لگانے اور اس سے عورتوں کے انداز میں باتیں بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح وہ زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتی تھی کہ کس صورت حال نے مجھے اس [illegible] کے ارتکاب پر مجبور کیا۔

''تم پولیس فورس میں کتنے عرصے سے ہو؟'' میں نے پوچھا۔ اس کے ہونٹوں پر بناوٹی مسکراہٹ ابھر آئی۔ ''مسز ہیلن مارٹن! میں سراغ رساں سارجنٹ ڈوروتھیا ہوں اور میں یہاں تمہارا بیان لینے کے لیے آئی ہوں اور [illegible] تم بتانے کا [illegible]''

ڈوروتھیا میری چہیتی آنٹی کا نام تھا۔ مجھے یہ ایک عمدہ اشارہ مل گیا۔ میں نے بات آگے بڑھائی۔

''سارجنٹ...... ڈوروتھیا! میں دیکھ رہی ہوں کہ تم شادی شدہ ہو۔ کیا تمہاری ساس بھی تمہارے پاس رہ رہی ہے؟''

''نہیں لیکن معاملے کا آغاز وہیں سے ہوا جب تمہاری ساس ساتھ رہنے کے لیے تمہارے یہاں منتقل ہوگئی تھی؟''

''یہ سب حقیقت میں چھ سال قبل شروع ہوا تھا جب بچے پڑھنے کے لیے دور یونیورسٹی میں چلے گئے تھے اور والٹر اور میں اپنی شادی کی پچیسویں سالگرہ منانے کے لیے سمندری سفر پر روانہ ہونے والے تھے۔ تب ہمیں ساس کی بھیجی ہوئی فون کال موصول ہوئی۔ والٹر نے سمندری سیر وتفریح کا پروگرام منسوخ کردیا اور اپنی ماں کی تیمارداری کرنے اس کے پاس چلا گیا۔ میں غضب ناک ہوگئی۔ غصہ تھا کہ میرے قابو میں نہیں آرہا تھا۔ اتنے عرصے کے بعد تو ہم نے سیر وتفریح کا پروگرام بنایا تھا جو میری ساس کی وجہ سے خاک میں مل گیا تھا۔

''والٹر دس روز تک اپنی ماں کی تیمارداری کرتا رہا لیکن یہ سب بے سود ثابت ہوا۔ اسے دل کا عارضہ نہیں تھا۔ اسے سینے کی جلن اور معدے کی سوزش تھی......''

''تو تب ہی وہ رہنے کے لیے تمہارے پاس آگئی تھی؟''

''[illegible] ہمارے درمیان اس بات پر کئی دن تک بحث جاری رہی۔ والٹر اپنی ماں کو خود سے قریب تر رکھنا چاہتا تھا۔ آخر میں، میں نے بس ہار مان لی لیکن وہ چڑیل [illegible] کے گھر میں رہنے پر رضامند نہیں تھی۔ وہ اپنے لیے [illegible] رہائش چاہتی تھی۔ سو ہم نے اس کے لیے اپنے مکان کے عقب میں ایک چھوٹا سا اپارٹمنٹ بنایا۔ اس اپارٹمنٹ کی تعمیر کے لیے ہمیں مکان رہن رکھ کر تیس ہزار پونڈ قرض لینا پڑا تھا۔ [illegible] رہن پر قرض......!''

''سو پھر کیا حالات میں تبدیلی آئی؟''

''میرے لیے تو کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ کھانے میں پکاتی [illegible] اسے کھانے پھرانے بھی میں ہی [illegible] لے جاتی تھی۔ اس نے مجھے سکون سے رہنے ہی نہیں دیا۔''

''کیا تم نے اسے کسی اور رشتے دار کے یہاں منتقل [illegible] کی کوشش نہیں کی؟''

''[illegible] کوئی بھی اسے اپنے پاس رکھنے کے لیے تیار نہیں [illegible] حتیٰ کہ امریکا میں موجود اس کی بیٹی نے بھی اسے اپنے پاس بلانے سے انکار کردیا۔''

''تو پھر کیا ہوا؟''

''میں بدستور شاکی رہی۔ میں سوچتی تھی کہ معاملات اب اس سے زیادہ مزید بدتر نہیں ہوسکتے لیکن یہ میری خام خیالی تھی۔ حالات اور بھی بدتر ہوتے چلے گئے۔ والٹر کی ملازمت ختم ہوگئی۔ ہم اس کی پنشن سے جیسے تیسے اپنا گزارہ کرسکتے تھے لیکن رہن کے عوض قرض کی ادائیگی ہمیں مارے ڈال رہی تھی۔

''سو میں نے وہی کیا جو اس قسم کی صورت حال میں بیشتر بیویاں کیا کرتی ہیں۔ میں نے دونوں ماں بیٹوں کو گھر پر چھوڑا اور ہیرالڈز ڈیپارٹمنٹ اسٹور میں ملازمت کرلی۔ معاملات درست ہونے لگے۔ مجھے اپنی ملازمت بھی پسند تھی۔

''تب ہمیں آسٹریلیا سے وہ فینسی لفافہ موصول ہوا۔ وہ

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

ایک عدالتی قانون داں پیروکار کی جانب سے تھا جس میں میری ساس کو یہ اطلاع دی گئی تھی کہ اس کے مرحوم بھائی نے اس کے لیے ایک خطیر رقم چھوڑی ہے...... یہ رقم اس حد تک کافی تھی کہ رہن کا قرض بہ آسانی ادا کیا جا سکتا تھا۔ ہم نے یہ خط پاتے ہی سمجھا کہ اب ہمارا مشکلات کا دور ختم ہو گیا لیکن اس چڑیل بڑھیا نے قرض کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ رقم اس کی ہے جسے وہ اپنی مرضی سے خرچ کرے گی۔ اور ادھر ہم نے اس کی خاطر آج تک جو کچھ بھی کیا تھا، اسے اس کا احساس تک نہیں تھا اور وہ ہمیں خاطر میں نہیں لا رہی تھی۔

''والٹر نے بھی اس سے دوبارہ کچھ کہنے کی کوشش نہیں کی لیکن میں بری طرح کڑھ رہی تھی۔ ہماری اتنی قربانیوں کے باوجود بھی وہ ہمیں قرض سے نجات دلانے پر کسی طور رضامند نہیں ہوئی تھی۔''

''تم اس سے گھر سے چلے جانے اور اپنا بندوبست آپ کرنے کا کہہ سکتی تھیں۔''

''نہیں۔ وہ کبھی بھی اس بات پر آمادہ نہیں ہوتی اور نہ ہی والٹر اپنی ماں کو خود سے جدا کرنے کی بات مان رہا تھا۔ میری ساس کا وجود میرے لیے مستقل آزار بن چکا تھا۔ میں ہر وقت جلتی کڑھتی رہتی تھی۔ غصے کی شدت نے مجھے پاگل سا کر دیا تھا۔ میں ہر وقت بس یہی سوچتی رہتی تھی کہ اس سے کس طرح چھٹکارا حاصل کروں۔

''تب اچانک ایک دن مجھے اس کے فزیشن کا فون موصول ہوا۔ اس نے مجھے اپنی ساس پر دھیان رکھنے کی تاکید کی کیونکہ وہ اس کی تجویز کردہ دواؤں کو کھانے کے معاملے میں آپس میں گڈمڈ کرنے لگی تھی جو اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھیں۔

''ڈاکٹر کی بات سن کر میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ یہ تو بہت ہی آسان اور سادہ طریقہ تھا۔ میں نے اپنی ساس کی پسندیدہ شراب کی ایک بوتل خریدی اور اس میں گولیوں کی اتنی مقدار شامل کر دی جو ایک تو انا گھوڑے کو مار ڈالنے کے لیے کافی ہو سکتی تھی۔ میں نے وہ تیز شراب چھان کر دوبارہ سے بوتل میں بھر دی۔ پھر میں اپنے کام پر چلی گئی۔ میں نے بعد میں کام پر سے والٹر کو فون کیا اور اسے یاد دلایا کہ وہ اپنی ماں کو دوپہر کے بعد قیلولہ کرنے سے پہلے اس کی پسندیدہ شراب دینا نہ بھولے۔

''تب اس نے مجھ سے پوچھا...... کیا وہ شراب ماں کے لیے تھی؟''

سچ تو یہ ہے

☆ میاں بیوی لازم و ملزوم ہوتے ہیں اگر حساس بھی ہوں تو پھر ظالم و مظلوم بھی ہوتے ہیں۔

☆ موجودہ دور میں وہی کامیاب نظر آتا ہے جو دھوکا کم کھاتا ہے مگر دیتا زیادہ ہے۔

☆ شکن آلود شیشے پر عکس بھی شکن آلود ہوتا ہے۔

☆ اینٹ سے اینٹ بجانا آسان، اینٹ پر اینٹ رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

☆ اگلی جنگ میں [illegible] صرف ایٹم بم کی ہوگی۔

☆ جہاں دودھ اور دوا خالص نہ ہو وہاں دعا بھی خالص نہیں رہتی...

☆ بدبخت معاشرے مال کی جبکہ خوش بخت معاشرے کمال کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔

☆ صرف پروانے ہی نہیں بعض اوقات شمعیں بھی جل جاتی ہیں۔

☆ کبھی فرات کے کنارے کتے بھوکے نہ تھے۔ آج راوی، ستلج، چناب اور سندھ سے لے کر سمندر کنارے تک انسان بھوکے ہیں۔

☆ ہر غرور کرنے والے کا کوئی نہ کوئی قاتل ضرور ہوتا ہے۔

☆ زبان کو قابو میں رکھو، یہ تمہاری شخصیت کا ہتھیار ہے۔

☆ دل میں ہارنے کا حوصلہ ہو تو جیت پر یقین بڑھ جاتا ہے۔

☆ خوش بختی کی جنگ علم و دانش کے پہاڑ سے بڑی ہوتی ہے۔

☆ آباد ہو کر ویران ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔

☆ زندگی اور ان کا سوٹ نہیں ہے کہ نمونہ غلط ہونے پر ادھیڑ کر پھر سے سی لیں۔

☆ اپنی اپنی پسند کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے چاہے اس کے ہر دکھ کی اجازت وہ ہی کیوں نہ ہو۔

☆ کبھی ہم قسمت کا ساتھ نہیں دیتے اور کبھی قسمت ہمارا، اگر دونوں ہی سوتے [illegible] ہی ہمارے حصے میں آتی ہے۔

☆ روشنی کی امید رکھیں مگر صرف امیدوں پر زندگی مت گنوائیں۔

☆ باہر کا موسم آپ کے اندر بھی اثر انداز نہیں ہونا چاہیے بنا آپ کی اجازت کے۔

☆ اپنی غلطی پر ہنسنا آپ کی زندگی کو لمبا کر دیتا ہے (شیکسپیئر)

انتخاب۔ وزیر محمد خان، جبل ہزارہ

محفلِ شعروسخن

❁ وزیر محمد خان......بفہ ہزارہ

صبا نے پھر درِ زنداں پہ آکے دی دستک
سحر قریب ہے دل سے کہو نہ گھبرائے

❁ عبدالجبار رومی انصاری......بورے والا

یوں سجا چاند کہ جھلکا ترے انداز کا رنگ
یوں فضا مہکی کہ بدلا مرے ہمراز کا رنگ
سایۂ چشم میں حیراں رخِ روشن کا جمال
سرخیِ لب میں پریشاں تری آواز کا رنگ

❁ عبدالحکیم......ضلع خانیوال

محل کے سامنے اک شور تھا قیامت کا
امیرِ شہر کو اونچا سنائی دیتا ہے

❁ جاوید اختر رانا......حیدر آباد

یوں نہ پندار کی دیوار اٹھا کر ڈھونڈو
مل بھی سکتا ہوں اگر خود کو ہٹا کر ڈھونڈو
تم نے قربت کے شب و روز میں کھویا ہے مجھے
جاؤ اب ہجر کے ایام میں جا کر ڈھونڈو

❁ محمد شہباز اکرم نوئی......پاکپتن شریف

صدائیں آتی ہیں اجڑے ہوئے جزیروں سے
کہ آج رات نہ کوئی رہے کناروں پر

❁ نازش علی......سکھر

وہ مست گھٹائیں ساون کی وہ دور بچپن کا
اب یاد ہیں قصے بھوتوں کے پریوں کی کہانی بھول گئی

❁ یوسف قریشی......ملتان

ہمارے پاؤں الٹے تھے فقط چلنے سے کیا ہوتا
بہت آگے گئے لیکن بہت پیچھے نکل آئے

❁ محمد شاہد نواز......ضلع خانیوال

ہوگیا ہے یہ معجزہ کیسے؟
میں بغیر آپ کے جیا کیسے؟
میں تیرے ہاتھ مثلِ آئینہ
میں تیرے ہاتھ سے گرا کیسے؟

❁ زرین خان آفریدی......حیدر آباد سندھ

لاہور کی تو [illegible] ہوتی نور جہاں
جھنگ کی ہیر کو کرتا پھر تو یاد کہاں

❁ جلیل امیر......جھنگ سٹی

خوبیوں، خامیوں، اچھی بری عادات سمیت
یار منظور ہوں میں سارے تضادات سمیت

❁ محمد عثمان حسین شاذلی......نامعلوم مقام

مزہ برسات کا چاہو تو ہماری آنکھوں میں آ بیٹھو
وہ برسوں میں کبھی برسے یہ برسوں سے برستی ہیں

❁ محمد زریاب سلطان......اردو بازار، کراچی

کیا کہوں رقص کا عالم عجب انداز کے ساتھ
ساتھ ٹھوکر کے تری ٹھوکریں دل کھاتا تھا
ہاتھ کو ہاتھ پہ تو رکھ کے لگا جب چلنے
ہاتھ ہم ملتے تھے دل تھا کہ ملا جاتا تھا

URDU TUBE

❁ ریاض بٹ...... حسن ابدال
عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہِ کامل نہ بن جائے

❁ زوہیب احمد ملک...... گلستان جوہر، کراچی
کبھی عزیز تھے ہم جن کو زندگی کی طرح
ابھی قریب سے گزرے ہیں اجنبی کی طرح

❁ پروین ناز...... سرگودھا
تم اچھے وقت آپہنچے وگرنہ ہم تو مر جاتے
ارادہ ہو چکا اپنا غمِ فرقت [illegible]
دکھا کر غیر کو صورت مجھے کیوں [illegible]
کہ میں تو مر رہا دیدار کی حسرت میں [illegible]

❁ آصف علی...... میرپور خاص
میں اپنی ذات ہی کے دھندلکوں میں قید رہا
وہ مجھ کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتے رہے
کہیں کوئی سرا مل پائے [illegible]
وہ میری جستجو میں [illegible]

❁ محمد آریز ملک...... کراچی
انسان یہاں انسانوں کو پتھر کی طرح ٹھکراتے ہیں
ہیں کتنے چھوٹے دل ان کے جو لوگ بڑے کہلاتے ہیں

❁ شہناز مغل...... کراچی
چاہت کی زمانے میں تشہیر نہیں کرنی
جو اس کی طرف سے ملی رسوائی بہت ہے
اس کو ہی مبارک ہوں تمام اس کے پرستار
میرے لیے تو اک میرا ہرجائی بہت ہے

❁ مدحت رضوان...... کراچی
وقتِ رخصت نہ نگاہیں ملیں ہم دونوں کی
میں بھی نادم تھی ذرا وہ بھی [illegible]
اس قدر سہل نہیں جذبوں [illegible]
مجھ سے دیکھا نہ گیا وہ [illegible] آیا ہوا

❁ وردہ...... کراچی
جانے والے نے کہا تھا کہ میں لوٹ آؤں گا
اک اسی آس پہ دروازہ کھلا رکھا ہے

❁ جنید احمد ملک...... گلستان جوہر، کراچی
سکون کہیں بھی میسر نہیں ہے انسان کو
جنازے والے بھی شانے بدلتے رہتے ہیں

❁ محمد حسان گل سیال...... روہڑی ضلع سکھر
آج دیکھا ہے تجھ کو دیر کے بعد آج کا دن گزر نہ جائے کہیں
آرزو ہے کہ تو یہاں آئے اور پھر عمر بھر نہ جائے کہیں

❁ ثاقب کمال...... کراچی
چاہ بے جانے کی خواہش کا شجر ہے بے ثمر
چاہتوں کی سرزمین پر کاشت ہوتے ہیں سراب
دل کی یہ خواہش ہے کوئی برملا چاہے مجھے
جانتی ہوں چاہتوں کی چاہ میں پاؤں گی عذاب

❁ کمال انور...... اورنگی ٹاؤن، کراچی
[illegible] سے تیرا خیال تھا
[illegible] طرح بس یہ سوال تھا
[illegible] ہی گیا وقت کا سفر
[illegible] کا بے حد ملال تھا

❁ محمد [illegible]...... کراچی
[illegible] کہ ہم سے رہا نہیں جاتا
اب انتظار کی سولی پہ چڑھا نہیں جاتا
تمہارے پاس تو مرنے کے لیے بھی وقت نہیں
مزید اب یہ بہانہ سنا نہیں جاتا

❁ [illegible]...... سکھر
بھلا دے مجھ کو کہ بے وفائی بجا ہے لیکن
گنوا نہ مجھ کو کہ میں تیری زندگی رہا ہوں

❁ ناظر خان...... پشاور
اس چشم کی گردش سے ہو دل کیونکر نہ برباد
[illegible] کب گردشِ ایام کسی کا

❁ [illegible]...... بورے والا
[illegible] پھرا یہ چشم پر آب
[illegible] دل اپنا بہت خراب ہوا

❁ [illegible]...... نواب شاہ
جو پائی بزم میں ساقی تری جگہ خالی
بھر آیا دیکھ کے دل ساغر و سبو کی طرف
نہ اس کی بزم میں آنسو بہائیو اے چشم
نگاہ رکھیو ذرا میری آبرو کی طرف

❁ محمد طلحہ...... کراچی
شراب خود نہیں معیوب ساقیا لیکن
بُروں کے پینے سے ہے لگ گیا شراب کو عیب

URDU TUBE
A ZONE OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

❁ **محمد آزین رضوان**.....کورنگی، کراچی
لحاظ ہے یہ فقط تیری دوستی کا ہمیں
جو تیری بزم میں کرتے ہیں ہم عدو کا لحاظ

❁ **عمر خان**.....حیدرآباد
دل کو ہم دیکھ چکے بیچ کے دو چار کے ہاتھ
لب لے بیچیں گے اک اور خریدار کے ہاتھ

❁ **بریرہ**.....کراچی
مرا لہو پاؤں سے مل کے چھپاتے ہو کیا
سرخیٔ خوں اور ہے رنگ حنا اور ہے

❁ **مہتاب احمد**.....حیدرآباد
خاموش ساعتوں کی نذر کر دیا [illegible]
اپنی ہی زندگی نے [illegible] کر دیا ہمیں

❁ **ثانیہ**.....کراچی
چھوڑ کر ساتھ میرا جاتے ہو بے [illegible]
دیکھ لینا زمانے کی [illegible]

❁ **ناہید یوسف**.....اسلام آباد
میرے اندر دور تلک اک مایوسی کا جنگل ہے
سمجھوتے کی چادر تانے جینا کتنا مشکل ہے

❁ **یاسر احمد**.....سبی
اس بے وفا کے غم کو سنبھالوں تو کس طرح
مجھ سے تو اپنے درد بھی سنبھلے نہیں گئے

❁ **مہناز خان**.....لاڑکانہ
نہ پہنچا تو نہ پہنچا طالبِ دیدار تک اپنے
تری تکتے ہی تکتے راہ وقتِ واپسیں پہنچا

❁ **عالیہ خان**.....لاہور
کھانی پڑ جائے جو پھر سے تیری کوئی جھوٹی قسم
میرے اشکوں کی قسم کھا کے [illegible]

❁ **فیاض ملک**.....جھنگ [illegible]
نہیں ہے طاقتِ پرواز اب [illegible] صیاد
خدا کرے کہ تو اب وا درِ قفس نہ کرے

❁ **جہانگیر احمد**.....میرپور خاص
دم میں دم میرے نہیں، جان نہیں جان کے بیچ
زلف کیا کہتی ہے جھک جھک کے ترے کان کے بیچ

❁ **صدف خان**.....کوئٹہ
کوچے میں ترے تنہا ہر شب مجھے ہو جانا
دو چار گھڑی اپنا دل کھول کے رو جانا

❁ **ممتاز خان**.....منڈی بہاالدین
میں اگر بھاگا تو پھر ہرگز نہیں آنے کا ہاتھ
کر دو وحشت سے کہ کیوں چھیڑے ہے دیوانی مجھے

❁ **صبا سحر**.....کراچی
حسرتِ دل [illegible] کر کام سے بیٹھے رہو
میرے گھٹنے سے لگے آرام سے بیٹھے رہو

❁ **محمود احمد**.....ٹنڈو الہیار
[illegible] شوق کی گرمی سے دل کا داغ جلے
[illegible] گے ہم چراغ جلے

❁ **ذیشان انجم**.....پنڈی گھیپ
وہ کارواں کہ جو منزل پہ اپنی جا پہنچا
اسی کے پیچھے رواں صورتِ غبار ہوں میں

❁ [illegible].....[illegible]
کھلی ہوئی ہیں مری زیرِ خاک بھی آنکھیں
کسی کا آہ یہاں تک ہے انتظار مجھے

❁ **جواد خان**.....[illegible]
دنیا دار و دنیا چھوڑ دو دنیا میں بدنامی ہے
اس دنیا کے [illegible] سے ہوتی نیک انجامی ہے

❁ **شہزاد خان**.....مری
جب تھا ساقی یار ہمارا ہم تھے اور میخانہ تھا
اب وہ کہاں دل [illegible] کے وہ بھی ایک زمانہ تھا

❁ [illegible] علی.....فیصل آباد
[illegible] راز مرا اے دیدۂ پُرنم سارا ہے
ہو گیا واقف حال سے میرے اب تو عالم سارا ہے

URDU TUBE
www.urdutubes.com

کوپن برائے شمارہ مارچ 2019

مُحفلِ شِعر وسُخن

نام : --

پتا : --

وہ ایک آراستہ عمارت تھی جس کی لابی کے چکنے فرش پر بھی قیمتی قالین پڑے ہوئے تھے۔ لابی کا اختتام ایک چمک دار لکڑی کے دروازے پر ہوتا تھا۔ برابر والی دیوار پر ایک پیتل کی تختی لگی ہوئی تھی جس پر نمایاں حروف میں کندہ تھا۔ ''اسٹریٹجک انفارمیشن ایسوسی ایٹس۔''

بظاہر اس نام سے کمپنی کے کام کی کوئی وضاحت نہیں ہوتی تھی۔ پہلے لفظ سے تو یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ یہ کمپنی کسی خاص مقصد یا مفاد کے لیے حکمتِ عملی ترتیب دیتی ہے لیکن انفارمیشن کا لفظ غیر واضح تھا۔ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ کمپنی کس قسم کی معلومات فراہم کرتی ہے اور ان کا تعلق کس شعبے سے ہے۔ مثلاً ایڈورٹائزنگ، اکاؤنٹنگ یا انتظامی مشاورت وغیرہ وغیرہ۔

حق دار

شازیہ رضوان

...معاشرے میں فیشن کی طرح پھیل جائے وہاں ... کی بنیاد کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ مغربی ... تو یہ فیشن بڑے عروج پر ہے اسی لیے والدین اور اولاد کے ... مضبوط تعلق بھی انتہائی کمزوری ... اسی وجہ سے اسے بھی اپنا حق ... سے گزرنا پڑا۔ یہ اور بات کہ ... مگر اسے اپنے مقصد میں ... گئی۔

سیدھی انگلیوں کو ٹیڑھا کرنے والی

ایک ...لیس آفیسر کی کارگزاری

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

اس کمپنی کا دائرہ کار دنیا کے کئی ملکوں میں پھیلا ہوا تھا اور جو لوگ اس کے کام سے واقف تھے، انہیں کسی وضاحت کی ضرورت نہیں تھی۔ ایس آئی اے، اس تیزی سے پھیلتی ہوئی صنعت کا نمایاں حصہ تھی جس کا تعلق سرکاری جاسوسوں، ملٹی نیشنل کمپنیوں کے فیصلہ سازوں اور بعض اوقات سیاسی حکومتوں سے تھا۔ ماضی میں اس کمپنی کے کئی ملازمین نے سرکاری خفیہ ایجنسیوں میں تربیت پائی اور قومی مفاد میں اہم سرکاری رازوں کی حفاظت کے علاوہ جاسوسی کی خدمات بھی انجام دیں۔ اب بھی تقریباً وہ وہی کام کر رہے تھے، صرف ان کی وفاداری تبدیل ہو گئی تھی۔

فن نے نیم پلیٹ کے نیچے لگے ہوئے گھنٹی کا [illegible] دروازہ ایک ہلکی سی کلک کے ساتھ کھل گیا۔

"مسٹر جان مائیکل تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" استقبالیہ پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے اسے بتایا۔

"شکریہ۔"

فن بائیں جانب مڑی اور راہداری کے آخری سرے پر پہنچ گئی۔ اس نے کھلے ہوئے دروازے پر آہستہ سے دستک دی اور اندر داخل ہوتے ہوئے بولی۔

"تم نے مجھے بلایا ہے؟"

جان مائیکل نے کمپیوٹر اسکرین سے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ اس کی عمر پچاس سال تھی اور دیکھنے میں [illegible] لگتا تھا۔ اس کی قمیص کے بٹن بند تھے اور آستینیں کہنیوں تک چڑھی ہوئی تھیں۔ اسے دیکھ کر فن کو ٹی وی ڈراموں کے باپ یاد آ جاتے جو اسکاچ پیتے اور لیونگ روم میں بیٹھ کر اپنی بیٹیوں کو کالج کے بارے میں مشورے دیتے۔

اسے مائیکل پسند تھا کیونکہ وہ اسے اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ اسے دیکھ کر فن کو اپنا ماضی یاد آ جاتا جب اس کا باپ اسے دنیا کے بارے میں ان سوالات کے جواب دیتا جو وقفے وقفے سے اس کے ذہن میں آتے تھے۔ اسی طرح مائیکل بھی اپنے گاہکوں کو مطمئن کیا کرتا تھا۔ وہ اتنے اعتماد اور یقین سے بات کرتا جیسے وہ سب کچھ دیکھتا، سمجھتا اور جانتا ہو۔

مائیکل نے کی بورڈ ایک طرف کیا اور بولا۔ "اندر آ جاؤ۔ میرے پاس تمہارے لیے ایک نیا کام ہے۔"

فن اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"فی الحال میں کچھ نہیں کر سکتی۔ میں پہلے ہی اس نقالی کے کیس میں پھنسی ہوئی ہوں۔ شاید مجھے اس سلسلے میں چین بھی جانا پڑے۔"

ایک بڑے فلم اسٹوڈیو کا خیال تھا کہ اندر کے کسی آدمی نے ان کی نئی فلم کی نقالی کی ہے جو ایک ماہ بعد ریلیز ہونے والی تھی۔ اسٹوڈیو نے اس ڈاکازنی کی تحقیقات کے لیے ایس آئی اے کی خدمات حاصل کی تھیں اور مائیکل نے یہ کیس فن کے سپرد کیا تھا۔

"تم چین جانے سے پہلے یہ کام کر سکتی ہو اور یہ ایک شاندار موقع ہے۔ تمہیں اختتام ہفتہ ہونے والے میچ کی سیکیورٹی دیکھنا ہوگی۔"

"میرا خیال ہے کہ اینٹی ٹیرر کا کروم پہلے سے ہی اسے دیکھ رہا ہے۔"

"ہاں، وہ تو ہے لیکن اس میں ایک اور بات پر زیادہ توجہ دینی ہے۔"

فن اس لہجے کو پہچانتی تھی۔ وہ نرمی سے اسے کسی ایسے کام کے لیے تیار کرنا چاہ رہا تھا جسے وہ پسند نہیں کرتی تھی۔

"کیسی توجہ؟"

"لاکر روم میں کھلاڑیوں کے سامان کی حفاظت۔"

فن نے قہقہہ لگایا۔ "تم مذاق کر رہے ہو۔"

"بالکل نہیں۔"

فن منہ بناتے ہوئے بولی۔ "کسی صورت میں بھی نہیں۔"

"کیوں نہیں؟ تمہیں دنیا کے مقبول ترین کھیلوں کے [illegible] مل رہا ہے۔ اس میں حصہ لینے والے کھلاڑی سپر اسٹار ہیں۔ لوگ ان کی ایک جھلک دیکھنے کے دیوانے ہوتے ہیں۔ اگر ممکن ہوتا تو میں خود یہ کام کر لیتا۔ ممکن ہے تمہیں کسی کھلاڑی سے آٹوگراف لینے کا موقع مل جائے۔"

"میں کپڑوں کی حفاظت نہیں کر سکتی۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ کس کے ہیں۔"

"وہ کپڑے نہیں، ہیروز کا سامان ہے۔ ورلڈ کپ فائنل میں ایک سپر اسٹار کی پہنی ہوئی جرسی کی قیمت دس لاکھ ڈالرز ہو سکتی ہے۔"

"میرا جواب اب بھی نفی میں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" مائیکل نے کہا۔ "پھر تم ایک اور کام کر لو۔ ٹی وائی ڈی ڈبلیو ڈی۔"

"یہ کیا ہے؟"

"اس کا مطلب ہے، ٹیک یور ڈاٹرز ٹو ورک ڈے اور وہ آج ہے۔ تمہیں ان لڑکیوں کو لیکچر دینا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم اس کام کے لیے بالکل مناسب ہو۔"

"کیوں؟ اس لیے کہ مجھے بچے پسند نہیں یا اس لیے

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

کہ میری کوئی بیٹی نہیں ہے؟''

''انہیں صرف یہ بتانا ہے کہ ان کا مثالی دن کیسا ہونا چاہیے۔''

''تم چاہتے ہو کہ میں انہیں سچ بتادوں؟''

''بالکل نہیں۔ ان لڑکیوں کے والدین یہاں کام کرتے ہیں، میں نہیں چاہتا کہ تم انہیں خوفزدہ کرو۔''

''یہ اجتماع کب ہوگا؟'' وہ اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی۔

مائیکل اپنے کمپیوٹر پر جھکتے ہوئے بولا۔ ''وہ کانفرنس روم میں تمہارا انتظار کررہی ہیں۔''

وہ چاروں لڑکیاں نوعمری کے دور میں داخل ہورہی تھیں۔ جب فن وہاں پہنچی تو ایک سنہرے بالوں والی لڑکی نے اپنے فون سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔ اس نے جیکٹ اور لانگ بوٹ پہن رکھے تھے جبکہ دوسری لڑکیاں بدستور اپنے فون کی اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھی رہیں۔

''ہائے۔'' فن نے کہا۔ کسی نے اس کا جواب نہیں دیا۔

''میں نے دو آدمیوں کو گولی ماری لیکن دوسرے...''

وہ سب فون کو چھوڑ کر فن کو دیکھنے لگیں۔ جیکٹ والی کا منہ انگریزی کے حرف ''O'' کی شکل میں کھل گیا۔

''کیا یہ سچ ہے؟'' ایک بھورے بالوں والی دبلی پتلی لڑکی نے پوچھا جس نے دھاری دار شرٹ پہن رکھی تھی۔

''بالکل نہیں۔'' فن نے کہا۔ ''میں ... جاسوس ہوں اور ہمارا گزارہ جھوٹ پر ہے۔ مجھے تم سے اپنے کام کے بارے میں بات کرنی ہے۔ کیا جاننا چاہتی ہو؟''

ایک گٹھے ہوئے جسم کی لڑکی نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ ''کیا تمہاری کار میں ... ہے؟''

''اگر تم اس میں گھومنا چاہتی ہو تو بالکل مزہ نہیں آئے گا۔ میں اتنی آہستہ کار چلاتی ہوں کہ کوئی میری طرف دیکھتا بھی نہیں۔''

''کیا تم نے کبھی کسی کار کا پیچھا کیا ہے؟''

''سوری۔ کبھی نہیں۔''

''کیا تم جاسوسوں والا لباس پہنتی ہو؟'' جیکٹ والی نے پوچھا۔

فن نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اس طرح کی چیزیں صرف فلموں میں دکھائی جاتی ہیں۔''

''کیا تم لوگوں کے راز جاننے کے لیے ان کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرتی ہو؟'' چوتھی لڑکی نے پوچھا۔

''نہیں۔'' فن نے کہا۔ ''میں صرف ان کی نگرانی کرتی ہوں۔''

''کس قسم کی نگرانی؟'' اسی لڑکی نے پوچھا۔

''اس کا انحصار کام کی نوعیت پر ہے۔ یہ بڑی بنیادی باتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ لنچ کہاں کرتا ہے، کن لوگوں سے ملتا ہے وغیرہ وغیرہ۔''

دبلی پتلی لڑکی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ ''یہ تو اکتا دینے والا کام لگتا ہے۔''

''ہاں یہ تو ہے۔ اب مجھے کچھ لکھنے کا کام کرنا ہے۔ امید ہے کہ تمہارا دن اچھا گزرے گا۔''

وہ لڑکیاں دوبارہ اپنے اپنے فون میں مصروف ہوگئیں اور جب وہ جانے لگی تو کسی نے بھی اس کی جانب نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔

فن اپنے کیبن کی طرف جانے لگی۔ وہ جب ایجنسی کے لیے کام کرتی تو یہ کیبن اس کے لیے مخصوص ہوجاتا۔ جیسے ہی وہ اپنی کرسی پر بیٹھی اس کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ دوسری جانب مائیکل تھا۔

''ابھی ان لڑکیوں سے نمٹ کر آرہی ہوں۔'' اس نے کہا۔

''کیسا رہا؟''

''وہ میری باتوں سے اکتاہٹ محسوس کررہی تھیں۔''

''بہت خوب۔ میں چاہتا ہوں کہ تم چمن جانے سے پہلے سلطان والے کیس کی رپورٹ مجھے دے دو۔''

فن نے یہ کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا اور سلطان کی فائل نکال لی۔ ابھی اس نے رپورٹ لکھنا شروع کی تھی کہ کیبن کے دروازے پر دستک ہوئی۔ ان چاروں میں سے ایک لڑکی وہاں کھڑی ہوئی تھی۔

''کیا بات ہے؟'' فن نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ باہر کے لوگوں اور ملازمین کے بچوں کو ایجنسی کے دفتر میں گھومنے کی اجازت نہیں تھی۔

لڑکی نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنساتے ہوئے کہا۔ ''میں...... میں تلاش کررہی تھی...... ریسٹ روم؟''

''میں کسی کو تمہارے ساتھ کردیتی ہوں۔'' فن نے فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اسے اپنا کام مکمل کرنے کی جلدی تھی۔

''نہیں، یہ بات نہیں۔'' لڑکی جلدی سے بولی۔ ''دراصل میں تمہاری خدمات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔''

فن سیدھی ہوکر بیٹھ گئی اور لڑکی سے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

''ایمی۔''

''تمہارے والدین میں سے کوئی یہاں کام کرتا ہے؟''

URDU TUBE
A ZONE OF ENTERTAINMENT

''میری ماں سیسلیا۔ وہ صفائی کے عملے میں ہے لیکن میں آج اپنے طور پر یہاں آئی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ تم میری خدمات کیوں حاصل کرنا چاہتی ہو؟''

''مجھے اپنے باپ کو تلاش کرنا ہے۔ میں تمہیں اس کا معاوضہ دوں گی۔''

''تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟''

''یہی کہ تم میرے باپ سے بات کرو۔''

''تم خود اس سے بات نہیں کرتیں؟''

''وہ نہیں جانتا کہ [illegible]''

''نہیں اور [illegible] بات کرتے [illegible] ہوتے ہوئے بولی۔ [illegible] کافی پسند ہے [illegible]''

وہ دونوں [illegible] کیفے میں ایک کونے کی [illegible] گئیں۔ ایگی نے اپنے لیے کوک کا انتخاب کیا جبکہ فن کافی کی چسکیاں لینے لگی۔ [illegible] بتاؤ کیا [illegible]

ایگی نے کوک کا [illegible] میز پر [illegible] بولی۔ [illegible] باپ فٹ بال کا کھلاڑی ہے۔ میری ماں [illegible] ملاقات انیس برس پہلے ہوئی تھی۔ وہ ایک [illegible] کھیلنے لاس اینجلس آیا تھا۔ اس وقت تک وہ اتنا مشہور نہیں ہوا تھا۔''

''مشہور؟''

ایگی نے فن کی طرف دیکھا اور بولی۔ ''میرے باپ کا نام جینڈ روکروز ہے۔''

یہ نام سن کر فن کی آنکھیں حیرت سے [illegible] طور پر ایل رے کے نام سے پہچانا [illegible] برس اپنے کلب کو چیمپئن [illegible] دلوائے تھے اور اس کی قومی ٹیم برازیل اس سال ورلڈ کپ کے لیے فیورٹ تھی۔ اس [illegible] کی تعداد بہت زیادہ تھی اور سوشل میڈیا [illegible] ہر سال اس کے اسپانسرز کو کروڑوں ڈالر [illegible] ہوتی تھی۔

''کیا وہ اور تمہاری [illegible] ایک ساتھ رہے؟''

ایگی نے نفی [illegible] بولی۔ [illegible] صرف ایک رات...... ان کے درمیان [illegible] قائم ہو گیا تھا۔''

فن نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ ''مجھے بہت افسوس ہوا۔''

ایگی اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی۔ ''تمہیں افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اور میری ماں بہت خوش ہیں۔''

فن سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور اس نے کچھ نہیں کہا۔

''میری ماں نے اس زیادتی کی رپورٹ درج کروائی لیکن پولیس کچھ نہ کرسکی کیونکہ وہ اس سے پہلے ہی برازیل جا چکا تھا۔ اس کے بعد اس نے ایک بڑا معاہدہ کرلیا۔ وکیل نے میری ماں سے یہی کہا کہ اگر وہ اس پر مقدمہ کرتے ہیں تب بھی ایسا کوئی قانون نہیں کہ برازیل کی حکومت اسے ہمارے حوالے کردے۔''

''اب تم اس سے کیوں بات کرنا چاہتی ہو؟''

''کیونکہ وہ یہاں لاس اینجلس میں موجود ہے۔ وہ میری ماں کو چھوڑ کر جانے کے بعد پہلی بار امریکا آیا ہے۔''

فن کو معلوم تھا کہ ایک ڈوپ اسکینڈل کی وجہ سے عالمی [illegible] کے بجائے امریکا میں ہو رہے تھا [illegible] ہفتہ لاس اینجلس میں ہونے والا تھا۔ [illegible] سمجھتی ہو کہ وہ جیل چلا جائے؟ میں [illegible] ہو گئی ہے۔''

[illegible] چاہتی ہوں کہ وہ میری ماں کی مدد [illegible] پاس پیسے نہیں ہیں اور اسے کینسر ہو گیا [illegible] مشکل صورت حال ہے۔ اس کا علاج [illegible] اور اس سے کچھ لوگوں کو فائدہ بھی ہوا ہے لیکن اس پر بہت زیادہ خرچ آئے گا۔''

وہ لمحہ بھر کے لیے رکی پھر میری طرف دیکھتے ہوئے [illegible] فورڈ میں داخلہ مل گیا ہے۔ میں نے ماں [illegible] سال انتظار کرسکتی ہوں اور یہاں رہ کر اس کی دیکھ بھال کروں گی لیکن وہ اس کے لیے تیار نہیں ہو رہی۔''

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ [illegible] کا کہنا ہے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا لیکن میں جانتی ہوں [illegible] اگر وہ فرانس نہ گئی تو ایک سال میں [illegible]

''کیا تم نے اپنے باپ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی؟''

''میں نے ایک ای میل بھیجی تھی لیکن اس نے جواب نہیں دیا۔ پھر جنوبی امریکا میں اسے فون کرنا چاہا لیکن مجھے [illegible] نہیں مل سکا۔ جب میں نے سنا کہ وہ یہاں میچ کھیلنے آرہا ہے تو سوچا کہ شاید اس سے ملنے کا موقع مل جائے گا۔ اس ہوٹل میں فون کیا جہاں اس کی ٹیم ٹھہری ہوئی ہے۔ میں نے ان سے جھوٹ بولا اور کہا کہ میرا تعلق ایک ٹی وی چینل سے ہے۔ انہوں نے مجھے اس کے ایک معاون سے ملایا جسے میں نے حقیقت بتادی کہ میں اور میری ماں کون ہیں اور فٹ بالر سے ہمارا کیا رشتہ ہے۔ کل اس نے مجھے فون کرکے بتایا کہ جینڈ رو اس رشتے سے انکار کررہا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اگر میں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا تو وہ پولیس کو فون

URDU TUBE
ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

کردے گا۔"

"ایمی! کیا تمہیں اس کا یقین ہے؟"

"کس بات کا یقین...... کہ میں اس سے پیسے مانگنا چاہ رہی ہوں؟ ہاں اس کے پاس بہت دولت ہے۔ مجھے صرف اتنے پیسے چاہئیں کہ میری ماں کا فرانس میں علاج ہوجائے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتی۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" فن نے اپنا کپ ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ تمہارا باپ ہے؟"

"ہاں۔ میری ماں اس وقت کنواری تھی جب اس نے اس کے ساتھ زیادتی کی پھر اس نے شادی کر لی اور نہ وہ کسی کے ساتھ رہی۔" پھر اس نے اپنا فون نکالا اور اسکرین کو چند مرتبہ اسکرال کرنے کے بعد کہا۔ "دیکھو تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ ہمارے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے؟"

فن نے سپر اسٹار کی تصویر کو غور سے دیکھا پھر سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی پر ایک نظر ڈالی۔ دونوں کے چہرے میں بہت مشابہت تھی۔ تھوڑی میں گڑھا، آنکھیں اور ناک اور بہت نیچی بالوں کی لکیر۔ گو کہ یہ ڈی این اے ٹیسٹ کی رپورٹ نہیں تھی لیکن فن کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔

اس نے ایمی کو فون واپس کیا اور بولی۔ "میں اس سلسلے میں کیا کرسکتی ہوں؟"

"میں چاہتی ہوں کہ تم اس سے بات کرو اور اسے سمجھاؤ کہ میری ماں کو پیسوں کی کتنی ضرورت ہے۔"

"میں نہیں جانتی کہ اس تک کیسے پہنچوں۔ اس ویک اینڈ پر تو یہ ممکن نہیں۔"

اس لڑکی نے بہت دیر سے اپنے آنسو ضبط کررکھے تھے، بالآخر وہ بہہ نکلے۔ "یہاں کام کرنے والے لوگ تمہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ میری ماں نے مجھے تمہارے کچھ کارناموں کے بارے میں بتایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم ایک کامیاب جاسوس ہو لیکن تم نے [illegible]"

یہ کہہ کر وہ کھڑی ہوگئی اور بولی۔ "[illegible] کے لیے تمہارا شکریہ۔" اس نے اپنا پرس کندھے پر لٹکایا اور تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی کیفے سے باہر چلی گئی۔

فن لکڑی کی میز پر انگلیوں سے طبلہ بجاتی رہی۔ وہ جانتی تھی کہ ایمی پر کیا گزری ہوگی۔ فن کا باپ اس کی زندگی سے اس وقت نکل گیا تھا جب وہ ایمی کی عمر کی تھی۔ اس نے اپنا فون نکالا اور ایک نمبر ڈائل کر کے بولی۔

"مائیکل! تم نے میلے کپڑوں کی حفاظت کا کام کسی اور کو تو نہیں دیا؟"

☆☆☆

فن نے صبح کا وقت ایجنسی کے انسداد دہشت گردی یونٹ میں کروم کے ساتھ حفاظتی اقدامات کا جائزہ لینے میں گزارا۔ وہاں جگہ جگہ میٹل ڈیٹیکٹرز، کیمرے، یہاں تک کہ چھتوں پر چھپ کر گولی چلانے والے بیٹھے ہوئے تھے۔

"یہ سارے انتظامات ایک میچ کے لیے ہیں؟" اس نے دورے کے اختتام پر کروم سے پوچھا۔

"یہ محض ایک عام میچ نہیں بلکہ ورلڈ کپ کا فائنل ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ دیکھا جاتا ہے۔ یہ کھلاڑی کروڑوں لوگوں کے ہیرو ہیں اور دیوتا کا درجہ رکھتے ہیں۔"

"اور میں یہاں اس لیے آئی ہوں کہ لوگ ان دیوتاؤں کے پسینے میں تر لنگوٹ چرانا چاہتے ہیں؟"

کروم قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "میں شرطیہ کہتا ہوں کہ لوگ ان یادگاروں کے دیوانے ہیں۔ ٹام بریڈی کی جرسی سپر باؤل کے موقع پر لاکر روم سے چوری ہوگئی جسے انتہائی قیمتی سمجھا جارہا تھا۔ یہ ایک میگزین کے صحافی نے چرائی تھی جو فٹ بال کا دیوانہ تھا۔ وہ جعلی پریس کارڈ دکھا کر ایک کوچ کے ساتھ آیا۔ جرسی اٹھائی اور بریف کیس میں رکھ کر باہر چلا گیا۔ جب وہ پکڑا گیا تو اس کے پاس سے بریڈی کی ایک اور جرسی برآمد ہوئی جو اس نے دو سال پہلے سپر باؤل سے اسی طرح چرائی تھی۔ جب اس سے ان چوریوں کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ اس طرح وہ اپنے آپ کو کھیل سے قریب محسوس کرتا ہے۔"

"یہاں ان چیزوں کی اچھی قیمت ملتی ہے؟"

"بالکل...... کہنا تو مشکل ہے کہ کس چیز کی کیا قیمت ہے۔ اس کا انحصار خریدنے والے پر ہوتا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ تم بریڈی کی جرسی ویب سائٹ پر ڈال دو۔ اگر کوئی شوقین مل جائے اور ایسے کئی ہوں گے تو اس کی قیمت سات ہندسوں تک بھی جا سکتی ہے۔"

"مجھے یہ سن کر حیرت ہورہی ہے۔"

"اس کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ جرسیاں، نیکر اور جوتے تصدیق شدہ ہوتے ہیں۔ ان پر سیریل نمبر، واٹر مارک اور چپ لگی ہوتی ہے۔"

"کیا ان پر برقیاتی انداز میں ٹیگ بھی لگایا جاتا ہے؟"

کروم نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ "اب تمام اہم میچوں میں یہی طریقہ اختیار کیا جارہا ہے تاکہ انہیں چوروں اور ٹھگوں سے بچایا جائے۔ کچھ لوگ دوسرے کھلاڑیوں کی پہنی ہوئی

URDU TUBE
A NAME OF ENTERTAINMENT

جرسیوں میں نام اور نمبر تبدیل کر دیتے ہیں تاکہ وہ کسی اسٹار کی اترن نظر آئے اور پھر اسے اچھی قیمت پر فروخت کر دیتے ہیں۔ کچھ لوگ انہیں فروخت کرنے یا اپنے پاس رکھنے کے لیے چراتے ہیں جیسا کہ اس صحافی نے کیا۔ اگر جرسی کا نمبر اور چپ کو اسکین کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ جرسی کس کھلاڑی کی ہے اور اس نے اسے کون سے میچ میں پہنا تھا۔“

فن اور کروم نے دیوار میں نصب ایک ریڈر میں اپنے کارڈ سوائپ کیے اور لاکر روم میں داخل ہو گئے۔ فرش پر قالین، فانوس اور دیواروں پر لکڑی کا پینل دیکھ کر فن کو کنٹری کلب کی لابی یاد آ گئی۔ ایک طویل بینکوئٹ میز کے ساتھ فولڈنگ چیئرز ایک قطار میں رکھی ہوئی تھیں اور فرش پر کئی تار پڑے ہوئے تھے۔

”یہ انتظام پریس کانفرنس کے لیے ہے جو تھوڑی دیر میں ہونے والی ہے۔“ کروم نے کہا۔

”کوچز اور کھلاڑی نہانے اور لباس تبدیل کرنے کے بعد ہی آئیں گے۔“

”میں نے تو کھلاڑیوں کو کمر کے گرد تولیہ لپیٹ کر انٹرویو دیتے دیکھا ہے۔“

کروم نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”نہیں، ورلڈ کپ میں ایسا نہیں ہوتا۔“

”اور وہ اسے دنیا کا سب سے بڑا کھیلوں کا مقابلہ کہتے ہیں۔“ فن نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا۔ چھت کے ساتھ لوہے کی پٹری بندھی ہوئی تھی اور اس پر ہر تین فٹ کے فاصلے پر طاقتور کیمرے نصب تھے۔

”آسمان پر بے شمار آنکھیں نیچے دیکھ رہی ہیں۔ کیا کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں یہ کیمرے نہ لگے ہوں؟“

”ہاں ایسے چند غیر اہم مقامات ہیں لیکن مجموعی طور پر یہ جگہ پوری طرح کورڈ ہے۔ جب تم باہر نکلو گی تو خود دیکھ لینا۔ پہلے میں تمہیں کھلاڑیوں کی جگہ دکھاتا ہوں۔“

وہ کرسیوں کی قطار کے اختتام پر ایک لوہے کے دو پٹ والے دروازے تک گئے اور دوبارہ اپنے کارڈ سوائپ کیے۔

وہ کمرا مکمل طور پر کھلاڑیوں کا لگ رہا تھا۔ دودھیا ٹیوب لائٹس، شیشے کے دروازوں والے ریفریجریٹرز جو قوت بخش مشروبات سے بھرے ہوئے تھے۔ سامنے کی پوری دیوار پر ایک سفید رنگ کا بورڈ تھا اور کونے میں ایک فرسٹ ایڈ اسٹیشن بنا ہوا تھا جس میں معائنے اور مساج کرنے کے لیے دو میزیں اور ایک شیشے کے دروازے والی الماری تھی جس میں دوائیں اور مرہم پٹی کا سامان رکھا ہوا تھا۔

فن نے اس جگہ کو دیکھنے کے بعد کہا۔ ”یہاں کوئی کیمرا نظر نہیں آ رہا...... یا وہ پوشیدہ ہیں؟“

”نہیں۔ یہاں کوئی کیمرا نہیں ہے۔ کھلاڑی نہیں چاہتے کہ کوئی ہیکر ان کی ذاتی تصاویر انٹرنیٹ پر ڈال دے اور کوچز کو بھی یہ فکر نہ ہو کہ ان کا گیم پلان وقت سے پہلے لوگوں کو پتا چل جائے تاہم تمہیں اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ صرف کھلاڑیوں، کوچز اور ٹیم سپورٹ اسٹاف کو یہاں کے کی کارڈ دیے گئے ہیں۔“

سامنے والی دیوار کے ساتھ لکڑی کی الماریوں کی ایک قطار تھی۔ ہر ایک میں دو ایک جیسی وردیاں ایک راڈ پر لگی ہوئی تھیں اور نیچے اسپورٹس بیگ اور کئی جوڑے جوتوں کے رکھے ہوئے تھے۔ فن نے ایک بیگ کھول کر دیکھا۔ اس میں موزے، پنڈلی پر باندھنے والے گارڈ، چھوٹے نیکر اور ایک انڈرویئر بھی تھا۔ ہر الماری پر کھلاڑی کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی لیکن فن کو جس نام کی تلاش تھی، وہ نظر نہیں آیا۔

”جیمز روڈا کا لاکر کہاں ہے؟“

”وہ الگ جگہ پر لباس تبدیل کرتا اور کھانا کھاتا ہے۔“ کروم نے کہا۔

وہ اسے ایک کونے میں نصب لکڑی کی دیوار کے پاس لے گیا۔ اس کے عقب میں فرش پر قالین اور ایک بڑی الماری بنی ہوئی تھی۔ اس میں تین وردیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ کرسی کے بالکل سامنے ایک بڑی اسکرین کا ٹی وی نصب تھا اور کرسی کے ساتھ ہی ایک ریفریجریٹر رکھا ہوا تھا۔

اسی وقت کروم کے فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے فون سننے کے بعد کہا۔ ”مجھے استقبالیہ پر بلایا ہے۔ ان کی بات سن کر ابھی واپس آتا ہوں۔“

اس کے جانے کے بعد فن نے جلدی جلدی اس جگہ کا معائنہ کیا۔ کرسی کے نیچے اور ٹی وی کے پیچھے اچھی طرح دیکھا۔ جوتوں کے اندر، جرسی اور نیکر پر ہاتھ پھیرتی رہی پھر اسے نیکر کی بیلٹ اور جرسی کے کالر میں اندر کی جانب ایک چھوٹی مستطیل نما الیکٹرانک چپ مل گئی۔ اس نے موزے اور انڈرویئرز دیکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اس نے فریج کھولا۔ وہ قوت بخش مشروبات اور شیمپین کی بوتلوں سے بھرا ہوا تھا۔

”اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے تو اس کے لیے پہلے پوچھنا چاہیے۔“ اس کے عقب سے ایک آواز آئی۔

فن نے فریج بند کر کے مڑ کر دیکھا۔ وہاں جیمز روڈا، سلیٹی جرسی اور نیکر میں ملبوس کھڑا ہوا تھا۔ اس کے عقب میں

ایک اور شخص بزنس سوٹ میں ملبوس نظر آیا۔

فن کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ میچ والے دن اس کا تعاقب کرے گی لیکن وہ اس سے پہلے ہی اس کے سامنے آگیا تھا۔

وہ مسکرائی اور اپنا ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھاتے ہوئے بولی۔ "فن ٹیلر...... میرا تعلق ایس آئی اے سے ہے اور میں تمہارے لاکر روم کی حفاظت پر مامور ہوں۔"

جیندرو میں واقعی ایکی کی بہت زیادہ شباہت نظر آرہی تھی۔ اس نے فن کا بڑھا ہوا ہاتھ نظر انداز کردیا اور اپنی شرٹ اتارنے لگا۔

"مسٹر کروز! کیا ہم کچھ دیر بات کرسکتے ہیں؟"

"سوری! مجھے کسی سے ملنا ہے۔" یہ کہہ کر وہ سوٹ والے کی طرف مڑا۔ "گھڑی۔"

اس شخص نے اپنی پتلون کی جیب سے گھڑی نکالی تو جیندرو نے اسے اپنی کلائی پر باندھ لیا۔ اس کا ڈائل فن کی ہتھیلی جتنا بڑا تھا اور اس میں لاتعداد سیاہ ہیرے جڑے ہوئے تھے۔

"میں زیادہ وقت نہیں لوں گی۔" فن نے کہا۔

"تم جان پیلو سے بات کرسکتی ہو۔ تمہیں جو معلومات درکار ہیں، اس سے مل جائیں گی۔" جیندرو نے کہا تو سوٹ والے نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"مجھے تمہاری بیٹی کے بارے میں بات کرنی ہے۔" فن نے کہا۔

جیندرو کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ "کیا اس لڑکی نے تمہیں بھیجا ہے؟ میں سمجھ رہا تھا کہ تم میرے سامان کی حفاظت کے لیے آئی ہو۔"

"میں اسی لیے آئی ہوں لیکن ایکی نے مجھ سے کہا تھا کہ......"

"وہ لڑکی پاگل ہے اور میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔" اس نے فن کی جانب انگلی سے اشارہ کیا۔ "تم اپنا کام کرو اور اس سے دور رہو۔"

اس نے اپنی پسینے میں بھیگی ہوئی جرسی فن کی طرف پھینکی جسے اس نے پکڑ لیا۔

"اس کا خیال رکھنا۔" ایکی نے دوبارہ انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور میری شیمپئن سے دور رہو۔"

وہ اور پیلو چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد کروم بھی آگیا۔

"میں نے ایل رے کو یہاں سے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔" کروم نے کہا۔ "کیا تمہاری اس سے بات ہوئی؟"

"ہمارے درمیان تلخ گفتگو ہوئی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں اس کی شیمپئن چرا رہی ہوں۔" اس نے جرسی فرش پر پھینک دی۔ "اور وہ چاہتا ہے کہ میں اس کے کپڑے دھوؤں۔"

وہ کروم کے ساتھ مزید آدھ گھنٹا رہی اور بقیہ لاکر روم کے حفاظتی انتظامات کا جائزہ لیا۔ پریس ایریا کی کیمرا کوریج اسی طرح تھی جیسی اس نے بیان کی تھی۔ جب ٹکٹ لینے والے آئے تو کروم انہیں بریف کرنے چلا گیا اور فن سے معذرت کر کے کہا کہ وہ خود ہی اسٹیڈیم کا چکر لگا لے۔

اس نے اوپر جانے والی سیڑھیوں پر پاؤں رکھا۔ اس کے قدموں کی آواز خالی اسٹیڈیم میں گونج رہی تھی۔ یہ تصور کرنا بہت مشکل تھا کہ چوبیس گھنٹوں سے بھی کم وقت میں یہ اسی ہزار لوگوں سے بھر جائے گا۔ راستے کے کنارے کے ساتھ ساتھ کھانے پینے کی چیزوں کے اسٹال لگائے جا رہے تھے اور ان میں ایسا سامان نصب کیا جا رہا تھا جن میں ہزاروں کی تعداد میں مشروبات، ہاٹ ڈاگ اور چربی میں تلے ہوئے مکئی کے کیک رکھے جاسکیں۔

سووینیر کے اسٹالوں پر فٹ بال کی گیندیں، جھنڈے اور جرسیاں لگی ہوئی تھیں جن میں مقبول ترین جیندرو کی سفید اور سنہری جرسی بھی تھی۔

فون کی گھنٹی بجی تو اس نے اسکرین پر فون کرنے والے کا نام دیکھا اور بولی۔ "ہائے ایکی۔"

لڑکی نے پوچھتے ہی.... سوال کیا تو فن نے جواب میں کہا۔ "ہاں، میں نے اسے دیکھا ہے۔ وہ تمہارے جیسا ہی لگتا ہے۔"

وہ ایک لمحے کے لیے اس اسٹینڈ کے سامنے رک گئی جہاں صرف جیندرو کی جرسیاں فروخت ہونے کے لیے رکھی گئی تھیں۔

"ہاں، میں نے اس سے بات بھی کی۔ نہیں تمہاری ماں یا تمہارے بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی۔" وہ تھوڑا سا ہچکچائی اور کہنے کے لیے مناسب الفاظ تلاش کرنے لگی۔ "وہ اس موضوع پر بات کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ نہیں، شاید میں دوبارہ اس سے نہ مل سکوں۔"

ایکی کو غصہ آگیا تو فن نے بھی اپنے کانوں سے فون ہٹا لیا۔ اس کی نظریں قطار میں لگی ہوئی جرسیوں پر تھیں پھر وہ ایک پلے کارڈ پر ان کی قیمتیں دیکھنے لگی۔ نیکر پچاس اور جرسی نوّے ڈالر کی تھی۔

ایک جرسی کو فریم میں رکھ کر نمایاں جگہ پر لٹکایا گیا تھا۔ اس کے نیچے سفید پس منظر میں ٹیم کے نام کے ساتھ سیاہ

روشنائی سے کچھ گھسیٹا گیا تھا۔ فن نے فریم میں لگا ہوا کارڈ پڑھا۔ اس جرسی کی قیمت پانچ ہزار ڈالرز تھی۔

''ایک دستخط شدہ جرسی کی قیمت پانچ ہزار ڈالرز۔'' اس نے دل میں سوچا کروم ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ شاید کوئی دیوانہ ورلڈکپ میں پہنی ہوئی جرسی کے دس لاکھ ڈالرز بھی دے دے۔ اسے کل سے اپنا کھیل شروع کرنا پڑے گا۔

ایمی کی بک بک اب رونے میں بدل گئی تھی۔ فن نے دوبارہ اپنے کان سے فون لگایا۔ اس کی نظریں ابھی تک فریم شدہ جرسی پر تھیں۔ ''ایمی! اب مجھے واپس جانا ہے لیکن یہ میرا وعدہ ہے کہ کل تمہیں ضرور فون کروں گی۔ شاید میں تمہاری ماں کی مدد کرنے کا کوئی راستہ [illegible]

اس نے جرسی پر لگے [illegible] میں نوے فیصد پولیسٹر اور دس فیصد کاٹن تھا۔ بالکل مناسب۔'' اس نے دل میں [illegible]

اس نے دو جرسیاں [illegible] اور جب وہ کریڈٹ کارڈ کی سلپ پر دستخط کر رہی تھی تو اسے اپنے عقب سے ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

''اگر معلوم ہوتا کہ تم میری پرستار ہو تو [illegible] شیمپین پینے سے نہ روکتا۔''

فن نے اسے بالکل نظر انداز کر دیا۔ ''کیا مجھے اس رسید کی ایک کاپی مل سکتی ہے؟'' اس نے دکاندار [illegible] منہ کھولے اس کے عقب میں دیکھ رہا تھا۔

''اوہ ہاں...... بالکل۔'' اس نے رسید اور جرسیوں کا تھیلا اس کے حوالے کیا لیکن اس کی نظریں [illegible] شخص پر جمی ہوئی تھیں۔

فن نے مڑتے ہوئے جینڈرو [illegible] بتا چکی ہوں کہ میرا تعلق سیکیورٹی [illegible] سے ہے۔ [illegible] نے چلنا شروع کر دیا۔

''کیا تمہیں ان جرسیوں پر میرے دستخط [illegible] چاہئیں؟''

''نہیں۔ اس کی ضرورت [illegible]''

دکاندار نے پین نکالا اور [illegible] ہوئے بولا۔ ''جینڈرو۔ میرا مطلب [illegible] پر دستخط کرنا چاہو......''

جینڈرو نے ہاتھ کے اشارے سے اسے انکار کر دیا۔ اس کی توجہ فن پر تھی۔

''تم جانتی ہو کہ میرے دستخط سے یہ جرسیاں کتنی قیمتی ہو جائیں گی اور میں عام طور پر ایسا نہیں کرتا۔''

فن نے تھیلے میں سے ایک جرسی نکالی۔ ''اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''یہ میرے لیے خوشی کا باعث ہوگا۔'' پھر وہ جان پیلو کی طرف مڑا، جو اس سے چند قدم پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ ''پین......'' جان نے فوراً اسے قلم پیش کیا۔ ''تم یہ کس کے لیے خرید رہی ہو؟'' جینڈرو کے لہجے میں مٹھاس آ گئی۔ ''شاید اپنے لیے تاکہ اسے پہن کر سو سکو۔'' وہ اس کے جسم کا جائزہ لے رہا تھا۔ ''یا تم کچھ پہنے بغیر ہی سو جاتی ہو؟''

فن نے دل میں سوچا کہ یہ شخص آدھ گھنٹا پہلے مجھ پر چیخ رہا تھا اور اب مجھ سے فلرٹ کر رہا ہے۔ یہ انتہائی خود پسند ہے۔ [illegible] کہا۔ ''یہ ایک دوست [illegible] ہے۔ وہ ایک [illegible] سے تمہارا کھیل دیکھ رہی ہے۔''

جینڈرو [illegible] ''تم اس پر مجھ سے کچھ لکھوانا چاہتی ہو؟''

''یہ [illegible] میری بیٹی کے لیے۔''

جینڈرو کا چہرہ [illegible] ''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ [illegible]

اس نے جرسی فن کی طرف پھینکی اور غصے سے مٹھیاں [illegible] ہوا وہاں سے چلا گیا۔ فن نے جرسی واپس تھیلے میں رکھی۔ جب وہ سی آئی اے کے لیے کام کر رہی تھی تو اسے جھوٹ پکڑنے [illegible] شناسی، بدن بولی کا مطالعہ اور [illegible] دی گئی تھی لیکن یہاں اسے کسی ٹریننگ کی ضرورت نہیں تھی۔ جینڈرو کا ردعمل کسی بھی ڈی [illegible] سے زیادہ [illegible] تھا۔ ''ٹھیک ہے ایمی۔'' [illegible] تمہارا [illegible] پ ہے۔''

دکاندار نے حیرت اور ہمدردی سے اسے دیکھا اور [illegible] ہزار ڈالرز سے ہاتھ دھو لیے۔''

[illegible] ''شاید...... لیکن میں ایک لاکھ ڈالرز کمانا چاہ رہی ہوں۔''

[illegible] جہاں [illegible] ہوئے وہ ایک اسٹور پر رکی [illegible] الیکٹرانک اور ہارڈ ویئر [illegible] گھر [illegible] اس نے خریدی ہوئی اشیا کچن ٹیبل پر پھیلا دیں۔ ان میں سیاہ موٹے اونی کپڑے کا بیگ، سیاہ نائیلون کا کپڑا، ہاتھ سے چلنے والی سلائی مشین، سیاہ اور سفید دھاگا، سلائی کاٹنے والی مشین، ٹوتھ پک، کپڑے پر تیزابی نقش بنانے والی بوتل، نمبروں کا سیٹ، نیلے رنگ کی سیاہی اور ایک مائیکرو ایس ڈی کارڈ شامل تھا۔

اس نے اونی بیگ کو الٹ کر اس کا اندرونی حصہ باہر نکالا اور اس کی سے کونا پا پھر اس نے اسی سائز کا نائیلون کا

مستطیل ٹکڑا کاٹا اور ایک کونے پر سے اسے دو انچ کم کر دیا پھر اس نے سلائی مشین میں سیاہ دھاگا ڈالا اور اس مستطیل نما ٹکڑے کو بیگ کی تہ پر رکھ کر سی دیا پھر اس نے بیگ کو سیدھا کیا اور اس کی تہ پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ وہاں ایک خفیہ جیب بن چکی تھی۔

پھر اس نے لیپ ٹاپ کھولا اور ڈارک ویب تک رسائی حاصل کرنے کے لیے Tor نیٹ ورک کو لاگ آن کیا۔ بیس منٹ میں وہ معلوم کر چکی تھی کہ فروخت کے لیے فٹ بال کی یادگار اشیا کہاں پر ہیں اور ان پر سیریل نمبر اور واٹر مارک کیا ہے۔ اس نے ان تصویروں کے پرنٹ لے لیے۔ اسی سائٹ کی ایک متعلقہ فورم میں لوگوں نے پوسٹ بھیجی تھی کہ وہ اس ویک اینڈ پر ہونے والے ورلڈ کپ کے میچ کی جرسیاں خریدنا چاہتے ہیں۔ اس نے ان سب کی رابطہ معلومات نوٹ کر لیں۔

فن نے اپنی لائی ہوئی ایک جرسی [illegible] اور دوسری محفوظ کر لی تاکہ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اسے استعمال میں لا سکے۔ اس نے تیزاب کش بنانے والا محلول ایک پلیٹ میں ڈالا اور ٹوتھ پک اس میں ڈبو کر تصویر میں دیے گئے واٹر مارک کو جرسی پر نقل کرنے لگی۔ [illegible] فارغ ہونے کے بعد اس نے جرسی کو ڈرائیر میں ڈال دیا اور پانچ منٹ بعد نکال کر اس پر ٹھنڈا پانی ڈالنے لگی تاکہ اگر کوئی دھبا رہ گیا ہو تو وہ صاف ہو جائے پھر اس نے تصویر سے اس کا موازنہ کیا اور مطمئن ہو گئی۔

سیریل نمبر ڈالنا قدرے آسان تھا۔ اس نے سیاہی ایک چھوٹے پیالے میں ڈالی اور [illegible] نمبر ڈالنے لگی۔ ایک بار پھر اس نے اپنے کام کا موازنہ تصویر سے کیا اور اسے اس میں کوئی [illegible] نظر نہیں آئی۔

آخر میں اس نے سلائی [illegible] کے کالر میں سے ایک چھوٹا ٹکڑا نکالا اور اس کے اندر مائیکرو ایس ڈی کارڈ رکھ کر اوپر سے سلائی کر دی پھر اس پر انگلی پھیر کر دیکھا وہ بالکل جینڈرو کی جرسی لگ رہی تھی اور اسے کھول کر دیکھنے پر ہی پتا چلتا کہ وہ مائیکرو چپ نہیں ہے لیکن اس کا امکان برائے نام تھا۔ وہ اس جرسی کو باتھ روم میں لے گئی اور اسے آئینے کے سامنے لٹکا دیا۔ اس کے منصوبے کا دوسرا حصہ اگلے دن شروع ہونا تھا۔

فن نے تیسری بار اپنا شناختی کارڈ دکھایا۔ دروازے پر کھڑے ہوئے سیکیورٹی گارڈ نے اس کے چہرے اور فوٹو کا موازنہ کیا تاہم وہ اس کارڈ سے متاثر نہیں ہوا اور فن سے بیگ کھولنے کے لیے کہا۔

''یہ کیا ہے؟'' اس نے بیگ میں رکھی جلدوں کے بارے میں پوچھا۔

''اسٹیڈیم کا سیکیورٹی پلان۔''

''مجھے دکھاؤ۔''

''سوری...... یہ ایک ترتیب سے رکھے ہوئے ہیں۔'' فن نے سب سے اوپر رکھی ہوئی جلد کی طرف اشارہ کیا جس پر ''خفیہ'' کی مہر لگی ہوئی تھی۔ ''اگر تم چاہو تو [illegible] سکتے ہو۔''

[illegible] اسی وقت [illegible] شور مچانے کی آواز آئی۔ میچ [illegible] تھا اور جینڈرو کی ٹیم ایک گول [illegible] برتری لیے ہوئے تھی۔

''[illegible] تم اندر جا سکتی ہو۔'' گارڈ نے کہا اور یہ جاننے [illegible] گراؤنڈ میں یہ کیسا شور ہے۔

فن نے [illegible] بیگ کی زپ بند کی اور لاکر روم کا دروازہ کھولنے کے لیے اپنا کارڈ استعمال کیا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ گرومر سے اس گارڈ کی شکایت کرے گی۔ پریس ایریا بالکل خالی تھا۔ البتہ فرش پر کافی کے خالی کپ اور پانی کی [illegible] اس نے چھت پر لگے ہوئے کیمروں کو دیکھا اور سوچنے لگی کہ کیا ان کیمروں کی نگرانی کرنے والا عملہ بھی میچ دیکھ رہا ہوگا؟

[illegible] گئی اور اپنا کارڈ سوائپ کیا۔ اندر جانے کے بعد اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا آلہ نکالا اور اسے آن کر دیا۔ جب تیس سیکنڈ تک اس میں سے کوئی آواز نہیں آئی تو اس نے اسے بند کر دیا۔ اگر وہ کمرے میں کسی ایک [illegible] آلے کا پتا لگاتی تو اس میں سے بیپ کی آواز آتی۔

وہ تیزی سے جینڈرو کے ڈریسنگ ایریا کی طرف بڑھی جہاں [illegible] نے اپنا بیگ کھولا اور مجلد کاغذات نکالے پھر اس نے تہ میں بنی ہوئی پوشیدہ جیب سے جعلی جرسی نکالی۔ جینڈرو کی الماری میں دو جرسیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک پرانی تھی جبکہ دوسری پر پسینے اور گھاس کے دھبے تھے۔ یقیناً جینڈرو نے اسے پہلے ہاف میں پہنا ہوگا۔

وہ سوچنے لگی کہ پرانی یا میچ میں پہنی ہوئی جرسی میں سے کس کی قیمت زیادہ ہوگی۔ اس کا اندازہ تھا کہ دوسری زیادہ قیمتی ہوگی لیکن وہ کسی کو یہ سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی کہ میچ کے اختتام پر دو کے بجائے ایک ہی جرسی کیوں خراب ہوئی۔ اس نے صاف جرسی اتاری اور اس کی جگہ نقلی

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

رکھ دی پھر اس نے اوریجنل جرسی کو تہ کیا اور بیگ میں رکھنے ہی والی تھی کہ اسے باہر کے کمرے میں کچھ آوازیں سنائی دیں۔

”کیا کسی نے آرتھوپیڈسٹ کو فون کیا؟“

”وہ راستے میں ہے۔“

”اسٹریچر کے لیے راستہ بناؤ۔“

وہ کسی زخمی کھلاڑی کو لے کر آرہے تھے۔ فن نے وہ جرسی بیگ کی خفیہ جیب میں ٹھونسنا چاہی لیکن کامیاب نہ ہوسکی۔ اس نے انگلیوں سے ٹٹولا۔ جیب کے منہ پر دھاگے الجھ گئے تھے جنہوں نے مکڑی جیسا جالا بنالیا تھا۔ فن نے سوچا کہ وہ جرسی کو اپنی ٹی شرٹ کے نیچے پہن لے لیکن وہ فوراً ہی نظروں میں آجاتی اور وہ جرسی [illegible] سے باہر بھی نہیں رکھ سکتی تھی [illegible] پہلے ہی اسے [illegible] کھولنے کے لیے کہا گیا تھا۔

اس کی نظریں کوئی ایسی [illegible] تلاش کررہی تھیں جہاں جرسی کو چھپایا جاسکے پھر اس کی نظر الماری کے [illegible] پر رکھے ہوئے ٹیم بیگ پر گئی۔ دو منٹ بعد زخمی کھلاڑی کو کمرے میں لایا گیا۔ فن نے اس کے پاس سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔

”سب چیزیں محفوظ ہیں۔“ اس نے کھلاڑی کے گرد کھڑے ہوئے لوگوں سے کہا۔

”ہاں، شکریہ۔“ ان میں سے ایک نے نظریں اٹھائے بغیر کہا۔

”تو تھینک یو۔“ فن نے اسٹیڈیم سے باہر نکلتے ہوئے سوچا۔

☆☆☆

ورلڈ کپ ختم ہونے کے ایک ہفتے بعد فن اور ایمی ایک چھوٹے سے میکسیکن ریستوران میں بیٹھی ہوئی تھیں جو ایس آئی اے آفس سے ایک بلاک کے فاصلے پر تھا۔ [illegible] ہینڈرو کی ٹیم یہ میچ دو گول سے جیت گئی تھی اور یہ دونوں گول اسی نے کیے تھے۔

”میں نے دو مرتبہ اس سے [illegible] بات کرنے کی کوشش کی لیکن وہ تیار نہیں ہوا۔“ فن نے کہا۔ ”ممکن ہے کہ وہ آگے چل کر اپنا ذہن تبدیل کرے جب اس کا کیریئر ختم ہو رہا ہو، اس وقت اسے تمہاری اہمیت کا احساس ہوگا۔“

”شاید کبھی اس کا ضمیر جاگ جائے لیکن میری ماں کو تو ابھی مدد کی ضرورت ہے۔“

فن نے اپنے بیگ سے ایک لفافہ نکالا اور بولی۔ ”لیکن اس سے تمہاری ماں کی مدد ہوجائے گی۔ ایسے کھلاڑیوں کے بچوں کے لیے ایک فنڈ موجود ہے جن کی کوئی مدد نہیں کرتا۔ میں نے تمہاری طرف سے درخواست دی تھی۔“

ایمی کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔ ”اس سے کیا ہوگا؟ مجھے تو کچھ نہیں ملے گا۔ میں ثابت نہیں کرسکتی کہ وہ میرا باپ ہے۔ وہ کسی قیمت پر بھی اپنا ڈی این اے ٹیسٹ نہیں کروائے گا۔“

”فنڈ والوں کو معلوم ہے کہ یہ ایک عام صورتِ حال ہے۔ ان کے خیال میں تمہارے وہی فوٹو کافی ہیں جو میں نے درخواست کے ساتھ بھیجے تھے۔“ فن نے اسے وہ لفافہ پکڑاتے ہوئے کہا۔ ”اس میں تمہارے لیے ایک چیک ہے۔“

”کیا؟“ ایمی نے پہلے فن اور پھر لفافے کو دیکھا۔ ”کیا یہ میری ماں کی مدد کے لیے کافی ہوگا؟“

”کھول کر دیکھ لو۔“ فن بولی۔

ایمی نے کانپتی انگلیوں سے چیک نکالا اور حیران رہ گئی۔ ”یہ تو [illegible] سے بھی زیادہ کا ہے۔“

”ہاں لہٰذا اس سے نہ صرف تمہاری ماں کا علاج ہوسکے گا بلکہ تم [illegible] کو اس کی دیکھ بھال کے لیے رکھ سکو گی تاکہ تمہاری تعلیم کا حرج نہ ہو۔“

ایمی کی [illegible] یہ خوشی کے آنسو تھے۔ ”بہت [illegible] شکریہ۔“ اس نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

”میں نے تم سے کہا تھا کہ میرا کام بہت اکتا دینے والا ہے اور یہ اس کی ایک [illegible] ہے۔ مجھے تمہارا مسئلہ حل کرنے کے لیے تھوڑی سی گندی کارروائی کرنا پڑی۔“

اس نے ایمی کو اصل حقیقت بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ اس نے دس لاکھ ڈالرز کی یہ رقم ڈارک ویب سائٹ کے ذریعے ہینڈرو کی جرسی فروخت کرکے حاصل کی ہے۔ جس [illegible] کے لاتعداد طلب گار موجود تھے۔ [illegible] ایسی یادگار اشیا کی ناقابلِ [illegible] ہے۔ یہ صرف وہی جانتی تھی کہ وہ کس طرح اس جرسی کو باہر لانے میں کامیاب ہوئی۔ اس نے باتھ روم میں جا کر وہ جرسی اپنی کمر کے گرد لپیٹی اور اوپر سے ڈھیلی پتلون پہن لی۔ سب لوگ زخمی کھلاڑی کی طرف متوجہ تھے۔ اس لیے وہ بڑی آسانی سے باہر نکل آئی۔ اسے یہ اطمینان تھا کہ جرسی کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم اس کے اصل حق دار تک پہنچ گئی تھی۔ اب وہ بے فکر ہوکر چھٹی جانے کی تیاری کرسکتی تھی۔

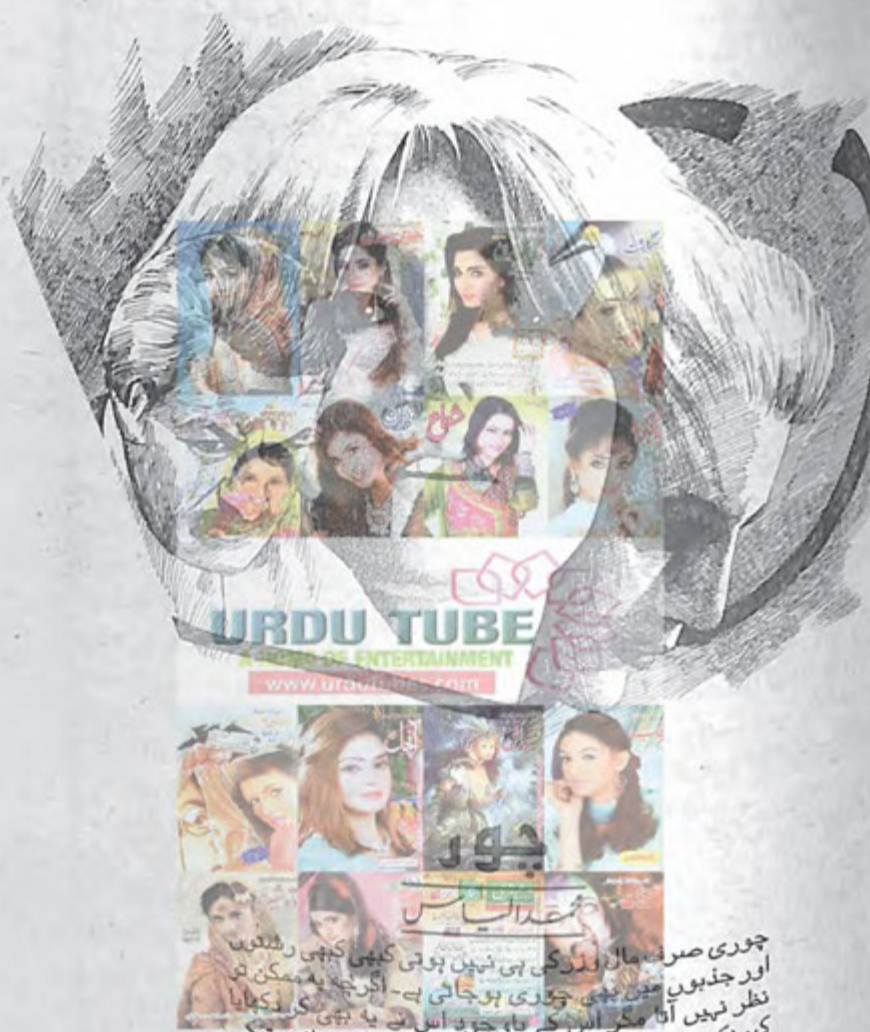

URDU TUBE
A WORLD OF ENTERTAINMENT
www.urdutube.com

چور

محمد الیاس

چوری صرف مال و زر کی ہی نہیں ہوتی کبھی کبھی رشتوں اور جذبوں میں بھی چوری ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہ ممکن تو نظر نہیں آتا مگر اس کے باوجود اس نے یہ بھی کر دکھایا کیونکہ... اسے اپنی اہمیت تسلیم کرانے اور اپنے جائز حق کی وصولی کے لیے بہت سے لوگوں سے جنگ کرنا پڑی۔

اپنے رشتے کے تقدس کی حفاظت کرنے والے ایک چور کا ماجرا

رات کے پچھلے پہر گاؤں کی پُرسکون فضا "چور چور" کی پُرشور ہاہاکار سے گونج اٹھی۔ اہلِ دیہہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے اور جو ہتھیار دستیاب ہوا، ہاتھوں میں لیے گھروں سے نکل آئے۔ شور، چودھری کرم الٰہی کی حویلی سے بلند ہو رہا تھا۔ باہر گلی میں جمگھٹا لگ گیا۔ ہاتھوں میں ڈنڈے، سونٹے، بلمیں اور رائفلیں لیے دیہاتی جوان ممکنہ خطرے سے نمٹنے کے لیے چوکس کھڑے للکارنے لگے۔

تھوڑی ہی دیر میں بوڑھوں اور لڑکوں بالوں کے ساتھ

ساتھ خواتین بھی ہجوم میں شامل ہونے لگیں۔ سبھی کی زبانوں پر کم وبیش یہی سوال مچلنے لگا کہ کون کم بخت اس وقت چودھری کرم الٰہی کے احاطے میں گھسنے کی جرأت کرسکتا ہے۔ لگ بھگ بیس کنال رقبے پر تعمیر کی گئی عمارت اب بھی مرحوم چودھری کرم الٰہی کے نام سے مشہور ہے۔ علاقے بھر کی معزز شخصیت، جس کو دربار سرکار میں کرسی ملتی تھی۔ اب اس حویلی میں موصوف کے تین بیٹے مع اہل وعیال رہائش پذیر تھے۔ درمیان میں سب سے بڑا چودھری عبدالغفار، اس کے دائیں پہلو والے مکان میں منجھلا، چودھری عبدالجبار اور بائیں ہاتھ پر چودھری عبدالستار۔

احاطے کے اکواڑے، مویشیوں کے لیے ... مویشی خانے، اجنبی مہمانوں کے لیے ... اور ... ہوئی تھیں۔ ایک ... کمرے میں چودھری غفار کے بیٹے خالد کی دکان قائم تھی جس میں کریانہ، کپڑا اور عطاری کا سامان بھرا پڑا تھا۔ احاطے کے پچھلے حصے ... تینوں ... مکان تھے اور درمیان میں کھلا صحن ... حیرت کا اظہار کرنے لگے کہ ... اندر ... رکھا ہے، دروازہ کیوں نہیں کھول رہے ... کسی نے فائر نہیں کیا اور جو کتے بھی شور بلند ہونے پر بھونکنا شروع ہوئے تھے، اب وہ بھی خاموش ہوگئے تھے۔ البتہ اہل خانہ کے مابین بدستور واویلا ہورہا ... پڑی تھی۔ چودھری غفار کی آواز سنائی دی۔ ”اوئے خالد، جاوید! دیکھو کہیں دکان میں نقب تو نہیں لگی ہوئی۔“

منجھلے، چودھری جبار نے ... کا اظہار ... ”میرے ڈنگر چوری کرنے آیا ہوگا، اسی طرف بھاگا تھا، کوئی رسّا گیر لگتا ہے۔“

چھوٹا، چودھری ستار بیوی سے مخاطب ہوا ... اندر پیٹیاں ... میں ٹرنک پیٹیاں چیک کرو، کہیں صفائی تو نہیں ہوگئی ... چور ہے یا بھوت پریت، کہاں غائب ہوگیا۔ تینوں بیرونی گیٹ اندر سے ... بند تھے۔ دکان یا گھروں کے اندر کہیں کوئی تالا ... مال مویشی بھی پورے تھے۔ چور کہاں چلا گیا؟

”پہلے کس نے دیکھا تھا؟“

”میں نے دیکھا تھا۔ ہمارے صحن میں کھڑا ہوا تھا......“ چودھری جبار نے کہا۔

چھوٹا بھائی عبدالستار اور اس کے بیوی بچے بدستور بڑے بھائی کے صحن میں کھڑے سردی سے ٹھٹھر رہے تھے۔ جبار اور اس کی بیوی کے ساتھ گزشتہ دو تین مہینوں سے بول چال بند تھی۔ خواتین کی لڑائی میں مرد بھی کود پڑے تھے۔ بڑے بھائی چودھری غفار نے بہت سمجھایا لیکن بےزار ہوکر لاتعلق سا ہوگیا۔ حالانکہ وہ علاقے کا دانا اور معتبر سرپنچ تھا مگر گھر کا قضیہ چکانے سے عاجز آگیا۔ اس نے چھوٹے بھائی کے قریب آکر پوچھا۔ ”صفدر کہاں ہے؟“

وہ ایک لمحے کو ٹھٹکا گیا اور اتنا ہی کہہ پایا۔ ”خدا معلوم کہاں گیا۔ اندر تو نہیں......“

بڑے بھائی نے تحمل سے دھیمی آواز میں کہا۔ ”جاؤ! باہر گلی میں لوگوں سے کہو، سب اپنے اپنے گھروں کو ...“

چودھری غفار نے اپنے بیٹوں خالد اور جاوید کو سرگوشی میں ہدایت دی کہ جبار کو قابو رکھیں۔ وہ خود اس کے گھر میں گھستا چلا گیا اور ... پچھلے اسٹور نما کمرے میں سے صفدر کو نکال باہر لے آیا۔ چودھری جبار اور اس کی بیوی بشیراں دونوں غضبناک ہوکر صفدر کی طرف لپکے لیکن انہیں باقی لوگوں نے بیچ میں ہوکر روک لیا۔ چیخم دھاڑ مچ گئی کہ جس کمرے میں قیمتی اور سونا پڑا ہے، یہ لڑکا اسی کمرے میں چوری کرنے کی نیت سے گیا ہوگا۔ ہم پرچہ درج کروائیں گے۔ اب اس گھرانے سے صلح ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا......

... میں پنچایت خانگی جڑ گئی۔ تینوں گھرانوں کے ... صفدر سے ہمدردی تھی۔ وہ اپنے رشتے داروں میں ہی نہیں، گاؤں کے چھوٹے بڑے مرد عورتوں، سب میں مقبول تھا۔ ہنس مکھ، ذہین اور بلا کا حاضر جواب نوجوان۔ اپنے بزرگوں کی آنکھوں کا تارا۔

چودھری غفار نے بھتیجے کو دونوں کندھوں سے تھام رکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ ”تم سے یہ امید نہیں تھی، تیرے دماغ میں ایسی گھٹیا سوچ کیوں آئی؟“

چودھری جبار نے اپنے بھتیجوں کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے گرجدار آواز میں کہا۔ ”لالہ جی! چوروں سے اس طرح نرم سلوک نہیں کیا جاتا۔“ بشیراں بی بی نے بھی چیخنا شروع کردیا۔ چودھری غفار نے بھائی اور بھاوج کو بری طرح ڈانٹتے ہوئے خاموش رہنے کو کہا اور صفدر سے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔ وہ بلاخوف بول پڑا۔

”تایا ابا! چور میں نہیں، یہ دونوں میاں بیوی میرے چور ہیں۔ میری سب سے قیمتی دولت انہوں نے مجھ سے چھین کر اندر چھپا رکھی ہے۔ میں برآمدگی کرنے گیا تھا۔ لڑائی دیورانی جیٹھانی یا بھائیوں کی ہوگی۔ میری اپنی بیوی سے نہیں۔ ہمیں کیوں جدا کیا ہوا ہے۔ میں سلمیٰ سے ملنے گیا

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

جبار اور بشیراں کف بہانے لگے اور اچھل اچھل کر حملہ کرنے کو لپکے لیکن دیگر خواتین اور مردوں نے انہیں بے بس کیے رکھا۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں ہنسی ضبط نہ کرسکے اور بڑے بھی اس پر محظوظ ہونے لگے۔ ایسی صورت حال پر جبار اور اس کی بیوی انگاروں پر لوٹنے لگے۔ دونوں نے فیصلہ سنا دیا کہ وہ صبح ہوتے ہی وکیل کے ذریعے بیٹی کو خلع دلوانے کی غرض سے عدالت میں درخواست دے رہے ہیں۔ ہم ایسے بدمعاش کو داماد قبول ہی نہیں کرتے، جو رات کو چوری چھپے گھر میں گھس آئے۔

بڑے تایا نے بھتیجے کے گال پر کچھ اس انداز سے تھپڑ مارا کہ کسی کو سمجھ نہ آئی، آیا پیار کیا ہے یا سزا دی ہے۔ ”بے اکلے کھوتے! یہ کیا بے ہودہ طریقہ ہے بیوی سے ملنے کا؟“

بلب کی روشنی صفدر کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ تایا کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے گردن کو دائیں جانب ہلکا سا خم دیا اور بول پڑا۔ ”تایا ابا! آپ تو ایسی بات نہ کریں۔ علاقے کے سردار ہیں...... لوگوں کے فیصلے کرنے والے۔ آج اپنے گھر میں بھی انصاف کریں۔ پچیس چھبیس سال پہلے تائی اماں کے والدین نے آپ سے لڑ کر انہیں اسی طرح گھر میں روک لیا تھا۔ میں پہلی جماعت میں پڑھتا تھا۔ آپ کا پیغام تائی اماں کو دیا کرتا اور رات کو......“

”چپ کر بدمعاش......“ چوہدری نے بھتیجے کی بات مکمل نہ ہونے دی اور پہلے جیسا ہی ہلکا پھلکا ہاتھ جھاڑتے ہوئے ہنس پڑا۔ لڑکیاں اور عورتیں کھی کھی کرتی منہ چھپانے لگیں اور مرد کھل کر ہنسے۔ بشیراں بی بی یوں رونے لگی جیسے بین کر رہی ہو۔ جبار سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ چوہدری نے بیوی سے کہا۔ ”سلمیٰ پچھلے کمرے میں ہے۔ اس کو ادھر لے آؤ۔“ گردن جھکائے سلمیٰ حاضر ہو گئی۔ تایا نے پوچھا۔ ”یوں چپ چھپا کر کب سے مل رہے ہو تم میاں بیوی؟“ وہ اسی طرح سر نیہوڑائے منمنائی۔ ”جب سے دونوں گھروں میں لڑائی ہوئی ہے......“

چوہدری نے چھوٹی بھاوج کو اشارے سے قریب بلا لیا اور حاکمانہ لہجے میں بولا۔ ”چل ہاتھ پکڑ اپنی بہو کا اور گھر لے جا...... بڑے آپس میں لڑو مرو، جو جی میں آئے کرو۔ میری بلا سے۔ جو پیار محبت سے رہنا چاہتے ہیں، ان میں کسی کو جدائی نہیں ڈالنے دوں گا۔ جن کے دل حب اور اتفاق کی نعمت سے خالی ہیں، ان کے لیے یہی سزا کافی ہے۔“

کیا آپ
لبوب مقوی اعصاب
کے فوائد سے واقف ہیں؟

کھوئی ہوئی توانائی بحال کرنے۔ اعصابی کمزوری دور کرنے۔ ندامت سے نجات، مردانہ طاقت حاصل کرنے کیلئے۔ کستوری، عنبر، زعفران جیسے قیمتی اجزاء سے تیار ہونے والی بے پناہ اعصابی قوت دینے والی لبوب مقوی اعصاب۔ یعنی ایک انتہائی خاص مرکب خدارا۔۔۔ ایک بار آزما کر تو دیکھیں۔ اگر آپ کی ابھی شادی نہیں ہوئی تو فوری طور پر لبوب مقوی اعصاب استعمال کریں۔ اور اگر آپ شادی شدہ ہیں تو اپنی زندگی کا لطف دوبالا کرنے یعنی ازدواجی تعلقات میں کامیابی حاصل کرنے اور خاص لمحات کو خوشگوار بنانے کیلئے اعصابی قوت دینے والی لبوب مقوی اعصاب آج ہی صرف ٹیلیفون کر کے بذریعہ ڈاک VP وی پی منگوالیں۔

المسلم دارالحکمت (رجسٹرڈ)

(دیسی طبی یونانی دواخانہ)
ضلع وشہر حافظ آباد پاکستان

0300-6526061
0301-6690383

فون صبح 10 بجے سے رات 8 بجے تک کریں

قسط: 2

وقت

حسام بٹ

موت کے کنویں میں بھی وقت جس کا ہم رکاب
ایک ایسے پُرعزم بازی گر کی
سنسنی خیز واقعات پر مشتمل ایک
دلربا طویل داستان

وقت بادشاہ اور کائنات کی ہر شے اس کی رعایا ہے لیکن . . . اس کی نہ کوئی شکل اور نہ ہی وجود ہے۔ اس کے باوجود یہی وقت روپ بدل بدل کر سامنے آن کھڑا ہوتا ہے۔ جس کی گردش انسان کی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ ایک ہی پل میں کسی کو بادشاہت سے نوازتا ہے اور کسی کو زمین کی خاک چاٹنے پر مجبور کردیتا ہے۔ کبھی دن اور رات میں ڈھل کر عمر رواں کا نام پاتا ہے اور موسم کی طرح گزر جاتا ہے۔ کبھی مہربان اور مخلص دوست بن جاتا ہے اور کبھی سفاک دشمن کا کردار ادا کرتا ہے۔ کبھی محبت بن کر [illegible] کبھی درد کی صورت [illegible] گھاؤ ڈال دیتا ہے۔ چونکہ [illegible] نہیں اسی لیے کسی کی [illegible] نہیں کرتا لیکن . . . [illegible] سنگدل ہے جو اس کی پروا نہیں کرتا اسے [illegible] مار دیتا ہے کہ [illegible] پانی تک نہیں ملتا اور [illegible] اپنی مرضی سے مہربان [illegible] سے بھی قدم ملا کر [illegible] کی طرف بھی دیکھتا ہے [illegible] آتا ہے۔ وہ بھی ایک ایسے ہی مہربان لمحے کا اسیر تھا . . . جسے یہ تک خبر نہ تھی کہ وہ کون ہے اور کس خاندان سے وابستہ ہے۔ جس کی اپنی کوئی شناخت نہ تھی۔ اس کے باوجود اس کی داستانِ حیات میں چاہنے والوں کی [illegible] مختلف معاشروں اور تہذیبوں کا حسین امتزاج . . . ایک ایسا سلسلہ [illegible]

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

URDU TUBE

گذشتہ اقساط کا خلاصہ

اس کا نام اسد علی رکھا گیا جسے "علی" کے نام سے جانا جاتا تھا۔ علی اپنے والدین کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ جب اس نے ہوش سنبھالا تو خود کو علی سلطان کی نگہداشت میں پایا۔ علی سلطان ٹیکساس (امریکا) کا ایک معتبر کاروباری شخص تھا۔ ایک حادثے نے علی سلطان کو وہیل چیئر تک محدود کر دیا تھا۔ اس کی اپنی بیوی ریٹا میگڈالین سے علیحدگی ہو چکی تھی۔ وقتِ رخصت ریٹا اپنی اکلوتی بیٹی فنی کو اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ علی سلطان نے اپنی اور علی کی دیکھ ریکھ کے لیے ایک کل وقتی ملازمہ رکھی ہوئی تھی اور بچپن سے جوانی تک علی کی تعلیم و تربیت کے تمام اخراجات اٹھائے تھے۔ وہ علی کے ساتھ اپنی اولاد ایسا برتاؤ کرتا تھا جو اسے انکل کہتا تھا۔ اپنے والدین کے حوالے سے علی کے ذہن میں سیکڑوں سوالات اس کے ساتھ ہی پل بڑھ کر جوان ہوئے تھے۔ اس نے جب بھی اپنے محسن و مربی انکل سے کچھ پوچھنے کی کوشش کی تو اس بردبار شخص نے نہایت ہی خوب صورتی سے اسے ٹال دیا۔ یہ تشنگی علی کے تجسس کو ہوا دیتی تھی لہٰذا نتیجے کے طور پر اس کا ذہن بے سمت سوچوں کے جالے میں الجھ کر رہ جاتا تھا مگر اس اضطراری کیفیت میں بھی اس نے زندگی کے سفر کی روانی میں کوئی رکاوٹ نہیں آنے دی تھی۔ کالج میں قدم رکھتے ہی [illegible] ایک اسٹور پر جز وقتی ملازمت کر لی تھی۔ بیس سال کی عمر میں جب علی نے [illegible] میں لگ گئے۔ ایک روز دو میکسیکن لڑکے ڈکیتی کی نیت سے "سرکل [illegible] موجود سیلزمین نظار کو شوٹ کر گئے۔ پولیس نے شک کی بنا پر علی کو بھی [illegible] ڈکیت کوئی [illegible] (ایری زونا) سے گرفتار کر لیا گیا۔ علی کا کالج فیلو جیکسن (ٹیکساس) میں تھا جبکہ [illegible] اور لیگ جیکسن کے اکثر ریسٹورنٹس میں اس کا آنا جانا رہتا تھا۔ "وی لاؤنج" [illegible] کرتی تھی۔ اس نے علی کے دل و دماغ پر دستک [illegible] کی زندگی میں [illegible] غنڈے اور اس کے حواریوں نے شارو سے بدتمیزی کی کوشش کی تو علی [illegible] نے بڑی دلچسپی سے دیکھا اور اپنا وزیٹنگ کارڈ علی کو تھما کر رخصت ہوگئی [illegible] ہو گیا تھا۔ لیونارڈو نے اپنی ہزیمت کا بدلہ لینے کے لیے شارو کو ٹارگٹ کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ وی لاؤنج والے ناخوشگوار واقعے کی بنا پر علی نے شارو کی ریسٹورنٹ والی جاب چھڑوا کر اسے سلطان کی خدمت [illegible] ایک روز...... شارو کو لیونارڈو نے...... اغوا کر لیا۔ علی نے شارو کی تلاش میں بہت [illegible] شارو کو ڈھونڈتا رہا [illegible] چڑھ گیا۔ علی نے طیش کے عالم میں ہیلو کو قتل کر [illegible] قاتل کی تلاش میں تھی۔ [illegible] ثابت ہو سکتا تھا لہٰذا علی نے انکل سلطان کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ جیکسن سے [illegible] کا فیصلہ کیا۔ رابطہ ہونے پر ڈیلفینا نے علی کی کہانی سنتے کہا کہ اگر وہ [illegible] سے تمام مسائل سے نجات دلا دے گی۔ راضی ہو [illegible] ان بہتر گھنٹوں [illegible] کی مالک ایک پراسرار لیڈی تھی۔ اس نے اپنا اثر رسوخ استعمال کرتے [illegible] علاوہ ازیں ڈیلفینا نے ٹھوس ثبوت کی مدد سے علی کو لیونارڈو، شارو کو اغوا [illegible] کے جہنم میں جھونکنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ڈیلفینا نے یقین دلایا کہ [illegible] تو وہ شارو کو صحیح سلامت واپس لے آئے گی۔ شارو کے حصول کی خاطر [illegible] بنگلے میں ڈیلفینا کی سنگت میں گزرنے والے وہ طلسم [illegible] رہا بہتر گھنٹے [illegible] کسی معمے سے کم نہ تھی...... اس پر مستزاد، ڈیلفینا نے اپنے ہی ایک [illegible] ملاقات بھی کروا دی۔ تب علی پر یہ انکشاف ہوا کہ وہ افراد یہودیوں [illegible] رکھتے تھے جو لوگوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے میں [illegible] تھے۔ یہ لوگ [illegible] تھے۔ انہیں علی کے ہم عمر ایک ایسے نوجوان کی تلاش تھی جس کی ماں مسلمان اور باپ عیسائی تھا۔ انہیں یقین تھا کہ علی وہی نوجوان ہے جس کے والدین اسے علی سلطان کے حوالے کر کے کہیں روپوش ہو گئے تھے۔ ڈیلفینا کی تمنا تھی کہ علی ان کی تائید پر صاد کرتے ہوئے "انکل اینڈ یوتھز" کی رکنیت حاصل کرنے پر آمادگی ظاہر کر دے لیکن علی نے ڈیلفینا کی خواہش کو ٹھکرا دیا اور ڈیلس سٹی اپنے انکل کے پاس آ گیا۔ یہاں حالات کی ایک نئی کروٹ اس کی راہ دیکھ رہی تھی۔ انکل نے نہایت ہی مختصر مگر جامع الفاظ میں علی کو اس کی زندگی کے دیرینہ اور سربستہ راز سے آگاہ کر دیا۔ علی سلطان کے مطابق، انیس سال پہلے، ایک برس کی عمر میں علی کو کراچی (پاکستان) سے نیویارک (امریکا) مرزا عامر بیگ کے پاس پہنچایا گیا تھا۔ مرزا عامر بیگ، علی سلطان کا دوست تھا۔ اس نے علی کو علی سلطان کے حوالے کیا تھا۔ علی سلطان نے ایک گارجین کی حیثیت سے انیس برس تک علی کی پرورش کی تھی۔ اس سلسلے میں ہونے والے تمام تر اخراجات کراچی میں مقیم ایک نیک خاتون برداشت کر رہی تھیں مگر پچھلے چند ماہ سے اچانک کراچی سے یہ رقم آنا بند ہو گئی تھی جس سے مرزا عامر نے بھی تشویش

URDU TUBE

کہ وہ خاتون کسی مصیبت میں گرفتار ہوگئی ہے چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ علی کو فی الفور کراچی روانہ ہوجانا چاہیے۔ علی سلطان اور مرزا عامر بیگ مذکورہ خاتون کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتے تھے۔ ان کا اندازہ تھا کہ اس خاتون کا علی کے ساتھ کوئی خونی رشتہ ہے۔ مرزا عامر بیگ نے علی کو چند ایسے اشارے دیے جن کی مدد سے علی کراچی میں اس خاتون کو تلاش کرسکتا تھا۔ علی نے تیاری کی اور بوسٹن سے کراچی آگیا۔ علی کی دوستی عظیم نامی نوجوان سے ہوگئی۔ عظیم نے اپنے تعلقات استعمال کرتے ہوئے علی کی والدہ کا پتا لگالیا اور انہیں گھر لے آیا۔ علی کی ملاقات اپنی ماں سے ہوگئی۔ علی کو اپنی ماں کے حالات جان کر بہت دکھ ہوا اور وہ دشمنوں سے انتقام لینے کے بارے میں سوچنے لگا۔ علی ماں کے بنگلے پر رہنے لگا۔ وہیں اسے اطلاع ملی کہ انکل علی سلطان کا دل کے دورے کے سبب انتقال ہوگیا ہے۔ علی نے ماں کو امریکا ساتھ لے جانے کے لیے وزٹ ویزا کے حصول کے لیے کوشش شروع کردی۔ کچھ نامعلوم افراد نے حملہ کرکے علی کی والدہ کو قتل کردیا۔ علی نے تہیہ کر لیا کہ وہ ماں کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچائے گا۔ علی نے تمام حقیقت بینا کو بھی بتادی۔ وہ علی کی اچھی دوست اور ہمراز بن گئی تھی۔ علی کو اس کی رہائش گاہ کے پتے پر ایک خط ملا جس میں اس کی ماں کے قتل کا اعتراف کیا گیا تھا۔ علی نے نادر شاہ کو چیک کرنے کا ارادہ کیا۔ علی نے عظیم کے ساتھ مل کر منصوبہ بنایا کہ نادر شاہ کو اغوا کرکے [illegible] نادر شاہ کو اغوا کرالیا۔ تاہم اس میں سے ایک شخص نے عظیم کو کال کرکے بتایا کہ ان کے آدمیوں کو [illegible] نادر شاہ اور اغوا کنندگان پولیس کی تحویل میں پہنچ گئے تھے۔ علی نے فوری طور پر بنگلا چھوڑ دیا اور بینا کے ہمراہ اس کے فلیٹ پر [illegible] اور خاص نظر رکھنے کی ہدایت کی تھی۔ علی کو دو جرمن شیفرڈ کی مدد سے تلاش کیا جارہا [illegible] نادر شاہ کو سبق سکھانے کے لیے اسے قابو کیا اور بدترین تشدد کرکے اسے محتاجی کی زندگی گزارنے [illegible] علی کو ایک عورت کی مدد سے ٹریس کرلیا گیا اور نامعلوم جگہ پر پہنچادیا گیا۔ وہاں ایک شخص [illegible] آئی لینڈ پر ہے جہاں اسے چالیس دن گزارنے ہیں۔ وہیں اسے ایک لڑکی مل گئی جس سے دوستی ہو [illegible] اور اسے جان بوجھ کر وہاں بھیجا گیا ہے۔ علی، کایا کے ساتھ آئی لینڈ کی سیر کے [illegible] کایا کی مدد کے لیے آگے بڑھا تو وہ بھی برف میں دھنستا چلا گیا۔ اسے لگا کہ اس کا آخری وقت آگیا [illegible] وہ بے ہوش ہوگیا۔ علی کو ہوش آیا تو اس نے خود کو کچھ لوگوں کے نرغے میں پایا۔ اچانک کایا نمودار ہوئی اور اس نے فائر کیا تو وہ لوگ بھاگ گئے۔ ہٹ میں پیڈرو نامی شخص آیا جسے علی نے پہچان لیا کہ وہ چنگیز خان ہے۔ علی نے اسے اذیت ناک موت دی اور اپنے انتقام کی آگ بجھائی۔ کایا نے علی کو اشارہ دیا کہ وہ بھی اپنے دشمن کو اسی طرح اذیت دے کر مارنا چاہتی ہے۔ [illegible] کے ممبر آسکر نے اس کے بھائی کو قتل کیا ہے اور وہ اس سے بھیانک انتقام لینا چاہتی ہے۔ [illegible] کی مدد سے اسے قابو کرلیا گیا اور کایا نے اسے بھیانک موت دی۔ علی نے آسکر کا روپ دھارلیا اور کایا [illegible] ائرپورٹ پر لینڈ کر گئے۔ علی اور کایا ایک ولا میں پہنچ گئے مگر اسکل اینڈ بونز نے انہیں ٹریس کرلیا۔ [illegible] کافی مار اماری ہوئی۔ تاہم وہ بچ نکلنے میں کامیاب رہے۔ وہ دونوں ایک موٹیل میں ٹھہرے [illegible] کوئی نہ بچاسکا اور وہ ماری گئی۔ وہیں اچانک اس کی ملاقات جی ایم سے [illegible] سے بتایا۔ علی سرجن کا سن کر الجھن کا شکار ہوگیا۔ انہوں نے ایک چھوٹے [illegible] جی ایم سر چلے گئے مگر علی کو آئندہ کا لائحہ عمل بتا چکے تھے۔ علی کو جہاز میں ایک لڑکی [illegible] مارنا چاہا۔ نتیجے میں کچھ لوگ اس کے پیچھے لگ گئے۔ علی نے بھی اس کا تعاقب کیا [illegible] وہ کافی مار اماری کے بعد وہاں سے بھاگ نکلا۔ راستے میں اس نے ایڈتھ نامی لڑکی کی مدد کی اور اس کے ہمراہ موٹیل آگیا۔ وہاں ہوٹل میں ویٹر نے علی کو کسی عورت کی آمد کے بارے میں بتایا اور کہا کہ وہ اس سے ملنا چاہتی ہے۔ علی [illegible] نیچے پہنچا تو وہاں روماتل [illegible] موجود تھی۔ اچانک وہاں زوردار دھماکا ہوا اور روماتل علی کو لے کر تیزی سے ہوٹل سے نکل گئی۔

اب آپ مزید واقعات ملاحظہ فرمایئے

عجیب چیز تھی وہ بھی!

مجھ پر استعجابی گولا باری کرنے کے بعد بڑے اطمینان سے کہہ رہی تھی...... ''پریشان نہیں ہو، تمہارا بیگ میری کار کی ڈکی میں ہے۔''

میں نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں استفسار کیا۔ ''میرا بیگ تو ہوٹل کے کمرے میں رکھا تھا۔ وہ تمہاری کار کی ڈکی میں کیسے پہنچا؟''

''پہلے ہم کسی سیف مقام پر پہنچ جائیں پھر اس موضوع پر بات کریں گے۔'' وہ ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے میری طرف دیکھے بغیر بولی۔

''سیف مقام سے تمہاری مراد ''سیف ہاؤس'' ہے؟''

''نہیں!'' وہ گاڑی کی اسپیڈ کو خطرناک حد تک

بڑھاتے ہوئے دوٹوک انداز میں بولی۔ ''یوریرین الپئن میں ہمارا کوئی سیف ہاؤس نہیں ہے۔'' لمحاتی توقف کر کے اس نے گاڑی کو ہائی وے B2 پر ڈالا پھر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

''ویسے بھی اس مشن میں مجھے سیف ہاؤس کو ٹچ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔''

''تم جتنی عجیب ہو، اس سے کہیں زیادہ عجیب باتیں کررہی ہو۔'' میں نے شک زدہ نظر سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میری معلومات کے مطابق جب ایجنٹس کو کسی مشن پر کوئی مشکل آتی ہے تو وہ فوراً قریبی سیف ہاؤس کا رخ کرتا ہے۔ پھر تمہیں اس طرف جانے کی اجازت کیوں نہیں''

وہ جان چھڑانے والے انداز میں بولی۔ ''میں نے بتایا ہے نا، یہاں یوریرین الپئن میں ہمارا کوئی سیف ہاؤس نہیں ہے۔''

''اگرچہ مجھے تمہاری بات کا یقین نہیں آرہا۔'' میں نے صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ ''لیکن پھر بھی میں مان لیتا ہوں کہ یہاں لینگلی نے کوئی سیف ہاؤس بنانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اب بس، اتنا بتادو کہ تمہیں اس مشن میں سیف ہاؤس کی طرف [illegible] نظر سے دیکھنے کی اجازت کیوں نہیں ہے؟''

''یہ ایسے نہیں مانے گا۔'' وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑائی پھر بڑے تیکھے لہجے میں مجھ سے استفسار کیا۔ ''تمہیں لینگلی کے بارے میں اتنی زیادہ جان کاری کیسے ہے؟''

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے روماتل۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ''پھر بھی میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ بس، یوں سمجھ لو کہ تم جیسے حسین اور پرکشش لوگ میری زندگی میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ہر کوئی مجھے ایک سبق دے کر چلا جاتا ہے۔ اس طرح میری معلومات میں بھی خاصا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔''

''میں نے تمہیں کون سا سبق سکھایا ہے؟'' اس نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

''تمہارے دل کش و دلنشین ہونے میں تو کوئی کلام نہیں ہے۔'' میں نے اس کے ساتھ مائنڈ گیم کرتے ہوئے کہا۔ ''لیکن شاید تم نے میری بات توجہ سے نہیں سنی......!''

''میں تمہیں پوری توجہ سے سن رہی ہوں۔'' وہ بڑے اعتماد کے ساتھ بولی۔ ''تمہارا اشارہ کس بات کی طرف ہے؟''

''میں نے اپنی زندگی میں لوگوں کے آنے جانے کا ذکر کیا تھا۔'' میں نے اس کی نفسیات کے ساتھ کھیلتے ہوئے کہا۔ ''کیا تم بھی میری زندگی میں آچکی ہو؟''

''یہ ہماری پہلی باقاعدہ ملاقات ہے۔'' وہ گاڑی کو ہائی وے پر دوڑاتے ہوئے بولی۔ ''اس سے پہلے میں نے تمہیں بارسلونا کے لارمبلا روڈ پر سیاٹ لیون بھگاتے ہوئے دیکھا تھا۔''

روماتل سے بات چیت کے دوران میں، میں اپنے سفری بیگ کی، ہوٹل کے کمرے سے اس کی کار کی ڈکی میں منتقلی کے بارے میں بھی مسلسل سوچ رہا تھا۔ اس کی بات کے جواب میں، میں نے شاکی لہجے میں کہا۔

''اس کا مطلب ہے، تمہیں کچھ بھی یاد نہیں۔''

''مجھے کیا یاد رکھنا چاہیے تھا؟''

''کیا تم بھول گئیں کہ ہم نے ویلنگٹن سے بارسلونا تک ایک ساتھ سوا تین گھنٹے کا سفر کیا تھا؟''

''میری یہ پہلی ملاقات ہے۔'' وہ ٹھوس انداز میں بولی۔ ''اس سے پہلے کبھی میری تم سے بات نہیں ہوئی۔''

''کیا یہ بھی غلط ہے کہ تم ایک پورٹوگرافر ہو۔'' میں نے اس کی نفسیات کے ساتھ اٹکھیلیوں کا عمل جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''میڈرڈ میں تمہارا ایک شاندار اسٹوڈیو ہے جہاں تم فن کاری کے عظیم شہ پارے تخلیق کرتی ہو۔ تمہارا تعارف یہ ہے کہ تم...... آسمان ہو، تم زمین ہو، تم ہوا ہو، تم بادل ہو، تم برسات ہو، تم پھول ہو، تم خوشبو ہو تم فطرت کی محبت میں غرق ہو، کائنات کے عشق میں فنا ہو، تم روماتل ہو...... روماتل تو وہ ہے جسے لباس کے بغیر عین فطری رنگ میں زندگی گزارنے کی تمنا ہے مگر افسوس کہ تمہاری یہ خواہش ابھی تک پوری نہیں ہوگی۔''

وہ گاڑی کو ہائی وے کے کنارے لگانے کے بعد سنسناتے ہوئے لہجے میں مستفسر ہوئی۔ ''کون ہو تم؟''

''ڈاکٹر رافیل۔'' میں نے معصومیت بھرے لہجے میں جواب دیا۔ یہ میرا وہی تعارف تھا جو میں نے سوکالڈ اطالوی انٹیلی جنس کے سگریٹ نوش آفیسر کو دیا تھا۔ اس نے اضطراری لہجے میں دریافت کیا۔

''تمہیں میرے بارے میں یہ تمام باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟''

''تم نے خود بتایا تھا۔''

''کب...... کہاں......؟''

''چار اور پانچ فروری۔'' میں نے اس کا ردِعمل دیکھنے کی غرض سے کہا۔ ''جب ہم نے ایک دوسرے کے پہلو میں بیٹھ کر ویلنگٹن سے بارسلونا تک فضائی سفر کیا تھا......''

URDU TUBE

"تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو نا؟" وہ شک زدہ نظر سے مجھے گھورتے ہوئے بولی۔

میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "نہیں! میں سنجیدہ ہوں۔"

"پھر یقیناً تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے۔" وہ گاڑی کو دوبارہ ہائی وے پر دوڑاتے ہوئے بیزاری سے بولی۔

"ہو سکتا ہے، تم ٹھیک ہی کہہ رہی ہو......!" میں نے گول مول بات کی۔

"ہو سکتا ہے نہیں بلکہ یہی حقیقت ہے۔" وہ ضدی لہجے میں بولی۔ "اول تو یہ کہ میں آج تک نیوزی لینڈ گئی ہی نہیں۔ اینی ہاؤ......" لمحاتی توقف کرکے اس نے عجیب نظر سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"تم اچھا مذاق کر لیتے ہو......"

"میں نے تم سے مذاق نہیں کیا روما۔" میں نے لہجے کی سنجیدگی کو برقرار رکھتے ہوئے کہا۔ "تم میری بات کا یقین کرو یا نہ کرو، تمہاری مرضی ہے بہرحال میں نے جو کہا، اسے ثابت بھی کر سکتا ہوں۔ میں تمہاری طرح سات پردوں میں چھپ کر خود کو پیش نہیں کر رہا ہوں۔ میں نے جس سفر کا ذکر کیا، اس کا ٹھوس ثبوت ہے میرے پاس۔"

"کیسا ثبوت؟" وہ ٹٹولنے والی نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اگر ضرورت محسوس ہوئی تو وہ ثبوت تمہیں دکھا دوں گا۔" میں نے روکھے لہجے میں کہا پھر پوچھا۔ "ابھی ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"ایلپن روز۔" اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بتایا۔

"کیا یہ کوئی گارڈن ٹائپ کی جگہ ہے؟"

"نہیں!" وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "ایلپن روز ایک لاج اینڈ ریزورٹ ہے۔ ایک خاص ورثے کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ ہمیں آج کی رات اس ورثے میں گزارنا ہے۔ ایلپن روز (Alpenrose) ریزورٹ ہمارے لیے ایک محفوظ جگہ ہے۔"

پھر وہ مجھے مٹن ویلڈ (Mitten wald) کے علاقے میں واقع اس ایلپن روز ٹریڈیشنل بلڈنگ کے بارے میں بتانے لگی۔ میرا ذہن اپنے سامان کی پراسرار منتقلی کے معاملے میں جیسے پھنس کر رہ گیا تھا۔ میں نے چبھتے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

"گنٹر سے تمہارا کیا کنکشن ہے؟"

"کون گنٹر؟" وہ انجان بنتے ہوئے بولی۔

"وہی گنٹر جسے تم نے پچاس یورو دے کر مجھ تک اپنا پیغام پہنچایا تھا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "لیکن لگتا ہے کہ تم اس معاملے میں بالکل سنجیدہ نہیں ہو......"

"کس معاملے میں؟" وہ اضطراری لہجے میں مستفسر ہوئی۔

"ہماری دوستی کا معاملہ، ایک ساتھ آگے بڑھنے کا پروگرام۔" میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "اگر تم اپنے کارڈ چھپا کر رکھو گی تو میں تمہارے ساتھ ایک قدم بھی نہیں چل سکتا، تمہاری مدد کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔"

"گنٹر، ہوٹل ایڈل وائس کا ملازم ضرور ہے لیکن وہ میرے لیے بھی کام کرتا ہے۔" وہ لائن پر آتے ہوئے [illegible] "مجھے جب بھی [illegible] کی ضرورت پیش آتی ہے، میں اسے استعمال کر [illegible]"

"لگتا ہے [illegible] نے انسانوں کو ٹشو پیپر سمجھ رکھا ہے۔" میں نے [illegible] کڑوے لہجے میں کہا۔ "جب جس کی ضرورت پڑی، اسے یوز کر لیا......"

"ہم [illegible] خدمات حاصل کرتے ہیں، اسے اس کا [illegible] معاوضہ [illegible] اسے ٹشو پیپر کی طرح یوز [illegible] نہیں ہوتا......" وہ پرغرور لہجے میں بولی۔

"میرے بیگ کو ہوٹل کے کمرے سے اپنی کار کی ڈکی تک پہنچانے کے لیے تم نے گنٹر کی خدمات حاصل کی [illegible]" میں نے [illegible] آواز میں پوچھا۔

"ہاں!" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔ "میں تم سے غلط بیانی نہیں کروں گی۔"

"[illegible] تمہیں ضرورت پیش کیوں آئی؟"

"میں تمہیں آج ہی اپنے ساتھ ایڈل وائس سے ایلپن روز لے جانا چاہتی تھی۔" اس نے ڈرائیونگ جاری رکھتے ہوئے بتایا۔ "اسی لیے میں نے تمہیں گنٹر کے ذریعے ہوٹل کی لابی میں آنے کے لیے کہا اور اس دوران میں تمہارے کمرے سے وہ بیگ نکلوا کر اپنی کار کی ڈکی تک پہنچا دیا تاکہ جب ہم ایڈل وائس سے نکلیں تو تمہیں اپنے کمرے میں جانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔"

"پیغام بھی تم نے گنٹر ہی سے کروایا ہے نا؟"

"ہاں!" وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "گنٹر بہت کام کا بندہ ہے۔"

"وہ تو اس کے کارناموں سے مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا ہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "روما ٹل! ایک بہت ہی حساس سوال پوچھ رہا ہوں، جھوٹ نہیں بولنا......!"

"پوچھو۔" وہ عام سے لہجے میں بولی۔

"ہوٹل ایڈل وائس میں ہونے والے خوف ناک

دھماکے کی تمہیں پہلے سے خبر تھی نا؟" میں نے سنسناتے ہوئے لہجے میں استفسار کیا۔ "اسی لیے تم نے ڈائننگ ہال چھوڑنے سے پہلے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی تھی اور پھر مجھے بھی اٹھنے کو کہا تھا؟"

"اگر میں 'ہاں' میں جواب دوں تو......؟"

"تو پھر میں پوچھوں گا......" میں نے ڈرامائی انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ سب تمہارا ہی کیا دھرا ہے؟"

"نہیں!" وہ بڑے مضبوط لہجے میں بولی۔ "اس ہولناک دھماکے میں میرا کوئی ہاتھ نہیں مگر میں اس کے بارے میں اچھی طرح جانتی تھی۔ یہ سب اسی مشن کا حصہ ہے جس پر اس وقت میں کام کر رہی ہوں اور اب تم بھی میرے ساتھ ہو......" پھر وہ بے حد ادا سے اضافہ کرتے ہوئے بولی۔ "ہو سکتا ہے، یہ میری زندگی کا آخری اسائنمنٹ ثابت ہو۔"

رومائل، ایجنسی سے تعلق رکھنے والی ایک فیلڈ ایجنٹ تھی۔ فیلڈ ایجنٹ ہونا کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ لوگ اندر باہر سے بڑے مضبوط، آہنی اعصاب کے مالک اور ناقابل شکست انسان ہوتے ہیں لیکن ان لمحات میں وہ مجھے اندر سے بڑی خستہ حال محسوس ہوئی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے ساتھ کوئی طاقتور ٹائم بم باندھ دیا گیا ہو جس کی گھڑی کی "ٹک ٹک" ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اسے موت کے نزدیک لے جا رہی ہو۔ اس کی کیفیت دیکھ کر میں نے پوچھ لیا۔

"رومائل! ابھی تک تم نے مجھے اپنے مشن کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

"ہیلین روز پہنچ کر تسلی سے اس موضوع پر بات کریں گے۔" اس نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔

میں خاموش ہو کر گاڑی سے باہر، ہائی وے کے مناظر کو دیکھنے لگا۔ ایک لمحے کے لیے یہ خیال بھی آیا کہ میں نے رومائل کے ساتھ آ کر کوئی غلطی کی ہے۔ مجھے اس کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے تھا، پتا نہیں، وہ ایجنسی کے کون سے منصوبے پر عمل کر رہی تھی۔ ابھی تک رومائل کی یہ بات مجھے ہضم نہیں ہو پائی تھی کہ اس کے اسٹیشن چیف نے اسے ہدایت کر رکھی ہے کہ وہ اس انتہائی اہم مشن میں کسی پرائیویٹ آدمی کو اپنے ساتھ رکھے اور یہ کہ ایجنسی سامنے آ کر اس کی کوئی مدد نہیں کرے گی۔

اس بات کا علم تو مجھے تھا کہ کہیں پھنس جانے یا کسی دوسرے کے ہتھے چڑھ جانے کے بعد ایجنسی ان معاملات سے بالکل الگ ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے بندے کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیتی ہے لیکن ابھی رومائل کی زبانی جو حالات مجھ تک پہنچے تھے، ان میں بہت سی "فل ان دی بلینکس" والی نقطہ دار جگہیں تھیں۔ جب تک ان خالی جگہوں کو موزوں الفاظ سے بھر نہیں دیا جاتا، یہ کھٹ راگ میری سمجھ میں آنے والا نہیں تھا۔

"تم چپ کیوں ہو؟" رومائل کی مدھ بھری آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

"تم نے بولنے کی گنجائش کہاں چھوڑی ہے۔" میں نے بدستور کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ میرے جواب کو نظر انداز کرتے ہوئے ٹٹولنے والے لہجے میں بولی۔ "تم کس ٹھوس ثبوت کی بات کر رہے تھے؟"

"کون سے ثبوت؟" میں بالکل انجان بن گیا۔

"یہی کہ تمہارے پاس ایسا کوئی ٹھوس ثبوت موجود ہے جس کے مطابق میں نے تمہارے ساتھ ویلنگٹن سے واٹسلو تک سفر کیا تھا؟"

"ہاں، بالکل۔" میں نے جواب دیا۔ "میں نے تم سے غلط نہیں کہا۔"

"کیا میں اس ثبوت کے بارے میں تم سے کوئی سوال کر سکتی ہوں؟"

"ہیلین روز پہنچنے کے بعد اس ٹاپک پر بات کریں گے۔" میں نے اسی کے انداز میں رکھائی سے جواب دیا۔

"ہوٹل میں تم نے بات ہی ایسی کر دی ہے کہ میرا ذہن الجھ کر رہ گیا ہے۔" وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ فوری طور پر ذہن کے لیے الجھن کا باعث بن جاتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "لیکن وقت کے ساتھ سب کچھ سمجھ میں آ جاتا ہے۔"

پھر میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔ "ہم کتنی دیر میں ہیلین روز پہنچ جائیں گے؟"

"زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں۔" اس نے جواب دیا۔ "ایڈل وائس سے ہیلین روز تک لگ بھگ بیس کلومیٹر کا فاصلہ ہے جو ہم زیادہ سے زیادہ پچیس منٹ میں طے ہو جانا چاہیے۔ ہمیں ہوٹل ایڈل وائس سے نکلے کم و بیش پندرہ منٹ ہو گئے ہیں۔"

میں ہوٹل ایڈل وائس میں ہونے والے دھماکے کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ ایک سماعت شکن زوردار دھماکا تھا جس کے بعد ہوٹل کے اندر قیامت صغریٰ برپا ہو گئی تھی۔ ہوٹل کی فضا انسانی چیخ و پکار سے گونج اٹھی تھی اور میرے پہلو میں بیٹھی رومائل کا بیان تھا کہ یہ سب اس کے مشن کا حصہ

URDU TUBE
A HOUSE OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

نئے سال کا تحفہ خوب صورت اور پُراثر تحریروں سے مرصع جنوری 2019ء کا دلکش شمارہ

ماہنامہ

پاکیزہ

کراچی

رفعت سراج کے خوب صورت انداز و بیان کا ایک اور ناول

پہ کہاں بچیں کہ دل ہے کا دلنشین اختتام

افشاں آفریدی اور **سحر ساجد** کے سلسلے وار ناول ایک نئے انداز میں

حیا بخاری...... **محبت لفظ ہے لیکن** کی کہانیاں سچے جذبے

دُردانہ نوشین خان...... کا اچھوتا موضوع پر لکھا منی ناول...... **صُفہ**

عقیلہ حق اور **شگفتہ گل** کے افسانے اور

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

شمع ہدایت میں پڑھیے **اختر شجاعت** کا ایک اور پُراثر تحقیقی مضمون پردہ پوشی **صفتِ الٰہی**

پاکیزہ کے مہمان ہیں

شائستہ زریں لائی ہیں اداکار

وصال علی اور بیگم **ثنا وصال** کی

زندگی کے حسین راز

ان کے علاوہ

شمیم فضل خالق، نزہت جبیں ضیا، اسما طاہر و دیگر رائٹرز کی حسین کاوشیں

اس کے ساتھ ساتھ مثبت معلومات و تفریحی عناصر سے پُر مزیدار مستقل سلسلے صرف آپ کی خوش ذوقی کی نذر

تھا۔ پتا نہیں، وہ کس خطرناک مہم پر تھی۔

جی ایم سر نے مجھے سختی سے ہدایت کی تھی کہ مجھے خود کو اس نوعیت کے جھمیلوں سے دور رکھنا ہے۔ میری تو یہی کوشش تھی کہ میں سر کی ہدایات کے مطابق عمل کروں لیکن جب سے روماکل سے دوبارہ سامنا ہوا تھا، میں ان معاملات میں الجھتا چلا جارہا تھا۔ معلوم نہیں، روماکل کی ہمراہی کا اونٹ کس کروٹ بیٹھنے جارہا تھا۔

”قبل اس کے کہ تم میرے بارے میں شدید نوعیت کی کسی غلط فہمی کا شکار ہوجاؤ، میں اپنی پوزیشن کلیئر کردینا ضروری سمجھتی ہوں۔“ وہ گاڑی کو ہائی وے B2 پر دوڑاتے ہوئے گہری سنجیدگی سے بولی۔ ”میری وضاحت سے تمہارے ذہن میں سر اٹھانے والے بیشتر سوالات کے جوابات تمہیں مل جائیں گے۔“

میں نے بس اتنا کہا۔ ”بولتی جاؤ۔ میں سن رہا ہوں۔“

”میں اس وقت لینگلی کے عتاب میں ہوں......“

”تم تو لینگلی کی ایک ہونہار فیلڈ ایجنٹ ہو۔“ میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔ ”پھر تم پر ان کا کیسا عتاب؟“

”جب تم نے مجھے بولنے کا موقع دیا ہے تو پھر خاموشی سے میری بات بھی سنو۔“ وہ سرزنش کرنے والے انداز میں بولی۔ ”جب میری بات مکمل ہوجائے تو پھر سوال کرنا۔“

”اوکے......!“ میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ ”اب میں کچھ نہیں بولوں گا۔ تم اپنا بیان جاری رکھو۔“

”کچھ عرصہ پہلے مجھے ایک موقع ملا تھا، مال کمانے کا۔“ وہ پُرخیال انداز میں بتانے لگی۔ ”میں نے اپنے اسٹیشن چیف کی نظر بچا کر ایجنسی کے بجٹ میں سے تین ملین یو ایس ڈی اڑا لیے تھے لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد میری یہ چوری پکڑ میں آگئی۔ میں نے وہ تین ملین ڈالرز زیورخ (Zurich) کے ایک بینک میں رکھے تھے۔ مذکورہ بینک کے عملے میں ایجنسی کا ایک مخبر موجود تھا۔ میری بدقسمتی کہ اس بندے کو میری بدعنوانی کی خبر ہوگئی لہٰذا میں رنگے ہاتھوں پکڑی گئی۔ سوئس بینک اپنے اکاؤنٹس ہولڈرز کے ساتھ رازداری نبھانے کے چاہے کتنے بھی دعوے کرتے ہوں، بعض مخصوص حالات میں وہ لینگلی کے سامنے مجبور ہوجاتے ہیں۔“

وہ سانس لینے کے لیے تھمی تو اس بار میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ لمحاتی توقف کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوئی۔

”وہ رقم مجھے ایجنسی کو واپس کرنا پڑی۔ میرے خلاف تادیبی کارروائی بھی ہوئی۔ تاہم اس وعدے کے ساتھ کہ آئندہ ایسی غلطی نہیں ہونا چاہیے، مجھے میری پوزیشن پر بحال کردیا گیا لیکن اس کے بعد دوسری نوعیت کی غلطی ہوگئی۔ پتا نہیں، وہ منحوس اطالوی الفانسو میرے ڈیڈ سے گہری مشابہت کیوں رکھتا ہے۔ مجھے اس کا قصہ پاک کرنے کا مشن سونپا گیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے جذبات نے مجھ پر غلبہ پالیا اور میں اپنی ذمے داری پوری نہ کرسکی۔ میرا نشانہ خطا گیا اور گولی الفانسو کے کندھے میں لگی۔ میں ایک ماہر اسنائپر شوٹر ہوں۔ میری اس کوتاہی پر لینگلی والے بہت برہم ہیں لیکن میرا پچھلا ریکارڈ دیکھتے ہوئے مجھے اپنی غلطیوں کو سدھارنے کا، ایجنسی کی نگاہ میں خود کو سرخرو کرنے کا یہ آخری موقع دیا جارہا ہے، یعنی وہ مشن جس پر ہم ایلپین روز پہنچ کر بات کریں گے۔ یہ مشن میرے لیے زندگی اور موت جیسی اہمیت کا حامل ہے اسی لیے مجھے اس مشن میں کامیاب ہونے کے لیے تمہاری مدد کی ضرورت ہے اور ایجنسی والوں کو اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔“

اتنا کہہ کر وہ چپ ہوگئی۔ جب اس کی خاموشی کی طوالت ایک منٹ سے آگے بڑھی تو میں نے پُرخلوص انداز میں کہا۔

”روماکل! میں تمہاری کامیابی کے لیے دعا کروں گا۔“

”صرف دعا کی نہیں۔“ وہ گمبھیر لہجے میں بولی۔ ”مجھے تمہاری دوا کی بھی ضرورت ہے۔ مطلب، اس مشن میں تم میرا ساتھ دو گے......دو گے نا؟“

آخری جملہ اس نے براہِ راست میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ادا کیا تھا۔ اس کے الفاظ سے بڑی بے بسی اور بے کسی جھلک رہی تھی۔ مجھے ایک لمحے کے لیے بھی یہ محسوس نہیں ہوا کہ وہ مجھے کوئی چکر دینے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اس کی کئی ایک باتیں ابھی تک میرے لیے ناقابلِ فہم تھیں۔ میرا ذہن اسی وقت صاف ہوسکتا تھا جب وہ مجھے اپنے مشن کی تفصیل سناتی اور اس کے لیے مجھے چند منٹ انتظار کرنا تھا لہٰذا میں نے حقیقت بیانی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

”روماکل! ایریس آؤ داز یے ارموسا۔“

(روماکل! تم بولڈ اینڈ بیوٹی فل ہو)

وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ ”ایریس اونا پرسونا موئی ڈفیسل پیرو ایریس اونستا۔“

(تم ایک مشکل انسان ہو مگر تم کھرے ہو)

میں نے اس کی دل گرفتگی کے پیشِ نظر کہہ دیا۔

”اب ہم دوست ہیں۔“

وہ خوش ہوگئی پھر میرے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے

URDU TUBE

بولی۔ ”ڈن! ہماری دوستی کا آغاز ہوگیا۔“

☆☆☆

”ایلپین روز“ قدیم اور جدید طرزِ تعمیر کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا۔ اسے ایک روایتی اور ثقافتی ورثے کا اعزاز حاصل تھا۔ آپ اسے ایک گیسٹ ہاؤس نما ہوٹل سمجھ لیں جس میں ایک فوراسٹار ہوٹل کی تمام تر سہولیات میسر تھیں۔ روماتل نے ہم دونوں کے لیے الگ الگ کمروں کا بندوبست کر رکھا تھا۔

ہوٹل ایڈل وائس سے نکلتے وقت اس نے مجھے بتایا تھا کہ ہم اس کے ہوٹل جا رہے ہیں۔ اگر ایلپین روز ہی اس کا ہوٹل تھا تو وہاں پر میرے لیے ایک الگ کمرے کی بکنگ کا مطلب یہی تھا کہ وہ مجھے لینے کے لیے ہی ایڈل وائس پہنچی تھی۔

یہ میرا اندازہ تھا۔ عین ممکن ہے کہ حقیقت اس کے برعکس ہو۔ وہ سمجھ میں نہ آنے والی ایک عجیب و غریب لڑکی تھی۔ ویلنگٹن سے بارسلونا جاتے ہوئے اس نے کوانٹس ائرویز کے جہاز کو ذاتی ملکیت بھی ظاہر کیا تھا۔ بعد ازاں وہ اپنے دعوے سے پھر گئی تھی اور یہ کہہ کر معاملہ رفع دفع کر دیا تھا کہ اس نے جہاز کی ملکیت کے بارے میں جو کچھ کہا، وہ ایک مذاق تھا۔ ایسے لوگ انتہائی خطرناک ہوتے ہیں جو بڑی سے بڑی بات کو مذاق کے رنگ میں کہہ دینے میں مہارت رکھتے ہوں۔

میں نے روماتل سے دوستی کر لی تھی اور اس کے مشن میں ساتھ دینے کا وعدہ بھی کر لیا تھا لیکن سچی بات تو یہ تھی کہ میں نے اس سلسلے میں ابھی تک کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ میرا ارادہ یہی تھا کہ میں پہلے اس کا منصوبہ سنوں گا۔ اگر اس کا مشن گڑبڑ والا نہ ہوا تو ٹھیک، بصورتِ دیگر میں بڑی خوبصورتی سے رسی تڑا کر بھاگ نکلوں گا۔ میں اپنی عزیز از جان دوست شارو کے حصول کی خاطر بوبرین ایلپین کی برف پھانکتا پھر رہا تھا۔ اگر روماتل کے مشن سے میرا پروگرام متاثر ہونے کا اندیشہ ہوتا تو پھر پوروکرا فرروماتل توریز کو دور سے میرا اسلام......!

وہ مجھے میرے کمرے میں پہنچا کر یہ کہتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔ ”تم فریش ہو جاؤ۔ ایک گھنٹے کے بعد ملاقات کریں گے۔“

ہمارے کمرے پہلو بہ پہلو تھے۔ روماتل نے اپنی گاڑی کو پارکنگ میں لگانے کے بعد میرا بیگ میرے حوالے کر دیا تھا۔ میں نے کمرے میں تنہائی میسر آتے ہی سب سے پہلے وہ بیگ کھول کر اپنا سامان چیک کیا اور اس میں مجھے کوئی گڑبڑ نظر نہیں آئی تھی۔ میں نے اپنی آئی ڈی اور پاسپورٹ وغیرہ تو جیکٹ کی جیب ہی میں رکھا ہوا تھا۔ باقی تمام چیزیں جوں کی توں بیگ کے اندر موجود تھیں۔

میں فریش ہونے کے بعد روماتل کا انتظار کرنے لگا۔

ہم لگ بھگ گیارہ بجے رات ایلپین روز پہنچے تھے اور اب بارہ بجنے والے تھے۔ روماتل نے مجھے زیادہ دیر تک انتظار کی کوفت نہیں اٹھانے دی اور وہ دستک دے کر میرے کمرے میں آگئی۔ اگلے ہی لمحے ہم ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

وہ اپنے ساتھ ایک لیپ ٹاپ بھی اٹھا لائی تھی۔ لیپ ٹاپ کو اس نے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔ اپنے ہینڈ بیگ کو اس نے اس صوفے کے پہلو میں زمین پر رکھ دیا تھا جہاں وہ میرے سامنے براجمان تھی۔ میں بڑی توجہ سے اس کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر مجھے ایسے تاثرات نظر آئے جیسے وہ اپنے ذہن میں مختلف خیالات کو مجتمع کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ چند لمحات کے بعد وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

”وعدے کے مطابق، اب سے پہلے میں تمہیں اپنے مشن کے بارے میں بریف کروں گی تاکہ اس حوالے سے تمہارا ذہن صاف ہو جائے۔“

میں نے ہمہ تن گوش ہوتے ہوئے کہا۔ ”اچھی بات ہے۔“

”لیکن......“ وہ [illegible] کرنے والی نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے معنی خیز انداز میں بولی۔ ”میں اپنے مشن پر لب کشائی کرنے سے پہلے تمہارے بارے میں ایک سچائی کی تصدیق چاہتی ہوں اور وہ بھی تمہاری زبان سے۔“

”تم کس سچائی کی بات کر رہی ہو روماتل؟“

”میں تمہاری اصلیت کے بارے میں بات کر رہی ہوں۔“

میں نے پوچھا۔ ”میری اصلیت کو کیا ہوا ہے؟“

”تم وہ نہیں ہو جو ظاہر کر رہے ہو......!“ وہ ٹٹولنے والی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ ”میں تمہیں ڈاکٹر رائنل فرام بارسلونا ماننے کو تیار نہیں ہوں۔“

”اوہ......“ میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا پھر پوچھا۔ ”تو پھر تم مجھے کیا ماننے کو تیار ہو؟“

روماتل نے جتنے اعتماد کے ساتھ گفتگو کا آغاز کیا تھا، اس نے مجھے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ اس کے انداز سے تو یہی لگتا تھا کہ وہ میری ذات کے حوالے سے کوئی اہم راز جان چکی تھی۔ میں نے اپنے اندر کی الجھن کو چہرے سے ظاہر نہیں ہونے دیا اور استفساریہ انداز میں یک ٹک اسے دیکھتا چلا گیا۔

URDU TUBE

"تم امریکن سٹیزن ہو۔" وہ بدستور میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔ "تمہارا نام اسد علی ہے اور...... اور تم لاپتا ہو۔"

"فنٹاسٹک......!" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا پھر پوچھا۔ "تو پچھلے ایک گھنٹے سے تم اپنے کمرے میں جو ریسرچ کر رہی تھیں یہ اس کا آؤٹ کم ہے......؟"

"ایگزیکٹلی!" وہ بڑے وثوق کے ساتھ بولی۔

"پھر تو تمہیں لینگلی کو ریزائن کر کے کسی سائنس ریسرچ سینٹر کو جوائن کر لینا چاہیے۔" میں نے اس کے سچے دعوے کے خلاف جھوٹی مزاحمت کرتے ہوئے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "تمہارے [illegible] کی بہتان ہے۔"

"میں اس وقت مذاق کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں۔" وہ اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالتے ہوئے بولی۔ "میرے پاس گپ شپ کے لیے ٹائم نہیں ہے۔ صرف کام کی بات ہو سکتی ہے۔ [illegible]"

"خود کو سیریس ثابت کرنے کے لیے مجھے کیا بل کھڑے ہو کر دکھانا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"علی! پلیز...... زیادہ وقت نہیں ہے۔" وہ سرزنش کرنے والے انداز میں بولی پھر اپنے لیپ ٹاپ کو آن کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے ابھی تمہارے بارے میں جو کچھ بتایا ہے، اسے ثابت بھی کر سکتی ہوں لیکن بہتر ہوگا کہ تم اپنی زبان سے اقرار کرو۔"

"میں نے اپنی زبان سے جو تعارف کرایا تھا، اس پر تو تم نے خطِ تنسیخ کھینچ دیا ہے۔" میں نے [illegible] انداز میں کہا۔ "بہتر یہی ہوگا کہ تم اپنے ثبوت سامنے لاؤ۔ میں تو تمہارے لیے قابلِ بھروسا نہیں رہا۔"

روما تل جو کچھ بھی کہہ رہی تھی، اس میں کچھ بھی غلط نہیں تھا لیکن جب وہ کسی بھی ذریعے سے میری اصلیت تک رسائی حاصل کر چکی تھی تو میرے لیے یہ داستان اسی کی زبان سے سننے کا مزہ تھا۔

"میں نے [illegible] اپنے آدمیوں کے ذریعے تمہارے فنگر پرنٹس حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔" وہ اپنے لیپ ٹاپ کے ساتھ مصروف رہتے ہوئے بولی۔ "لیکن تم نے ان کی بینڈ بجادی اور وہاں سے نکل آئے۔ اینی ہاؤ......" لمحاتی توقف کر کے اس نے گہری نظر سے مجھے دیکھا اور ان الفاظ میں اضافہ کیا۔

"بالآخر مجھے اس مقصد میں کامیابی حاصل ہوگئی۔"

"مطلب، تم نے میرے فنگر پرنٹس حاصل کر لیے؟"

"میں نے تمہارے فنگر پرنٹس کو فنگر پرنٹس اسٹاک کے میچنگ پروسس میں ڈال دیا۔" وہ میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے اپنی ہی دھن میں بولتی چلی گئی۔ "اس اسٹاک میں اسد علی کے فنگر پرنٹس سے تمہارا میچ ہوگیا۔ پھر میں نے تمہارا ریکارڈ کھنگالا تو پتا چلا کہ تم اس وقت لاپتا ہو......"

"اور یہ سب کچھ تم نے اپنے اس لیپ ٹاپ پر کیا؟"

"ہاں!" وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی اور بتانے لگی۔ "میں نے جس پروگرام کو استعمال کر کے تمہارے بارے میں یہ معلومات حاصل کی ہیں، وہ چند لوگوں کے استعمال میں ہے اور وہ سب مکلین (Mclean) ورجینیا میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یعنی لینگلی (Langley) کے ہیڈ کوارٹر میں۔ جن افراد کو اس پروگرام تک رسائی حاصل ہے، ان میں ہمارے ڈائریکٹر، ڈپٹی ڈائریکٹر، ایگزیکٹو ڈائریکٹر اور سائبر سیکیورٹی ڈویژن کے ہیڈ وغیرہ شامل ہیں۔"

"کیا تمہارا شمار ان افراد میں نہیں ہوتا؟" میں نے سوالیہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔

"نہیں!" اس نے نفی میں گردن ہلائی اور بولی۔ "اگر تمہارے لینگلی کے اسٹاف کی اوپر سے نیچے تک نمبر گنتی کی جائے تو فیلڈ ایجنٹ انیسویں نمبر پر آتا ہے اور ہمیں اس پروگرام تک ایکسس (Access) نہیں ہوتی۔"

"پھر تم نے یہ سب کیسے کر لیا؟" میں نے حیرت [illegible] پوچھا۔

"پہلے حقیقت کو تسلیم کرو۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔ "آگے کی بات بعد میں بتاؤں گی۔"

میں نے بے اختیار ہوتے ہوئے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ سچ ہے کہ میرا نام اسد علی ہے اور میں امریکن سٹیزن ہوں۔"

"اور وہ 'لاپتا' کا کیا معاملہ ہے؟"

"میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

وہ تاکیدی انداز میں مستفسر ہوئی۔ "پکا؟"

"ایک دم پکا!" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے، اس مسئلے کو بعد میں دیکھیں گے۔" وہ دوبارہ اپنے لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولی۔

"مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تم نے مجھ سے سچ بولا۔ تمہارا نیا اسٹیٹس اس مشن میں مجھے زیادہ سوٹ کرتا ہے۔ میں 'زیرِعتاب' اور 'تم لاپتا'...... سو انٹرسٹنگ!"

میرے ذہن میں کافی دیر سے ایک سوال چکرا رہا تھا۔ میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "اب لگے

ہاتھوں یہ بھی بتا دو کہ تم نے میرے فنگر پرنٹس کہاں سے حاصل کیے ہیں؟''

''ڈیزرٹ اسپون پر سے۔'' وہ سادہ سے لہجے میں بولی۔

میں نے الجھن زدہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔

''میں کچھ سمجھا نہیں؟''

''تم نے ایڈل وائس ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں میرے ساتھ بیٹھ کر ڈنر کیا تھا نا۔'' وہ وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ ''وہاں تم نے ڈیزرٹ (سوئٹ ڈش) بھی لیا تھا اور اس اسپون پر تمہاری انگلیوں کے نشانات موجود تھے۔ ہیلمن روز پہنچ کر میں نے ڈیزرٹ کے اس چمچے کے [illegible] پر سے تمہارے فنگر پرنٹس کو بہ احتیاط اٹھایا اور اسے لیپ ٹاپ میں ڈال کر میچنگ پروسس کر ڈالا...... ویری پل!''

وہ منظر میری یادداشت میں ابھی تک محفوظ تھا جب ڈنر کے اختتام پر روماٹل نے ٹیبل پر سے ایک اسپون اٹھا کر بڑی احتیاط کے ساتھ اسے ایک کاغذ میں لپیٹ کر اپنے پرس میں رکھ لیا تھا اور اس حرکت پر جب میں نے اس سے استفسار کیا تو اس نے یہ کہہ کر مجھے مطمئن کر دیا تھا۔

''پرانی عادت...... مجھے طرح طرح کے چمچے جمع کرنے کا شوق ہے۔''

''تم تو چھپی رستم نکلیں۔'' میں نے ستائشی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ ''میں نے کسی اچھے بچے کی طرح حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اب آگے کی بات کرو اور مجھے بتاؤ کہ تم نے اس پروگرام تک کیسے رسائی حاصل کی ہے؟''

''ایجنسی کے اندر بعض ایسے لوگوں سے میری دوستی ہے جو سائبر سیکیورٹی ڈویژن کے ٹیکنیکل اسٹاف کا حصہ تھا۔'' اس نے بتایا۔ ''بس ان میں سے کسی خیرخواہ نے مجھ سے تعاون کیا ہے۔''

''روماٹل! تم پہلے ہی ایجنسی کے عتاب میں ہو۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ''اور اب یہ حرکت... اگر اس سیکیورٹی بریچ کا راز فاش ہو گیا تو تمہارے ساتھ اس مددگار کا بھی بیڑا غرق ہو گا جس کے تعاون سے تم نے فنگر پرنٹس میچنگ پروگرام تک رسائی حاصل کی ہے......''

''مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔'' وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔ ''تمہاری اصلیت تک رسائی حاصل کرنا میرے لیے زیادہ ضروری تھا۔ میں نے وہی کیا جو مجھے ٹھیک لگا۔ اب میں تمہارے ساتھ کام کرتے ہوئے کافی کمفرٹ محسوس کروں گی۔'' پھر وہ لیپ ٹاپ کی اسکرین میری جانب کرتے ہوئے بولی۔ ''یہ تمہارا اصل روپ ہے نا؟''

میں اس وقت ایک اسپینش ڈاکٹر رافیل کے گیٹ اپ میں تھا جو بارسلونا کے ایک نفسیاتی اسپتال سے تعلق رکھتا تھا اور روماٹل مجھے میری وہ تصویر دکھا رہی تھی جو میرے امریکن سٹیزن کے ریکارڈ میں تھی۔

''ہاں! یہ میں ہی ہوں۔'' میں نے اس کے سوال کا اثبات میں جواب دیا اور بتایا۔ ''میں ایک ضروری کام سے امریکا سے پاکستان گیا تھا پھر وہاں سے میں انٹارکٹیکا پہنچ گیا۔ انٹارکٹیکا سے نکلا تو میری اگلی منزل نیوزی لینڈ تھی۔ پھر نیوزی لینڈ سے میں اسپین چلا گیا اور اب جرمنی میں ہوں۔''

''[illegible] بھاگ دوڑ کس لیے؟'' وہ بھویں اچکاتے ہوئے مستفسر ہوئی۔ ''تم نے پچیس تیس ہزار کلومیٹر کا سفر کر ڈالا۔ کیا تمہارے پیچھے جن بلائیں لگی ہوئی ہیں؟''

''بس، یوں ہی سمجھ لو۔'' میں نے گول مول جواب دیا۔

''میں ایسا نہیں سمجھ سکتی۔'' وہ بہ دستور میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔ ''آئی ایم سوری۔''

''تمہیں جو بہتر لگتا ہے وہی سمجھ لو۔'' میں نے بیزاری سے کہا۔

''میری سمجھ میں تو یہی آ رہا ہے کہ تم کسی کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔''

''چلو یہی ٹھیک ہے۔'' میں نے اکتاہٹ بھرے انداز میں کہا۔

وہ صوفے سے اٹھ کر کمرے کی اس کھڑکی کے پاس پہنچی جو بالکونی کی طرف کھلتی تھی۔ اس نے کھڑکی وا کر کے باہر جھانکا پھر دوبارہ میرے سامنے نشست جماتے ہوئے سوال کیا۔

''تم [illegible] ریڈی ہو نا؟''

''[illegible] مجھے یہاں سے دوڑتے ہوئے اس کھڑکی تک جانا ہوگا؟'' میں نے مذکورہ کھڑکی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ ''اور پھر وہاں سے باہر چھلانگ لگانا ہوگی؟''

''تم واقعی ماہر نفسیات ہو۔'' وہ دلچسپ نظر سے مجھے تکتے ہوئے بولی۔ ''اس کشیدہ صورت حال میں تم ہلکا پھلکا مذاق کر کے اپنے اعصاب کو سکون پہنچانے کی کوشش کر رہے ہو۔''

''شاید تم ٹھیک ہی کہہ رہی ہو۔'' میں نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

اس نے میری جان کو چھوڑنے کے بجائے اور کس کر پکڑ لیا اور میری آنکھوں میں بہت گہرائی تک اترتے ہوئے

URDU TUBE
OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

مستفسر ہوئی۔
''فریڈرک سے تمہارا کیا کنکشن ہے؟''
میں نے الجھن زدہ انداز میں اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''میں کسی فریڈرک کو نہیں جانتا۔''
''پھر اس کی تصویر تمہارے بیگ میں کیا کر رہی ہے؟'' اس نے سنسناتے ہوئے لہجے میں دریافت کیا۔
''میں اس پوسٹ کارڈ سائز کے کلر پینسل اسکیچ کے پرنٹ کی بات کر رہی ہوں جو تمہارے بیگ میں موجود ہے۔''
میرے بیگ میں تو اس ادھیڑ عمر مقناطیسی شخصیت کے مالک بندے کا فوٹو تھا جسے میں نے تصور کی آنکھ سے شارو کے ساتھ دیکھا تھا۔ یہ فوٹو میں نے ہوٹل کے نزدیک ایک فٹ پاتھیے آرٹسٹ سے اپنی یادداشت کے اشاروں کی مدد سے بنوایا تھا۔
''میرے بیگ میں تم نے جو فوٹو دیکھا ہے، میں اس شخص کے نام سے واقف نہیں ہوں۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''ہاں، میں اس بندے کو تلاش کرنا چاہتا ہوں...... کسی بھی طرح۔'' کچھ لمحے توقف کر کے میں نے ایک بوجھل سانس خارج کی پھر کہا۔
''روماسل! ابھی تم نے کسی فریڈرک کا ذکر کیا۔ کیا میرے بیگ میں اسی فریڈرک کا فوٹو ہے؟''
''ایک سو ایک فیصد۔'' اس نے ایک مرتبہ پھر اپنے لیپ ٹاپ کی اسکرین میری جانب کر دی اور بولی۔ ''تم سلائیڈ شو کر کے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔''
مجھے یہ سمجھنے میں قطعاً کوئی دشواری محسوس نہیں ہوئی کہ جس وقت میں ہوٹل ایڈل وائس کی لابی میں آنکھیں بند کیے بیٹھا کسی اجنبی ملاقاتی حسینہ کی آمد کا انتظار کر رہا تھا، اسی دوران میں اس حسینہ (روماسل) نے میرے بیگ کی تلاشی لے ڈالی تھی اور پھر کنٹنر کی مدد سے بیگ کو اپنی کار کی ڈکی میں رکھوا دیا تھا۔ وہ ٹیکنیکلی ایک فیلڈ ایجنٹ تھی۔ اس قسم کے کام اس کے لیے چٹکی بجانے کے مترادف ہے۔
میں نے روماسل کے لیپ ٹاپ پر فریڈرک نامی اس شخص کی درجن بھر تصویروں کو سلائیڈ شو کر کے دیکھا۔ یہ وہی بندہ تھا جو مجھے شارو کے ساتھ نظر آیا تھا۔ وہاں شارو کے ہمراہ اور بھی کئی پریاں موجود تھیں اور وہ سب اس شخص کو ''باس'' کہہ کر مخاطب کر رہی تھیں۔
''کون ہے یہ شخص؟'' میں نے لیپ ٹاپ کو روماسل کی جانب کھسکاتے ہوئے اضطراری لہجے میں پوچھا۔ ''تم اس کے بارے میں کیا جانتی ہو؟''
''میں تمہیں اس کا نام تو بتا ہی چکی ہوں۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ ''فریڈرک ایک جرمن پروفیسر اور سائنس داں ہے۔ بویرین ایلپس کی سب سے بلند چوٹی ''زگزپٹ زے'' سے تھوڑا آگے یعنی جرمنی اور آسٹریا کے بارڈر کے نزدیک اس نے بویرین ایلپس پر ہی اپنا ایک ریسرچ سینٹر قائم کر رکھا ہے جہاں اس کی مرضی کے بغیر کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ اس کے ریسرچ سینٹر کو حکومت جرمنی کی سرپرستی حاصل ہے لیکن دنیا والوں کو یہی پتا ہے کہ پروفیسر فریڈرک اپنی مدد آپ کے تحت ریسرچ کا کام کر رہا ہے اور وہ ریسرچ سینٹر اس کی ذاتی ملکیت ہے۔''
''کیا تم مجھے فریڈرک تک پہنچا سکتی ہو؟'' میں نے بے خیالی میں سوال کیا۔
''ہاں!'' وہ بڑے اعتماد سے بولی۔ ''لیکن اس کے لیے تمہیں مجھے اپنے مقصد سے آگاہ کرنا ہوگا۔ میں جاننا چاہوں گی کہ تم فریڈرک تک کیوں پہنچنا چاہتے ہو؟''
روماسل میری اصلیت سے واقف ہو چکی تھی، محتاط انداز میں شارو کے بارے میں اسے بتانے میں کوئی حرج نہیں تھا لہٰذا میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔
''کچھ عرصہ پہلے میری ایک دوست کو اغوا کر لیا گیا تھا۔ میں اسی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں۔ میری تازہ ترین معلومات کے مطابق میری وہ دوست اس وقت اس شخص کے قبضے میں ہے جسے تم فریڈرک کہہ رہی ہو۔''
''کیا میں تمہاری دوست کا نام جان سکتی ہوں؟''
''شارو۔'' میں نے جواب دیا۔
وہ شک زدہ نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کیا تم نے شارو کی تلاش کے سلسلے میں پچیس تیس ہزار کلومیٹر کا سفر کر ڈالا ہے؟''
میں نے اثبات میں گردن ہلانے پر اکتفا کیا۔
''مجھے یقین نہیں آرہا۔'' وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔
''کیا تم میرے جذبے کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہی ہو؟''
''تم غلط سمجھے۔'' وہ جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ ''مجھے اس بات کا یقین نہیں آرہا کہ فریڈرک نے کسی مغوی کو اپنے سینٹر میں پناہ دے رکھی ہوگی۔ وہ اس قسم کے جھمیلوں میں پڑنے والا شخص نہیں ہے۔''
''لگتا ہے، تم نے فریڈرک پر پی ایچ ڈی کر رکھا ہے۔''
''پی ایچ ڈی سے بھی کچھ زیادہ۔'' وہ اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالتے ہوئے سرسری انداز میں بولی۔

URDU TUBE
A HOUSE OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ''کیا تم بھی فریڈرک کے پیچھے ہو؟''

''ہاں!'' اس نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ ''میں اسی کی لیبارٹری میں جارہی ہوں اور یقیناً تم بھی میرے ساتھ جاؤ گے۔''

''شکریہ روماتل۔'' میں نے ممنونیت بھرے لہجے میں کہا۔ ''تم نے میرے لیے کافی آسانی پیدا کردی ہے۔''

''میں تم پر کوئی احسان نہیں کررہی۔ میں تو اپنا کام کر رہی ہوں۔'' وہ لیپ ٹاپ کو بند کرتے ہوئے بولی۔ ''میں نے کہیں پڑھا تھا...... اگر کوئی تم سے بھلائی کی امید رکھے تو اسے مایوس مت کرو کیونکہ بندوں کی ضرورت کا تم سے وابستہ ہونا تم پر خالق کا خاص کرم ہے۔''

''بالکل درست کہا۔'' بے ساختہ میرے منہ سے نکلا۔

اس نے میری بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر بولی۔ ''تمہارے پاس [illegible] ہیں اگر نیند لینا چاہو تو لے سکتے ہو۔ ہمیں علی الصباح یہاں سے نکلنا ہے...... اور اس وقت تمہیں ایک دم فریش ہونا چاہیے۔ ہماری اگلی منزل فریڈرک کی ریسرچ لیبارٹری ہے۔''

''میں نہیں جانتا، تم فریڈرک کے پیچھے کیوں ہو۔'' میں نے بھی کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ''لیکن ہماری منزل ایک ہی ہے۔''

''ہماری منزل بے شک ایک ہے لیکن مقاصد الگ الگ ہیں۔''

''مجھے تمہارے مشن کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔''

''بہت جلد سب پتا چل جائے گا۔'' وہ معنی خیز انداز میں بولی اور جانے کے لیے قدم بڑھا دیے۔

''کیا تمہیں ہوٹل ایڈل وائس میں ہونے والے دھماکے کے حوالے سے کچھ پتا چلا ہے؟'' میں نے ایک فوری خیال کے تحت پوچھ لیا۔ ''میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہاں کتنی ہلاکتیں ہوئی ہیں؟''

''وہ دھماکا انسانوں کی جانیں لینے کے لیے نہیں کیا گیا تھا۔'' اس نے جواب دیا۔

''پھر......!'' میں نے الجھن زدہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ ''اس سماعت شکن بلاسٹ کا مقصد کیا تھا؟''

''راستے میں بتادوں گی۔'' وہ ذومعنی انداز میں بولی۔

''روماتل!'' میں نے بوجھل سانس چھوڑتے ہوئے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ''انجانے میں تم نے مولا کا ایک قول دہرا دیا ہے جس کے الفاظ سن کر میں تمہاری طرف سے مطمئن ہوگیا ہوں۔ تم خود اپنے مشن کے بارے میں کچھ بتانا چاہو گی تو ٹھیک ہے ورنہ میں فورس نہیں کروں گا۔''

''گڈ بوائے!'' وہ ستائشی انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

''تم بہت اچھی ہو روماتل!'' میں نے اس کے چہرے پر نگاہ جماتے ہوئے کہا۔ ''میرے مولا کا فرمان ہے...... اچھے لوگوں کا تمہاری زندگی میں آنا تمہاری قسمت ہوتی ہے اور انہیں سنبھال کر رکھنا تمہارا ہنر۔ میں اپنے ہنر کو آزمانے کی پوری کوشش کروں گا۔''

وہ مجھ پر ایک اداس نگاہ ڈال کر کمرے سے نکل گئی۔

میں نے جب اسے پہلی بار جہاز میں دیکھا تھا تو وہ مجھے [illegible] معصوم اور [illegible] بھرپور نظر آئی تھی لیکن اب [illegible] الجھن [illegible] محسوس ہوئی تھی۔ اس نے اپنے ''زیر حجاب'' ہونے کے حوالے سے ڈھکے چھپے الفاظ میں [illegible] بتایا تھا۔ [illegible] ایسا کچھ نہیں تھا کہ [illegible] اس کی جان کو کوئی خطرہ لاحق ہو۔ اس کی سابق [illegible] مشن سونپا گیا تھا۔ میں [illegible] روماتل [illegible] مشن کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا لیکن میں نے اس کارِخیر میں اس کا بھرپور ساتھ دینے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ بشرطیکہ اس کا مشن ''کارِخیر'' پر مبنی ہوتا۔

[illegible] روماتل کے بارے میں سوچنے لگا۔ [illegible] اگر وہ اس مشن میں ناکام بھی رہتی ہے تو زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا؟ اسے ایجنسی سے نکال دیا جائے گا [illegible] خیر سلا [illegible] مگر روماتل کی حالت بتا رہی تھی کہ معاملہ ''خیر سلا'' پر ختم ہونے والا نہیں۔ وہ اس مشن کو لے کر بہت زیادہ سنجیدہ تھی اور [illegible] ارادہ رکھتی تھی حالانکہ یہ کام ایجنسی [illegible] کوئی شخص مجھ سے زیادہ بہتر انداز میں انجام [illegible] روماتل کا کہنا یہ تھا کہ اس مشن میں [illegible] کر اس کا ساتھ نہیں دے [illegible] کامیابی حاصل کر کے ایجنسی کی نظر میں سرخرو ہونا ہے [illegible] ایجنسی نے اس کے اوپر سے اپنا ہاتھ اٹھا لیا تھا۔

اگر واقعتاً ایسا تھا تو پھر یہ ایک خاصی سنگین اور پرخطر صورت حال تھی۔ اس مشن میں روماتل صد فیصد رسک پر تھی۔

میں نے روماتل کے خیال کو ذہن سے جھٹکا اور اپنی فیلنگو کا اینٹینا شارو کی جانب گھما دیا۔ آخری مرتبہ میں نے شارو کو برف سے ڈھکے ہوئے ایک پہاڑ کے دامن میں اسکئینگ (Ski-ing) کرتے دیکھا تھا۔ وہ نظارہ اتنا دلکش

URDU TUBE
urdutubes.com

اور دلفریب تھا کہ میرے من میں یہ خواہش پیدا ہوئی تھی کہ میں اڑ کر شارو کے پاس دامنِ کوہِ ایلپن میں پہنچ جاؤں اور اسکنگ کے کھیل میں شارو کا ساتھ دوں لیکن دروازے پر ہونے والی دستک نے میرے تصور کا سوا ستیاناس مار دیا تھا۔

تھوڑی سی کوشش کے نتیجے میں میری فیلنگو نے مجھے شارو تک پہنچا دیا۔ وہ اس وقت ایک آرام دہ بستر پر گہری نیند سو رہی تھی۔ حالتِ نیند میں وہ مجھے معمول سے زیادہ پیاری نظر آئی۔ میں کافی دیر تک اس کے خوابیدہ حسن سے اپنی پیاسی آنکھوں کو سیراب کرتا رہا۔ محویت کا عالم یہ تھا کہ ان لمحات میں مجھے اپنے وجود کا احساس بھی نہیں رہا تھا۔ میں جذب ایسی کیفیت سے دوچار ہو گیا تھا۔ میں تصور کی گہرائی میں ڈوبتا چلا گیا۔

اچانک مجھے ایک انوکھا سا تجربہ ہوا۔ مجھے یوں محسوس ہوا، میں بے وزن ہو گیا ہوں اور کسی خلاباز کے مانند فضا میں تیرتا پھر رہا ہوں۔

یکایک میری اسپیڈ میں اضافہ ہو گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں کسی جیٹ فائٹر کی رفتار سے سفر کر رہا ہوں۔ میں خود کو ہوا سے بھی زیادہ ہلکا محسوس کر رہا تھا اور نامعلوم تیز رفتاری کے ساتھ آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اس عمل میں میرے جسم کے درجۂ حرارت میں بھی بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ میں کسی قیمتی کمیاب دھات کے مانند اپنے وجود کو ایٹمی بھٹی میں پگھلتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ مجھے گھبراہٹ نے گھیر لیا اور میرے اندر یہ سوال پیدا ہوا۔ ''کیا میں فنا ہونے جا رہا ہوں......؟''

یہ ایک خوف ناک سوال تھا جس کے اثرات سے میں نے بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں۔ اگلے ہی لمحے میں نے خود کو ایلپن روز گیسٹ ہاؤس کے کمرے میں صوفے پر پایا۔ میرا جسم پسینے میں نہایا ہوا تھا۔ شاید یہ اس عجیب و غریب سفر کی تمازت کے اثرات تھے، جو چند لمحے پہلے میں تصور کی آنکھ سے کر رہا تھا۔ ان لمحات میں میرے اندر بڑی شدت سے یہ سوچ پیدا ہوئی۔

''آج کی سٹنگ میں میری حیثیت ایک ٹائم ٹریولر ایسی تھی۔ میں اپنے موجودہ زمانے سے کہیں دور کسی لمبے سفر پر جانے والا تھا۔''

یہ سوچ بڑی سنسنی خیز اور تقویت بخش تھی۔ جی ایم سر کی ہدایت کے مطابق میں نے جو روحانی مشقیں جاری رکھی ہوئی تھیں، یہ انہی کے ثمرات تھے۔ اگر میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں نہ کھولی ہوتیں تو پتا نہیں، ٹائم کے ساتھ ٹریول کرتے ہوئے میں کتنی اسپیس کو مسخر کر چکا ہوتا۔ بہرحال، میرے لیے یہ ایک نیا اور خوشگوار تجربہ تھا۔ اگرچہ میں ابھی تک اس فیلڈ کی ابتدائی منزل پر تھا لیکن اس کے باوجود بھی یہ میری ایک بڑی کامیابی تھی۔

میں نے گھڑی میں وقت دیکھا تو صوفے کو چھوڑ کر واش روم میں گھس گیا۔ روما تل نے ایلپن روز سے چیک آؤٹ ہونے کا جو ٹائم بتایا تھا، اس میں صرف ایک گھنٹا باقی تھا۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں بچا تھا کہ میں نیند لینے کے بارے میں سوچتا۔ شارو کو دیکھنے میں، میں اس قدر محو ہو گیا تھا کہ مجھے وقت کے گزرنے کا بالکل احساس نہیں ہوا تھا اور شاید یہ اسی گہری محویت کا نتیجہ تھا کہ میں اپنے وجود کی نفی کر کے روشنی کی رفتار کے ساتھ سفر کرنے والا تھا......

جی ایم سر نے مجھے بتایا تھا کہ انسان روح کی رفتار سے سفر کر کے زمان و مکاں کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور اس مقصد میں کامیابی کا ''رختِ سفر'' ہے...... خاموشی۔ گہری خاموشی کے بطن ہی سے ہر تخلیق ہوتی ہے، چاہے وہ ٹائم اینڈ اسپیس پر قدرت حاصل کرنے کی تخلیق کیوں نہ ہو......!

☆☆☆

وہ طلوعِ آفتاب سے پہلے کا خوشگوار سماں تھا اور ہم دونوں ایک گاڑی میں رواں دواں تھے۔ روما تل خاصی ٹھہری ہوئی تھی تاہم اس کے چہرے کی سنجیدگی میں بے پناہ اضافہ ہوا تھا۔ وہ کسی عمیق سوچ بچار میں غرق دکھائی دیتی تھی۔ گاڑی کے اندر چھائی ہوئی خاموشی کو توڑنے کی غرض سے میں نے پوچھا۔

''کیا ہماری اگلی منزل فریڈرک کی تجربہ گاہ ہے؟''

''فریڈرک کی ریسرچ لیبارٹری ہماری آخری منزل ہے۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''تم اسے اس مشن کی فائنل ڈیسٹینیشن بھی کہہ سکتے ہو۔''

''فی الحال ہم کہاں جا رہے ہیں؟''

''منشن (München) ایئرو کلب۔'' اس نے بتایا۔

''تو کیا صبح صبح ہواخوری کے بجائے ہوا بازی کا ارادہ ہے؟'' میں نے اس کے موڈ کی سنجیدگی کو کم کرنے کی غرض سے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

''میں نے تمہارے ''لاپتا'' ہونے کا پتا لگا لیا ہے۔'' وہ میرے شگفتہ انداز کو نظرانداز کرتے ہوئے سنسنی خیز لہجے میں بولی۔

''مبارک ہو!'' میں نے اپنے چھیڑ چھاڑ کے رویے کو برقرار رکھتے ہوئے کہا۔ ''اب میرا ایڈریس بھی بتادو۔

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

میں خود کو کس پتے پر تلاش کروں؟''

''ایس این بی کے پلیٹ فارم پر۔'' وہ خشمگیں نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

''ایس این بی کس بلا کا نام ہے؟'' میں نے الجھن زدہ نظر سے اسے دیکھا۔

''یہ وہی بلا ہے جو تمہیں ملکوں ملکوں دوڑا رہی ہے۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''ایس این بی یعنی...... اسکل اینڈ بونز!''

''اوہ......!'' میں ایک گہری سانس خارج کر کے رہ گیا۔

''کیوں...... کیا ہوا؟'' اس نے چونکے انداز میں استفسار کیا۔ ''میری بات سنتے ہی تمہارے رازکے غبارے سے ہوا نکل گئی......''

''ایسی کوئی بات نہیں روما مل۔'' میں نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔ ''میرے بیشتر رازوں سے تم واقف ہو چکی ہو۔ بس یہ آخری معاملہ تھا، تم نے اسے بھی کھوج نکالا۔''

''کیا تم اس حقیقت کا اقرار کرتے ہو کہ ''ایس این بی'' تمہارے تعاقب میں ہے؟''

''ہاں۔'' میں نے اثبات میں جواب دیا۔

''وہ تم سے کیا چاہتے ہیں؟'' اس نے پوچھا۔ ''اس بات کا مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ تمہاری جان کے دشمن نہیں ہیں۔''

''تمہارے اس یقین کا سبب؟''

''کسی کو زندگی یا موت دینا اس سوسائٹی کے اشارۂ ابرو کی مار ہے۔'' وہ گہری نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''وہ تمہاری جان کے درپے نہیں ہیں۔ مجھے یہ کوئی اور ہی معاملہ لگتا ہے......''

بات کے اختتام پر وہ سوالیہ نظر سے مجھے تکنے لگی۔ میں نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

''روما مل! تم انتہائی کم وقت میں میرے بہت زیادہ نزدیک آ گئی ہو۔ تم نے اپنے حالات سے مجھے کافی حد تک آگاہ کر دیا ہے۔ جس طرح تم اس وقت سخت حالات سے گزر رہی ہو، میرا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے لہٰذا میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ ہم ایک دوسرے کے بارے میں مکمل جان کاری کے بعد ہی ایک دوسرے کی مدد کے قابل ہو سکتے تھے......'' لمحاتی توقف کر کے میں نے ایک بوجھل سانس خارج کی پھر نہایت ہی مختصر الفاظ میں اسے اپنی پچویشن کے بارے میں بتانے کے بعد ان الفاظ میں اضافہ کیا۔

''روما مل! وہ لوگ مجھے اپنی سوسائٹی کا حصہ بنانا چاہتے ہیں اور مجھے یہ منظور نہیں ہے۔ مجھے جھکانے کے لیے انہوں نے میری دوست کو اپنی کسٹڈی میں لے رکھا ہے۔''

وہ ایسی نظر سے مجھے دیکھنے لگی جیسے میری ذہنی صحت پر اسے شک ہو پھر پوچھا۔ ''لوگ تو ایس این بی میں شمولیت کے خواب دیکھتے ہیں پھر تمہیں سوسائٹی کا حصہ بننا منظور کیوں نہیں ہے؟''

''میں عام لوگوں سے کافی مختلف ہوں۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ''اس لیے خواب بھی جداگانہ دیکھتا ہوں۔''

''مجھے تمہارے مختلف اور جداگانہ ہونے کا بخوبی اندازہ ہو رہا ہے۔'' وہ میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔ ''اسی لیے ''ایس این بی'' والے تمہارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں غیر معمولی افراد کی تلاش رہتی ہے۔''

''روما مل! اس بلاسٹ کے حوالے سے تمہارے پاس کوئی اپ ڈیٹ ہے؟'' میں نے پوچھا۔ ''ہوٹل ایڈل وائس میں کتنا جانی اور مالی نقصان ہوا ہے؟''

میرا ذہن رات والے اندوہناک واقعے ہی میں پھنسا ہوا تھا لیکن وہ ساعت شکن دھماکا بڑا ہیبت ناک تھا۔ اس نے میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے بڑے نپے تلے الفاظ میں کہا۔

''میں روما مل نہیں ہوں......''

''کیا تم یہی چاہتی ہو کہ میں تمہاری گاڑی سے باہر کود جاؤں؟'' میں نے سٹپٹائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''اور کتنے بیان بدلو گی......''

''تم نے اپنے سارے پتے شو کر دیے ہیں تو مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ تم سے کچھ پوشیدہ رکھوں۔'' وہ ہونٹ بھینچتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز میں بولی۔ ''میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا چکی ہوں۔ بس، یہ اپنی اوریجنل آئی ڈی والا کارڈ میں نے تم سے ابھی تک چھپا رکھا تھا۔''

ان لمحات میں وہ حد درجہ سنجیدہ دکھائی دیتی تھی۔ میرے اندر سے آواز آئی کہ وہ مجھ سے کسی قسم کی غلط بیانی نہیں کر رہی۔ میں نے بھی گہری سنجیدگی سے استفسار کیا۔

''اگر تم روما مل نہیں ہو تو پھر کون ہو؟''

''میرا نام جیسیکا (Jessica) ہے اور یہی میری اصل آئی ڈی ہے۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی۔ ''میں نیویارک میں پیدا ہوئی تھی لیکن ڈیوٹی کے دوران میں، میں اپنا اوریجنل پاسپورٹ استعمال نہیں کرتی بلکہ ہمیں کسی بھی اوریجنل آئی ڈی کے استعمال کی اجازت نہیں ہوتی۔''

''تو کیا اب میں تمہیں لیفٹیننٹ جیسیکا کہہ سکتا ہوں؟''

''ابھی نہیں۔'' وہ جلدی سے بولی۔ ''اس مشن کے

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

بعد تم ایسا کہہ سکتے ہو۔''

''گویا اس مشن میں تم روماتل توریز ہو......!''

''نہیں!'' وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

''اس وقت میں برجت ہوں۔ برجت (Birgit) یعنی میں جرمنی کے شہر برلن سے تعلق رکھتی ہوں۔''

میں نے اس کی باتوں میں دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔ ''تمہارے پاس اور کتنی آئی ڈیز ہیں؟''

یہ سوال میں نے ایک خاص مقصد سے کیا تھا۔ اگر واقعتاً اس نے اپنے سارے کارڈز میرے سامنے شو کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا تو اس سوال کا جواب دینے میں اسے قطعاً کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہونا چاہیے تھی۔

''میرے پاس کل سات آئی ڈیز ہیں۔'' وہ [illegible] انداز میں بولی۔ ''یعنی روماتل اور برجت کی آئی ڈی کے علاوہ [illegible] آئی ڈیز جنہیں میں حسبِ ضرورت استعمال کرتی رہتی ہوں جیسے برجت فرام برلن (جرمنی)، ایملا فرام مارسیلز (فرانس)، روماتل فرام [illegible] (اٹلی)، مریانا فرام [illegible] (میکسیکو) اور [illegible] فرام ماسکو (رشیا)...'' وہ سانس ہموار کرنے کے لیے توقف [illegible] ہوئی پھر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

''یہ تمام کردار بیان کردہ مقامات پر اپنی اپنی زندگی گزار رہے ہیں اور ان میں سے کسی کا بھی [illegible] سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تمہیں میری باتیں عجیب تو لگ رہی ہوں گی لیکن جو حقیقت تھی وہ میں نے بیان کردی۔ یقین کرنا یا نہ کرنا تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔''

''میں نے تمہاری ہر بات کو [illegible] مان لیا ہے برجت!'' میں نے کہا۔ ''بس اتنا بتادو کہ حقیقت والی روماتل [illegible] واقعی ایک پورنوگرافر ہے؟''

''ہاں، یہ حقیقت ہے۔'' وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ ''میں جس کردار کی آئی ڈی استعمال کرتی ہوں، اس سے متعلق ہر نوعیت کی معلومات میرے پاس محفوظ ہوتی ہیں۔ کہیں آرام سے بیٹھنے کا وقت ملا تو اپنے لیپ ٹاپ میں موجود روماتل کے [illegible] تمہیں دکھاؤں گی۔ اس فوٹوگرافی کو دیکھ کر [illegible] نام بھی برجت نہیں ہے۔''

''تمہارا نام تو ویسے بھی برجت نہیں ہے۔'' میں نے گھور کر اسے دیکھا۔

''لیکن اس مشن میں، میں برجت ہی ہوں اور تم رافیل ہو۔'' وہ گاڑی کو اپنی دائیں جانب ایک ذیلی سڑک پر موڑتے ہوئے بولی۔ ''اور یہ بات تمہیں یاد رکھنا چاہیے۔''

''میں یاد رکھوں گا میم!'' میں نے فرماں برداری سے کہا۔

روماتل توریز کے ''شاہ پارے'' میں ویلنگٹن سے بارسلونا آتے ہوئے اسی کے لیپ ٹاپ پر دیکھ چکا تھا لیکن وہ آئندہ زمانے کا قصہ ہے اور جیسیکا اس واقعے سے بالکل بھی واقف نہیں تھی۔ میں جیسیکا کی بات سے سو فیصد متفق تھا۔ روماتل کی پورنوگرافی بڑی ہیجان خیز تھی۔ وہ اپنے ماڈل کے جسم کے ایسے ایسے زاویے شوٹ کرتی تھی کہ دیکھنے والوں کے بدن میں ایک سنسنی پھیل جاتی تھی۔ نہایت ہی آسان [illegible] فن کو تو بت شکن کہا جاسکتا تھا۔

[illegible] دوران [illegible] نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ انگلش کے علاوہ اسپینش، فرنچ، اٹالین، جرمن اور روسی زبان بھی بڑی فراوانی سے بول سکتی تھی چنانچہ اسے کسی بھی آئی ڈی کے مطابق ایکٹ کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی تھی۔

''ہوٹل ایڈل واکس کے بلاسٹ والا قصہ تو رہ ہی گیا۔'' میں نے شاکی لہجے میں کہا۔ ''میں نے جب بھی یہ سوال کیا، تم بات کو کسی اور طرف لے گئیں۔ اگر نہیں بتانا تو صاف منع کردو۔''

''ایسی بات نہیں ہے۔'' وہ ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے بولی۔ ''دراصل میں میرا دماغ بیک وقت کئی محاذوں پر مصروف رہتا ہے اس لیے تمہارے سوال کا جواب سلپ ہوکر ادھر ادھر چلا جاتا ہے۔ خیر......'' لمحاتی توقف کرکے اس نے دور ایک عمارت کی جانب اشارہ کیا اور اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں اس بلڈنگ تک پہنچنے میں دس منٹ لگیں گے۔ تب تک میں تمہیں تسلی بخش جواب دے دیتی ہوں۔''

میں نے جیسیکا سے مذکورہ بلڈنگ کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ میرے استفسار کے جواب میں ایڈل واکس ہوٹل والا دھماکا کہیں پھر ادھر اُدھر نہ ہوجائے۔ اس اندوہناک واقعے نے مجھے مسلسل ایک فکر میں ڈال رکھا تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ ہمارے چلے آنے کے بعد اس ہوٹل پر اور وہاں موجود افراد پر کیا گزری تھی۔

''ایڈل واکس ہوٹل میں ایک کمرا پروفیسر فریڈرک کے نام سے مستقل بنیادوں پر بک ہے۔'' وہ معتدل انداز میں مجھے بتانے لگی۔ ''فریڈرک جب بھی میونخ کی طرف آتا ہے تو وہ اسی کمرے میں قیام کرتا ہے۔ ایجنسی کی معلومات کے مطابق پروفیسر نے اپنی ریسرچ سے متعلق

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

نہایت ہی اہم چیزیں اس کمرے میں چھپا رکھی ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ میں نے جن چیزوں کا ذکر کیا، وہ ایک سربستہ راز کی حیثیت کی حامل ہیں اور یہ بات کسی کو پتا نہیں ہے۔ ایجنسی کے لیے یہ چیزیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں کیونکہ اس ریسرچ کی تمام تفصیل ایجنسی کے پاس موجود ہے۔ انہوں نے اپنے ذرائع سے یہ سارا مواد حاصل کر رکھا ہے۔ یہ دھماکا فریڈرک کے کمرے میں کیا گیا ہے اور تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہوٹل میں موجود کسی بھی انسان کو کوئی جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچا۔''

''ٹھیک ہے، میں اپنی فکر مندی کو [illegible] دیتا ہوں۔'' میں نے سادہ سے لہجے میں کہا۔ ''لیکن میرے ذہن میں سوال ہے کہ اس دھماکے سے ایجنسی کو کیا فائدہ ہوگا؟''

''اس بلاسٹ کا بنیادی مقصد فریڈرک کو ڈسپلیس کرنا ہے۔'' اس نے بتایا۔ ''لوگوں کو معلوم نہیں کہ پروفیسر نے اپنے کمرے میں کیا کیا چھپا رکھا ہے لیکن اس تمام ریسرچ ورک کی پروفیسر کی نظر میں بڑی اہمیت ہے۔ وہ اس دھماکے کی خبر سنتے ہی اپنی لیبارٹری سے نکل چکا ہے۔ میری اطلاعات کے مطابق وہ ایک گھنٹا پہلے اپنے سینٹر سے روانہ ہوا ہے اور آج دوپہر تک اس کی واپسی ہوگی۔ بس ہمارے پاس اتنی ہی مہلت ہے۔ جب تک فریڈرک اپنے ریسرچ سینٹر میں موجود نہیں، ہمیں اپنا مشن مکمل کرنا ہوگا۔ اس کی واپسی سے پہلے ہم اپنا کام نمٹا کر سینٹر سے روانہ ہو چکے ہوں گے۔''

''ایک سوال پوچھوں......؟'' میں نے کہا۔

وہ بے مروتی سے بولی۔ ''بالکل نہیں۔ باقی کی باتیں فضا میں کریں گے۔''

میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ اسی لمحے میری نگاہ ونڈ اسکرین کے پار اس عمارت کی جانب اٹھ گئی، تھوڑی دیر پہلے جیسیکا نے جس کا ذکر کیا تھا۔ مذکورہ عمارت پر مجھے ''منتشن ایرو کلب'' کا بورڈ دور ہی سے نظر آگیا۔ گویا ہم اپنی منزل کے پہلے پڑاؤ پر پہنچ گئے تھے۔

☆☆☆

رابنسن R22 فضا میں بلند ہوا تو میں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ ''تم تو ایک ماہر پائلٹ بھی ہو۔''

''میں فیلڈ ایجنٹ ہوں۔ تم نے مجھے گھسیارن سمجھ رکھا ہے کیا؟''

''ہرگز نہیں!'' میں نے قطعی لہجے میں کہا۔ ''تم فیلڈ ایجنٹ بعد میں ہو۔ اس سے پہلے تم لیفٹیننٹ جیسیکا ہو۔ یقیناً تمہارا تعلق فضائیہ سے رہا ہوگا۔''

''تمہارا اندازہ درست ہے۔'' وہ RHC (رابنسن ہیلی کاپٹر کمپنی) کے R22 پنک باڈی ٹو سیٹر ہیلی کاپٹر کو مزید بلندی پر لے جاتے ہوئے بولی۔ ''یہ ایک سنگل انجن، دو بلیڈز (پنکھ) والا ہیلی کاپٹر ہے جس میں پائلٹ کے علاوہ ایک پسنجر کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔ یہ لائٹ یوٹیلیٹی ہیلی کاپٹر کہلاتا ہے اور یہ خاصا قیمتی بھی ہے۔ ہم R22 کے ذریعے فریڈرک کے ریسرچ سینٹر تک پہنچیں گے۔''

جیسیکا نے R22 کے قیمتی ہونے پر بہت زور دیا تھا۔ میں پوچھے بنا نہ رہ سکا۔ ''اس لائٹ یوٹیلیٹی ہیلی کاپٹر کی قیمت کیا ہوگی؟''

''[illegible]'' اس نے بتایا۔ [illegible] ہے جو عام ہیلی کاپٹرز [illegible] کے برابر [illegible] ہے۔''

[illegible] میری نگاہ کے سامنے [illegible] دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''[illegible] R22 کی زیادہ سے زیادہ رفتار [illegible]؟''

''[illegible] ناٹ یعنی ہم اپنی اس مہم کو بہ آسانی سر کرلیں گے۔'' اس نے جواب دیا۔

''ایک ایسی مہم جس کے بارے میں، میں کچھ بھی نہیں [illegible]'' اور ہیلی کاپٹر سے باہر دیکھنے لگا۔

[illegible] ہر طرف برف ہی برف تھی۔ یہ نظارہ [illegible]

[illegible]'' جیسیکا کی آواز [illegible] پوچھا۔ ''میں نے کیا [illegible]؟''

''[illegible] پرسنٹ اچھی طرح معلوم [illegible] اور وہ یہ کہ تم اپنی دوست [illegible] وقت میرے ساتھ [illegible] فریڈرک کے ریسرچ سینٹر جا رہے ہو۔''

''تم بہت شاطر ہو جیسیکا......!''

''فی الحال جیسیکا نہیں برجت۔'' وہ یاد دہانی کرانے والے انداز میں بولی۔ ''اگر میں شاطر ہوتی تو کہتی، تمہیں اس مہم کے اسکرپٹ کا سینٹی فائیو پرسنٹ معلوم ہے کیونکہ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ اس مہم میں تم میرے کولیگ ہو اور ہم پروفیسر فریڈرک سے ایک خاص نوعیت کی میٹنگ کرنے

URDU TUBE
A WINE OF ENTERTAINMENT
www.urdutube.com

جارہے ہیں۔ بتایا تھا یا نہیں؟''

یہ تمام تفصیل وہ مجھے ایلپن روز ہوٹل میں حفظ کرا چکی تھی۔ اس نے آخری جملہ سوالیہ انداز میں ادا کیا تو میں نے کہا۔

''میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ تم شاطر نہیں ہو۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''مطلب یہ کہ تم ڈیڑھ ہوشیار ہو۔'' میں نے ہیلی کاپٹر سے باہر دکھائی دینے والے حسین برفیلے نظاروں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔ ''یہ شاطر کی سپر ڈگری ہے۔''

''سو کیوٹ......!'' وہ بے ساختہ بولی۔

ان لمحات میں جیسیکا کی توجہ میری جانب نہیں تھی چنانچہ میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ اس نے میری بات کے جواب میں وہ جملہ ادا کیا ہے یا پھر بیرونی مناظر کی دلکشی نے بے اختیار اسے یہ کہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''ہم دونوں کا تعلق بھی جرمنی کی ایک ریسرچ لیبارٹری سے ہے اور تم میرے اسسٹنٹ ہو۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بتانے لگی ''اس ملاقات کے لیے میری لیبارٹری نے پروفیسر فریڈرک سے باقاعدہ اپوائنٹمنٹ لے رکھا ہے۔ پروفیسر ایک مصروف شخص ہے۔ اس نے اس میٹنگ کے لیے صرف پندرہ منٹ دینے کی رضامندی ظاہر کی ہے۔ پروگرام کے مطابق ہمیں ٹھیک [illegible] بجے اس کے ریسرچ سینٹر پہنچنا ہے اور پھر ساڑھے [illegible] بجے ہماری واپسی ہوگی لیکن اب وہاں پروگرام کے مطابق [illegible] پروفیسر لیبارٹری میں موجود نہیں لہٰذا ہم [illegible] آزاد ہوں گے۔ تم اپنی دوست کو آزاد کرا لینا اور میں اپنی مطلوبہ فائل حاصل کر لوں گی۔''

''کیسی فائل؟'' میں نے [illegible] سوال کیا۔

''پروفیسر فریڈرک اپنی لیبارٹری میں جو ریسرچ کر رہا ہے اس کا تعلق انسانی ڈی این اے سے ہے۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں مجھے بتانے لگی ''انسانی ڈی این اے میں حسبِ خواہش تبدیلی کا عمل آج کل پروفیسر کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ یہ جینیٹک ٹارگٹنگ (Genetic Targeting) کا شعبہ ہے۔''

وہ سانس ہموار کرنے کے لیے متوقف ہوئی تو میں نے کہا۔ ''میں جینیٹک انجینئرنگ کے بارے میں جانتا ہوں۔''

کایا نے اس حوالے سے مجھے کافی تفصیل سے بتایا تھا۔ اس کے مطابق سوسائٹی کے سائنس داں اس شعبے میں دن رات کام کررہے تھے تاکہ دنیا کے ذہین ترین افراد کو بی ہیویئر مینیپولیشن کے عمل سے گزار کر اپنی مرضی کا انسان بنایا جا سکے۔

کایا کی یاد نے مجھے افسردہ کر دیا۔ اس پاکٹ سائز نیوزی لینڈر چلبلی حسینہ کے ساتھ میرا زیادہ وقت نہیں گزرا تھا تاہم اس کی مختصر رفاقت نے میرے وجود میں اس کی قربت کی جڑیں بہت دور تک پھیلا دی تھیں۔ میں اس کی معیت میں گزرے ہوئے روز و شب کو فراموش نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی اس کی حسرت ناک موت کو......!

کایا کی المناک موت کے تصور نے میرے ذہن میں رابرٹ کا منحوس چہرہ اجاگر کر دیا۔ یہ وہی شخص تھا جو ایک طرف میری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا تھا تو دوسری سمت میری موت کا خواہاں تھا۔ سوسائٹی کی نظر میں کایا نے غداری کی تھی جس کی سزا صرف موت ہو سکتی تھی اور رابرٹ کو کایا کا کام تمام کرنے کا مشن سونپا گیا تھا جس میں وہ صد فیصد کامیاب ہو گیا تھا۔ میں نے کایا کے بے جان لاشے کو اپنی بانہوں میں سمیٹ کر قسم کھائی تھی...... ''رابرٹ! میں تمہیں ایسی عبرت ناک موت ماروں گا کہ سوسائٹی کے بڑوں کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔'' اور میں اپنے اس عہد پر تا حال قائم و دائم تھا۔

''پروفیسر فریڈرک پرانے وقتوں کا ایک بے حد محتاط انسان ہے۔'' جیسیکا کی آواز نے مجھے ہیلی کاپٹر کے اندر حاضر ہونے پر مجبور کر دیا۔ وہ بتا رہی تھی۔ ''وہ ڈیجیٹل ریکارڈز کے ساتھ اپنی ریسرچ کا مینول ریکارڈ بھی مرتب کرتا ہے یعنی روایتی فائل سسٹم۔ ہماری معلومات کے مطابق پروفیسر فریڈرک نے جینیٹک انجینئرنگ کے شعبے میں کوئی بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے لیکن اس ریسرچ ورک کو اس نے کاغذی فائل تک محدود رکھا ہوا ہے۔ ابھی اس نے اس بیش بہا معلومات کو اپنے کمپیوٹر میں فیڈ نہیں کیا۔ فریڈرک کے کمپیوٹر سسٹم تک ہمیں ایکسس حاصل ہے۔ اس سلسلے میں ہمارا ماہر سیکیورٹی ڈویژن بہت فعال اور مستعد ہے۔ ہمارے ہیکرز بہ آسانی اس کے سسٹم میں گھس کر اپنی مرضی اور ضرورت کا ڈیٹا کاپی کر لیتے ہیں اور وہ بھی اتنی مہارت کے ساتھ کہ پروفیسر کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی لیکن مینول ریکارڈ کو چوری کرنے کے لیے بہ نفسِ نفیس زحمت کرنا پڑتی ہے اور ایجنسی نے مجھے اسی مشن پر بھیجا ہے کیونکہ پروفیسر کی وفاداری میں ڈینٹ پڑ چکا ہے۔''

''میں کچھ سمجھا نہیں۔'' میں نے الجھن زدہ نظر سے جیسیکا کی طرف دیکھا۔ ''کیسی وفاداری، کس سے وفاداری؟''

''فریڈرک اصولاً حکومتِ جرمنی کا وفادار ہے اور حکومتِ جرمنی درپردہ ہماری وفادار ہے اور ہم سب ایس این بی کے وفادار۔'' وہ ایک بوجھل سانس خارج کرتے ہوئے بولی۔ ''میری ایجنسی، ایس این بی (SNB) اور دنیا بھر کی طاقتور تنظیمیں ایک پیج پر ہیں۔ یہ ہم جیسے ذہین افراد کو اپنے سسٹم کا حصہ بناتے ہیں، ہمیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں اور جب ہماری ضرورت باقی نہیں رہتی تو ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے ہیں جیسا کہ اس مشن کے بعد وہ مجھے ختم کروا دیں گے......''

جیسیکا کے آخری جملے نے مجھے گہری تشویش میں ڈال دیا۔ میں نے تسلی دینے والے انداز میں سمجھایا۔ ''فکر نہیں کرو۔ ہم اس مشن میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ [illegible] تمہاری ساری خطاؤں کو معاف کر دے گی۔ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''رافیل! بہت کچھ جاننے کے باوجود بھی تم ایجنسی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔'' وہ ایک اداس سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے ہوئے بولی۔ ''میں اس مشن میں کامیاب رہوں یا ناکام، وہ مجھے ختم کر دیں گے لیکن میں ان کی یہ خواہش کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔ اپنا کام ختم کرتے ہی میں ان کی پہنچ سے دور نکل جاؤں گی...... بہت دور۔''

''شاباش!'' میں نے حوصلہ بڑھانے والے انداز میں کہا۔

''اور جب تک میرا کام مکمل نہیں ہو جاتا، تم مجھ سے اسی طرح تعاون کرتے رہو گے۔'' وہ [illegible] لیے والے انداز میں بولی۔ ''میں نے کوشش کر کے تمہیں اپنے ساتھ رکھنے کی اجازت حاصل کی ہے کیونکہ مجھے تم سے جان کا خطرہ نہیں ہے۔ تم بارسلونا کے لارمبلا روڈ پر میری جان بچا چکے ہو۔ اس مشن میں اگر تمہاری جگہ ایجنسی کا کوئی آدمی میرے ساتھ ہوتا تو کام کی تکمیل کے بعد وہی مجھے شوٹ کر دیتا۔''

''بے شک! میں تمہارا ساتھ دوں گا۔'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''اور تمہیں کسی محفوظ مقام تک پہنچانے کی انتہائی پوری کوشش بھی کروں گا۔ اب جلدی سے مجھے یہ بتا دو کہ پروفیسر فریڈرک کس نوعیت کی بے وفائی کا مرتکب ہوا ہے؟''

''فریڈرک نے اپنی ریسرچ کے حوالے سے کمپیوٹر ڈیٹا اپ ڈیٹ نہیں کیا مگر وہ تمام قیمتی معلومات روایتی فائل کی صورت اس کی لیبارٹری کے آفس میں موجود ہیں اور وہ اپنی حکومت کے علم میں لائے بغیر یہ قیمتی ریسرچ رشیا کی ایک پارٹی کو فروخت کرنے جا رہا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق اگلے ہفتے مذکورہ روسی پارٹی اس کے ریسرچ سینٹر آنے والی ہے۔ اگر یہ ریسرچ ورک روس کے پاس چلا گیا تو یہ میرے ملک کے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔ ہم ریسرچ میں دنیا میں پہلے نمبر پر ہیں اور پروفیسر اپنے فائدے کے لیے ہمیں دوسرے اور تیسرے نمبر پر دھکیلنا چاہتا ہے۔ یہ اس کا قصور اور یہ خطا ایجنسی کی نظر میں ناقابلِ معافی ہے۔ ایس این بی اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گی، یہ تو بعد میں پتا چلے گا۔ فی الحال، مجھے وہ قیمتی فائل چرا کر اپنے بڑوں تک پہنچانا ہے۔''

[illegible] سوسائٹی والوں کی سب [illegible] کے ہاں خدا اور [illegible] منکرِ خدا ہیں۔ یہ (Atheist) کہلاتے ہیں۔ چین [illegible] مجھے جو معلومات [illegible] میں کوئی دشواری [illegible] حقیقت سوسائٹی کے [illegible] ہمدردوں کی طرف [illegible] سوسائٹی کی نگاہ میں قابلِ [illegible] دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے سبب وہ [illegible] بھروسا نہیں رہا تھا۔ شارودکا فریڈرک کے ریسرچ سینٹر پر [illegible] تھا کہ پروفیسر سوسائٹی کے [illegible] کام کرتا تھا۔

[illegible] فائل چرا کر اپنے بڑوں تک [illegible] ''میں نے پوچھا۔

[illegible] دیا اور گمبھیر انداز [illegible] پروفیسر کے سینٹر [illegible] ذہن میں رکھنا کہ ہم [illegible] زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ میں [illegible] لہجے میں کہا اور [illegible] تشن میں ہمارے [illegible] پوچھا۔ [illegible] مزاحمت کا سامنا [illegible]

''سینٹر میں اس وقت کل پندرہ افراد موجود ہیں۔ جن میں چار مسلح سیکیورٹی گارڈز ہیں۔ دس حسین و جمیل لڑکیاں ہیں جو اس ریسرچ میں پروفیسر کے معاونین کا کردار ادا کرتی ہیں۔ پروفیسر انہیں اپنا ''اسٹاف'' کہتا ہے۔ میں نہیں جانتی، ان میں سے کون مسلح ہے اور کون غیر مسلح...... البتہ ان کی نگران ادھیڑ عمر عورت ہیلگا'' اس نے بتایا۔

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

(Helga) ایک تیز طرار اور لڑائی بھڑائی کی ماہر عورت ہے۔ یقیناً ہیلگا اپنے پاس ضرور کوئی ہتھیار رکھتی ہوگی۔ مجھے لگتا ہے، تمہاری دوست شارو کو انہی دس لڑکیوں کے ساتھ رکھا گیا ہوگا۔''

''مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔'' میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''میں نے شارو کو ان مہ جبینوں کے ساتھ آئس ہاکی کھیلتے دیکھا ہے اور وہ ادھیڑ عمر عورت بھی میری نگاہ سے گزری ہے جس کا نام تم ہیلگا بتا رہی ہو۔''

''گگ...... کیسے؟'' وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے تکنے لگی۔ ''تم تو پہلی بار یہاں آئے ہو۔ پھر تم نے ان لوگوں کو کیسے دیکھ لیا؟ تم ان کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟''

جیسیکا کے تمام تر استفسارات برمحل تھے۔ بے دھیانی میں میرے منہ سے ایک راز کی بات نکل گئی تھی۔ میں نے یہ سب کچھ عالمِ استغراق میں تصور کی آنکھ سے دیکھا تھا۔ جیسیکا کے سوالات کا جواب دینا ضروری تھا لہٰذا میں نے صورتِ حال کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

''بس، بعض معاملات کو میں بغیر دیکھے ہی سمجھ جاتا ہوں اور یہ بھی ایک ایسا ہی معاملہ ہے۔''

''تم مجھے گھما تو نہیں رہے ہو......؟'' وہ شک زدہ نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

''گھمانے تو تم مجھے لے کر آئی ہو۔'' میں نے سادگی سے کہا۔ ''میں اس وقت تمہارے ہیلی کاپٹر پر ہوں۔''

''راحیل...... آئی ایم سیریس۔'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی۔ ''چاہے تم میرے سوال کا جواب نہ دو مگر ادھر ادھر کی مت پھینکو...... اوکے؟''

''اوکے میم......'' میں نے کسی فرماں بردار بچے کے مانند معصومیت بھرے لہجے میں کہا پھر پوچھا۔ ''کیا آپ اپنے تمام پاسپورٹس کیری کرتی ہو......؟''

''یہ کیا بات ہوئی؟'' وہ بگڑے ہوئے انداز میں بولی۔

''میم! میں آپ کا وہ پاسپورٹ دیکھنا چاہتا ہوں جس کے مطابق آپ میڈرڈ میں رہنے والی روماحل توریز ہیں۔''

''کیوں، اس پاسپورٹ میں ایسا کیا خاص ہے؟''

میں نے صورتِ حال کی نزاکت کے تحت ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے کہا۔ ''اگر آپ اپنا وہ پاسپورٹ ابھی مجھے دکھائیں تو میں ثابت کر دوں گا کہ چار اور پانچ فروری دو ہزار پندرہ کو تم نے میرے ساتھ ویلنگٹن سے بارسلونا

میں ''آپ'' سے ''تم'' پر آ گیا تھا۔

میرا پاسپورٹ تو یہ بتاتا تھا کہ میں نے مذکورہ بالا تواریخ میں ویلنگٹن سے بارسلونا تک سفر کیا تھا لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ روماحل توریز (جیسیکا) کی ٹریول ہسٹری میں بھی یہ سفر درج تھا کہ نہیں۔ فی الحال تو میں نے اس کی تسلی کے لیے یہ کارڈ کھیلا تھا۔ یہ ایک نفسیاتی چال تھی۔

''تم میرے اندازوں سے زیادہ چالاک اور میری توقع سے زیادہ ذہین ہو۔'' وہ گہری نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''میں ایک وقت میں صرف ایک ہی پاسپورٹ کیری کرتی ہوں اور اس وقت میرے پاس برجت کی آئی ڈی والا پاسپورٹ ہے۔ اینی ہاؤ......'' وہ سانس لینے کے لیے تھمی پھر بدستور شک زدہ نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کہیں آرام سے بیٹھنے کا موقع ملے تو پھر اس ٹاپک پر بات کریں گے۔''

ادھر اس کی بات ختم ہوئی، ادھر ہیلی کاپٹر کے ریڈیو سسٹم پر سگنل موصول ہونے لگا۔ جیسیکا نے ریڈیو آن کیا تو وہاں سے یہ آواز ابھری۔

''ویری سینٹر ایک پرائیویٹ پراپرٹی ہے۔ کسی بھی غیر متعلق شخص کو اس کی فضائی حدود میں پرواز کی اجازت نہیں۔ آئی ریپیٹ...... آپ یہاں سے نہیں گزر سکتے۔ اوور!''

''ہم ایک سوئس فارماسیوٹیکل کمپنی سے ہیں۔'' جیسیکا نے بڑی ہوشیاری سے جواب دیا۔ ''ہم نہایت ہی اہم ادویات لے کر وارسا جا رہے ہیں۔ ادھر پولینڈ میں ایک خطرناک وبائی مرض بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ ہمارا جلد از جلد وارسا (Warsaw) پہنچنا ضروری ہے اور اس کے لیے سب سے مختصر فضائی راستہ یہی ہے۔ یہ ایک ایمرجنسی ہے...... اوور!''

''اوکے...... گو اہیڈ!'' ریڈیو سے اطمینان بھری آواز ابھری۔ ''اوور اینڈ آؤٹ!''

جیسیکا نے ریڈیو کا سوئچ آف کر دیا تو میں نے پوچھا۔ ''یہ سب کیا تھا؟''

''یہ کوڈ ورڈز کا تبادلہ تھا۔'' اس نے بتایا۔ ''پروفیسر فریڈرک سے میٹنگ کنفرم کرنے کے بعد ہیلگا نے یہ کوڈ ورڈز بتائے تھے۔ اب ہم کسی دشواری کے بغیر

URDU TUBE

"میرے بیگ میں دو فلی لوڈڈ گنز ہیں اور اضافی راؤنڈز کے پانچ میگزینز بھی بھرے ہوئے ہیں۔ اگر تم چاہو تو ایک گن لے سکتے ہو۔"

"نہیں۔" میں نے نفی میں گردن ہلادی۔

"وہاں سینٹر پر پتا نہیں کس قسم کے حالات پیش آ گئیں۔" وہ تشویش بھرے انداز میں بولی۔ "تمہارے پاس اپنی سیفٹی کے لیے ضرور کچھ ہونا چاہیے۔"

"میری سیفٹی تم ہو۔" میں نے بڑی جاذب نظر سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ "تمہارے ہوتے ہوئے مجھے کچھ نہیں ہوگا۔"

"میں ہر حال میں تمہیں اس ریسرچ سینٹر تک لے جاؤں گی۔ آگے تمہاری قسمت۔" وہ بڑے اعتماد سے بولی۔ "تم اس وقت رافیل کے گیٹ اپ میں ہو۔ میں نے تمہارے ریکارڈ میں تمہاری جو پروفائل پک دیکھی ہے، تم اس سے بالکل مختلف نظر آ رہے ہو۔ کیا تمہاری دوست شارو اس حلیے میں تمہیں پہچان لے گی؟"

"شاید نہیں!" میں نے کہا۔ "لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تو اسے آسانی سے شناخت کر سکتا ہوں مگر......"

میں بولتے بولتے رکا تو جیسیکا نے پوچھا "مگر کیا؟"

"R22 ٹو سیٹر ہیلی کاپٹر ہے۔ اس میں تیسرے شخص کے بیٹھنے کی گنجائش نہیں ہے۔" میں نے اسے اپنی الجھن سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور واپسی میں ہم تین افراد ہوں گے۔"

"نو ایشو۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ "اس ہیلی کاپٹر کے اندر ایک جاندار ریسی پروکیٹنگ (Reciprocating) انجن نصب ہے۔ یہ بہ آسانی تین افراد کے بوجھ کے ساتھ نارمل پرواز کر سکتا ہے۔ میرے پاس ایک آئیڈیا ہے......"

"کیسا آئیڈیا؟" میں پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہیلی کاپٹر کے اندر تیسری سیٹ لگانے کا بندوبست کیا جائے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ "واپسی کے سفر میں تم شارو کو اپنی گود میں بٹھا لینا۔ تمہاری اس حرکت پر مجھے اور R22 کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

موت کے ہرکارے کے مانند ہمارے پیچھے لگا ہوا تھا۔ وہ کسی بھی قیمت پر ہمیں روکنا چاہتا تھا تاکہ کایا کو موت کے گھاٹ اتارا جائے۔ ان نازک لمحات میں کایا ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے کے لیے بڑی مہارت سے میری گود میں آ گئی تھی تاکہ میں ریمنگٹن رائفل کی مدد سے رابرٹ کی راہ کھوٹی کر سکوں۔ پھر میں نے ایسا ہی کر دکھایا تھا۔

پچھلے چند گھنٹوں میں کایا اور رابرٹ دو تین بار مختلف حوالوں سے میری یادداشت میں تازہ ہوئے تھے۔ پتا نہیں مالک کو کیا منظور تھا۔

☆☆☆

ہم ہیلی کاپٹر سے باہر آئے تو ہیلگا نے دو سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ دونوں سیکیورٹی گارڈز ایک دم چوکنا اور مستعد دکھائی دیتے تھے۔ جیسیکا نے مجھے اس ریسرچ سینٹر پر چار مسلح سیکیورٹی گارڈز کی موجودگی کے بارے میں بتایا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ باقی کے دو گارڈز سینٹر کے اندرونی حصے میں کہیں تھے۔

ہیلگا پر نگاہ پڑتے ہی میں نے اسے پہچان لیا تھا۔ یہ وہی ادھیڑ عمر سیر فٹ عورت تھی جسے میں نے تصور کی طاقت کے بل بوتے پر شارو اور دیگر حسیناؤں کے قریب دیکھا تھا۔ گویا میرا تصور درست سمت میں میری راہنمائی کر رہا تھا۔

"ویلکم ڈاکٹر برجت۔" ہیلگا نے خیر مقدمی انداز میں جیسیکا سے مصافحہ کیا پھر سوالیہ نظر سے میری جانب دیکھنے لگی۔

"یہ ڈاکٹر رافیل ہیں۔" جیسیکا جلدی سے میرا تعارف کراتے ہوئے بولی۔ "یہ میرے فیلو بھی ہیں اور معاون بھی۔ انہوں نے بھی جینیٹک انجینئرنگ میں بہت کام کر رکھا ہے۔"

"اوہ، ویری نائس ڈاکٹر رافیل۔" وہ مصافحے کے لیے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے خوش اخلاقی سے بولی۔ "آپ کو اس سینٹر پر دیکھ کر مجھے خوشی محسوس ہو رہی ہے۔"

میں نے بھی جواباً بڑی گرمجوشی سے ہیلگا کا ہاتھ تھام لیا اور گہری سنجیدگی سے کہا۔

سے کہا۔

"پروفیسر فریڈرک نے اس ملاقات کے لیے اپنے قیمتی وقت میں سے صرف پندرہ منٹ ہمیں دینے کے لیے رضامندی ظاہر کی تھی۔" جیسیکا نے سوالیہ نظر سے ہیلگا کی جانب دیکھا۔ "آپ ہمیں کسی کمرے میں کیوں ٹھہرا رہی ہیں؟ کیا ابھی فوری طور پر ہم پروفیسر کے پاس نہیں جا رہے؟"

"میں بے حد معذرت خواہ ہوں۔" ہیلگا ہمارے ساتھ چلتے ہوئے شائستگی سے بولی۔ "پروفیسر فریڈرک اس وقت اپنی لیبارٹری میں کسی پیچیدہ جینیٹک تھی کو سلجھانے میں مصروف ہیں۔ آپ کو تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔ وہ جیسے ہی فری ہوتے ہیں، میں انہیں آپ لوگوں کی آمد کی اطلاع دے دوں گی۔ جب تک آپ کمرے میں آرام کریں۔"

وہ بڑی ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے پروفیسر کی ریسرچ سینٹر میں عدم موجودگی پر پردہ ڈال رہی تھی۔ جیسیکا نے اس سے بھی زیادہ چالاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"نو ایشو! پروفیسر فریڈرک اتنی مہان ہستی ہیں کہ ہم گھنٹوں ان کے فارغ ہونے کا انتظار کر سکتے ہیں۔ ان سے ملاقات کا موقع تو انتہائی خوش قسمت افراد ہی کو میسر آتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک کہا ڈاکٹر برجت۔" ہیلگا تائیدی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "ڈیوڈ آپ لوگوں کو کمرے میں پہنچا دے گا۔ کمرے میں آپ کو ہر طرح کا آرام ملے گا۔ مجھے دوسرے کام دیکھنا ہیں اس لیے اجازت چاہوں گی۔"

"شیور!" جیسیکا نے کہا۔

ہیلگا، سیکیورٹی گارڈ کی طرف دیکھتے ہوئے تاکیدی انداز میں بولی۔ "ڈیوڈ! معزز مہمانوں کو کمرا نمبر سات میں ٹھہرانا ہے۔"

"سمجھ گیا میم!" وہ فرماں برداری سے گردن جھکا کر بولا۔

میں نے تصور کی آنکھ سے شارو کی ساتھی ماہ رخوں کو ہیلگا کے لیے "میم" کا لفظ استعمال کرتے دیکھا اور سنا تھا اور اب سیکیورٹی گارڈ بھی اسی تخاطب کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ یوں لگتا تھا، ہیلگا جگت میم ہو......!

ڈیوڈ کی معیت میں ہم جیسے ہی رہائشی عمارت کے نزدیک پہنچے، ایک منظر نے میری توجہ کو اپنی جانب مبذول کرلیا۔ مجھے دائیں جانب وہی کشادہ سطح میدان نظر آیا جو میں نے تصور کی آنکھ سے کوہ ایلپن میں دیکھا تھا اور جہاں شارو اپنی ہم جولیوں کے ساتھ آئس ہاکی کے کھیل میں مصروف تھی۔

ان لمحات میں گویا میں "ایکشن ری پلے" والی کیفیت سے گزر رہا تھا کیونکہ اس وقت بھی مسطح میدان میں آئس ہاکی کا کھیل جاری تھا اور شارو بھی اس کھیل کا حصہ تھی۔

یکایک میرے دل کی دھڑکن خطرناک حد تک بڑھ گئی۔ شارو کھیل کے مخصوص گرم لباس میں ہاکی تھامے پک (Puck) کی پٹائی کرتے ہوئے برف کے میدان میں ادھر سے ادھر پھسل رہی تھی۔ میں اس کھیل کو پہلے بھی تصور کی نگاہ سے دیکھ چکا تھا لیکن اب جیتی جاگتی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ یہ تصور کی کارفرمائی نہیں تھی بلکہ لائیو شو تھا۔ میرا من چاہا کہ ایک لمبی جست بھر کر شارو کے پاس پہنچ جاؤں لیکن یہ جلد بازی مناسب نہیں تھی۔ میری کسی ایسی ویسی حرکت سے بنا بنایا کھیل بگڑ سکتا تھا اور میں اپنی منزل سے چند گام کی دوری پر کمند کو ٹوٹنے نہیں دینا چاہتا تھا۔

سیکیورٹی گارڈ ڈیوڈ ہم سے چار گز کی دوری پر آگے چل رہا تھا جبکہ میں اور جیسیکا پہلو بہ پہلو قدم اٹھا رہے تھے۔ میں نے کھیل کے میدان کی جانب اشارہ کیے بغیر دھیمی آواز میں جیسیکا سے کہا۔

"وہ آئس ہاکی دیکھ رہی ہو؟"

"ہاں۔" اس نے بھی محتاط لہجے میں جواب دیا۔

"کوئی خاص بات؟"

"میری دوست شارو بھی ان لڑکیوں میں شامل ہے۔"

"ان میں شارو کون سی والی ہے؟" اس نے پوچھا۔

ہم اتنے دھیمے انداز میں گفتگو کر رہے تھے کہ ڈیوڈ کو ہماری اس کارروائی کی بالکل خبر نہیں ہو سکی تھی۔ ہم بالکل نارمل انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے ڈیوڈ کے پیچھے چل رہے تھے۔ میں نے جیسیکا کے استفسار کے جواب میں کہا۔

"وہ جس نے براؤن سویٹر اور نیلی ٹوپی پہن رکھی ہے اور پک کو ہٹ مارنے والی ہے......"

"کوٹ ہرا!" جیسیکا ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔ "اچھی ہے۔"

ایک عورت کے منہ سے دوسری عورت کی تعریف شاذ و نادر ہی سننے کو ملتی ہے۔ جیسیکا کے الفاظ نے میرا دل خوش کر دیا۔ میں نے سنسناتے ہوئے انداز میں کہا۔

"شارو بہت اچھی ہے۔"

"اسے گود لینے کے بارے میں سوچنا شروع کر دو۔" وہ سرسری لہجے میں بولی۔ "باقی باتیں کمرے میں پہنچ کر کریں گے۔"

مجھے یہ سمجھنے میں کوئی وقت محسوس نہیں ہوئی کہ جیسیکا

URDU TUBE
A HOUSE OF ENTERTA...
www.urdutubes.com

گارڈ کی موجودگی میں بات کرنے سے بچ رہی تھی۔ وہ جتنے بڑے مشن پر تھی اس میں ذرا سی بھی بے احتیاطی کسی بہت بڑے نقصان کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی تھی۔

ڈیوڈ نے ہمیں کمرا نمبر سات میں پہنچا دیا۔ وہ ایک سنگل کم بیڈ روم تھا۔ پندرہ بائی پندرہ فٹ کے اس کشادہ کمرے میں ایک ڈبل بیڈ لگا ہوا تھا اور ایک دیوار کے ساتھ نشست جمانے کے لیے سینٹر ٹیبل کے ساتھ آرام دہ صوفے لگے ہوئے تھے۔ بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر ایک بٹن موجود تھا۔ ڈیوڈ نے [illegible]

"آپ لوگوں کو کسی بھی چیز [illegible] منٹ سے پہلے حاضر ہو جاؤں گا [illegible] کے ساتھ لگا دی ہے۔ بس، آپ بٹن دبا دیجیے گا۔"

"او کے!" میں نے کہا۔ [illegible] کے لیے اس کمرے کے باہر [illegible] دروازے سے لگ کے کھڑے رہو گے؟"

وہ میری بات کی گہرائی میں اترتے ہوئے [illegible] بولا۔ "نہیں سر! آپ لوگوں پر کسی قسم کا پہرا نہیں ہے۔ آپ ہمارے معزز مہمان ہیں۔ آپ لوگوں کا خیال رکھنا میرے فرائض میں شامل ہے۔ میں یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک کمرے میں موجود رہوں گا۔ جب آپ اس بٹن کو پش کریں گے تو میرے کمرے میں گھنٹی بجے گی اور میں ایک منٹ کے اندر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"تھینک یو ڈیوڈ!" میں نے اس کی تحسین کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیں جب بھی تمہاری مدد کی ضرورت پیش آئے گی تو میں یہ بٹن پریس کر دوں گا۔"

ڈیوڈ سر کو اثباتی جنبش دے کر کمرے سے نکل گیا۔

کمرے کا دروازہ بند ہوا تو جیسیکا دیواروں، چھت اور کونوں کھانچوں کا جائزہ لینے لگی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ خفیہ کیمروں کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ بالآخر وہ ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولی۔

"بظاہر تو یہ کیمروں کی زد سے [illegible] اگر کہیں کوئی ہڈن کیمرا نصب ہے یا کمرے کو کسی اور ذریعے بگ کیا گیا ہے تو مجھے اس کی پروا نہیں۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ میں نے اس آپریشن کے لیے جو پندرہ منٹ رکھے ہیں، اس کا کاؤنٹ ڈاؤن شروع سمجھو......"

بات کے اختتام پر اس نے اپنا بیگ کھول لیا۔ کپڑوں کی تہ میں سے اس نے ایک گن نکال کر میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ تم رکھ لو۔ اگر ضرورت پیش آئے تو بے دریغ اسے استعمال کرنا۔ اس مشن میں وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ اپنے دشمن کی زندگی کو ضائع کیا جائے۔"

میں نے خاموشی سے وہ گن لے کر تکیے کے نیچے رکھ دی اور پوچھا۔ "تمہارا پلان کیا ہے؟"

"تمہاری دوست کا حلیہ میں نے اپنے ذہن میں بٹھا لیا ہے۔" وہ [illegible]

[illegible] "لیکن میری مردانگی کو [illegible]

[illegible] "تمہارا یہاں آنا شارد کا حصول ہے اور شارد کو اس [illegible] ہوں۔" وہ [illegible] لباس میں چھپاتے [illegible] گن اور اضافی راؤنڈز [illegible] ہوئے گمبھیر انداز میں بولی۔ "مردانگی دکھانے کے اور بہت مواقع آئیں گے۔ تب تم ساری بھڑاس نکال لینا۔ او کے؟"

[illegible] کے الفاظ میں اتنی طاقت تھی کہ میں اس سے [illegible] مخلوق نظر آئی تھی...... [illegible] آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر [illegible] کرنے والی، موت کی آنکھوں میں [illegible] موت سے ہم کنار کرنے والی۔ ایک خطرناک فیلڈ ایجنٹ...... ماہر شوٹر!

میں نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "او کے۔"

"[illegible] سیل فون [illegible] کہ کسی ایمرجنسی میں تم سے رابطہ کر سکوں۔"

میں نے کہا۔ "میں سیل فون یوز نہیں کرتا۔"

"اوہ شٹ!" وہ جھنجلاہٹ آمیز انداز میں بولی۔

اس کے بعد جیسیکا نے سائڈ ٹیبل پر لگا وہ بٹن پریس کر دیا جس کے بارے میں ڈیوڈ نے ہمیں بریف کیا تھا۔

میں نے کہا۔ "میرے پاس ایک ایسا محفوظ ٹھکانا ہے جہاں نہ تو ایس این بی والے پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی تمہارے بڑوں کی

سے کہا۔

''پروفیسر فریڈرک نے اس ملاقات کے لیے اپنے قیمتی وقت میں سے صرف پندرہ منٹ ہمیں دینے کے لیے رضامندی ظاہر کی تھی۔'' جیسیکا نے سوالیہ نظر سے ہیلگا کی جانب دیکھا۔ ''آپ ہمیں کسی کمرے میں کیوں ٹھہرا رہی ہیں؟ کیا ابھی فوری طور پر ہم پروفیسر کے پاس نہیں جا رہے؟''

''میں بے حد معذرت خواہ ہوں۔'' ہیلگا ہمارے ساتھ چلتے ہوئے شائستگی سے بولی۔ ''پروفیسر فریڈرک اس وقت اپنی لیبارٹری میں کسی پیچیدہ جینیٹک تھیوری کو سلجھانے میں مصروف ہیں۔ آپ کو تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔ جیسے ہی فری ہوتے ہیں، میں فوراً آپ لوگوں کی آمد کی اطلاع دے دوں گی۔ جب تک آپ کمرے میں آرام کریں۔''

وہ بڑی ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے پروفیسر کی ریسرچ سینٹر میں عدم موجودگی پر پردہ ڈال رہی تھی۔ جیسیکا نے اس سے بھی زیادہ چالاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''نو ایشو! پروفیسر فریڈرک اتنی مہان ہستی ہیں کہ ہم گھنٹوں ان کے فارغ ہونے کا انتظار کر سکتے ہیں۔ ان سے ملاقات کا موقع تو انتہائی خوش قسمت افراد ہی کو میسر آتا ہے۔''

''بالکل ٹھیک کہا ڈاکٹر [illegible]'' ہیلگا تائیدی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ ''ڈیوڈ آپ کو کمرے میں پہنچا دے گا۔ کمرے میں آپ کو ہر طرح کا آرام ملے گا۔ مجھے دوسرے کام دیکھنا ہیں اس لیے اجازت چاہوں گی۔''

''شیور!'' جیسیکا نے کہا۔

ہیلگا، سیکیورٹی گارڈ کی طرف دیکھتے ہوئے تحکمانہ انداز میں بولی۔ ''ڈیوڈ! معزز مہمانوں کو کمرا نمبر سات میں ٹھہرانا ہے۔''

''سمجھ گیا میم!'' وہ فرماں برداری سے گردن ہلا کر بولا۔

میں نے تصور کی آنکھ سے شارو کی ساتھی ماہ رخوں کو ہیلگا کے لیے ''میم'' کا لفظ استعمال کرتے دیکھا اور سنا تھا اور اب سیکیورٹی گارڈ بھی اسی تخاطب کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ یوں لگتا تھا، ہیلگا جگت میم ہو۔

ڈیوڈ کی معیت میں ہم جیسے ہی رہائشی عمارت کے نزدیک پہنچے، ایک منظر نے میری توجہ کو اپنی جانب مبذول کرا لیا۔ مجھے دائیں جانب وہی کشادہ مسطح میدان نظر آیا جو میں نے تصور کی آنکھ سے کوہ ایلپن میں دیکھا تھا اور جہاں شارو اپنی ہم جولیوں کے ساتھ آئس ہاکی کے کھیل میں مصروف تھی۔

ان لمحات میں گویا میں ''ایکشن ری پلے'' والی کیفیت سے گزر رہا تھا کیونکہ اس وقت بھی مسطح میدان میں آئس ہاکی کا کھیل جاری تھا اور شارو بھی اس کھیل کا حصہ تھی۔

یکا یک میرے دل کی دھڑکن خطرناک حد تک بڑھ گئی۔ شارو کھیل کے مخصوص گرم لباس میں ہاکی تھامے پک (Puck) کی پٹائی کرتے ہوئے برف کے میدان میں ادھر سے ادھر پھسل رہی تھی۔ میں اس کھیل کو پہلے بھی تصور کی نگاہ سے دیکھ چکا تھا لیکن اب جیتی جاگتی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ یہ تصور کی کارفرمائی نہیں تھی بلکہ لائیو شو تھا۔ میرا من چاہا کہ ایک ہی جست میں شارو کے پاس پہنچ جاؤں لیکن یہ جلد بازی مناسب نہیں تھی۔ میری کسی ایسی ویسی حرکت سے بنا بنایا کھیل بگڑ سکتا تھا اور میں اپنی منزل سے چند گام کی دوری پر [illegible] دینا چاہتا تھا۔

سیکیورٹی گارڈ ڈیوڈ ہم سے چار گز کی دوری پر آگے چل رہا تھا جبکہ میں اور جیسیکا پہلو بہ پہلو قدم اٹھا رہے تھے۔ میں نے کھیل کے میدان کی جانب اشارہ کیے بغیر دھیمی آواز میں جیسیکا سے کہا۔

''وہ آئس ہاکی دیکھ رہی ہو؟''

''ہاں۔'' اس نے بھی محتاط لہجے میں جواب دیا۔

''کوئی خاص بات؟''

''میری دوست شارو بھی ان لڑکیوں میں شامل ہے۔''

''ان میں شارو کون سی والی ہے؟'' اس نے پوچھا۔

ہم چلتے چلتے دھیمے انداز میں گفتگو کر رہے تھے کہ ڈیوڈ کو ہماری اس کانا پھوسی کی بالکل خبر نہیں ہو سکی تھی۔ ہم بالکل نارمل انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے ڈیوڈ کے پیچھے چل رہے تھے۔ میں نے جیسیکا کے استفسار کے جواب میں کہا۔

''وہ جس نے براؤن سویٹر اور نیلی ٹوپی پہن رکھی ہے اور پک کو شاٹ مارنے والی ہے......''

''[illegible] شاٹ ہے!'' جیسیکا ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''اچھی ہے۔''

ایک عورت کے منہ سے دوسری عورت کی تعریف شاذ و نادر ہی سننے کو ملتی ہے۔ جیسیکا کے الفاظ نے میرا دل خوش کر دیا۔ میں نے سنسناتے ہوئے انداز میں کہا۔

''شارو بہت اچھی ہے۔''

''اسے گود لینے کے بارے میں سوچنا شروع کر دو۔'' وہ سرسری لہجے میں بولی۔ ''باقی باتیں کمرے میں پہنچ کر کریں گے۔''

مجھے یہ سمجھنے میں کوئی وقت محسوس نہیں ہوئی کہ جیسیکا

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

گارڈ کی موجودگی میں بات کرنے سے بچ رہی تھی۔ وہ جتنے بڑے مشن پر تھی اس میں ذرا سی بھی بے احتیاطی کسی بہت بڑے نقصان کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی تھی۔

ڈیوڈ نے ہمیں کمرا نمبر سات میں پہنچا دیا۔ وہ ایک سٹنگ کم بیڈ روم تھا۔ پندرہ بائی پندرہ فٹ کے اس کشادہ کمرے میں ایک ڈبل بیڈ لگا ہوا تھا اور ایک دیوار کے ساتھ، نشست جمانے کے لیے سینٹر ٹیبل کے ساتھ آرام دہ صوفے لگے ہوئے تھے۔ بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر ایک بٹن موجود تھا۔ ڈیوڈ نے مذکورہ بٹن کی جانب اشارہ کرتے ہوئے تعظیم بھرے انداز میں کہا۔

"آپ لوگوں کو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو [illegible] ایک منٹ سے پہلے حاضر ہو جاؤں گا۔ [illegible] نے میری ڈیوٹی آپ کے ساتھ لگا دی ہے۔ بس، آپ بٹن دبا دیجیے گا۔"

"اوکے!" میں نے [illegible] کے لیے اس کمرے کے باہر [illegible] دروازے سے لگے کھڑے رہو گے؟"

وہ میری بات کی گہرائی میں اترتے ہوئے جلدی سے بولا۔ "نہیں سر! آپ لوگوں پر کسی قسم کا پہرا نہیں ہے۔ آپ ہمارے معزز مہمان ہیں۔ آپ لوگوں کا خیال رکھنا میرے فرائض میں شامل ہے۔ میں یہاں [illegible] ایک کمرے میں موجود رہوں گا۔ جب آپ اس بٹن کو [illegible] کریں گے تو میرے کمرے میں گھنٹی بجے گی اور میں ایک منٹ کے اندر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"تھینک یو ڈیوڈ!" میں نے اس کا [illegible] کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیں جب بھی تمہاری مدد کی ضرورت پیش آئے گی تو میں یہ بٹن پریس کر دوں گا۔"

ڈیوڈ سر کو اثباتی جنبش دے [illegible] کمرے سے [illegible]

کمرے کا دروازہ بند ہوا تو [illegible] اور کونوں کھانچوں کا جائزہ [illegible] کیمروں کو تلاش کرنے کی [illegible] گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولی۔

"بظاہر تو یہ کیمروں کی زد پر نہیں ہے۔ اگر کہیں کوئی ہڈن کیمرا نصب ہے یا کمرے کو کسی اور ذریعے بگ کیا گیا ہے تو مجھے اس کی پروا نہیں۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ میں نے اس آپریشن کے لیے جو پندرہ منٹ رکھے تھے، اس کا کاؤنٹ ڈاؤن شروع سمجھو......"

بات کے اختتام پر اس نے اپنا بیگ کھول لیا۔ کپڑوں کی تہ میں سے اس نے ایک گن نکال کر میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ تم رکھ لو۔ اگر ضرورت پیش آئے تو بے دریغ اسے استعمال کرنا۔ اس مشن میں وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ اپنے دشمن کی زندگی کو ضائع کیا جائے۔"

میں نے خاموشی سے وہ گن لے کر تکیے کے نیچے رکھ دی اور پوچھا۔ "تمہارا پلان کیا ہے؟"

"تمہاری دوست کا حلیہ میں نے اپنے ذہن میں بٹھا لیا ہے۔" وہ ریڈ الرٹ ہوتے ہوئے بولی۔ "میں اگلے پانچ منٹ میں شارو کو اس کمرے تک پہنچا دوں گی۔ تم اسے [illegible] اپنا کام نمٹا کر واپس نہ آؤں، [illegible] باہر قدم نہیں نکالنا۔ میری [illegible]

"[illegible] بہت ہی آسان اور سادہ ہے۔" میں نے [illegible] کہا۔ "لیکن میری مردانگی کو یہ [illegible] ادھر کمرے میں بند ہو کر بیٹھ [illegible] پر چھوڑ دوں۔"

[illegible] حصول ہے اور شارو کو اس [illegible] سے وعدہ کر رہی ہوں۔" وہ [illegible] کو اپنے لباس میں چھپاتے [illegible] مردانگی دکھانے کے اور بہت مواقع [illegible] نکال لینا۔ اوکے؟"

[illegible] طاقت تھی کہ میں اس سے [illegible] ان لمحات میں وہ کسی اور ہی دنیا کی [illegible] سب کچھ کر [illegible] میں آنکھیں ڈال کر اسے [illegible] ایک خطرناک فیلڈ [illegible]

[illegible] گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

[illegible] کسی ایمرجنسی میں تم سے [illegible]

[illegible] یوز نہیں کرتا۔"

"او شٹ!" وہ جھنجلاہٹ آمیز انداز میں بولی۔

اس کے بعد جیسیکا نے سائڈ ٹیبل پر لگا وہ بٹن پریس کر دیا جس کے بارے میں ڈیوڈ نے ہمیں بریف کیا تھا۔

[illegible] میں نے کہا۔

"میرے پاس ایک ایسا محفوظ ٹھکانا ہے جہاں نہ تو ایس این بی والے پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی تمہارے بڑوں کی

وہاں تک پہنچ ہے۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ''یہاں سے نکلنے کے بعد ہم سیدھے وہیں جائیں گے۔''

''تم ایس این بی (اسکل اینڈ بونز) والوں کو انڈر ایسٹیمیٹ کر رہے ہو۔'' وہ عجیب سی نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

اسی لمحے ڈیوڈ حاضر ہو گیا۔ جیسیکا نے اس سے کہا۔ ''اس کمرے میں انٹرنیٹ کی سہولت موجود نہیں۔ مجھے ایک ضروری میل کرنا ہے۔ کیا تم مجھے کمپیوٹر سیکشن تک لے جا سکتے ہو؟''

''سوری ڈاکٹر!'' وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔ ''اس کے لیے مجھے پہلے میم سے اجازت لینا ہو گی۔''

بات کے اختتام پر ڈیوڈ جانے کے لیے مڑا تو جیسیکا نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''رکو......!''

ڈیوڈ نے پلٹ کر جیسیکا کی طرف دیکھا۔ اگلے ہی لمحے جیسیکا نے دو بے آواز گولیاں ڈیوڈ کے دل میں اتار دیں اور بڑی بے رحمی سے بولی۔

''ہیلگا سے میں خود بات کر لیتی ہوں۔''

ڈیوڈ کسی کٹے ہوئے شہتیر کے مانند ''دھڑام'' سے فرش پر گرا۔ جیسیکا نے دروازے کی جانب قدم بڑھا دیے۔ میں نے کہا۔

''اگر خدانخواستہ کسی اپ سیٹ کے نتیجے میں ہم بچھڑ گئے تو تم میونخ کے ہوٹل ایڈن میں ایڈتھ کے نام سے قیام کرنا۔ میں تمہیں وہیں آکر ملوں گا۔''

''سمجھ گئی۔'' اس نے جذبات سے عاری لہجے میں جواب دیا۔

''ہوٹل ایڈن میونخ ریلوے اسٹیشن کے نزدیک ہی ہے۔'' میں نے اسے بتایا۔

اس نے دروازہ کھولتے ہوئے سرسری انداز میں کہا۔ ''دیکھا ہوا ہے۔''

پھر وہ ''دھاڑ'' سے دروازہ بند کر کے وہاں سے چلی گئی۔ میں کمرے میں ڈیوڈ کی لاش کے ساتھ ''اکیلا'' رہ گیا۔ میں نے جیسیکا کو روہا کی کے روپ میں پہلے بارسلونا کے لارمبلا روڈ پر زبردست مارا ماری کرتے دیکھا تھا اور اس وقت بھی وہ بڑے خطرناک موڈ میں نظر آ رہی تھی۔ ڈیوڈ کی لاش اس کی سفاکی کا زندہ ثبوت تھی۔ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پتا نہیں، اس نے ابھی اور کتنی لاشیں گرانا تھیں۔

میں ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور گن کو اپنے لباس کے اندر چھپا کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ جیسیکا نے اگرچہ مجھے سختی سے ہدایت کی تھی کہ جب تک وہ واپس نہیں آجاتی، مجھے اور شارو کو اس کمرے سے باہر قدم نہیں نکالنا۔ اس نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ پانچ منٹ میں وہ شارو کو ریسرچ سینٹر کے کمرا نمبر سات میں میرے پاس پہنچا دے گی لیکن میں اتنا بھی فرماں بردار نہیں تھا کہ اس کی ڈائریکشن پر کمرے میں بیٹھا۔ ''سب ٹھیک ہو جائے گا'' کا انتظار کرتا رہتا۔ کم از کم شارو کی آمد تک تو میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر چپ نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

باہر کوریڈور میں سناٹا تھا۔ شاید ڈیوڈ کے علاوہ اس طرف اور کسی کی ڈیوٹی نہیں تھی۔ یہ ریسرچ سینٹر کا ایک الگ تھلگ حصہ تھا۔ میں صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ ایک زوردار دھماکا سنائی دیا۔ دھماکے کی آواز اس سمت سے آئی تھی جہاں تھوڑی دیر پہلے میں نے شارو کو دوسری مہ جبینوں کے ساتھ آئس ہاکی کھیلتے دیکھا تھا۔

میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا کیونکہ اس خوف ناک دھماکے کے ساتھ ہی فضا نسوانی چیخوں سے گونج اٹھی تھی۔ آئس ہاکی کے میدان میں جو لڑکیاں موجود تھیں، یہ دلدوز چیخیں یقیناً انہی کی تھیں۔ اچانک ہونے والے اس دھماکے نے انہیں بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا اور وہ وحشت ناک انداز میں چلانے لگی تھیں۔ میرے لیے حد درجہ تشویش کی بات یہ تھی کہ میری عزیز از جان ہستی شارو بھی ان مصیبت زدہ لڑکیوں میں شامل تھی۔ بے ساختہ میرے قدم باہر کی جانب اٹھنے لگے۔

ان لمحات میں میرے ذہن میں یہ خیال ایک ٹھوس حقیقت کی طرح سر اٹھائے کھڑا تھا کہ اس دھماکے کا تعلق جیسیکا کی کسی کارروائی سے تھا۔ وہ ''کمانڈو ان ایکشن'' کی عملی شکل میں مجھ سے جدا ہوئی تھی اور اس کے خطرناک تیور یہ بتاتے تھے کہ مرنے مارنے والے معاملات میں وہ کوئی کسر اٹھا نہیں رکھے گی۔ اسے ہر حال میں یہ بازی جیتنا تھی کیونکہ اس بازی میں اس کا ماضی، حال اور مستقبل سب داؤ پر لگے ہوئے تھے۔

جب میں عمارت کے بیرونی حصے میں پہنچا تو لڑکیوں کے چیخنے کی آوازیں آنا بند ہو گئی تھیں۔ وہ میدان اس وقت میری نگاہ کے سامنے تھا جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ لڑکیاں آئس ہاکی کے کھیل سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ اب وہ میدان ان کے وجود سے خالی تھا۔ مجھے وہاں کوئی ذی روح دکھائی نہیں دیا۔ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ وہ سب کی سب اس دھماکے میں لقمۂ اجل بن گئی ہوں۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر اس

میدان میں چاروں طرف لاشیں بکھری دکھائی دیتیں مگر مجھے میدان میں نہ تو کوئی انسانی لاش نظر آئی اور نہ ہی دوسری نوعیت کی کوئی افراتفری جس سے مجھے یہ سمجھنے میں قطعاً کوئی دشواری محسوس نہیں ہوئی کہ وہ دھماکا محض ان لڑکیوں کا کھیل رکوانے کے لیے کیا گیا تھا اور یہ کام جیسیکا کے سوا اور کسی کا نہیں ہو سکتا تھا۔ یقیناً وہ ان لڑکیوں کو منتشر کر کے شارو تک پہنچنا چاہتی ہوگی۔

اپنے عقب میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سن کر میں یکبارگی پلٹا تو وہ مجھے نظر آ گئی۔ براؤن سویٹر اور سفید ٹوپی میں ملبوس اس پری وش کو پہچاننے میں مجھے صرف سیکنڈ کا وقت لگا۔ وہ میرا مقصود، میرا مطلوب شارو تھی۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی میری رگوں میں دوڑنے والے خون میں دفعتاً ایک عجیب سی ہلچل پیدا ہوئی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں ناشناسائی کے تاثرات دیکھ کر میرے دل پر ایک گھونسا سا لگا۔

وہ دوڑتے ہوئے میرے عقب سے گزر رہی تھی۔ مجھ سے نظریں چار ہوئیں تو وہ ٹھٹک کر ایک لمحے کے لیے رکی پھر کسی اجنبی کی طرح مجھے نظر انداز کرتے ہوئے کسی روبوٹ کے مانند آگے بڑھ گئی۔ میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور بے ساختہ میرے منہ سے نکلا۔

''شارو...... میں ادھر ہوں!''

اس کے قدموں کو ہائیڈرولک بریک لگ گئے۔ اس نے پلٹ کر حیرت بھری نظر سے مجھے دیکھا۔ یقیناً اس نے میری آواز کو پہچان لیا تھا۔ ہم یک ٹک ایک دوسرے کو دیکھتے چلے گئے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وقت ایک جگہ تھم گیا ہو۔ ہم دونوں کے بیچ بہ مشکل ایک گز کا فاصلہ تھا لیکن انتہائی مسرت نے جیسے ہمیں کسی برف کے دو بت بنا کر ایک دوسرے کے مقابل استادہ کر دیا تھا۔ ہماری سوچ، ہمارے خیالات اور جذبات گویا ایک مقام پر جم کر رہ گئے تھے۔ ''ہم نے پالیا!''

شاید ہمیں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے صدیاں گزر جاتیں کہ عمارت کے مخالف سمت والے حصے میں فائرنگ کی آواز گونج اٹھی۔ یقیناً جیسیکا کی کسی سیکیورٹی گارڈ سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی۔ جیسیکا کے پاس تو سائیلنسر لگی گن تھی۔ اغلب امکان اس بات کا تھا کہ یہ فائرنگ کسی سیکیورٹی گارڈ نے کی ہوگی۔

فائرنگ کی خوفناک آواز نے ہم دونوں کی محویت کو تار تار کر دیا تھا۔ حواس بحال ہوئے تو وہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کے مانند پرواز کرتے ہوئے میری جانب آئی اور میرے سینے پر کسی امتیازی تمغے کی طرح سج گئی۔

میں نے اسے بڑی حفاظت سے سنبھالا اور بے دریغ اس کے چہرے کو چومنے لگا۔ یہ وہ چہرہ تھا جسے دیکھنے کے لیے میری آنکھیں ترس کر رہ گئی تھیں۔ میں نے شارو کی تلاش میں ہزاروں کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا تھا اور دشت وصحرا و برف زار میں مارا مارا پھرا تھا۔ مالک نے آج میرے من کی مراد پوری کر دی تھی۔

شارو کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ اس نے بھی میرے ہجر میں بہت صعوبتیں اٹھائی تھیں۔ میری بانہوں میں اس کا پورا وجود کسی خزاں رسیدہ پتے کے مانند لرز رہا تھا۔ جذبات کی منہ زور آندھی نے اس کے جسم وجان میں ایک ناقابل بیان بھونچال پیدا کر دیا تھا۔ مجھ سے ملن کی خوشی نے اسے گنگ کر دیا تھا۔ وہ منہ سے ایک لفظ ادا کیے بغیر اپنا چہرہ میرے سینے پر رگڑ رہی تھی۔

عمارت کے اندرونی حصے میں ایک مرتبہ پھر فائرنگ کی تیز آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی انسانی چیخیں بھی ابھریں۔ پھر کسی دروازے کو زور زور سے پیٹنے کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اس کے بعد لڑکیوں کی چیخ وپکار سنائی دی۔

''یہ ان لڑکیوں کا کام ہے۔'' شارو نے مجھ سے الگ ہوتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری ساتھی نے ان سب کو ایک ہال میں بند کر کے دروازہ لاک کر دیا ہے۔ وہ ہال سے باہر نکلنے کے لیے دروازہ پیٹ رہی ہیں۔''

''کیا جیسیکا سے تمہاری ملاقات ہو چکی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''کون جیسیکا؟'' وہ الجھن زدہ نظر سے مجھے تکنے لگی۔ ''میں تو تمہاری ساتھی ڈاکٹر برجت کی بات کر رہی ہوں۔ اس نے سب لڑکیوں کو ہال میں لاک کرنے سے پہلے مجھے ان سے الگ کر دیا تھا پھر یہ کاغذ مجھے تھماتے ہوئے تحکمانہ انداز میں کہا تھا...... ہم تمہیں اس قید سے نکالنے آئے ہیں۔ اسد علی تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ تم فوراً کمرا نمبر سات میں پہنچو......''

بات کے اختتام پر شارو نے اپنی مٹھی میں دبا ہوا کاغذ کا ٹکڑا نکال کر میری جانب بڑھا دیا۔ میں نے کھول کر پڑھا۔ مذکورہ کاغذ پر صرف ایک لفظ لکھا ہوا تھا...... کمرا نمبر سات! یعنی محض سات کا ہندسہ بنا ہوا تھا۔

''آؤ ڈاکٹر برجت کی ہدایات پر عمل کریں۔'' میں نے شارو کا ہاتھ پکڑ کر اسے کمرا نمبر سات کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ ''

URDU TUBE

کے اندر موجود ہونا چاہیے۔"

"یہ کون ہے؟" میرے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے شارو نے خالصتاً بیویوں والے انداز میں سوال کیا۔ "تم نے اسے جیسیکا کیوں کہا؟"

"جیسے میں ڈاکٹر رائیل کے بھیس میں اسد علی ہوں، ویسے ہی ڈاکٹر برجت کے بہروپ میں جیسیکا ہے۔ ہم نے تمہیں یہاں سے نکالنے کے لیے یہ سارا ڈراما رچایا ہے۔"

"اوہ!" وہ ایک آسودہ سانس خارج کرتے ہوئے مستفسر ہوئی۔ "جیسیکا سے تمہارا کیا کنکشن ہے؟"

"کچھ خاص نہیں۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ "چند روز پہلے ہی اس سے دوستی ہوئی ہے۔"

وہ عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ "مجھ سے بچھڑنے کے بعد تم نے کتنی لڑکیوں سے دوستی کی ہے؟"

"کمرے میں چلو پھر بتاتا ہوں۔" میں [illegible] پیٹ کر رہ گیا پھر [illegible] لہجے میں کہا۔ "جیسیکا کسی بھی لمحے یہاں آجائے گی۔ اگر اس نے ہمیں باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا تو خفا ہوگی۔"

"علی!" وہ شاکی انداز میں بولی۔ "تم جیسیکا کی خفگی سے ڈرتے ہو۔"

میں نے اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے اسے کمرے میں پہنچا کر دروازے کو لاک کیا پھر اس سے پہلے کہ وہ جیسیکا کے حوالے سے ایک [illegible] کا تانا باندھتی، میں نے اس کی زبان پر اپنے جذبات کا [illegible] قفل ڈال دیا۔ میرے ہونٹ اس کے ہونٹوں میں پیوست ہوئے تو بقول کسے، اس کی بولتی بند ہوگئی۔ ان لمحات میں شارو کی کیفیت اس صحرائی ریگ [illegible] کی تھی جس پر اچانک برسات امڈ آئی ہو۔

ہم نے جس دنیا میں قدم رکھا تھا وہاں سے واپسی آسانی سے نہیں ہوئی لیکن اس وقت ہم جس نوعیت کی صورت حال سے دوچار تھے، اس میں چند لمحات کی غفلت کھیل کا پاسا پلٹ سکتی تھی لہٰذا میں فوراً ہی اس سے پیشتر واپس لوٹ آیا۔ اگلے ہی لمحے مجھے شارو کی تیز چیخ سنائی دی۔ ان لمحات میں، میں شارو کے ساتھ اس انہماک سے یک جان دو قالب ہو گیا تھا کہ ڈیوڈ کی لاش میرے دھیان میں نہیں رہی تھی اور شارو کی نظر اس لاش پر پڑ گئی تھی۔ میں نے اس کا شانہ دباتے ہوئے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ اب اس دنیا سے اس دنیا میں جا چکا ہے۔"

"کیا تم نے اسے مارا ہے؟" وہ خود کو سنبھالتے ہوئے مستفسر ہوئی۔

"نہیں۔" میں نے نفی میں گردن ہلائی۔ "یہ جیسیکا کا کارنامہ ہے۔"

"پتا نہیں، تم نے کیسے کیسے سنگ دل لوگوں سے دوستی کرلی ہے۔" وہ برا سا منہ بناتے ہوئے بولی۔ "ڈاکٹر برجت...... میرا مطلب ہے، تمہاری اس دوست جیسیکا نے پہلے کھیل کے میدان میں ایک خوفناک دھماکا کیا پھر ہم لڑکیوں کو گن پوائنٹ پر رکھ کر کھدیڑتے ہوئے لیکچر ہال میں لے آئی۔ مجھے اس نے ہال کے اندر نہیں جانے دیا اور باقی سب کو اس نے ہال میں بند کر کے باہر سے تالا ڈال دیا اور مجھے کمرا نمبر سات میں آنے کا کہہ کر وہ پروفیسر فریڈرک کے دفتر کی جانب بڑھ گئی۔ میں ابھی تک سمجھ نہیں پائی ہوں کہ وہ بدبخت اس ریسرچ سینٹر میں کیا کرتی پھر رہی ہے۔ میں نے اس کے منہ سے جب تمہارا نام سنا تو پھر مجھے کچھ بھی سجھائی نہیں دیا اور میں سیدھی کمرا نمبر سات کی طرف دوڑی چلی آئی۔"

"تم نے جو بھی کیا، بہت اچھا کیا۔" میں نے اسے ایک صوفے پر بٹھا دیا پھر خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا۔ "بی ریلیکس۔ ذہن پر زیادہ دباؤ ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ ہم چند منٹ میں یہاں سے نکل جائیں گے۔ جیسیکا اب [illegible] ہیلی کاپٹر میں سوار ہوکر دور...... بہت دور چلے جائیں گے۔"

شارو کے چہرے پر اطمینان جھلکنے لگا اور وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔

میں نے پوچھا۔ "تم اس ریسرچ سینٹر میں کب سے ہو؟ سوسائٹی کے ایک [illegible] ممبر نیل کریمر نے مجھے تمہارا جو ویڈیو کلپ دکھایا تھا، اس میں تو تم میوزیم کی کسی تاریخی عمارت کی انٹرنس پر کھڑی مجھے یہ پیغام دے رہی تھیں...... 'ہولا! [illegible] آمیگو۔ تی آمو، تی کیرو۔ ہاستا پرونتو۔' (ہیلو! ڈارلنگ، میرے دوست۔ آئی لو یو، آئی [illegible] بہت جلد ملیں گے)"

"ہاں، مجھے وہ ویڈیو کلپ یاد ہے۔" وہ سر کو اثباتی جنبش دیتے ہوئے بولی۔ "وہ یہیں قیام کے زمانے کا ہے۔ ہمیں ہفتے میں ایک بار شہر گھمانے لے جایا جاتا ہے۔ دو چار گھنٹے کی سیر و تفریح کے بعد ہم سب لڑکیاں واپس سینٹر آجاتی ہیں۔ ایسے ہی میوزیم کے ایک وزٹ کے دوران میں وہ

ویڈیو کلپ شوٹ کیا گیا تھا۔"

شارو سے بات کرنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ وہ مجھے نہایت ہی اہم معلومات فراہم کر رہی تھی۔ ہم جس نوعیت کے حالات سے گزر رہے تھے اس میں میرے پاس اتنی مہلت نہیں تھی کہ میں شارو سے تفصیلی بات چیت کر سکتا تاہم جیسیکا کی واپسی تک میں آزاد تھا لہٰذا میں نے سوالات کے سلسلے میں تعطل پیدا نہیں ہونے دیا اور ایک کے بعد ایک استفسار کرتا چلا گیا۔

"تم لوگوں کو شہر گھمانے کون لے کر جاتا ہے؟"

"میڈم ہیلنگا۔" اس نے جواب دیا۔ [illegible] سیکیورٹی گارڈز بھی ہوتے ہیں۔"

"کیا تم لوگ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر گھومنے جاتے ہو؟"

"نہیں، ہم گاڑی میں جاتے ہیں۔" اس نے بتایا۔ "اس سینٹر کی عقبی جانب ایک گیراج ہے جہاں دو تین گاڑیاں کھڑی رہتی ہیں۔ ہم لوگ ایک بند وین میں سوار ہو کر سیر و تفریح کرنے جاتے ہیں۔ ہیلی کاپٹر صرف پروفیسر کے لیے ہے۔"

"اس سینٹر میں کل کتنے افراد اس وقت موجود ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"مجھ سمیت سولہ۔" اس نے بتایا۔ "دس ہم لڑکیاں تھیں۔ ایک میم ہیلنگا، ایک پروفیسر فریڈرک اور چار سیکیورٹی گارڈز۔" پھر وہ ڈیوڈ کی لاش کی طرف دیکھتے ہوئے سرسراتے لہجے میں بولی۔ "تمہاری جیسیکا نے اسے تو مار ڈالا ہے۔ [illegible] وہ سینٹر میں اور کیا کیا گل کھلاتی پھر رہی ہے؟"

میں نے اس کی تشویش کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک خاص مقصد سے پوچھا۔ "کیا پروفیسر فریڈرک اس وقت لیبارٹری میں موجود ہے؟"

یہ سوال اس لیے بھی ضروری ہو گیا تھا کہ شارو نے پروفیسر کو بھی وہاں موجود لوگوں میں شمار کر کے کل تعداد سے مجھے آگاہ کیا تھا۔ وہ میرے حسب توقع جواب دیتے ہوئے بولی۔

"ہاں، پروفیسر اس وقت اس لیبارٹری میں کسی نہایت ہی اہم تجربے میں مصروف ہیں۔"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ شارو، پروفیسر فریڈرک کے ہولینڈ واپس جانے کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ ممکن تھا کہ باقی لڑکیوں کو بھی پروفیسر کی ہنگامی روانگی سے دانستہ بے خبر رکھا گیا ہو۔

"پروفیسر فریڈرک کیسا آدمی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بہت اچھا انسان ہے۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بتانے لگی۔ "نہایت ہی شفیق اور مہربان۔ وہ ہر رات کو سونے سے پہلے ہم سب لڑکیوں پر فرداً فرداً دم بھی کرتا ہے۔"

یکایک میرے کان کھڑے ہو گئے۔ "وہ روزانہ رات کو تم لوگوں پر دم کرتا ہے......" میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "اس دم کرنے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"جب ہم رات کو سونے کے لیے اپنے بستر پر لیٹ جاتے ہیں [illegible] آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو پروفیسر ہر لڑکی کے پاس آ کر کچھ نامانوس زبان میں کچھ پڑھتا ہے جس کے اثر سے ہم سب لڑکیاں گہری نیند میں چلی جاتی ہیں۔" وہ وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "پروفیسر کے اس عمل کو میں دم کرنے کا نام دیا ہے۔"

میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بج اٹھیں۔ مجھے اس [illegible] میں کسی شک و شبے کی گنجائش نظر نہیں آتی تھی کہ پروفیسر فریڈرک ان لڑکیوں کو گہری نیند سلانے کے لیے ہپناٹزم کا استعمال کر رہا تھا۔ ان بے چاریوں کے بے خبر سو جانے کے بعد وہ ان کے ذہن کو کیسی کیسی ترغیبات دیتا ہوگا، اس کا [illegible] تشویش بھری نظر سے شارو کو دیکھ ہی رہا تھا کہ وہ دوبارہ بول اٹھی۔

"علی! اچھا ہوا، تم مجھے لینے آ گئے ورنہ کل یہ لوگ مجھے یہاں سے شفٹ کرنے والے تھے۔"

شارو ایک پراسرار انکشاف کیے جا رہی تھی۔ میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "یہ لوگ تمہیں کہاں شفٹ کرنے والے تھے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" وہ بے بسی سے بولی۔ "مجھے پروفیسر فریڈرک کے دوست کے ساتھ جانا تھا۔ وہ ایک روز پہلے ہی یہاں پہنچا ہے۔ سوری علی! جب تم نے یہاں موجود افراد کی تعداد کے بارے میں سوال کیا تو میں پروفیسر کے اس دوست کا ذکر کرنا بھول گئی تھی۔"

"کون ہے وہ شخص؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"میں اس کے نام کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔" وہ معصومیت سے بولی۔ "بس اتنا معلوم ہے کہ وہ پروفیسر کا گہرا دوست ہے۔"

شارو کی بات سن کر میرا دماغ سنسنا اٹھا۔ میں نے اضطراری لہجے میں دریافت کیا۔ "کیا وہ شخص اس وقت یہاں موجود ہے؟"

''ہاں، وہ پروفیسر کے ساتھ ہی لیبارٹری کے اندر بند ہے۔'' شارو نے جواب دیا۔ ''وہ دونوں کسی اہم تجربے میں مصروف ہیں۔''

قبل اس کے کہ میں شارو سے مزید کوئی سوال کرتا، دروازے پر تیز دستک ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی جیسیکا کی آواز بھی سنائی دی۔

''یہ میں ہوں، ڈاکٹر برجت۔ دروازہ کھول دو۔''

میں نے دروازہ کھول دیا۔ وہ میرے سامنے کھڑی تھی، ہم دونوں پر نگاہ ڈال کر وہ بڑے مضبوط لہجے میں مستفسر ہوئی۔

''آر یو ریڈی؟''

''ایوور ریڈی۔'' [illegible]

''بارہ منٹ گزر چکے۔'' وہ تیزی سے بولی۔ ''ہمارے پاس صرف تین منٹ بچے ہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔''

دوسرا کوئی آپشن موجود نہیں تھا اور بفرضِ محال اگر موجود ہوتا بھی تو میں اسے بھی کلک نہ کرتا۔ ہمیں ایک ایس او پی (مرتب معیاری پروگرام) کے مطابق چلنا تھا۔ میں اور شارو، جیسیکا کی تقلید میں چل پڑے۔

ہمارا یہ ''چلنا'' دوڑنے کے مترادف ہی تھا۔ اگلے تین منٹ میں ہم نے ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر یہاں سے روانہ ہونا تھا۔ میں نے عمارت سے باہر آتے ہوئے جیسیکا سے پوچھا۔

''تم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا؟''

وہ سینے پر اپنے لباس کو تھپتھپاتے ہوئے پُرجوش آواز سے بولی۔ ''یس!''

''یہاں کی کرنٹ پوزیشن کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نے تمام سیکیورٹی گارڈز کو ختم کر دیا ہے۔'' وہ پوری سفاکی سے بولی۔ ''ہیلگا میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے اور ان نو حسین و جمیل لڑکیوں کو میں نے ایک ہال میں بند کر دیا ہے۔''

''ہیلگا کہاں غائب ہو گئی؟'' میں نے تشویش بھرے انداز میں پوچھا۔

''میں نہیں جانتی۔ اگر مجھے پتا ہوتا تو وہ اب تک زندہ نہ ہوتی۔'' وہ بے رحمی سے بولی۔ ''اگر ہماری پرواز سے پہلے ہیلگا تمہیں کہیں نظر آ جائے تو ایک لمحہ سوچے بغیر اسے شوٹ کر دینا۔ اس طرح تمہیں مردانگی دکھانے کا موقع مل جائے گا۔''

ادھر جیسیکا کی بات ختم ہوئی، ادھر اس سینٹر کی فضا ''تڑتڑاہٹ'' کی خوف ناک آواز سے گونج اٹھی۔ میں نے پلٹ کر اپنے عقب میں دیکھا تو مجھ سے دو سو گز کے فاصلے پر ہیلگا ایک ہیوی گن تھامے ہوئے دوڑتے ہوئے ہماری جانب آ رہی تھی۔ یہ فائرنگ اسی نے کی تھی لیکن متحرک ٹارگٹ اور فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے ہم محفوظ رہے تھے مگر وہ جس تیز رفتاری سے ہماری طرف بڑھتی چلی آ رہی تھی، اس سے تو یہی لگتا تھا کہ اس کا اگلا برسٹ ہمارے اجسام کو چھلنی بنا دے گا۔

جیسیکا نے بھی ہیلگا کو دیکھ لیا تھا۔ وہ چیخ کر بولی۔

''رافیل! تم شارو کو لے کر ہیلی کاپٹر میں بیٹھ جاؤ۔ میں اس حرام زادی بڑھیا سے نمٹ کر آتی ہوں۔''

اس وقت ہم ہیلی پیڈ سے محض سو گز کی دوری پر تھے۔ میں نے جیسیکا کی بات کے جواب میں کہا۔

''ہم دونوں میں سے کوئی بھی ہیلی کاپٹر اڑانا نہیں جانتا۔ تم شارو کو لے کر ہیلی کاپٹر میں جاؤ اور اسے اسٹارٹ کرو۔ میں تمہیں کور دیتا ہوں۔''

میری بات جیسیکا کی سمجھ میں آ گئی۔ کوئی بحث و تکرار کیے بغیر اس نے شارو کا ہاتھ تھاما اور جھک کر دوڑتے ہوئے ہیلی پیڈ کی جانب بڑھ گئی۔ میں نے اپنی توجہ ہیلگا پر مرکوز کر دی۔

وہ ہماری طرف آنے کے دوران میں وقفے وقفے سے فائرنگ کر کے ہمیں فرار ہونے سے روکنے کی کوشش میں تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس وقت میں اس کی فائرنگ رینج سے باہر تھا لیکن ہمارے مابین جتنی تیزی سے فاصلہ کم ہو رہا تھا، لگتا تھا کہ میں زیادہ دیر تک محفوظ نہیں رہ سکوں گا۔ لہٰذا ہیلگا کا کام کرنا ناگزیر ہو گیا تھا۔

میں نے زگ زیگ حرکت کرتے ہوئے اس کی ٹانگوں کا نشانہ لیا اور ایک گولی داغ دی۔ اسی لمحے مجھے اپنے عقب میں ہیلی کاپٹر کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ میرے سینے سے ایک آسودہ سانس خارج ہوئی۔

میری چلائی ہوئی گولی نے ہیلگا کا کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ درحقیقت ہم دونوں ایک دوسرے کی فائرنگ رینج میں نہیں تھے اور دونوں ہی ایک دوسرے کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مجھے اپنے عقب میں ٹو بلیڈڈ R22 ہیلی کاپٹر کے انجن کی مخصوص آواز سنائی دے رہی تھی مگر میں نے اپنی تمام تر توجہ ہیلگا پر مرکوز کر رکھا تھا۔ پھر میری آنکھوں نے ایک ایسا منظر دیکھا کہ میں بوکھلا کر رہ گیا۔

ہیلگا نے مجھے نظر انداز کر کے اپنی گن کا رخ اوپر کی طرف کرتے ہوئے ایک خطرناک برسٹ فائر کیا تھا۔ ہیلگا کی اس غیر متوقع حرکت پر میں بے ساختہ پلٹ کر دیکھنے پر

URDU TUBE
HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

مجبور ہو گیا اور اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے ہیلی کاپٹر کو فضا میں بلند ہوتے دیکھا۔ اس حیرت میں اس وقت دیکھتے ہی دیکھتے گہری تشویش بھی شامل ہو گئی جب میں نے R22 کو اس ریسرچ سینٹر کی حدود سے باہر جاتے دیکھا۔ جیسیکا، شارو کو لے کر وہاں سے روانہ ہو رہی تھی اور میں...... سوالیہ نشان بنا بھی جاتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو اور بھی فائرنگ کرتی ہیلگا کو دیکھ رہا تھا۔

وہ بڑے نازک لمحات تھے اور ان بے رحم لمحات میں ہیلگا نے مجھے فراموش کر کے اپنی توجہ کا مرکز فضا میں بلند ہوتے اور وہاں سے رخصت ہوتے ہیلی کاپٹر کو بنا لیا تھا۔ وہ R22 کو مار گرانے کے لیے مسلسل فائرنگ کر رہی تھی۔ وہ کسی بھی قیمت پر جیسیکا کو جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔ زندہ یا مردہ، وہ اسے اپنے ریسرچ سینٹر پر دیکھنا چاہتی تھی۔ ہیلی کاپٹر ہر گزرتے لمحے کے ساتھ میری نگاہ سے دور ہو رہا تھا۔ وہ ٹو سیٹر R22 دو افراد کو لے کر جا رہا تھا جن میں ایک میری متاع جاں شارو تھی۔ میں نے کتنی مشکلات جھیلنے کے بعد شارو تک رسائی حاصل کی تھی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے میرے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ جیسیکا جس سرعت کے ساتھ ہیلی کاپٹر کو آگے بڑھا رہی تھی، اس سے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کہ فی الحال اس کا واپسی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں دل پر ماؤنٹ ایورسٹ کا بوجھ لیے حسرت کی تصویر بنا شکست خوردہ انداز میں R22 کو اپنی نگاہ کی رفتار سے نکلتا دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک طاقتور ٹیل آئی۔

"جیسیکا تمہاری دوست ہے لہٰذا شارو اس کی تحویل میں محفوظ ہے۔ تمہیں ارد گرد کے دشمنوں پر کڑی نظر رکھنا چاہیے۔"

اس ٹیل (احساس) نے مجھے حد درجہ حوصلہ دیا لیکن اگلے ہی لمحے ایک گن کی سفاک آہنی نال میری پشت سے لگی اور پھر ہیلگا کی سپاٹ آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

"گن پھینک کر ہاتھ اوپر اٹھالو۔"

جب میں R22 کو معدوم ہوتا دیکھ رہا تھا تو میرے انہماک کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ میرے عقب میں پہنچ گئی تھی اور اب ہیوی گن کے بل پر مجھے دھمکا رہی تھی۔ جیسیکا کی زبانی مجھے معلوم ہوا تھا کہ ہیلگا ایک تیز طرار اور لڑائی بھڑائی کی ماہر عورت ہے لیکن میرے حساب سے وہ اس وقت ایک تکنیکی غلطی کر رہی تھی۔ ہیوی گن کے ساتھ اپنے ٹارگٹ کے اتنا قریب نہیں آنا چاہیے۔ بہرحال میں فوراً سے پیشتر اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے گن پھینک کر ہینڈز اپ ہو گیا۔

"میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔" وہ گن کو میری کمر میں چبھاتے ہوئے گہری سنجیدگی سے بولی۔ "لہٰذا تم بھی شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے چپ چاپ چلتے رہو۔"

"اگر تم میری دشمن نہیں ہو تو پھر یہ دوستی کا کون سا انداز ہے؟" میں نے جھنجلاہٹ آمیز لہجے میں پوچھا۔

"میں تمہاری دوست بھی نہیں ہوں۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولی۔

میں اس کے آگے کسی بی بے بچے کی طرح فرماں برداری سے چل رہا تھا اور ہمارا رخ عمارت کی جانب تھا۔ ان لمحات میں میرا ذہن تیز رفتاری سے سوچ رہا تھا اور میں ہیلگا [illegible] کوئی محفوظ [illegible] دیکھ رہا تھا۔

"[illegible] تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو؟" میں نے استفسار کیا۔

[illegible] گن کی نال سے مجھے ٹھوکا [illegible] "کیا تم پروفیسر سے [illegible] معنی خیز انداز میں بولی [illegible]

[illegible] فریڈرک تو اس وقت لیبارٹری میں موجود نہیں [illegible] میں اپنے اور ہیلگا کے [illegible] ہوئے الجھن زدہ انداز میں کہا۔ "پھر تم مجھے اس سے کیسے ملوا سکتی ہو؟"

"تمہاری ساتھی ڈاکٹر برجت نے کہا تھا کہ پروفیسر [illegible] کہ آپ لوگ ان سے ملاقات [illegible]" وہ طنزیہ لہجے میں [illegible] "[illegible] پر کوئی اعتراض ہے......؟"

[illegible] ہوئے عمارت کے [illegible] ایک بیٹھک لگائی [illegible] ٹخنوں پر ایک بیک [illegible]

[illegible] الارٹ تھی کہ ہیلگا کی [illegible] اس کا توازن بگاڑ [illegible] اضطراری عمل [illegible] جا گری۔ میں نے [illegible] گن کو ایک زوردار [illegible] کے بعد زہریلے لہجے میں کہا۔

"مجھے پروفیسر کا انتظار کرنے پر کوئی اعتراض نہیں لیکن اس گن پر شدید تحفظات تھے۔"

اس نے معاندانہ نظر سے مجھے گھورا اور کسی شیرنی کے مانند جست بھر کر مجھ پر حملہ آور ہوئی۔ میں اس کی طرف سے اس نوعیت کی کسی بھی کارروائی کے لیے ذہنی طور پر تیار

URDU TUBE
A HOUSE OF ENTERTAINMENT

تھا۔ اگر وہ لڑائی بھڑائی کی ماہر تھی تو میرے ہاتھ پاؤں میں بھی مہندی نہیں لگی ہوئی تھی۔ میں نے ایک قدم آگے آکر اس کے خوفناک وار کو روکا اور اسے ایک زوردار دھکا دیا۔

جیسیکا جب اپنا کام مکمل کرنے کے بعد کمرا نمبر سات میں آئی تھی تو اس نے بتایا تھا کہ وہ چاروں سیکیورٹی گارڈز کو موت کے گھاٹ اتار چکی تھی لیکن ہیلگا اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اور اب یہی ادھیڑ عمر پرفیکٹ لیڈی میرے ہاتھ لگ چکی تھی۔

میری پش نے اسے ایک دم پیچھے دھکیل دیا تھا لیکن سنبھلتے ہی اس نے مجھ پر بیک کک چلا دی۔ اس کی کک میرے کندھے پر لگی۔ [illegible] ہوا میں اچھل کر مجھے فلائنگ کک مارنی [illegible] اسے ہٹ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ [illegible] میرے نزدیک پہنچی، میں نے اس کی آگے بڑھی ہوئی ٹانگ کو بلاک کر کے ایک زوردار مروڑا دیا۔ یہ دونوں کام میں نے بیک وقت کیے تھے۔ [illegible]

وہ زمین [illegible] ہونے والے اس کے منہ کے [illegible] بے ساختہ اسے کراہنے پر مجبور کر دیا۔ جب وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی تو اس کے ہونٹوں سے خون رستا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر کسی زخمی شیرنی کے انداز میں مجھ پر حملہ کر دیا۔

وہ کسی بھی طرح ہار ماننے کو تیار نہیں [illegible] ہرانے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد وہ ہانپنے لگی لیکن اس شکست خوردہ حالت میں بھی وہ مجھ پر حملہ کرنے سے باز نہیں آئی۔

اب کی بار اس نے مجھے گھونسا مارنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس کے [illegible] دائیں ہاتھ کی گرفت میں دبوچ کر اس کے بازو کو مروڑ دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے دہری ہو کر آگے کو جھکی۔ اسی دوران میں اس نے گھوم کر اپنا [illegible] ہتھوڑے کے مانند میرے سر پر رسید کرنے کی [illegible] میں نے بڑی مہارت سے اس کے دوسرے ہاتھ کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس پل میں ہیلگا کے دونوں بازو اس کی پشت پر کراس کی صورت میرے ہاتھوں کے شکنجے میں کس چکے تھے اور وہ خود پشت کے رخ میرے آگے تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا، میں کوئی کوچوان ہوں اور ہیلگا کسی سرکش گھوڑی کے مانند میرے تانگے میں جتی ہوئی ہے۔

میں نے ہیلگا کو اپنے آگے چلاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔ ''میں نے پروفیسر کی لیبارٹری میں موجودگی کے حوالے سے تمہاری بک بک بہت سن لی۔ اب تم مجھے سیدھا گیراج کی طرف لے چلو۔''

''کون سا گیراج......؟''

''جو اس ریسرچ سینٹر کے پچھلے حصے میں بنا ہوا ہے۔'' میں نے شارو کی فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں کہا۔ ''جہاں اس وقت کم از کم تین گاڑیاں کھڑی ہیں۔''

وہ مجھے چکر دینے کی نیت سے بولی۔ ''اس سینٹر میں ایسا کوئی گیراج نہیں ہے۔''

''[illegible]......!'' میں نے اس منہ زور گھوڑی کی [illegible] بڑے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''اگر یہاں [illegible] کوئی گیراج موجود نہیں تو تم ہفتہ وار ان لڑکیوں کو شہر گھمانے اپنے کندھوں پر بٹھا کر لے جاتی ہو؟''

''تمہیں یہ بات کس نے بتائی ہے؟'' وہ چونکے ہوئے لہجے میں مستفسر ہوئی۔

''[illegible] کہا نا، کوئی بکواس نہیں۔'' میں نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے پیچھے کو قینچی کی صورت مڑے ہوئے دونوں بازوؤں کو ایک زوردار جھٹکا دیا۔ پھر درشت لہجے میں پوچھا۔ ''شرافت سے مجھے تم اس گیراج تک پہنچاتی ہو یا میں تمہارے دونوں بازوؤں کو کندھوں سے اکھاڑ کر تمہیں ''آرم لیس'' بنا ڈالوں؟''

وہ تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھی پھر بڑبڑاتی ہوئی بولی۔ ''ٹھیک ہے، میں تمہیں گیراج کی طرف لے جاتی ہوں لیکن میری کلائیاں تو آزاد کر دو۔ یوں محسوس ہو رہا ہے، میں نے اپنے دونوں ہاتھ کسی بیلنے میں دے رکھے ہیں......''

''او کے......'' میں نے اس کے ایک ہاتھ کو آزاد کرتے ہوئے معتدل انداز میں کہا۔ ''لیکن کوئی چالاکی نہیں......!''

بات کے اختتام پر میں نے ہیلگا کے ایک ہاتھ کو چھوڑ دیا تاہم دوسرے زیر گرفت ہاتھ کو کہنی پر سے موڑ کر اوپر اٹھا دیا۔ اب اس کا بازو وی (V) شیپ میں اس کی پشت کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اسی بازو کی کلائی میرے قبضے میں تھی۔

''تم نے مجھے کسی چالاکی کے قابل ہی کہاں چھوڑا ہے۔'' وہ زہرخند لہجے میں بولی۔

''اگر چاہتی ہو کہ میں تمہیں سانس لینے کے قابل چھوڑوں تو چپ چاپ میرے آگے چلتے ہوئے گیراج تک

URDU TUBE
HOUSE OF ENTERTAINMENT
www.urdu

پہنچو۔" میں نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"چل تو رہی ہوں۔" وہ پاؤں پٹختے ہوئے جلے کٹے انداز میں بولی۔ "تمہیں دکھائی نہیں دے رہا......؟"

"یہ بیویوں والے نخرے بالکل نہیں۔" میں نے کہا۔ "اگر میرے حکم کی تعمیل میں تم نے چڑچڑانا اور کڑکڑانا جاری رکھا تو میں تمہارا وہ حشر کروں گا جس کا تم نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔"

اب کی بار وہ کچھ نہیں بولی۔ بڑی شرافت سے وہ میرے آگے چلتی رہی اور ہم لیبارٹری کی عمارت میں داخل ہوگئے۔ اندر ہر طرف سناٹے کا راج تھا۔ جیسیکا کے مطابق اس نے چاروں سیکیورٹی گارڈز کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔ لڑکیاں لیکچر ہال میں مقفل تھیں اور ہیلگا میرے رحم و کرم پر قدم قدم آگے بڑھ رہی تھی۔ اس وقت ہم دونوں کے سوا اس ریسرچ سینٹر میں اور کوئی بندہ بشر موجود نہیں تھا۔ اچانک میرے ذہن میں شارو کی کہی ہوئی ایک بات تازہ ہوگئی۔ شارو نے مجھے بتایا تھا کہ گزشتہ روز پروفیسر فریڈرک کا کوئی دوست وہاں پہنچا تھا اور شارو کو اسی شخص کے ساتھ کہیں اور شفٹ کیا جانے والا تھا۔ شارو اس شخص کے بارے میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتی تھی تاہم میرے نزدیک یہ نہایت ہی اہم اور سنسنی خیز معلومات تھی۔

"تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ پروفیسر اس وقت اپنی لیبارٹری کے اندر کسی اہم تجربے میں مصروف ہے۔" میں نے ہیلگا کے پیچھے پیش قدمی جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا پروفیسر تجربہ گاہ میں جانے سے پہلے سوٹا لگاتا ہے یا بھنگ کا پیالہ چڑھاتا ہے؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ بگڑے ہوئے لہجے میں بولی۔

"مطلب یہ کہ پچھلے بیس منٹ سے اس سینٹر میں قیامت صغریٰ کا سماں ہے۔" میں نے تیکھے لہجے میں کہا۔ "پہلے ایک زوردار دھماکا ہوا، پھر لڑکیوں کی چیخ و پکار سے سینٹر گونج اٹھا۔ اس کے بعد کئی منٹ تک فائرنگ کی آواز اور ہیلی کاپٹر کا مخصوص شور...... کیا تمہارا پروفیسر اپنے تجربے میں اس قدر غرق ہے کہ ان سنگین واقعات پر اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگی؟"

"پروفیسر فریڈرک یہاں نہیں ہے۔" اس نے ہتھیار پھینکتے ہوئے کہا۔

"شاباش!" میں نے ستائشی لہجے میں کہا۔ "اب آئی ہو تم پٹری پر۔ میں جانتا ہوں کہ پروفیسر اس وقت ہوٹل ایڈل وائس میں ہے اور دوپہر تک اس کی واپسی ہوگی۔"

"وہ دوپہر سے پہلے یہاں پہنچ جائے گا۔ میں نے اسے سینٹر پر پیش آنے والے واقعات سے آگاہ کردیا ہے۔" وہ شرافت بھرے انداز میں بولی۔ "برجت نے جیسے ہی اپنی کارروائی شروع کی اور سیکیورٹی گارڈز کو یکے بعد دیگرے شوٹ کیا، میں ہر طرف سے توجہ ہٹا کر پروفیسر کو اطلاع دینے میں مصروف ہوگئی۔"

"اوہ...... اسی لیے تم برجت کے ہتھے نہیں چڑھیں۔" میں نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اور اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنے ساتھ ایک لڑکی کو لے گئی۔"

"وہ تو تمہیں بھی اپنے ساتھ لے کر جانا چاہتی تھی لیکن

میں نے اسے موقع نہیں دیا۔'' وہ نفرت بھرے لہجے میں بولی۔ ''کمینی باقی لڑکیوں کو ہال میں بند کر گئی ہے اور تالے کی چابی بھی اپنے ساتھ لے گئی ہے۔ کیا تمہارے اندر خوفِ خدا نام کی کوئی چیز ہے؟''

ہیلگا کے آخری جملے میں ایک عجیب وغریب سوال تھا۔ میں نے جواب میں کہا۔ ''بالکل ہے لیکن اس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ میں خدا ترسی سے کام لیتے ہوئے تمہارا دوسرا ہاتھ بھی چھوڑ دوں گا۔''

''میں اپنی نہیں، ان معصوم لڑکیوں کی بات کر رہی ہوں۔'' وہ جھنجلاہٹ بھرے لہجے میں بولی۔ ''بے چاری ہال کے اندر ڈری سہمی بیٹھی ہیں۔ انہیں آزاد کر دو۔''

''ٹھیک ہے۔'' ایک لمحہ سوچنے کے بعد میں نے کہا۔ ''میں تمہاری یہ فرمائش پوری کر سکتا ہوں لیکن اس سے پہلے تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔''

ہم آگے پیچھے چلتے ہوئے عمارت کے وسطی حصے میں پہنچ گئے تھے اور اس وقت ہم جس راہداری سے گزر رہے تھے، وہیں پر اس لیکچر ہال کا دروازہ تھا جہاں ہیلگا نے نو مہ جبینوں کو مقید کر رکھا تھا۔ وہ حسن وخوبرو لڑکیاں اب بھی وقفے وقفے سے دروازہ پیٹ کر اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ان کی آوازوں سے پریشانی ٹپکتی تھی۔

ہیلگا نے الجھن زدہ انداز میں استفسار کیا۔ ''تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''میں چاہتا ہوں کہ تم سچ بولو۔'' میں نے کہا۔ ''تاکہ تم اور نو مصیبت زدہ لڑکیاں آزادی کی فضا میں سانس لے سکیں۔''

''میں بھی یہی چاہتی ہوں۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ ''بتاؤ تم میری زبان سے کون سا سچ سننا چاہتے ہو؟''

''اس وقت ہمارے اور ان نو لڑکیوں کے علاوہ سینٹر میں اور کتنے افراد موجود ہیں؟''

''کوئی بھی نہیں۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی۔ ''صرف ہم گیارہ ہی ہیں۔''

''اور اس مہمان کا کیا ہے؟'' میں نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

وہ گڑبڑائے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''کون مہمان؟''

''پروفیسر کا گہرا دوست۔'' میں نے کہا۔ ''جو کل ہی یہاں پہنچا ہے؟''

''وہ پروفیسر کے ساتھ ہی گیا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

شارو نے مجھے بتایا تھا کہ اس کو اپنے ساتھ لے کر جانے والا مہمان اس وقت پروفیسر کے ساتھ لیبارٹری میں موجود تھا جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ میں جانتا تھا کہ پروفیسر ہنگامی صورت حال کے پیش نظر ہوٹل ایڈل وائس گیا ہوا تھا۔ اغلب امکان یہی تھا کہ اس کا دوست بھی ہمراہ گیا ہو۔ گویا ہیلگا دروغ گوئی سے کام نہیں لے رہی تھی البتہ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ اسٹاف (ان دس لڑکیوں بشمول شارو) کو پروفیسر اور اس کے دوست کی نقل وحرکت سے بے خبر رکھا گیا تھا۔ میں نے ہیلگا سے پوچھا۔

''کیا وہ دونوں ہیلی کاپٹر سے گئے ہیں؟''

اس نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بتایا۔ ''اور ہیلی کاپٹر ہی سے واپس آئیں گے۔''

ہم اس وقت اتنے دھیمے انداز میں بات کر رہے تھے کہ ہماری آواز لیکچر ہال کے اندر بند لڑکیوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ قیدی لڑکیاں اپنی ہی دھن میں دروازہ پیٹ رہی تھیں۔

''ٹھیک ہے، میں نے تمہاری بات کا یقین کر لیا۔'' میں نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔ ''آؤ، اب ہم ان قیدی لڑکیوں کو آزاد کرتے ہیں۔''

''وہ بدبخت تمہاری ساتھی برجت باہر سے تالا ڈال کر چابی ساتھ لے گئی ہے۔'' ہیلگا نے برہمی سے کہا۔ ''لیکچر ہال کا دروازہ کھولنے کے لیے ہمیں تالے کو توڑنا ہوگا۔''

''توڑ دیں گے۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔ ''کیا کوئی ہتھوڑی یا کوئی اور مضبوط آہنی چیز مل جائے گی؟''

''ہاں، برابر والے کمرے کی الماری میں ایک ہتھوڑی رکھی ہے۔'' وہ اپنی مڑی ہوئی کلائی میں سے اٹھنے والی ٹیسوں کو برداشت کرتے ہوئے بولی۔ ''اگر تم مجھے دو منٹ کے لیے آزاد چھوڑ دو تو میں تمہیں ہتھوڑی لا کر دیتی ہوں۔''

''ہتھوڑی ہاتھ میں آتے ہی تم مجھ پر حملہ آور نہیں ہو جاؤ گی؟'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں دریافت کیا۔

''تم میرے بس کے نہیں ہو۔'' وہ بے چارگی سے بولی۔ ''میں ایک آٹومیٹک ہیوی گن کے بل بوتے پر تمہیں زیر نہیں کر سکی تو ہتھوڑی سے تمہارا کیا بگاڑ لوں گی۔''

پتا نہیں، وہ حقیقت بیانی سے کام لے رہی تھی یا مجھے الو بنانے کے لیے مسکا پالش کی تکنیک کا استعمال کر رہی تھی۔ اگر بالفرض اس کی نیت میں کوئی کھوٹ تھی تب بھی تو یہ کہنا پڑے گا کہ وہ مجھے چکر دینے کے لیے بہت عمدہ اداکاری کر رہی تھی۔

''تم بھی کیا یاد کرو گی۔'' میں نے اس کی کلائی کو اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے کہا۔ ''اب جلدی

URDU TUBE
www.urdutubes.com

سے وہ ہتھوڑی لے آؤ۔ تمہیں تو آزادی مل گئی، ان لڑکیوں کی آزادی کا بھی کچھ بندوبست کیا جائے۔''

وہ اپنی متاثرہ کلائی کو دوسرے ہاتھ سے سہلاتے ہوئے شاکی لہجے میں بولی۔ ''یہ تم نے کیا کردیا ہے......؟''

''ابھی تک تو میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''اگر کچھ کیا ہوتا تو تمہارے کانوں سے بھی دھواں نکل رہا ہوتا۔''

''تمہارا ہاتھ ہے یا آہنی شکنجہ۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''میری کلائی کی ہڈیوں کا جیسے سرمہ بن [illegible]''

''اگر تم یونہی کھڑی باتیں بناتی اور وقت ضائع کرتی رہیں تو پھر مجبوراً مجھے اس سرے کو تمہاری آنکھوں میں لگانا پڑے گا۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''جلدی سے ہتھوڑی لے کر آؤ۔''

اس نے ایک لمحے کے لیے [illegible] ہوئی نظر سے مجھے دیکھا پھر وہ ایک کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

ہیلگا کے ساتھ پچھلے دس منٹ میں، میں نے جو سلوک روا رکھا تھا اس کے نتیجے میں وہ مجھ سے خاصی خوف زدہ دکھائی دیتی تھی تاہم میں آنکھیں بند کر کے اس پر بھروسا نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے اسے ہیوی گن سے فائرنگ کرتے دیکھا تھا اور اس کے ساتھ عملی فائٹ بھی کی تھی۔ وہ [illegible] لڑائی بھڑائی کی ماہر تھی۔ یہ تو اس کی بدقسمتی کہ میں نے اس کی کوئی پیش نہیں چلنے دی تھی اور جیسا کبھی اسے جل دے کر صاف بچ نکلی تھی۔

میں ہیلگا کے استقبال کے لیے ریڈ الرٹ تھا۔ اگر وہ ہتھوڑی کی جگہ کمرے میں سے مشین گن بھی نکال لاتی تو میں اس کے ارادے کا سوا ستیاناس مار کر رکھ دیتا۔ ابھی تک میں نے مارا ماری کے دوران میں اس کی نسوانیت کا بہت خیال رکھا تھا۔ اگر اب وہ کسی قسم کی دغا بازی کرتی تو پھر میں اسے کسی رو رعایت کا ہرگز مستحق نہ سمجھتا اور اس سے نمٹنے کے لیے ہر حد سے گزر جاتا۔

خیریت گزری اور ہیلگا ایک ہتھوڑی اٹھائے کمرے سے برآمد ہوئی پھر وہ ہتھوڑی کو میری جانب بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''یہ لو۔ اب تم جلدی سے وہ تالا توڑ کر لڑکیوں کو باہر نکالو۔''

''یہ نیک کام میں تمہارے مبارک ہاتھوں سے کروانا چاہتا ہوں تاکہ تمہارے متاثرہ ہاتھوں کی کلائی میں خون کی روانی بحال ہوجائے۔'' میں نے کہا۔ ''تم لیکچر ہال کے دروازے پر لگا تالا توڑو گی اور میں تمہاری کارکردگی کو نوٹ کروں گا کہ تمہارا لوہاروں کے کس خاندان سے تعلق ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' وہ متاثرہ کلائی کو گھڑی وار اور مخالف گھڑی وار گھماتے ہوئے مضبوط لہجے میں بولی۔ ''اب میں اتنی بھی گئی گزری نہیں ہوں کہ یہ معمولی سا کام بھی نہ کرپاؤں......!''

''نہ اتنی اور نہ اتنی!'' میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ ''تم کہیں سے بھی گئی گزری نہیں ہو۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' وہ لیکچر ہال کے دروازے پر پہنچتے ہوئے بولی۔

''[illegible] کہ اس عمر میں بھی تم جوان لڑکیوں سے [illegible] حسن اور دلکشی [illegible] کافی حد تک صاف [illegible] کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ جو لیکچر ہال میں پروفیسر فریڈرک کا اسٹاف بند ہے نا...... ان میں سے کوئی ایک بھی حسن و جوانی میں تمہارا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اگر تمہیں [illegible] نہیں آرہا تو کسی ''انڈر ففٹی بیوٹی کنٹیسٹ'' میں حصہ لے کر دیکھو۔''

''اب میں ففٹی کی بھی کہاں ہوں۔'' وہ شرمائے ہوئے انداز میں بولی [illegible] ہتھوڑی سے ایک کاری ضرب لگائی۔

ہتھوڑی کے ایک ہی وار نے تالے کا منہ کھول دیا اور وہ کنڈی میں جھولنے لگا۔ میں نے ستائشی لہجے میں کہا۔

''[illegible] اور توانائی سے بھرپور انداز میں تالے پر چوٹ لگائی ہے، اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے [illegible]''

''مجھے بنا تو نہیں رہے ہو؟'' اس نے ٹٹولتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھا۔

''[illegible] قدرت کے کاموں میں دخل نہیں دیتا۔'' میں نے اس کی [illegible] آنکھوں میں بہت دور تک جھانکتے ہوئے کہا۔ ''[illegible] فرصت سے بنایا ہے۔ تمہاری جوانی سدا بہار اور حسن لازوال [illegible] بنایا ایک بے مثال شاہکار [illegible] مجھے سخت افسوس ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ کچھ زیادہ ہی سخت برتاؤ کرڈالا۔''

''وہ [illegible]'' انداز میں بولی۔ ''اٹس او کے!''

بات کے اختتام پر اس نے دروازے کی کنڈی کی جانب ہاتھ بڑھایا تو میں نے جلدی سے کہا۔ ''ہیلگا! ایک منٹ رکو......''

وہ رک گئی اور سوالیہ نظر سے مجھے تکنے لگی۔

میں نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔ ''پہلے میں ان لڑکیوں سے دو باتیں کروں گا۔ اس کے بعد کنڈی کھول کر انہیں آزاد کیا جائے گا۔''

وہ اپنی رضامندی ظاہر کرتے ہوئے دروازے کے سامنے سے ہٹ گئی۔ میں ہیلگا کو اپنی نگاہ کے فریم میں رکھتے ہوئے دروازے کے قریب پہنچا پھر بہ آوازِ بلند اندر موجود لڑکیوں سے استفسار کیا۔

''لڑکیو! میں ڈاکٹر رافیل ہوں۔ تم لوگ مجھے اپنا دوست سمجھو۔ تم میں سے کسی کو ڈرائیونگ آتی ہے؟''

یکے بعد دیگرے پانچ جواب میری سماعت تک پہنچے۔ ''ہاں، مجھے ڈرائیونگ آتی ہے...... میں گاڑی چلانا جانتی ہوں...... یہ کون سا مشکل کام ہے؟...... میں ہر طرح کی گاڑی چلا لیتی ہوں...... [illegible] ہے......؟''

''تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟'' ہیلگا نے [illegible] بھری سرگوشی کی۔

میں نے [illegible] لہجے میں جواب دیا۔ ''میں ان لڑکیوں کو مکمل آزادی اور خودمختاری [illegible] یہاں سے روانہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ اپنے [illegible] بہتر راستے انتخاب کرسکیں۔''

''یہ یہاں پر بہت خوش اور مطمئن ہیں۔'' ہیلگا گہری سنجیدگی سے بولی۔ ''تمہاری پیشکش کوئی بھی قبول نہیں کرے گی۔''

''چلو، دیکھتے ہیں۔'' میں نے [illegible] آواز میں کہا پھر ان لڑکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے تیز لہجے میں اضافہ کیا۔

''ویری گڈ [illegible]''

''ہم تمہاری [illegible]'' لڑکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''تمہاری ساتھی ڈاکٹر [illegible] کھیل کے میدان میں ایک [illegible] پوائنٹ پر رکھ کر اس [illegible] شارو کو وہ اپنے ہمراہ [illegible] کرتے ہیں۔''

''میم سے [illegible]'' اکھڑے ہوئے لہجے میں [illegible] فائرنگ کی آواز سنی ہے۔ میم خیریت سے تو ہیں نا؟''

''ہیلگا بالکل ٹھیک ٹھاک ہے اور لیبارٹری میں پروفیسر کے ساتھ ہے۔'' میں نے تسلی بھرے انداز میں کہا۔ ''تم میری جس ساتھی ڈاکٹر سے خفگی کا اظہار کررہی ہو، وہ مجھے بھی دھوکا دے کر چلی گئی ہے۔''

''وہ شکل ہی سے منحوس لگتی تھی۔'' ایک لڑکی نے تپتے ہوئے انداز میں کہا پھر پوچھا۔ ''تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ تم نے ڈرائیونگ کے حوالے سے سوال کیوں کیا تھا؟''

''میں تم لوگوں کا بھلا چاہتا ہوں۔'' میں نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ ''جو تالا ڈاکٹر بریجٹ لگا کر گئی تھی، میں نے اسے توڑ ڈالا ہے۔ تمہاری طرف سے گرین سگنل آئے تو میں کنڈی کھول کر تمہیں آزاد کردوں گا۔''

''تم کس طرح ہمارا بھلا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟'' ایک لڑکی نے گہری سنجیدگی سے سوال کیا۔ ''اور اس بھلے کا ہماری ڈرائیونگ سے کیا تعلق ہے؟''

''میں [illegible] یہ سینٹر تم لوگوں کے رہنے کے لیے [illegible]'' میں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ ''[illegible] میں چاہتا ہوں کہ تم سب ایک وین پر سوار ہوکر کہیں دور چلی جاؤ اور اپنے مستقبل کے بارے میں کوئی بہتر فیصلہ کرو۔''

''اگر تمہاری ایک بک ختم ہوگئی ہو تو یہاں سے دفع [illegible]'' [illegible] نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''ہمیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ یہ سینٹر ہی ہمارا ماضی، حال اور مستقبل [illegible] نا؟''

میں نے شکست خوردہ نظر سے ہیلگا کی طرف دیکھا۔ وہ ایک ادا سے کندھے اچکا کر رہ گئی۔ میں نے بندی لڑکیوں [illegible] کہا۔

''تمہاری یہ جنت تمہیں مبارک ہو۔ میں تو یہاں سے جارہا ہوں۔ تم ادھر ہی بیٹھ کر اپنی میم اور اپنے باس کا انتظار کرو [illegible]''

پھر میں ہیلگا کی جانب مڑا اور اضطراری مگر دھیمے لہجے میں کہا۔ ''بھلائی کا کوئی زمانہ ہی نہیں ہے۔''

''میں نے تو تمہیں پہلے ہی بتادیا تھا کہ وہ یہاں بہت خوش ہیں۔'' وہ [illegible] نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''تم ایک اچھے انسان ہو لیکن آج تمہارا وقت اچھا نہیں ہے۔''

''قبل اس کے کہ وقت میرے لیے مزید برا ہوجائے، مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔'' میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ''تم گیراج تک میری راہنمائی کرو۔ اس کے بعد ہمارے راستے جدا ہوجائیں گے۔''

''یہ اتنا آسان نہیں ہے ڈاکٹر رافیل۔'' وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

''میں سمجھا نہیں۔'' میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے الجھن زدہ انداز میں کہا۔ ''تم مجھے گیراج تک پہنچانے کا وعدہ کرچکی ہو۔''

''میں اپنا وعدہ ہر حال میں پورا کروں گی۔'' اس نے

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutube

چٹانی لہجے میں کہا۔

"پھر مشکل کیا ہے......؟" میں نے پوچھا۔ "تم نے ایسا کیوں کہا کہ یہ اتنا آسان نہیں ہے۔"

"وہ تو میں نے راستے جدا ہونے کے حوالے سے کہا تھا۔" وہ معنی خیز نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

میں مزید الجھ گیا اور پوچھا۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"اگر تم مجھے یہاں زندہ چھوڑ گئے تو میری وفاداری اور میری کارکردگی پر سوالیہ نشان کھڑا ہو جائے گا۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔

ہم بات چیت کے دوران میں چلتے ہوئے ریسرچ سینٹر کے پچھواڑے پہنچ گئے۔ ہمارے عقب میں لیکچر ہال کا دروازہ "دھڑ دھڑانے" کی آوازیں مسلسل ابھر رہی تھیں اور انہی آوازوں کے بیچ ان لڑکیوں کے غصیلے جملے بھی سنائی دے رہے تھے تاہم فاصلہ بڑھ جانے کے باعث یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہہ کیا رہی ہیں۔ یقیناً وہ راحیل اور برجت کو برا بھلا کہتے ہوئے اپنی ٹیم اور باس کو مدد کے لیے پکار رہی ہوں گی......

"وہ کیسے؟" میں نے ہیلگا کی بات کے جواب میں پوچھا۔

"اگر تم یہاں سے زندہ بچ کر نکل گئے تو یہ میری نالائقی شمار کی جائے گی۔" وہ وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی سوچا جائے گا کہ شاید میں نے تمہیں فرار ہونے میں مدد دی ہوگی۔ چاروں سیکیورٹی گارڈز کو برجت نے شوٹ کر دیا اور وہ [illegible] ہمارے وہ چاروں سیکیورٹی گارڈز مرنے کے بعد بھی وفادار کہلائیں گے، چاہے وہ برجت کو روکنے میں ناکام رہے لیکن اگر تم مجھے زندہ چھوڑ کر چلے گئے تو پھر میری وفاداری مشکوک ہو جائے گی اور اگر وفاداری میں [illegible] پھر اس کی کم از کم سزا موت ہے۔"

ہیلگا نے جو آخری جملہ ادا کیا تھا اس میں [illegible] "بونز" کے سیٹ اپ کی بو آتی تھی [illegible] سوسائٹی ہی کا خاصہ تھی۔ ہیلگا [illegible] میرے پلے پڑی، اس کی روشنی میں، میں نے کہا۔

"تو کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں یہاں سے نکلنے سے پہلے تمہیں شوٹ کر دوں؟"

"کیا تم ایسا کر سکو گے؟" وہ میرے چہرے پر نگاہ جماتے ہوئے بولی۔

"نن...... نہیں۔" میں نے نفی میں گردن جھٹک دی۔ "خوب صورت عورتوں کی جان لینا مجھے ہرگز پسند نہیں ہے۔"

"تو پھر تم مجھے شدید زخمی کر کے چلے جاؤ۔" وہ جنونی انداز میں بولی۔ "تاکہ میری حالت کو دیکھ کر یہ سمجھا جائے کہ تم مجھے بے بس کرنے کے بعد یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوئے ہو۔"

"سوری......" میں نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "میں خواتین پر تشدد کا بھی قائل نہیں ہوں۔ مجھ سے لڑتے ہوئے تم نے یہ بات نوٹ کی ہوگی۔"

"جبکہ تمہاری ساتھی برجت تو مردوں کو موت کے [illegible] ہوئے ذرا سا بھی نہیں ہچکچاتی۔ مجھے تو ایسا [illegible] اندر کوئی وحشی درندہ چھپا ہوا ہے۔"

[illegible] میں نے گول مول جواب دیا۔

"تم مجھے قتل کرنے کا حوصلہ رکھتے ہو اور نہ ہی شدید زخمی کرنے کی ہمت [illegible] لہجے میں بولی۔ "پھر تو [illegible] وہ فیصلہ کن [illegible]

[illegible] راستہ بچا ہے [illegible] میں پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

[illegible] ہیلگا میرے سوال کا جواب دیتی، فضا میں ہیلی کاپٹر کی مخصوص آواز سنائی دی۔ اس وقت ہم ریسرچ سینٹر کے کسی حصے میں گیراج کے نزدیک کھلے میں کھڑے تھے لہٰذا بے ساختہ دونوں نے آسمان کی طرف [illegible] آتا نظر آیا۔ مذکورہ ہیلی کاپٹر ہیلگا کی نگاہ میں بھی آ گیا تھا۔ وہ متوحش نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ پروفیسر کا ہیلی کاپٹر ہے [illegible]" میں نے کہا۔ "میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ [illegible] ریسرچ سینٹر کے ہیلی پیڈ پر اترنے [illegible] چند منٹ ہی لگیں گے۔ مجھے پروفیسر کی آمد سے پہلے ہی یہاں سے روانہ ہو جانا [illegible]

وہ گیراج کا دروازہ [illegible] ہوئے بولی۔ "تو پھر ہم آخری آپشن [illegible] کے؟"

"مگر تم نے تو بتایا ہی نہیں کہ آخری راستہ کون سا ہے؟"

"یہاں سے ہم دونوں کا ایک ساتھ نکلنا۔" وہ [illegible] لہجے میں بولی۔ [illegible] سمجھا جائے گا کہ تم نے مجھے گن پوائنٹ پر رکھ کر اغوا کر لیا ہے۔ لیکچر ہال میں بند لڑکیاں پروفیسر کو ان خوفناک واقعات کی جو کہانی سنائیں گی، وہ بھی اسی جانب اشارہ کرے گی۔ اس طرح میری وفاداری بھی داغدار نہیں ہوگی اور مجھے تمہارے نزدیک رہنے کا موقع بھی مل جائے گا۔"

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ "تم میرے

نزدیک کیوں رہنا چاہتی ہو؟" میں نے تشویش بھرے انداز میں استفسار کیا۔

"اس لیے کہ تم مجھے اچھے لگتے ہو۔" وہ بڑی بے باکی سے بولی۔

"میرے ساتھ رہنے کی خواہش میں تم یہ سارے ٹھاٹ باٹ چھوڑ دوگی؟" میں نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

"قبر کا حال صرف مردے کو معلوم ہوتا ہے۔" وہ زخمی لہجے میں بولی۔ "یہ نادان لڑکیاں تو حقیقت سے ناآشنا ہیں اس لیے یہاں [illegible] لیکن میں دودھ کے اندر [illegible] سکتی ہوں اس لیے [illegible] نظر سے مجھے دیکھا [illegible] ہونٹ بھینچتے ہوئے بولی۔

"اگر تمہیں [illegible] محسوس ہو کہ میں تم پر بوجھ ہوں تو [illegible] میں کہیں، کسی برف [illegible] پھینک دینا۔ میں [illegible] چور ہو جاؤں گی۔ اس صورت میں [illegible] اغوا کر کے لے جا رہے تھے اور میں نے بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے گاڑی سے چھلانگ لگا دی۔ اس طرح کم از کم میری تھوڑی بہت عزت رہ جائے گی۔"

ہیلگا کے الفاظ میں [illegible] میں نے اس کی خواہش پوری کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ "ایس این بی" کے حوالے سے وہ میرے لیے ایک [illegible] ثابت ہو سکتی تھی۔

ہیلی کاپٹر کی آواز [illegible] تیز تر ہوتی جا رہی تھی اور اب وہ واضح طور پر [illegible] دے رہا تھا۔ وہ ایک [illegible] پائلٹ کے علاوہ چھ افراد کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔

"اس ہیلی [illegible] یہاں سے نکل جانا [illegible] کہا۔ "ورنہ پروفیسر کے سیکیورٹی گارڈز ہمیں بھون کر رکھ دیں گے۔"

"سیکیورٹی گارڈز!" میں نے سوالیہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔ "کیا پروفیسر کے ساتھ مسلح گارڈز بھی ہیں؟"

"دو سیکیورٹی گارڈز!" اس نے بتایا۔ "یہ دونوں صرف پروفیسر کی حفاظت کے لیے ہیں اور سائے کی طرح اس کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ ڈیوڈ، نیلسن، ساؤل اور نارمن کو برجت نے گولی مار کر ہلاک کر دیا لیکن اسمتھ اور بریڈی ابھی زندہ ہیں اور پروفیسر کے یہ دونوں سیکیورٹی گارڈز جب تک زندہ ہیں، ہماری زندگیوں کو سنگین خطرات لاحق رہیں گے۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ ڈیوڈ ہلاک ہو چکا ہے؟" میں نے ایک اہم سوال کیا۔

جیسیکا نے کمرا نمبر سات میں ڈیوڈ کو شوٹ کیا تھا اور میں نے اس کی لاش کو گھسیٹ کر بیڈ کے پیچھے پہنچا دیا تھا۔ ہیلگا نے جتنے وثوق سے ڈیوڈ کی موت کی بات کی تھی اس سے [illegible] تھا کہ وہ کمرا نمبر سات میں گئی تھی اور اس نے اپنی آنکھوں سے ڈیوڈ کی لاش دیکھی تھی۔

"ڈیوڈ ایک ہوشیار اور چاق و چوبند گارڈ تھا۔" وہ میرے سوال کا جواب دیتے ہوئے بولی۔ "یہ ممکن نہیں کہ [illegible] قیامت ٹوٹ پڑی ہو اور وہ کمرا نمبر سات کے [illegible] پہرا دینے میں لگا ہو۔ یقیناً برجت نے اسے بھی ٹھکانے لگا دیا ہے۔"

ہیلگا کی بات میں وزن تھا۔ میں مطمئن ہو کر گیراج کے اندر داخل ہو گیا۔ وہ ایک مناسب سائز کا گیراج تھا اور اس وقت گیراج کے اندر تین گاڑیاں پہلو بہ پہلو کھڑی تھیں [illegible] سیٹوں والی بینز اسپرنٹر وین تھی۔ مرسیڈیز بینز اسپرنٹر (Mercedez-benz Sprinter) میں ڈرائیور کے علاوہ چودہ افراد کے بیٹھنے کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ یعنی دو افراد ڈرائیور کے برابر میں پسنجر سیٹوں پر اور بارہ وین کے پچھلے حصے میں۔ ہیلگا سیکیورٹی گارڈز کی معیت میں [illegible] لڑکیوں کو گھمانے پھرانے اسی وین میں لے کر جایا کرتی تھی۔ اس وین کے علاوہ دو مزید گاڑیاں بھی گیراج میں [illegible] ان میں ایک تو پرانے ماڈل کی سرخ آڈم اوپل (Adam Opel) تھی جبکہ دوسری پیلے رنگ کی فوکس ویگن (Volkswagen) تھی جو عرف عام میں فوکسی کہلاتی ہے۔ جرمن زبان میں V ہمیشہ F کی آواز دیتا ہے اسی لیے یہ [illegible] فوکسی مشہور ہے۔ میں نے وہاں سے نکلنے کے لیے اسی پیلی صابن دانی (فوکسی) کا انتخاب کیا اور اضطراری لہجے میں ہیلگا سے پوچھا۔

"فوکسی کا فیول ٹینک تو بھرا ہوا ہے نا؟"

"ان تینوں گاڑیوں کے فیول ٹینک فل ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

اس دوران میں پروفیسر کو لے کر آنے والا ہیلی کاپٹر ہیلی پیڈ تک پہنچ گیا تھا۔ اس کی آواز سے اندازہ ہو رہا تھا کہ

URDU TUBE

وہ لینڈ کرنے والا ہے۔ میں نے چیخ سے مشابہ آواز میں ہیلگا سے استفسار کیا۔

"فوکسی کی چابی کہاں ہے؟"

وہ ایک دیوار گیر الماری کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "تمام گاڑیوں کی چابیاں وہاں رکھی ہیں۔ میں نکال کر لاتی ہوں۔"

"ہری اپ!" میں نے تیز آواز میں کہا۔ "ہمارے پاس پانچ منٹ سے زیادہ کا وقت نہیں ہے۔ پروفیسر اور اس کے سیکیورٹی گارڈز کو اس گیراج تک پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

"میں لارہی ہوں چابی۔" وہ بڑی سرعت سے الماری کی جانب بڑھی۔

میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے مذکورہ الماری کو کھولا پھر اس نے چابی کے نام پر وہاں سے جو چیز برآمد کی اسے دیکھ کر میں چونک اٹھا۔ ہیلگا کے ہاتھوں میں AK56 رائفل تھی۔

میں نے بے ساختہ پوچھا۔ "ہیلگا! یہ کیا ہے؟"

"یہ تمہاری موت ہے۔" وہ سفاکی سے بولی۔ "تم اسے ڈرامے کا ڈراپ سین بھی سمجھ سکتے ہو۔"

"ہیلگا! یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔" میں نے اپنے اور اس کے بیچ حائل چند فٹ کے فاصلے کو ذہن میں رکھتے ہوئے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "اس رائفل کو بھی اپنے پاس رکھو اور فوکسی کی چابی مجھے دو تاکہ ہم فی الفور یہاں سے نکل سکیں۔"

"تم کیا سمجھ رہے تھے، میں [illegible]" وہ AK56 لانگ رینج خطرناک رائفل کی نال کو [illegible] کی جانب سیدھا کرتے ہوئے غرائی۔ "[illegible] الماری تک پہنچنے کے لیے مجھے تمہارا بھروسا جیتنا تھا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے میں نے جو کچھ بھی کیا، وہ میری مجبوری تھی۔ کہو، میری اداکاری تمہیں کیسی لگی؟"

"تم ایک چالاک لومڑی ہو ہیلگا۔" میں نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔ "جنگل کا بادشاہ [illegible] لومڑی کے دام میں آجاتا ہے۔"

"بکواس کا وقت ختم ہو چکا۔" وہ AK56 کو خطرناک انداز میں حرکت دیتے ہوئے بولی۔ "ہینڈز اپ اینڈ ٹرن اراؤنڈ۔ مجھے تمہیں مارنے کا حکم نہیں ہے ورنہ ابھی تمہارے وجود میں درجنوں چھید کر ڈالتی۔"

اس نے AK56 کے بل بوتے پر مجھے بے بس کر دیا تھا اور اسی برتری کے نشے میں وہ ایک سنگین غلطی کر گئی تھی۔

اس کی زبان سے یہ جان لینا میرے لیے طمانیت کا باعث تھا کہ میری جان لینے کی اسے ہرگز اجازت نہیں تھی۔ میرے لیے بس اتنا ہی کافی تھا۔

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو ہیلگا۔" میں نے کسی ہارے ہوئے جواری کے مانند مایوسی بھرے لہجے میں کہا۔ "بکواس کا وقت ختم ہو چکا ...." میں نے اپنے دونوں ہاتھ سر سے بلند کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔ "میں اس وقت پوری طرح تمہارے رحم و کرم پر ہوں......"

"آئی سیڈ، ٹرن اراؤنڈ......" وہ تحکمانہ انداز میں بولی۔

میں اس کے حکم کی تعمیل میں گھوم گیا لیکن اس سے پہلے ہی میں [illegible] چکا تھا۔ اپنی جان کی سلامتی کا یقین ہو جانے کے بعد میں نے ایک [illegible] فیصلہ کر لیا تھا اور اسی فیصلے کے نتیجے میں "ٹرن اراؤنڈ" ہوتے ہوئے میری ٹانگ [illegible] چل گئی تھی۔

[illegible] تھا کہ ہیلگا کی کچھ [illegible] تک اس کے چہرے پر [illegible] گئی۔ یہ سب کچھ چشم زدن [illegible] اور وہ [illegible] ہو گیا تھا۔

میرے لیے بس اتنی مہلت کافی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں سے رائفل چھین لی۔ AK56 کو [illegible] اس کے چہرے پر زردی کھنڈ گئی۔

[illegible] میں نے خوف ناک لہجے میں کہا۔ "میں نے تھوڑی دیر پہلے حسین عورتوں کو شوٹ نہ کرنے اور ان پر تشدد نہ کرنے کے حوالے سے جتنی بھی باتیں کی تھیں وہ سب جھوٹ تھیں۔ میں ابھی تمہیں جہنم واصل کر سکتا ہوں۔" بات کے اختتام پر میں نے رائفل کی نال اس کے پیٹ کے ساتھ لگا دی۔ "اور میں تمہاری طرح اداکاری نہیں کر رہا۔"

وہ اس وقت [illegible] فرش پر چاروں خانے چت پڑی بے بسی کا اشتہار بنی ہوئی تھی۔ میرے خطرناک تیور دیکھ کر وہ گڑگڑائی۔ "[illegible] مت مارو۔"

"[illegible] مجھے فوکسی کی چابی چاہیے۔" میں نے درشت لہجے میں کہا۔

"میں نے تم سے غلط نہیں کہا تھا۔" وہ کمزوری آواز میں بولی۔ "ان تینوں گاڑیوں کی چابیاں اسی الماری میں رکھی ہیں۔"

اب کی بار میں نے اس پر بھروسا کرنے کے بجائے خود الماری تک رسائی حاصل کی اور ایک منٹ کے اندر فوکسی

کی چابی اور ایک نائیلون کی ڈوری کو پانے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے مذکورہ ڈوری سے ہیلگا کے دونوں ہاتھوں کو اس کی پشت پر کس کر باندھا پھر اسے فوکسی کی عقبی نشست پر پھینکتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ میں نے AK56 کو بھی اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔

اس دوران میں ہیلی کاپٹر سے آنے والے عمارت کے اندر داخل ہو چکے تھے۔ ان کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے گاڑی کو اسٹارٹ کر کے گیراج سے باہر نکال لیا پھر اس سے پہلے کہ پروفیسر یا اس کے سیکیورٹی گارڈز وہاں پہنچ کر میری راہ کھوٹی کرنے کی کوشش کرتے، میں نے اسے ڈھلوان سے اترنے والی بل کھاتی ہوئی تنگ سی سڑک پر ڈال دیا۔

"تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" عقبی نشست سے ہیلگا کی سہمی ہوئی آواز ابھری۔

میں نے فوکسی کی اسپیڈ کو بڑھاتے ہوئے ... انداز میں کہا۔ "ہم چرچ جا رہے ہیں۔"

"چرچ...... وہ کس لیے؟" وہ بے حد الجھے ہوئے لہجے میں مستفسر ہوئی۔

"تم تو مجھ پر نہیں مرتیں لیکن میں تمہارا دیوانہ ہو گیا ہوں۔" میں نے اس سے تفریح لیتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "ہم چرچ میں شادی کرنے جا رہے ہیں۔"

"یہ کیسا مذاق ہے؟" وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔

اسی لمحے ہمارے عقب میں فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ یقیناً پروفیسر فریڈرک کے سیکیورٹی گارڈز نے ہماری کار کو نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی لیکن فوکسی ان کی فائرنگ رینج سے باہر آ چکی تھی۔ فائرنگ کی گڑگڑاہٹ سن کر ہیلگا کی چیخ نکل گئی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا ہوا جانِ من؟"

"سیکیورٹی گارڈز ہمیں روکنے کے لیے فائرنگ کر رہے ہیں۔" وہ سہمے لہجے میں بولی۔ "اس کے بعد وہ لوگ ہمارا تعاقب کریں گے۔"

"تم بالکل غلط سمجھ رہی ہو ہیلگا۔" میں نے بدستور گہری سنجیدگی کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "یہ سب براتی ہیں جو ہوائی فائرنگ کا مظاہرہ کر کے اپنی خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ لوگ ہمارے پیچھے ہی چرچ پہنچیں گے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد تم میری بیوی بننے والی ہو اور یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔"

وہ بڑبڑائی۔ "پتا نہیں، تم کیا بکے جا رہے ہو......!"

"بری بات......" میں نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا۔ "اپنے ہونے والے شوہر سے اس انداز میں بات نہیں کرتے۔"

ہیلگا سے چھیڑ چھاڑ کے دوران میں، میں نے اپنے عقب میں بھی نگاہ رکھی ہوئی تھی لہٰذا سرخ آڈم اوپل فوراً میری نظر میں آ گئی۔ گویا ہمارا تعاقب شروع ہو گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ سرخ اوپل بڑی تیزی سے ہمارے نزدیک آ رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"مبارک ہو ہیلگا! تمہارے میکے والے ریڈ اوپل میں ہمیں روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

اس نے گردن اٹھا کر پیچھے کی جانب دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی ہیلگا نے ایک ایسی حرکت کی کہ غیر ارادی طور پر میں نے فوراً بریک لگا دیے۔ اگلے ہی لمحے وہ فوکسی کے باہر جا گری پھر برف آلود سڑک پر پھسل کر ایک دردناک چیخ کے ساتھ وہ ڈھلوان کی جانب لڑھک گئی۔

یہ سب آناً فاناً میں ہو گیا تھا۔ یقیناً بات چیت کے دوران میں اس نے میری نظر بچا کر اپنے پاؤں کی مدد سے کسی نہ کسی طرح فوکسی کا دروازہ کھول لیا اور گردن اٹھا کر عقب میں دیکھتے ہوئے اس نے لات مار کر دروازے کو وا کر دیا تھا پھر جب میں نے اچانک فوکسی کو بریک لگائے تو وہ اس جھٹکے کی بدولت اچھل کر گاڑی سے باہر جا گری تھی۔

میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں فوکسی سے نیچے اتر کر اس کا حال جاننے کی کوشش کرتا لہٰذا میں نے بڑی سرعت سے گاڑی کو آگے بڑھا دیا۔

میری سرعت اپنی جگہ مگر اس دوران میں متعاقب ریڈ اوپل میرے انتہائی نزدیک پہنچ چکی تھی۔ میں نے بیک ویو مرر میں دیکھا۔ اوپل کی ڈرائیونگ سیٹ پر مجھے ایک باوردی سیکیورٹی گارڈ بیٹھا نظر آیا پھر میری نگاہ اوپل کی عقبی نشست کی سمت اٹھی اور اگلے ہی لمحے میرے تن بدن میں خوف ناک آگ بھڑک اٹھی۔

آڈم اوپل کی عقبی نشست پر ابلیس کا پجاری، خبیث الاخبث، نطفۂ نا تصدیق، میری کایا کا قاتل، سینیٹر یونزمین رابرٹ موجود تھا۔

میں نے فوکسی کی کلچ دبا دی......!

امنگوں، حوصلوں اور آھوں کے بیچ رلاتی، کبھی محبتوں اور چاہتوں کے مدھر گیت سناتی اس ناقابلِ فراموش داستان کے مزید واقعات اگلے ماہ ملاحظہ کریں

URDU TUBE
A WORLD OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

اونٹنی

[illegible] احمر

URDU TUBE
HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

جاہلانہ رسم و رواج صرف دور قدیم کا ہی حصہ نہیں رہیں بلکہ عہد حاضر میں بھی بھرپور انداز سے رائج ہیں۔ آج بھی بعض علاقوں میں لوگ اپنی بدنصیبی کو خوش قسمتی تصور کرکے مشکل زندگی گزار رہے ہیں کیونکہ ان کی کم علمی نے ان کی عقل پر پردے ڈالے ہوئے ہیں۔

خوابوں کی کرچیوں سے لہولہو ایک دوشیزہ کی اذیت کا احوال

یہ سب [illegible] ہوتا ہی کب ہے۔ [illegible] جب کوئی آپ کی سوچوں پر پورا اتر آئے اور آنکھوں کے راستے دل میں کسی ایسی جگہ آکر بیٹھ رہے کہ اٹھتے بیٹھتے نظروں میں بس اسی کا تصور جاگتا رہے۔ گوٹھ اور سڑک کے درمیان فاصلہ ہی کتنا تھا۔ یہی کوس دو کوس کا...... سڑک سے اتر کر گوٹھ کو جانے والے راستے پر بنے جھونپڑا ہوٹل پر اس کے ساتھ اچانک ہی ملاقات ہوئی تھی مگر پتا نہیں اس کی آنکھوں میں کیا جادو تھا

کہ میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹک کر رہ گئی تھی۔ میرے پاؤں نہ جانے کیوں جواب دے گئے تھے۔ حالانکہ بابا میرے ساتھ تھے۔ مجھے یوں لڑکھڑاتا دیکھ کر وہ بولے۔

’’ارے شمو! کیا ہو گیا رے تجھے...... طبیعت تو ٹھیک ہے ری......!‘‘

’’ہاں بابا...... ٹھیک ہوں۔‘‘ میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔

اتنے میں اس نے گوٹھ کی طرف ہمیں جاتے دیکھ کر وہیں سے آواز دی۔

’’خمیسو بابا...... ذرا [illegible]‘‘

آواز سن کر بابا رک گیا اور [illegible] کھڑی ہو گئی۔ وہ تقریباً دوڑتا ہوا ہمارے قریب آ کر بولا۔

’’خمیسو بابا! کدھر جا رہے ہو تو میرے گھر والوں کو بتا دینا کہ میں دوسرے قصبے جا رہا ہوں۔ کل تک لوٹ آؤں گا۔‘‘

’’ٹھیک ہے...... کہہ دوں گا۔‘‘ بابا نے [illegible]

پھر اس نے میری طرف دیکھ کر بابا سے پوچھا۔

’’خمیسو بابا! یہ تمہاری بچی ہے؟‘‘

’’ہوں......‘‘ بابا نے آہستگی سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ میرے نزدیک سے ہو کر واپس پلٹا تو اس نے آہستگی سے جیسے میرے کان میں کہا ہو۔

’’حسین چاند کی طرح......‘‘

اس کی بات سن کر میرے اندر ہی اندر من میں کہیں بہت سے گھنگھرو اچانک ہی بج اٹھے ہوں۔ میں نہ جانے کیوں شرما کر رہ گئی تھی۔ یہ تو اچھا ہوا کہ بابا نے اس کی آواز نہیں سنی تھی، ورنہ ایک مصیبت کھڑی ہو جاتی۔ بابا اپنی ہی دھن میں چلا جا رہا تھا۔ میں تقریباً بھاگ کر اس کے برابر ہوئی تھی۔ جب میں نے پھولی ہوئی سانس میں اس سے پوچھا تھا۔

’’بابا! یہ کون تھا......‘‘

’’ارے تو نہیں جانتی...... یہ بالو کمہار کا بیٹا ہے لالیا...... شہر سے دو جماعتیں پڑھ آیا ہے، جب سے اس کے حلق سے نیچے ہی نہیں اتر رہیں۔ پر تجھے کیا...... چل ذرا پیروں کو تیز رکھ۔‘‘ بابا نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

مگر یہ سب کچھ بندے کے اپنے بس میں ہوتا ہی کب ہے۔ یہ تو پتا نہیں کس چور لمحے کوئی آ کر آپ کے من میں کہیں اندر چھپ کر بیٹھ رہتا ہے اور پھر اس کا تصور آپ کے اندر اٹھتے بیٹھتے ہر وقت جاگتا رہتا ہے۔

لالیا کے ساتھ یہ میری پہلی ملاقات تھی جو مجھے اپنے آپ سے بھی چرا کر کہیں دور لے گئی تھی۔ کہیں دور...... ایسی وادی میں جہاں صرف لالیا تھا...... یا پھر میں...... تصور کی اس جاگتی دنیا میں پھر نہ جانے میں کتنی بار اس سے باتیں کرتی رہی۔ اٹھتے بیٹھتے اسی کے تصور میں لمحوں کی تسبیح کرتی چلی گئی۔ مجھے یاد ہے۔ اس روز کی ملاقات کے بعد ہم نہ جانے کتنے دن آپس میں نہیں ملے تھے۔ پھر ہماری یہ ملاقات تھی بھی کتنی کہ اسے کوئی یاد رکھ سکتا۔ ہو سکتا ہے، لالیا کے ذہن سے بھی یہ بات نکل گئی ہو۔ تبھی تو اس روز کے بعد سے لے کر اب تک اس نے گوٹھ میں مجھ سے ملنے کی کوئی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

مگر میرے کانوں میں تو ابھی تک اس کی آواز گونج رہی تھی۔ ان لفظوں کی سچائی ڈھونڈنے کے لیے میں نے دن میں کئی کئی بار آئینے کو دیکھنا شروع کر دیا۔ اپنے آپ کو بار بار آئینے میں دیکھتی۔ تب بھی نہ جانے مجھے یقین کیوں نہیں آ رہا تھا کہ لالیا نے یہ سب میرے بارے میں کہا تھا۔ اس بات کا تو مجھے شروع سے احساس تھا کہ میں گوٹھ میں اپنی تمام سہیلیوں سے زیادہ خوبصورت ہوں۔ میری سہیلیوں نے بھی مجھے اس کا یقین کئی بار باتوں ہی باتوں میں دلایا تھا لیکن میں ان کی باتوں کو ہمیشہ ہنسی میں اڑا دیا کرتی تھی مگر نہ جانے لالیا کا کہا میرے لیے اس قدر اہمیت کیوں اختیار کر گیا تھا۔

مجھے یوں بار بار آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے دیکھ کر ایک بار ماں نے تقریباً بابا سے کہہ ہی ڈالا تھا۔

’’سن رے کیا سنتے ہو...... چھوکری جوان ہو گئی ہے۔‘‘

’’جانتا ہوں۔‘‘ بابا نے تقریباً ہارے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

میں نے بھی ان کی بات سن لی تھی مگر میرے کانوں میں تو لالیا کا جملہ گونج رہا تھا۔ مجھے اس کے سوا اور کچھ بھائی نہیں دیتا تھا۔ مجھے یوں لگنے لگا تھا جیسے میری برسوں کی تنہائی کو کسی ایک بات نے سجا کر رکھ دیا ہو اور اس بات کو کہنے والا، خود نہ جانے کہاں چلا گیا تھا۔ کبھی کبھی تو مجھے اس پر اس قدر غصہ آتا...... کہ جی چاہتا وہ سامنے آئے تو اسے نوچ ڈالوں۔ پھر اس روز نہ جانے میرے منہ سے اچانک ہی بے ساختگی سے یہ کیوں نکل گیا۔

’’پتا نہیں کدھر مر گیا ہے کم بخت...... نظر بھی تو نہیں آتا۔‘‘

یہ بات منہ سے نکلی تو میں آپ ہی آپ احساسِ شرمندگی سے ہنس بھی دی۔ میرے من میں یہ سوچ نہ جانے کہاں سے اتر آئی کہ میں اس کی کون ہوتی ہوں جو وہ میرا

URDU TUBE
OF ENTERTAINMENT
www.urdu

دھیان رکھے۔ اسے مجھ سے نسبت ہی کیا ہے۔ جو وہ مجھے دیکھنے کو ترسنے لگے۔

ایسی ہی باتیں سوچتے، بھولتے نہ جانے کتنے دن بیت گئے۔ اب تو ایک ہیولا سا رہ گیا تھا۔ اک ٹھنی ہوئی یاد تھی، جواب بھی میرے کان میں وہی مدھر سے الفاظ دہرا جاتی تھی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے اس روز جب میں اپنی سہیلی سے ملنے اس کے گھر جارہی تھی۔ اپنی گلی سے نکل کر دوسری گلی میں ابھی میں نے قدم ہی رکھا تھا کہ وہ اچانک کہیں سے نکل کر میرے سامنے آگیا۔

''ارے...... آج چاند کدھر راستہ بھول گیا'' اس نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

ایک لمحے کے لیے مجھے یوں لگا جیسے چاندنی کی ٹھنڈی میٹھی پھوار میں میرا سارا بدن نہا سا گیا ہو۔ میں راستہ بدل کر جانے لگی تو وہ قریب سے سامنے آگیا۔

''میں نے کچھ پوچھا ہے کہ چاند آج کدھر راستہ بھول گیا'' اس نے مسکراتے ہوئے اپنی بات دہرائی۔

''بہت باتیں بنانا آتی ہیں تمہیں......'' میں نے اپنے خشک حلق کو تر کرکے بہ مشکل کہا۔

''یہ تو ہے۔'' اس نے اتراتے ہوئے کہا۔

''کہاں تھا تو اتنے دنوں سے......'' میرے ذہن کے کسی گوشے میں چھپا سوال ابھرا۔

''تمہارے اردگرد تو تھا......'' اس نے ایک بار پھر چکرا دینے والا جواب دیا۔

''چل ہٹ راستے سے...... کوئی دیکھ لے گا۔'' میں نے زچ ہو کر کہا۔

''بس ڈر گئی...... اور جو کبھی خود ہی کوشش کرلیا کروگی ڈھونڈنے کی تو کیا ہو جائے گی۔'' اس نے ویسے ہی ہنستے ہوئے کہا۔

''اس وقت تو راستہ دے دو......'' اور پھر وہ ہنستے ہوئے راستے سے ہٹ گیا۔

تب وہ سامنے سے ہٹا تو میں نے وہ راستہ کس طرح طے کیا، مجھے نہیں معلوم۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میں کسی جاگتی ہواؤں میں اڑی جارہی ہوں۔ میرا جسم نہ جانے کسی خوف سے یا بھید بھری خوشی کی وجہ سے کانپنے لگا تھا۔ میں تقریباً دوڑتے ہوئے گھر لوٹ آئی۔ مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ میں اپنی سہیلی سے ملنے کے لیے جارہی تھی۔

اک انجانی روشنی تھی جو میرے اردگرد ناچنے لگی تھی۔ یہ روشنی لالیا کی باتوں کی روشنی تھی۔ اب یوں ہونے لگا تھا کہ لالیا جب بھی فارغ ہوتا، کسی نہ کسی بہانے بابا سے ملنے ہمارے گھر آجاتا اور جس وقت وہ میرے اردگرد کہیں ہوتا مجھے یوں لگتا، جیسے اس کی آنکھیں مجھ سے بہت کچھ کہہ رہی ہوں۔

وقت اپنے اردگرد سے بے خبر چلا جارہا تھا۔ میں اس دوران کئی بار لالیا سے مل چکی تھی مگر ہر بار یوں لگتا تھا جیسے اس کی باتوں سے میرا من بھرا ہی نہیں۔ اب تو مجھے یقین ہوچلا تھا کہ سے کے سارے لمحے ہمارے باج گزار ہوکر رہ گئے ہوں۔ اس دوران کئی بار لالیا نے مجھ سے پوچھا بھی......

''شمسہ کہو تو بابا کو تمہارے گھر رشتے کے لیے بھیجوں۔''

''نہیں لالی، پہلے گھر میں مجھے خود بات کر لینے دو۔''

''تم کتنی دیر سے یہی کہہ رہی ہو۔ جانتی ہو، وقت کا یہ لمحہ کسی وقت بھی ہماری محبت کی مٹھی سے پھسل سکتا ہے اور ایک بار اگر یہ ہمارے ہاتھوں کی پہنچ سے دور ہوگیا تو اسے پکڑنا بہت مشکل ہو جائے گا...... اس لیے تم جلدی سے اپنے والدین کو اعتماد میں لے لو۔'' لالیا نے پڑھے لکھوں کے انداز میں باتیں شروع کیں تو میں نے ہنس کر کہا۔

''لالی...... تمہاری باتیں میری سمجھ سے بہت آگے کی ہیں لیکن یقین کرو۔ ان کی شیرینی میرے من میں کہیں گھلتی رہتی ہے۔ اطمینان رکھو...... مجھے جونہی موقع ملا، میں اماں سے بات کر ڈالوں گی۔''

اور وہ کچھ سوچ کر رہ جاتا۔ نہ جانے میری باتیں سن کر وہ اداس سا کیوں ہوجایا کرتا تھا۔ شاید اسے مجھ پر اعتماد نہ تھا یا پھر وہ آنے والے لمحوں سے خوفزدہ ہوجایا کرتا تھا۔

اس رات بھی مجھے بڑی دیر تک نیند نہ آئی تھی۔ میں اپنے ذہن میں اماں سے بات کرنے کے منصوبے بنا رہی تھی اور یہ منصوبے آپ ہی آپ بکھر کیوں جاتے تھے میں اسی ادھیڑبن میں تھی، جب اندھیرا چیرتی ہوئی اماں کی سرگوشی مجھے سنائی دی۔ وہ بابا سے کہہ رہی تھی۔

''نہ جانے بچی کے بھاگ کیوں نہیں جاگ رہے۔ ابھی تک کسی طرف سے آس بھی تو نہیں لگی۔ میں تو کہتی ہوں کسی کے پاس جا کر کوئی دعا، درود...... کوئی تعویذ ہی لے آ......!''

''فرصت ملی، تو چلا بھی جاؤں گا۔ میں تو خود اس بارے میں فکرمند ہوں۔ تو اتنی جلدی مت کر...... آج کل میں وہ گوٹھ آنے والے ہیں۔'' بابا نے یہ کہہ کر کروٹ بدلی اور سو گیا۔ میں کتنی دیر تک سوچتی رہی، لالیا ٹھیک کہہ رہا

URDU TUBE
urdutubes.com

تھا۔ اب مجھے ماں کے کانوں میں بات ڈال دینی چاہیے۔ یہ منصوبے بناتے بناتے نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی۔

لالیا اس روز کے بعد کئی دن تک مجھے نظر نہیں آیا۔ شاید وہ کہیں گیا ہوا ہو۔ ایک روز میں نے ماں کو فارغ دیکھ کر سب کچھ کہہ دینے کا ارادہ باندھا ہی تھا کہ ادھر گوٹھ میں جیسے شور سا مچ گیا۔

''پیر سائیں آگئے ہیں۔'' ہماری پڑوسن نے آکر بتایا۔

''اللہ تیرا شکر ہے۔ پیر سائیں آگئے۔ اب ہم جیسوں کے نصیب بدل جائیں گے۔'' اماں آپ ہی آپ بڑبڑائی۔

''اماں! میں بھی تجھ سے ایک بات کرنے والی تھی۔ وہ چاچا ہالو کمدار ہے نا......''

''ہاں...... ہے تو......'' ماں نے میری طرف توجہ دیتے ہوئے کہا۔

''اس کا ایک بیٹا بھی تو ہے...... لالیا۔'' میں نے رکتے رکتے بات شروع کی۔

''وہ تو یہاں آتا رہتا ہے۔ تیرے بابا کے پاس کئی بار آیا ہے...... کیا ہوا اسے؟'' اماں نے حیران ہوتے ہوئے استفسار کیا۔

''وہ......'' ابھی میں یہاں تک ہی پہنچی تھی کہ اسی وقت بابا باہر سے اندر آگیا۔

''ارے سنتی ہو، پیر سائیں آگئے ہیں...... میں نے کہا تھا نا کہ ذرا صبر کر...... پیر سائیں ادھر آئے ہیں...... دیکھ لے۔ اللہ بعض اوقات

شاید بابا کو پیر سائیں کے آنے کی اس قدر خوشی تھی کہ اسے میرا وہاں کھڑا ہونا بھی نظر نہ آیا۔ بابا کی بات سن کر ماں نے میری طرف دیکھا تو میں اندر کمرے میں آگئی۔

''تو اور کیا...... میں تو خود تجھ سے کہہ رہی تھی۔ دیکھ اگر تجھے کوئی ہچکچاہٹ ہو تو ہالو کمدار سے کہہ دینا۔ وہ تو پیر سائیں کا کمدار ہے۔ وہ خود پیر سائیں سے بات کرلے گا۔''

''یہ ٹھیک ہے۔ کمدار تو اپنا آدمی ہے، ہماری مشکلوں کا اس سے زیادہ اور کسے احساس ہوگا۔''

اپنا سارا منصوبہ بکھرتے دیکھ کر نہ جانے مجھے کیوں افسوس سا ہونے لگا تھا۔ آج ہی تو بات کرنے کا موقع ملا تھا اور وہ بھی ختم ہو کر رہ گیا۔ میں نے غصے سے پیر پٹخے اور ان کے قریب سے گزرتے ہوئے باہر نکل گئی۔

''کہاں جا رہی ہے تو؟'' ماں نے مجھے باہر نکلتے دیکھ کر پوچھا۔

''ذرا عظیمہ کے ہاں جا رہی ہوں۔'' میں نے اپنی سہیلی کا نام لیا اور جواب سنے بغیر باہر نکل آئی۔

''دیکھ ذرا جلدی آجانا...... شاید مجھے بھی تیرے بابا کے ساتھ پیر سائیں کے پاس جانا پڑے۔'' اماں نے ایک بار پھر زور سے کہا اور میں سنی ان سنی کرتی باہر آگئی۔

نہ جانے میرا دل آج اس قدر اداس کیوں ہونے لگا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ زور زور سے رونے لگوں۔ گھر کے در و دیوار کے علاوہ گوٹھ بھی کسی اجڑی بیوہ کی مانگ کی طرح اداس لگ رہا تھا۔ میں گلیوں سے ہوتی ہوئی پیر سائیں کی حویلی کے قریب سے گزر رہی تھی۔ جب میں نے دیکھا۔ پیر سائیں بہت سے لوگوں کے ساتھ اپنی حویلی میں داخل ہو رہے تھے۔ انہیں دیکھنے کے لیے میں بھی ان لوگوں سے ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہوگئی۔

کمدار ہالو ان کے آگے پیچھے ہو رہا تھا اور پیر سائیں سے دعا کرانے والے ہاتھ جوڑے ان کے ساتھ ہانپتے کانپتے چلے جا رہے تھے۔ حویلی کے دروازے کے قریب پیر سائیں ایک لمحے کو رکے۔ انہوں نے بڑے غور سے ادھر ادھر دیکھا۔ جیسے اندازہ کر رہے ہوں کہ ان کے پاس مرادیں لینے کے لیے آنے والوں کی تعداد کتنی ہے۔

اور پھر ایک بار...... جیسے ان کی نگاہیں مجھ پر آکر رک گئیں۔ ان ایک لمحے کی چبھن میں نے اپنے بدن پر کچھ ایسی شدت کے ساتھ محسوس کی کہ مجھے یوں لگا...... جیسے ... کر جم سی گئی ہوں۔ میں نے پیر سائیں کی نظریں مجھ پر ... نادانستگی میں اپنے بدن کو دوپٹے کے ساتھ ڈھانپا بھی اور نظریں نیچی بھی کرلیں تاکہ کہیں بے ادب نہ ٹھہرائی جاؤں مگر میں جب بھی چور نظروں سے ادھر دیکھتی تو پیر سائیں کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی دکھائی دیتیں۔ پھر اسی لمحے پیر سائیں نے کمدار ہالو کے کان میں کچھ کہا جس کے جواب میں کمدار ہالو نے سر ہلایا تو مجھے یوں لگا جیسے پیر سائیں نے اسے میرے بارے میں کچھ کہا ہو۔ میرا شک اس وقت یقین میں بدل گیا جب شام ڈھلتے ہی کمدار ہالو نے ہمارے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

''کون ہے بھئی...... ذرا باہر دیکھنا شمو کی ماں کون ہے۔'' بابا نے اماں سے کہا۔

اس سے پہلے کہ اماں اٹھ کر باہر جاتیں، میں بھاگ کر دروازے تک پہنچ گئی۔ کمدار ہالو کو دیکھتے ہی میرے جسم سے جان ہی تو نکل گئی تھی۔

”تمہارے بابا گھر پر ہیں یا تمہاری اماں......؟“ کمدار بالو نے پوچھا۔

”ہاں چاچا! بابا گھر پر ہی ہیں۔“ میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

”تو انہیں بتاؤ...... بالو آیا ہے۔“

میں واپس مڑنے والی تھی کہ اسی وقت بابا بھی دروازے تک آ گئے۔ بالو کو دیکھتے ہی وہ بولے۔

”ارے ارے...... بالو آئے ہیں۔ دھن بھاگ ہمارے...... اری دیکھ شمو کی ماں...... دیکھ ہمارے گھر کون آیا ہے۔ آؤ...... آؤ بھائی! اندر آ جاؤ۔“ بابا تو جیسے خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔ بالو چاچا چوکھٹ پار کر کے اندر آ گئے تو اماں بھی سر پر دوپٹا سنبھالتے ان کے قریب آ گئی۔ اماں نے بالو چاچا کو سلام کیا تو وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

”ارے تم لوگ مجھے بیٹھنے کا نہیں کہو گے۔ میں تو تمہارے لیے بہت بڑی خوشخبری لے کر آیا ہوں۔ بس یوں جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کی بڑی سن لی ہے۔ آپ کی تو دنیا بھی سدھر گئی اور آخرت بھی روشن ہو گئی۔ یقین کرو...... لوگ سنیں گے تو تمہارے مقدروں پر رشک کریں گے۔“

”ہوا کیا ہے آخر...... کوئی ایسی بات ہے جس سے ہم غریبوں کے مقدر سنوار دیے ہیں۔ بیٹھو بیٹھو ادھر موڑھے پر بیٹھ کر بات کرو۔“ اماں نے بالو چاچا کو موڑھے پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

”دیکھ بہن! اپنا ایمان ہے کہ نیکی...... کر پیر راضی تو رب راضی ہوتا ہے۔“

”ہاں ہاں، یہ تو ہے۔“ بابا نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”تو بس خیسو بھائی! جو کوئی بھی سنے گا، تمہارے نصیبوں پر فخر کرے گا۔ تمہیں مبارک ہو۔ تمہارا گھرانا پیر سائیں کی کرامات کے سائے تلے آ گیا ہے۔“

”بس یوں جان لو کہ آج سے تمہارے گھر پیر کی کرامات نے ہمیشہ کے لیے ڈیرے ڈال لیے ہیں۔ تمہیں مبارک ہو...... تمہاری بیٹی، کیا نام ہے اس کا......؟“ اس نے اپنی بات روکتے ہوئے کہا۔

”نجمیہ...... شمیم ہے میری بیٹی کا نام۔“ بابا نے متشکرانہ انداز میں کہا۔

”ارے خیسو بھائی! پریشان یا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ سچ کہا ہے کسی نے کہ جب بھاگ جاگنے لگیں تو پتا نہیں چلتا، مقدر سنورنے لگیں تو انسان منٹوں میں زمین

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

☆انسان بڑی دلچسپ مخلوق ہے، یہ جانور کو تکلیف میں دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے لیکن انسان کو مصیبت میں دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ (اشفاق احمد)

☆اس معاشرے کی تلخ ترین حقیقت یہ ہے کہ اب چار مسلمان ایک سمت میں اس وقت چلتے ہیں جب پانچواں مسلمان ان کے کندھوں پر سوار ہو۔ (اشفاق احمد)

☆محبت کرنے والے کسی کو بددعائیں نہیں دیتے کیونکہ جس دل میں محبت رہتی ہو، اس دل میں بددعائیں نہیں رہ سکتیں۔ (بانو قدسیہ)

☆چھوٹے بن کے رہو گے تو بڑی بڑی رحمتیں اور نعمتیں ملیں گی۔ بڑا ہونے پر تو ماں بھی بچے کو گود سے اتار دیتی ہے۔ (بانو قدسیہ)

☆سجدے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ زمین پر ہونے والی سرگوشی آسمانوں پر گونجتی ہے۔ (سبحان اللہ)

☆پریشان ہونے والوں کو تو کبھی نہ کبھی سکون مل جاتا ہے لیکن دوسروں کو پریشان کرنے والے ساری زندگی پریشان رہتے ہیں۔

مرسلہ۔ جاوید اختر رانا، حیدر آباد

جائیں تو جائیں کہاں

کئی ممالک سے تعلق رکھنے والے محققوں کی تحقیق سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ مچھر مار کوائل کا دھواں انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہے کیونکہ اس میں ایسے کیمیائی مادے شامل ہوتے ہیں جو انسان کو دمے اور سانس کی تنگی دیگر بیماریوں میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ انسان کی آنکھوں کے لیے کوائل کا دھواں نقصان دہ ہے۔ اگر کوائل نہ لگائیں تو گرمیوں میں مچھر ناک میں دم کر دیتے ہیں اور اگر کوائل لگائیں تو...... جائیں تو جائیں کہاں......؟

مرسلہ۔ ریاض بٹ، حسن ابدال

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

سے آسمان تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ تو سب مقدر اور نصیبوں کی بات ہوتی ہے۔

’’تمہاری بیٹی شمیم کے بھاگ جاگ گئے ہیں۔ پیر سائیں کی اونٹنی بن گئی ہے وہ...... خود ان گناہ گار کانوں نے سنا ہے۔ پیر سائیں نے مجھے خود کہہ بھیجا ہے کہ میں تمہیں بتا دوں کہ تمہارا گھرانا پیر سائیں کی کرامات کے سائے تلے آگیا ہے۔‘‘ اور میں اس سے آگے اس کی کوئی بات نہ سن سکی تھی۔

میں لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اندر کمرے میں آگئی۔ پیر سائیں کی سرخ انگارہ آنکھیں مجھے ابھی تک اپنا بدن چھیدتی نظر آرہی تھیں...... میں پھیلا جوں پانی ہو گئی تھی۔ نہ جانے یہ پسینا مجھے کس احساس کے تحت آرہا تھا جو من کر میرے جسم کے روئیں روئیں سے نکل رہا تھا۔ یہ میرا احساسِ شکست تھا یا کسی بڑی مصیبت کا پیش خیمہ...... میں سوچنے لگی۔ نہ جانے مجھے کس گناہ کی پاداش میں اتنی بڑی سزا مل رہی تھی۔

پیر سائیں عمر میں میرے بابا سے بھی بڑے تھے۔ سر سے بھری ہر وقت سرخ انگارہ بنی آنکھیں جن میں زمانے بھر کی ساری وحشتیں ہر وقت ناچا کرتی تھیں۔ سر پر سفید کپڑے کی بندھی بڑی سی پگڑی جس کے اردگرد سے نکلے ان کے سر کے گھنگھرالے بال جو ان کے کندھوں تک پڑتے تھے۔

میں اندر چارپائی پر پڑی اس وقت سے رو رہی تھی جب سے میں نے اپنے مقدروں کا فیصلہ سنا تھا کیا میں پیر سائیں کی باج گزار یا ان کی داشتہ بن جاؤں۔ جس وقت چاہیں جو مرضی حکم چلائیں...... میں سوچ رہی تھی اگر میں پیر سائیں کے حکم کو ماننے سے انکار کر دوں؟

یہ اسی شام کا ذکر ہے جب ابا کو کمدار نے پیر سائیں کا حکم سنا کر پیر سائیں کی حویلی چلا گیا تھا۔ میں ایک بپھری ہوئی شیرنی کی طرح اماں کے سامنے آگئی۔

’’یہ کون ہوتا ہے میرے بارے میں ایسا حکم سنانے والا...... اور اگر میں انکار کر دوں تو......؟‘‘

’’توبہ کر چھوری...... توبہ کر...... کانوں کو ہاتھ لگا...... تو نہیں جانتی اگر تو نے انکار کر دیا تو پیر سائیں ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔ ان کی ناراضی رب سچے کو ناراض کرنے کے برابر ہے۔ پھر انہوں نے کون سا تمہیں اٹھوا لیا ہے۔ ایک پیغام بھیجا ہے۔ اونٹنی تو مقدر والیاں بنتی ہیں۔ یہ تو پیر سائیں کی کرامات کا سایہ ہے جو ہمارے گھرانے پر آگیا ہے۔

’’تجھے اپنے مقدروں پر فخر کرنا چاہیے۔ پیر سائیں کی نظریں ایسے ہی لوگوں پر نہیں پڑتیں۔ جن پر رب سوہنے کا کرم ہو...... انہی پر ان کی نظریں پڑتی ہیں۔ توبہ کر...... فوراً......‘‘

’’اور اگر پیر سائیں نے سن لیا تو وہ تمہیں زبردستی بھی اپنی اونٹنی بنا سکتے ہیں۔ ان کے کمدار ان کے ایک اشارے پر وہ سب کچھ کر سکتے ہیں جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتی ہو......‘‘

’’مگر میں پیر سائیں کی اونٹنی بننے سے مر جانا بہتر سمجھتی ہوں۔‘‘

’’بیوقوف...... ہاں لوگوں کو آواز دے رہی ہے تو...... تمہارے بابا نے سن لیا تو تمہیں زندہ گاڑ دیں گے زمین میں۔‘‘ اماں نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ’’تیرے بابا بہت ظالم ہیں اور اس معاملے میں تو وہ اور بھی سخت ہیں۔‘‘

’’مجھے کوئی پروا نہیں...... وہ مجھے مار دیں......‘‘

’’دیکھ چھوری! میں ایک بار پھر کہہ رہی ہوں۔ کانوں کو ہاتھ لگا اور ان باتوں کو بھول جا کہ تو پیر سائیں کو چاہتی ہے یا نہیں...... وہ تجھے پسند ہیں کہ نہیں مگر ایک بات سن لے۔ اب جو تمہیں پسند ہے اس کی بات بھی اپنے من سے نکال دے۔ اول تو ہم نے تیرا بندھن کہیں باندھا ہی نہ تھا اور اگر خدانخواستہ ایسا ابھی ہوتا تو پیر سائیں کی اونٹنی بننے والیوں کے ایسے رشتے ناتے خود بخود ختم ہو جایا کرتے ہیں۔ اس لیے تو بھی چپ ہو کر اپنے کھرے مقدروں پر ناز کر......‘‘

اماں مجھے سمجھاتی رہی۔ مجھے خود بھی کچھ سمجھ نہ آئی کہ یہ بات ساری بستی میں جنگل کی آگ بن کر پھیل گئی کہ خمیسو میانو کی بیٹی پیر سائیں کی اونٹنی بن گئی ہے۔

گوٹھ کی ساری عورتیں باری باری ہمارے گھر آ کر مجھے مبارک باد دے رہی تھیں۔ میں اندر کمرے میں ہوتی تو مجھے ان کے سامنے لایا جاتا۔ یوں جیسے قربانی کے بکرے گاہکوں کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ وہ کتنی حسرت بھری نگاہوں سے میری جانب دیکھتیں اور کہتیں۔

’’تیرے تو بھاگ جاگ گئے ہیں...... تیری بیٹی پیر کی اونٹنی بن گئی ہے۔ یہ سب مقدروں کی بات ہوتی ہے بہن۔‘‘ اور اماں کی خوشی تو دیکھنے کے قابل تھی۔

مگر ان سب سے الگ ایک چپ ہی تو لگی تھی میرے ہونٹوں پر...... میں اس وقت کو کوس رہی تھی جب میں باہر نکلی تھی اور پیر سائیں کی نظر میں آگئی۔ وہ عورتیں جاتے ہوئے میرے نزدیک آ کر میری نظریں اتارتیں اور مجھ پر

URDU TUBE

صدقے واری جاتیں۔ شام تک ایسے ہی ہوتا رہا۔ جب ذرا مطلع صاف ہوا تو میں اپنی ماں کے کندھے سے لگ کر خوب روئی۔ ماں مجھے دلاسا دے رہی تھی۔

"چپ کر شمیم...... رب سوہنے نے بہت نزدیک ہوکر میری سنی ہے۔ میری تو قسمت سنور گئی ہے اور تو ہے...... ایسے خوش نصیب موقعے پر بدشگونی کر رہی ہے۔ تو رو رہی ہے؟ تیرے تو بھاگ جاگ گئے ہیں پگلی...... تجھے تو خوش ہونا چاہیے کہ پیر سائیں نے تجھے اپنی کرامات کی بکل میں لے لیا ہے۔ تو بڑی بھاگوان ہے۔ تیری عاقبت سنور گئی ہے۔ پیر سائیں کے کرم سے اب تو بھی لوگوں کی نظریں اتارے گی۔ جھاڑ پھونک کرنے لگے گی۔

"پیر سائیں کے بعد ساری روحانیت کا فریضہ تجھے سنبھالنا ہوگا...... اور ہاں یاد رکھو...... آج سے تو سفید کپڑے پہنا کرے گی کیونکہ پیر سائیں کی اونٹنیاں سفید کپڑے ہی پہنا کرتی ہیں۔

"مجھے تو خوش ہونا چاہیے تیرے ماں باپ کے سر سے ایک بہت بڑا بوجھ اس قدر آسانی سے اتر گیا ہے۔"

"ہاں ہاں...... مجھے خوش ہونا چاہیے کیونکہ اب تیری بیٹی کے جوان جسم پر میرے بابا کی عمر سے بڑا شخص راج کرے گا۔ میں خوش ہوں اماں...... میرے نصیب کھل گئے ہیں اور میرے مقدر سنور گئے ہیں کہ میں پیر سائیں کی حویلی میں اس کی اونٹنی بن کر جا رہی ہوں۔ اس سے کتنا اچھا ہوتا کہ تم لوگ مجھے زندہ کسی قبر میں اتار دیتے۔ میں خوشی خوشی یہ زہر پی لیتی۔ کس قدر بے بس ہو تم لوگ کہ جیتے جی ایک سائیں کے فیصلے کو غلط نہیں کہہ سکتے۔"

"کیوں رب کے قہر کو واج دے رہی ہے تو...... پھر کہتی ہوں توبہ کر...... پیر سائیں کی جات نراج ہوگئی تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔"

"ہم کہیں کے رہیں یا نہ رہیں...... مگر یاد رکھو اماں...... مجھے تیرا اور بابا کا یہ فیصلہ ہرگز منظور نہیں۔" کہنے کو تو میں نے یہ کہہ دیا مگر اسی لمحے میرے ذہن کے کسی دریچے سے آواز آئی۔

"کیا تو ایسا کر سکے گی؟"

میں اماں کا اگلا فیصلہ سننے کی منتظر تھی کہ اسی لمحے نہ جانے بابا نے کہاں سے سن لیا تھا۔ وہ بڑے غصے سے اندر آئے اور بولے۔

"گردن نہ کاٹ کے رکھ دوں گا تیری...... زبان چلاتی ہے۔"

"پورا گوٹھ تیرے مقدروں پر ناز کر رہا ہے اور مجھے سب لوگ مبارکباد دے رہے ہیں۔ مگر تو ہے کہ ہمارے فیصلے کو غلط کہہ رہی ہے۔ دیکھ اگر تیرے من میں کوئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری عمر خواب دیکھنے کی عمر ہوا کرتی ہے۔ سنہرے مستقبل دیکھنے کی...... آسمانوں سے اترنے والے شہزادے کی راہیں دیکھنے کی...... اب تو یہ سب بھول جا...... تو پیر سائیں کی نظروں کا انتخاب ہے۔ اب دوسروں پر تو حرام ہوگئی ہے۔ اب تو صرف اور صرف پیر سائیں کی اونٹنی ہے۔ تیرا احترام اور تیرا تقدس اب دوسروں پر واجب ہے۔ اب کوئی رشتہ لے کر یہاں آسکتا ہے اور نہ ہی تو کسی کے ساتھ بیاہ کر کے جا سکے گی۔ اس لیے اب میری بات مان اور اپنے مقدروں پر صبر کر لے۔ اگر بغاوت کرے گی تو اپنی جان سے ہاتھ دھو لے گی۔ نہیں تو تجھے ڈر لگتا ہے...... پیر سائیں کی نظروں میں نہیں گر سکتا۔ تو چاہتی ہے میں اپنی عاقبت خراب کر لوں۔ کل تجھے پیر سائیں کی حویلی بھجوانا ہے۔ تیاری کر لے......" بابا نے اماں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اور پھر ہوا بھی وہی جو میرے والدین نے چاہا۔ اگلے روز مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے مردہ جسم کو خوب بنایا، سنوارا اور سجایا جا رہا ہو۔ گوٹھ سے آئی چند عورتیں مجھے بڑی دیر تک سجاتی سنوارتی رہیں اور پھر جب وہ ساری اپنی اپنی رنجشیں اتار چکیں تو مجھے پیر سائیں کی حویلی میں اتار دیا گیا۔

پیر سائیں کی حویلی میں اس روز جشن کا سماں تھا۔ پیر سائیں اپنے رنگے ہوئے بالوں اور سرمے سے بھری سرخ آنکھوں سمیت میرے استقبال کو آئے تھے۔ حویلی میں موجود بہت سی عورتیں مجھے بڑی رشک بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ پیر سائیں نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے کہا۔

"شمیم! یہ ساری اونٹنیاں آج سے تیری خادمائیں ہوں گی...... تم ان سب پر حکومت کر سکو گی۔ یہ ساری تیری باج گزار ہیں۔" اور پھر ایک بوڑھی عورت کو مخاطب کر کے بولا۔ "رشیداں! آج سے تو اس کی خاص خادمہ ہے۔ کیا سمجھی...... شمیم کی باتیں اور اس کا حکم ماننا تجھ پر فرض ہوگا...... ایسے ہی جیسے تو میرا حکم اور میری باتیں مانتی ہے۔"

رشیداں نے ہولے سے سر ہلا کر اقرار کیا اور اس روز حویلی میں موجود اونٹنیوں کے ریوڑ میں ایک اور نئی اونٹنی کا اضافہ ہوگیا۔ میری حیثیت اس ڈری ہوئی بھیڑ کی سی تھی جو

بھیڑیوں کے ریوڑ میں نئی آئی ہو۔ چند روز تک میں پیر سائیں کے حرم میں باقاعدگی سے حاضری دیتی رہی مگر پیر سائیں کے سرد بدن جزیرے پر گرم ہواؤں کا موسم بھی نہ اتر سکا۔

”گرم موسموں کی حدت بدن جزیروں پر نہ بھی محسوس کرسکو، تب بھی ہماری حکمرانی قائم رہے گی...... ویسے بھی اونٹنیاں موسموں کی نرمیاں اور سختیاں برداشت کرنے کی عادی ہوتی ہیں لہٰذا تم بھی اسے برداشت کرو...... کہ یہ ہمارا حکم ہے۔“ پیر سائیں نے اپنی ناکامیوں کو کس قدر دلیری سے [illegible]

اور پھر میں ایسے [illegible] برداشت [illegible] عادی ہوگئی کہ بغاوت کرنے والیوں کی سزا [illegible] کر مجھ پر [illegible] لرزہ طاری ہوجاتا تھا۔ میں اپنا سب کچھ کہاں جھیل [illegible] مقدر جان کر قبول کرلیا۔ پیر سائیں [illegible] اتارنے اور [illegible] کا کام [illegible] سکھا دیا تھا [illegible] ان کی عدم موجودگی میں گوٹھ سے آئی عورتوں پر دم درود کرسکوں۔

اس روز پیر سائیں صبح ہی سے شہر گئے ہوئے تھے جب گوٹھ سے عورتیں اپنے بچوں [illegible] اور دعائیں حاصل کرنے کے لیے حویلی آئی تھیں۔ میں اندر اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی [illegible] رشیداں نے آکر بڑے مؤدبانہ [illegible] کہا۔

”بی بی [illegible] یہاں [illegible] اردگرد سے خاصی تعداد میں عورتیں آئی ہوئی ہیں۔ دم اور تعویذ کرانے کے لیے......“

”تو کہہ دو [illegible]

تھا۔ ”میں نے [illegible] موجود نہیں [illegible] جواب دیا۔

”مگر بی بی [illegible] روحانیت کا فریضہ [illegible] کی عدم موجودگی میں [illegible] سنبھالنا ہوتا ہے۔

”تم بھی تو ان کی اونٹنی [illegible]“ میں نے چوٹ کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک کہا بی بی! میں بھی اونٹنی رہی ہوں اور اب بھی ہوں مگر روایات سے بغاوت نہ تم کرسکتی ہو...... اور نہ ہی یہ جرأت میں کرسکتی ہوں۔ چلو اٹھو......“

”میں یہ سب کیسے کرسکوں گی؟“ میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں ہوں نا...... تمہارے ساتھ۔“ رشیداں نے جواب دیا۔

چنانچہ میں رشیداں کی ہدایت پر یہ کام کرنے لگی۔ میں اٹھ کر حویلی کے بڑے کمرے میں آگئی جہاں بہت سی عورتیں اپنے بچوں کو لے کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں پیر سائیں کی بتائی ہوئی آیات پڑھ پڑھ کر عورتوں اور بچوں پر پھونکیں مارتی جارہی تھی اور عورتیں مجھے دعائیں دیتی ہوئی اٹھ کر جارہی تھیں کہ اچانک ایک بوڑھی سی عورت پر میری نظریں رک سی گئیں...... میں نے اس کو غور سے دیکھا۔ [illegible] اپنی باری پر وہ میرے نزدیک ہوئی تو میں نے اپنے [illegible] کو دور کرنے کے لیے اس سے آہستگی [illegible]

”تو لالیا کی ماں ہے......؟“

”جی حضور......!“ اس بوڑھی عورت نے نظریں جھکاتے جواب دیا۔

”دیکھ میری طرف...... پہچان میں کون ہوں؟“ میں نے ذرا سختی سے کہا۔

”بی بی حضور...... گناہ گار نہ کریں مجھے...... میں جانتی ہوں تو بی بی حضور ہے۔“ اس نے منمناتے ہوئے جواب دیا۔

[illegible] نظریں تو اٹھا...... دیکھ اور پہچان...... میں کون ہوں...... تیرے گوٹھ کی ہوں۔“ میں نے نرمی سے اس کی [illegible] بند جائی [illegible]

”میں جانتی ہوں، بی بی...... تو خمیسو میانو کی بیٹی شمیم ہے۔ اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تو لالیا کا کیوں پوچھ رہی ہے۔“ اس نے رک رک کر سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

”[illegible] لالیا کو میرا ایک پیغام دے سکے گی......!“

ابھی میں یہ کہہ رہی تھی کہ اس نے میری آنکھوں کے آگے اپنے بوڑھے اور ناتواں ہاتھ جوڑ دیے اور گڑگڑاتے ہوئے بولی۔

”بی بی حضور...... مجھ پر اس بوڑھی عمر میں رحم کر...... تو اپنے رتبے کو نہیں جانتی۔ تو نہیں جانتی کہ تو روحانیت کے کس مقام پر ہے...... تو پیر کی اونٹنی ہے جس کا ایک مرتبہ ہوتا ہے۔ ایک معاشرے میں مقام ہوتا ہے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ میں اپنے جوان بیٹے کو ”کارو“ نہیں کروانا چاہتی۔“

یہ کہہ کر وہ اٹھ کر چلی گئی اور مجھے یوں لگا جیسے پیر کی اونٹنی ایک بار پھر اپنی سوچوں کے اجڑے، بھرے صحرا میں تنہا رہ گئی ہو...... نصیبوں جلی پیر کی اونٹنی......!

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

بنی اسرائیل میں عمران ایک عابدو زاہد شخص تھے۔ یہ ان تمام برائیوں اور گمراہیوں سے دور تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کی قوم نے اختیار کرلی تھیں۔ بنی اسرائیل کی کثرت نافرمانی کے اندھیروں میں غرق تھی۔ بہت تھوڑے رہ گئے تھے جو احکامات موسوی پر عمل پیرا تھے اور ''توریت'' کو چراغ ہدایت سمجھتے تھے۔ عمران بھی ان میں سے ایک تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر لفظ بہ لفظ عمل کررہے تھے۔ ان کی اسی نیکی، زہد اور عبادت کی وجہ سے ہیکل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

رضوانہ ساجد

بے شک کائنات کا نظام اس کے خالق کے باعث ہے... جو اسی کے حکم سے رواں دواں ہے لیکن... اس روانی کو طریقے سے برقرار رکھنے کے لیے گاہے گاہے اللہ پاک نے انبیاء کو مبعوث فرمایا اور انہیں انسانوں میں سے ہی منتخب کیا۔ اسی سلسلے کو بڑھاتے ہوئے حضرت عیسیٰ کی ولادت باسعادت ہوئی جو بذاتِ خود ایک معجزہ اور بنی نوع انسان کے لیے ایک بہترین ہدایت ہے۔

اللہ کے ایک برگزیدہ پیغمبر کے حالاتِ زندگی
URDU TUBE
ENTERTAINMENT
urdutubes.com

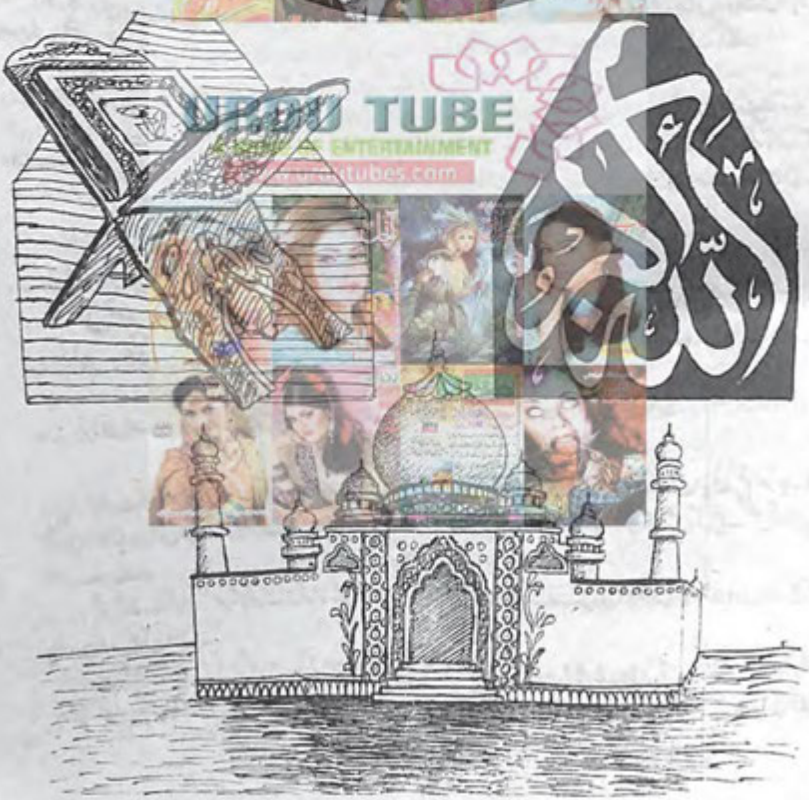

میں نماز کی امامت ان کے سپرد تھی۔ وہ حضرت سلیمانؑ کی اولاد میں سے تھے۔ ان کی مقبولیت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ان کی بیوی ''حنہ'' بھی نہایت نیک اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ ان کا تعلق بھی حضرت داؤدؑ کی نسل سے تھا۔

ان دونوں کے دم سے گھر میں برکت ہی برکت تھی۔ آس پاس کے گھروں میں ان دونوں کا نام بڑی عزت سے لیا جاتا تھا لیکن ان کے دلوں پر جو گزر رہی تھی، وہی جانتے تھے۔ دل برداشتہ ہو کر اس روز وہ رات بھر نماز کے لیے کھڑی رہیں اور رو رو کر اولاد کے لیے دعا کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور آپ کو بڑھاپے میں خوشخبری دی کیونکہ آپ نے منت مانی تھی کہ جو اولاد ہوتی اسے ہیکل کے لیے وقف کر دیں گی۔

ولادت ہوئی تو حنہ کو معلوم ہوا کہ ان کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ انہیں تو اولاد درکار تھی۔ یہ لڑکی بھی لڑکے سے کم نہیں تھی لیکن انہیں یہ افسوس ہو رہا تھا کہ اب وہ اپنی نیت کیسے پوری کریں گی کیونکہ ہیکل کی خدمت کے لیے لڑکے نذر کیے جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے افسوس کو یہ کہہ کر بدل دیا کہ ہم نے تمہاری لڑکی ہی کو قبول کیا اور اس کی وجہ سے تمہارا خاندان بھی معزز اور مبارک قرار پایا۔

حنہ نے بچی کا نام مریم رکھا تھا۔

مریم ابھی صغیر سن ہی تھیں کہ حنہ کو اللہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ کفالت کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔

آپ کی بہن ایشاع کو یہ دعویٰ تھا کہ مریم ان کی بہن کی بیٹی ہے جو حضرت زکریا کی بیوی تھیں۔

''دیکھا قدرت نے کیسا انتظام کر دیا... باتیں کرنے والی بھی آ گئی۔ میری بہن کی نشانی ہے۔ مجھے اپنی بہن کا خدا کے ... ہی یہ کچھ بڑی ہو گی، ہم اسے ہیکل کے نمائندے کے حوالے کر دیں گے۔''

اور پھر وہی ہوا۔ جب حضرت مریم بڑی ہو گئیں تو ہیکل میں ایک حجرا ان کو دے دیا گیا جہاں وہ اللہ کی عبادت میں مصروف رہتیں اور یہاں انہیں ہر نعمت سے نوازا گیا۔ بے موسم کے پھل دیکھ کر حضرت زکریا بھی چونک گئے۔

''مریم! تیرے پاس یہ بے موسم پھل کہاں سے آتے ہیں؟''

حضرت مریم نے فرمایا۔ ''یہ خدا کی طرف سے ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق پہنچاتا ہے۔''

غرض حضرت زکریا علیہ السلام نے جب حضرت مریم کا جواب سنا کہ یہ من جانب اللہ ہے تو ان کے تعجب میں مزید اضافہ ہو گیا اور یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ خدا کے یہاں مریم کا ایک خاص مقام ہے۔ کیا وہ میرے بڑھاپے اور بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود مجھے بے موسم پھل (بیٹا) عطا کرے گا۔

رات ہوئی اور آپ عبادت کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھ گئے۔

خدا کا فرشتہ ان پر ظاہر ہوا اور بشارت دی۔

''خدا تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے۔ اس کا نام یحییٰ رکھنا۔ اس سے پہلے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔ یحییٰ خدا کے فیض (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کریں گے اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے ہوں گے اور خدا کے پیغمبر اور نیکوکاروں میں ہوں گے۔''

فرشتہ رخصت ہوا۔ روشنی چلی گئی۔ اب کوٹھری میں حضرت زکریا تھے اور ان کی حیرانی۔

☆☆☆

حضرت مریم حسب معمول اپنے حجرے میں عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔ آپ کے پاس پانی ختم ہو گیا۔ آپ نے مشکیزہ اٹھایا اور اس گھاٹ کی طرف چل دیں۔ آپ نے مشکیزہ بھرا۔ واپسی کے لیے مڑی ہی تھیں کہ ایک شخص کو اپنے قریب کھڑے دیکھا۔

فرشتے نے کہا۔ ''مریم خوف نہ کھا۔ میں انسان نہیں جو تو مجھ سے ڈرے۔ میں خدا کا فرستادہ فرشتہ ہوں اور تجھ کو بیٹے کی بشارت دینے آیا ہوں۔''

فرشتے نے لڑکے کی خوشخبری سنا کر حضرت مریمؑ پر پھونک ماری، گویا روح پھونک دی۔ آپ نے دیکھا کہ فرشتہ غائب ہو گیا ہے۔ بوجھل ہاتھوں سے مشکیزہ اٹھایا اور چل دیں۔ سوچتی جاتی تھیں کہ یہ کیا ماجرا ہوا۔ اگر اس فرشتے کا کہا سچ نکلا اور یقیناً

URDU TUBE
A HOUSE OF ENTERTAINMENT

بچہ نکلے گا۔ میں لوگوں کو کیا بتاؤں گی، لوگ کیا کہیں گے۔

پھر یہ سوچ کر دونوں ارادوں سے ہاتھ اٹھا لیے کہ خدا کو ظاہر کرنا مقصود ہوگا تو خود ہی کر دے گا۔ خود کو حالات پر چھوڑ دوں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو پہلے ہی بشارت دے دی گئی تھی۔

''خدا تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض (عیسیٰ) کی تصدیق کریں گے۔''

حضرت مریم اپنے حجرے میں بند ہو گئیں اور وقت کا انتظار کرنے لگیں۔

☆☆☆

بنی اسرائیل اپنی عادت سے مجبور تھے کہ پیغمبروں کو جھٹلانا ان کی عادت تھی ورنہ ان کی کتب سابقہ ایک مسیح موعود کی آمد کا مژدہ سناتی رہی تھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی بشارت دیتی رہی تھیں۔

توریت ان بشارات کو اپنے سینے میں محفوظ رکھے ہوئے تھی۔

''اور اس موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر (ساعیر) سے ان پر طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑوں سے جلوہ گر ہوا۔''

اس بشارت میں سینا سے خدا کی آمد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب اشارہ ہے اور ساعیر سے طلوع ہونا نبوت عیسیٰ مراد ہے کیونکہ ان کی ولادت باسعادت اسی پہاڑ کے ایک مقام ''بیت اللحم'' میں ہوئی اور فاران پر جلوہ گر ہونا آفتاب رسالت حضرت محمد ﷺ کی بعثت کا اعلان ہے کیونکہ فاران حجاز کے مشہور پہاڑی سلسلے کا نام ہے۔

اور توریت ہی میں یسعیاہ نبی کے صحیفے میں ہے۔

''ایک میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیار کرے گا۔ بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو۔ اس کے راستے سیدھے بناؤ۔''

توریت ہی میں ایک جگہ یہ عبارت لکھی ہے۔

''اے بیت اللحم یہوداہ کے علاقے تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری امت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا۔''

انجیل میں یحییٰ علیہ السلام کی زبانی ایک عبارت ہے جس سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل جن اولوالعزم پیغمبروں کی بعثت کے منتظر تھے ان میں مسیح علیہ السلام بھی تھے۔

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

''اور یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کے لیے بھیجے (یحییٰ علیہ السلام کے پاس) کہ تو کون ہے تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیا ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ پس انہوں نے اس سے کہا پھر تو کون ہے؟ بتا دے تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں کہ تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا میں جیسا کہ یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ سیدھی کرو۔''

قرآن نے بھی حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ کے واقعے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کی تمہید قرار دیا ہے۔ چنانچہ سورۃ آل عمران میں ہے۔

''پس جب فرشتوں نے اس (زکریا) کو اس وقت پکارا جب وہ حجرے میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، بے شک اللہ تعالیٰ تجھ کو یحییٰ (فرزند) کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے کلمے کی تصدیق کرے گا۔''

مختلف حوالوں سے یہ قوم مسیح علیہ السلام کی آمد کی منتظر تھی لیکن اب اس کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے کہ وقت آیا تو پہچاننے سے انکار کر رہی تھی۔ اس لیے کہ ظاہری اسباب سے یہ واقعہ خلاف عقل تھا اور اپنے پیغمبر (زکریا علیہ السلام) پر ایمان ممکن تھا کہ اس کی دلیلوں پر یقین کر لیتی۔ یہ قوم اس نکتے کو سمجھنے سے قاصر تھی کہ رسول کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت ہے۔

ان بدبختوں نے تو حضرت زکریا پر ہی بہتان لگانے میں دیر نہیں کی، حیثیت تک کیا پہنچے۔

☆☆☆

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی دنیا میں نہیں آئے تھے۔ ان سے پہلے ان کی منادی کرنے والے کا آنا ضروری تھا۔ وقت نے فاصلہ طے کیا اور ایشاع (الیشبع) کے ہاں ولادت کا وقت قریب آ گیا۔ پھر وہ وقت بھی آ گیا جب حضرت یحییٰ علیہ السلام

کی ولادت ہوئی۔ عام لوگ بھی سمجھ رہے تھے کہ بڑھاپے میں ولادت کا ہونا خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ یہ بچہ واقعی بنی اسرائیل کی خوش بختی میں اضافہ کرے گا اور خیر و برکت کا باعث بنے گا۔ ہیکل میں عبادتیں کی گئیں کہ خداوند نے خیر و برکت بھیجی۔

بنی اسرائیل میں قدیم سے دستور چلا آرہا تھا کہ نومولود کی ولادت کے آٹھویں دن رسم ختنہ ادا کی جاتی تھی اور بچے کا نام رکھا جاتا تھا لہٰذا آٹھواں دن آیا تو اس تقریب کا انتظام ہوا۔ اس تقریب میں ہیکل کے کاہن بھی شریک ہوئے۔

''زکریا! کیا تم یہ رسم بھول گئے کہ آٹھویں دن بچے کا نام رکھا جاتا ہے۔''

''مجھے ایک تختی لا کر دو تاکہ میں اس پر وہ نام لکھ دوں جو خداوند اسرائیل کے خدا نے مجھے پہلے سے بتا دیا ہے۔''

ایک تختی حضرت زکریا علیہ السلام کو لا کر دے دی گئی۔ آپ نے اس تختی پر جلی حروف میں لکھ دیا...... ''یحییٰ''۔

یہ تختی جب مہمانوں کے سامنے لائی گئی تو سب کے چہروں پر حیرت نظر آرہی تھی۔ اس سے پہلے انہوں نے یہ نام کبھی نہیں سنا تھا۔ وہ سب کچھ دیر آپس میں سرگوشیاں کرتے رہے پھر حضرت زکریا علیہ السلام سے مخاطب ہوئے۔

''ہم نے آج تک یہ نام سنا تک نہیں ہے۔ نام ایسا ہونا چاہیے جسے سب قبول کرلیں۔''

''یہ نام میری طرف سے نہیں ہے۔ جس خدا نے اس بڑھاپے میں مجھے اولاد دی ہے اسی نے نام بھی دیا ہے۔ جو فرشتہ مجھے اولاد کی خوشخبری دینے آیا تھا اس نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ میں اس کا نام ''یحییٰ'' رکھوں۔'' لوقا کی انجیل میں یہ واقعہ اسی طرح درج ہے۔

''اور آٹھویں دن ایسا ہوا کہ وہ لڑکے کا ختنہ کرنے آئے اور اس کا نام اس کے باپ کے نام پر زکریا رکھنے لگے مگر اس کی ماں نے کہا نہیں بلکہ اس کا نام یوحنا رکھا جائے۔ انہوں نے اس کے باپ کو اشارہ کیا کہ تو اس کا کیا نام رکھنا چاہتا ہے۔ اس نے تختی منگوا کر یہ لکھا کہ اس کا نام یوحنا ہے اور سب نے تعجب کیا۔ اسی دم اس کا منہ اور زبان کھل گئی اور بولنے اور خدا کی حمد کرنے لگا۔ سب پر دہشت چھا گئی اور یہودیہ کے تمام پہاڑی ملک میں ان سب باتوں کا چرچا پھیل گیا اور سب سننے والوں نے ان کو دل میں سوچ کر کہا کہ یہ لڑکا کیسا ہونے والا ہے کیونکہ خداوند کا ہاتھ اس پر تھا۔ زکریا روح القدس سے بھر گیا اور نبوت کی راہ سے کہنے لگا۔

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

خداوند اسرائیل کے خدا کی حمد ہو
کیونکہ اس نے اپنی امت پر توجہ کر کے اسے
چھٹکارا دیا
اور اپنے خادم داؤد کے گھرانے میں
ہمارے لیے نجات کا سینگ نکالا
اور اے لڑکے تو خدا تعالیٰ کا نبی کہلائے گا
کیونکہ تو خداوند کی راہیں تیار کرنے کو اس
کے آگے آگے چلے گا
تاکہ اس کی امت کو نجات کا علم بخشے
جو ان کو گناہوں کی معافی سے حاصل ہو
یہ ہمارے خدا کی عین رحمت سے ہوگا
جس کے سبب سے عالم بالا کا آفتاب ہم پر
طلوع کرے گا
تاکہ ان کو جو اندھیرے اور موت کے سائے میں
بیٹھے ہیں روشنی بخشے
اور ہمارے قدموں کو سلامتی بخشے

☆☆☆

اہلِ کتاب ان کا نام یوحنا بیان کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے عبرانی میں یوحنا کے وہی معنی ہوں جو یحییٰ کے ہیں اور ممکن ہے

عربی میں آکر یحییٰ ہو گیا ہو۔ قرآن نے انہیں یحییٰ کہا ہو۔
"خدا تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض (عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کریں گے۔"
قرآن کی اس آیت کے مطابق منادی کرنے والا آچکا تھا۔ اب عیسیٰ علیہ السلام کی آمد قریب تھی۔

☆☆☆

حضرت مریمؑ کی پریشانی میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ مدتِ حمل ختم ہو کر ولادت کا وقت قریب آنے لگا تھا۔ انہوں نے سوچا اگر یہ واقعہ قوم کے اندر رہ کر پیش آیا تو کیسا ہنگامہ ہوگا۔
ایک روز وہ اپنے حجرے سے نکلیں اور یروشلم (بیت المقدس) سے تقریباً نو میل کو وسراۃ (ساعیر) کے ایک ٹیلے پر چلی گئیں جو اب "بیت اللحم" کے نام سے مشہور ہے۔
چند روز بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت عمل میں آگئی۔ رہا سہا خوف اس برگزیدہ بچے کے نظارے سے کافور ہو گیا اور وہ بچے کو دیکھ دیکھ کر شاد کام ہونے لگیں۔
انجیل کے مطابق اسی علاقے میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلے کی نگہبانی کررہے تھے اور خداوند کا فرشتہ ان کے پاس آکھڑا ہوا اور خداوند کا جلال ان کے چوگرد چمکا اور وہ نہایت ڈر گئے۔ مگر فرشتے نے ان سے کہا ڈرو مت کیونکہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری امت کے واسطے ہوگی کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لیے نجات دہندہ پیدا ہوا ہے یعنی مسیح خداوند۔ اور اس کا تمہارے لیے یہ نشان ہے کہ تم ایک بچے کو کپڑے میں لپٹا اور چرنی میں پڑا ہوا پاؤ گے۔"
فرشتے کے چلے جانے کے بعد چرواہوں نے آپس میں کہا کہ آؤ بیت اللحم تک چلیں اور یہ بات جو ہوئی ہے اور جس کی خداوند نے ہمیں خبر دی ہے دیکھیں۔
جب انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ لیا تو خدا کی حمد کرتے ہوئے لوٹ گئے اور جہاں جہاں سے ان کا گزر ہوا انہوں نے فرشتے کا کہا ہوا دہرایا۔ "آج داؤد کے شہر میں تمہارے لیے نجات دہندہ یعنی مسیح خداوند پیدا ہوا ہے۔" یہ کلمات جس نے بھی سنے سوائے تعجب کے وہ کچھ نہ کہہ سکے۔
ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد دنیا میں جتنے بت تھے اور جن کی پوجا کی جاتی تھی وہ اوندھے منہ گر گئے۔ شیطان گھبرا گیا۔ اس کے چیلے بھی پریشان تھے لیکن وجہ کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔ البتہ یہ ظاہر تھا کہ کوئی بہت بڑا واقعہ پیش آیا ہے۔ شاید کوئی اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوا ہے۔ اس نے اپنے چیلوں کو روانہ کیا کہ تلاش کریں۔ وہ سب ناکام واپس آگئے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جو واقعہ پیش آیا ہے اسے چھپایا جا رہا ہے۔
"یہ واقعہ اتنا اہم ہے کہ تمہاری نظروں سے اوجھل رہا۔ اب مجھے خود جانا پڑے گا۔"
ابلیس اڑا اور پرواز کرتا ہوا اس مقام تک پہنچ گیا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔ فرشتے صفیں باندھے کھڑے تھے۔ اس نے معلومات لینے کے لیے وہاں آنا چاہا تو فرشتوں کا آسمان تک تانتا بندھا ہوا دیکھا۔ نیچے آنا چاہا تو فرشتوں کے قدم اس مقام سے بھی نیچے جمے ہوئے تھے جہاں تک ابلیس کی رسائی تھی۔ بیچ سے آنا چاہا تو فرشتوں نے اسے دھکے دیے اور باہر نکال دیا۔ اس تک وہ [illegible] بہرحال اسے یہ معلوم ہو گیا کہ واقعہ کیا ہے۔ وہ ان تک پہنچنے میں ناکام رہا تو اپنے چیلوں کے درمیان لوٹ آیا۔
"پوری زمین میں گھوم پھر کر میں صرف اتنا معلوم کرسکا ہوں کہ رونما ہونے والا واقعہ عیسیٰ ابن مریم کی ولادت ہے۔ فرشتوں نے مجھے وہاں تک جانے نہیں دیا لیکن میں کوشش کرتا رہوں گا۔ جب بھی میری رسائی اس تک ہوئی میں اسے بہکا کر چھوڑوں گا۔ ابھی میرے پاس بہت وقت ہے۔ اسے بڑا تو ہونے دو۔"
حضرت مریمؑ نے فرشتوں کی حفاظت میں ناپاکی کے چالیس یوم گزارے۔ اب ایک مرتبہ پھر ان کے سامنے یہ سوال آیا کہ اپنی قوم کی طرف کیسے پلٹیں؟ ان کے طعنوں کا کیسے جواب دیں گی؟ کیا وہ انہیں مطمئن کرسکیں گی۔
جس خدا نے انہیں یہ بزرگی و برتری بخشی وہ کب ان کو اس کرب و بے چینی میں مبتلا رہنے دیتا۔ فرشتے کی آواز پھر آئی۔
"تو اپنی قوم کی طرف جا اور جب تُو اپنی قوم میں پہنچے اور وہ تجھ سے اس معاملے کے متعلق سوالات کرے تو خود جواب

URDU TUBE

نہ دینا بلکہ اشارے سے ان کو بتانا کہ میں روزہ دار ہوں اور اس لیے آج کسی سے بات نہیں کر سکتی۔ تم کو جو کچھ دریافت کرنا ہے اس بچے سے دریافت کر لو۔ تب تیرا پروردگار اپنی قدرتِ کاملہ کا نشان ظاہر کر کے ان کی حیرت کو دور اور ان کے قلوب کو مطمئن کر دے گا۔"

یہ امر محال تھا کہ بچہ ماں کی گود میں کلام کرے لیکن وہ مشاہدہ کر چکی تھیں کہ خدا نے کئی مرتبہ ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ اس مرتبہ بھی ان کے دل کو اطمینان ہو گیا کہ جیسا کہا گیا ہے ویسا ہی ہوگا۔ انہوں نے کپڑے میں لپٹے ہوئے بچے کو گود میں اٹھایا اور بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئیں۔

وہ اپنے خیالات میں ایسی گم تھیں کہ معلوم ہی نہ ہوا کہ کب شہر میں داخل ہو گئیں۔ انہیں تو اس وقت ہوش آیا جب لوگوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔

"مریم! تو نے تو عجیب ہی بات کر دکھائی۔ کیا تہمت بھرا کام کر گزری۔ اپنے بابرکت خاندان کا خیال بھی نہیں کیا۔ نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا، نہ تیری ماں بدچلن تھی [illegible] کیا کر بیٹھی"

حضرت مریم نے اشارے سے انہیں بتایا کہ میں تو آج روزے سے ہوں اس لیے بول نہیں سکتی۔ جو کچھ پوچھنا ہے اس بچے سے پوچھ لو۔

بنی اسرائیل میں روزے کے دوران خاموشی بھی داخل عبادت تھی اس لیے لوگ مطمئن تو ہو گئے لیکن تعجب نے ان کے منہ سے الفاظ چھین لیے کہ گود کا بچہ کس طرح ان کے سوالوں کا جواب دے گا۔

"ہم کس طرح اس شیر خوار بچے سے بات کریں جو ابھی بولنے کے لائق بھی نہیں ہوا۔ اپنی ماں کی گود میں لیٹا ہوا ہے۔" اس سے پہلے کہ مریم کوئی جواب دیتیں، وہ بچہ (عیسیٰ) بول اٹھا۔

"میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے مجھ کو کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور اس نے مجھے مبارک بنایا۔ خواہ میں کسی حال اور کسی جگہ بھی ہوں اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں، یہی میرا کام ہو اور اس نے مجھے اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا اور خود سر اور نافرمان نہیں بنایا ہے اور اس کی جانب سے مجھ کو سلامتی کا پیغام ہے جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن کہ میں مروں گا اور [illegible] اٹھایا جاؤں گا۔"

"وہ (مریم) لڑکے کو ساتھ لے کر اپنی قوم کے پاس آئی۔ لڑکا اس کی گود میں تھا۔ لوگ دیکھتے ہی بول اٹھے....

"مریم! تو نے عجیب بات کر دکھائی اور بڑی تہمت کا کام کر گزری۔ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا نہ تیری ماں بدچلن تھی (تو یہ کیا کر بیٹھی) اس پر مریم نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا (کہ یہ تمہیں بتلا دے گا حقیقت کیا ہے) لوگوں نے کہا بھلا اس سے کیا بات کریں جو ابھی گود میں پلنے والا شیر خوار بچہ ہے۔" (سورۃ مریم)

سورۃ مریم میں آگے [illegible] ہے۔

لڑکا بول اٹھا۔ "میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔ اس نے مجھے بابرکت کیا، خواہ میں کسی جگہ ہوں۔ اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا [illegible] جب تک زندہ رہوں۔ یہی میرا شعار ہو۔ اس نے مجھے اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا۔ ایسا نہیں کیا کہ خود سر اور نافرمان ہوتا۔ مجھ پر اس کی طرف سے سلامتی کا پیغام ہے جس دن پیدا ہوا، جس دن مروں گا اور جس دن پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا۔"

لوگوں نے نہ [illegible] شیر خوار بچے کو بولتے ہوئے سنا بلکہ اس کی زبان سے ایسا حکیمانہ کلام ادا ہو رہا تھا۔ حیرتوں نے ہاتھ باندھ لیے اور [illegible] مطمئن ہو گیا کہ مریم کا دامن بلاشبہ پاک ہے اور اس بچے کی پیدائش کا معاملہ یقیناً منجانب اللہ ہے۔

اس بھیڑ میں ایک شخص شمعون بھی تھا۔ وہ آدمی راست باز اور خدا ترس اور اسرائیل کی تسلی کا منتظر تھا۔ اس کو روح القدس سے آگاہی ہوئی تھی کہ جب تک تو خداوند کے مسیح کو دیکھ نہ لے، موت کو نہ دیکھے گا۔ اس نے پچھلی کتابوں میں یہ بھی پڑھ رکھا تھا کہ مسیح آنے والا ہے۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہی بچہ مسیح ہے۔

بچے سے گفتگو کرنے کے بعد لوگوں کے دل نرم ہو گئے تھے۔ انہوں نے حضرت مریم کو راستہ دے دیا۔ مریم ہیکل کی طرف آگئیں تا کہ خداوند کی شریعت کے مطابق قربانی کریں تو شمعون بھی اندر آیا اور بچے کو اپنی گود میں لے کر خدا کی حمد کی۔

"اے مالک! اب تو اپنے خادم کو سلامتی

URDU TUBE

سے رخصت کر
کیونکہ میری آنکھوں نے
تیری نجات دیکھ لی
جو تو نے سب امتوں کے روبرو تیار کی ہے
تاکہ غیر قوموں کو روشنی دینے والا نور
اور تیری امت اسرائیل کا جلال بنے''

شمعون نے خدا کی حمد کے بعد دعائے خیر کی اور مریم سے کہا۔ ''دیکھ یہ اسرائیل میں بہتوں کے گرنے اور اٹھنے کے لیے اور ایسا نشان ہونے کے لیے مقرر ہوا ہے جس کی مخالفت کی جائے گی۔''

اسی وقت ایک بوڑھی عورت ان کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے صرف سات برس شادی شدہ زندگی گزاری تھی اور اب وہ چوراسی برس سے بیوہ تھی اور ہیکل سے جدا نہیں ہوتی تھی۔ رات دن روزوں اور دعاؤں کے ساتھ عبادت کیا کرتی تھی۔ اسے یہاں سب جانتے تھے۔ مریم بھی اس سے واقف تھیں۔ اس کی تجربہ کار آنکھیں بچے کو دیکھ رہی تھیں۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ نجات دہندہ آ گیا۔ اس عورت کی وہاں سب ہی عزت کرتے تھے۔ اس کی بات پر بہت سوں نے کان دھرا اور مریم کی بے گناہی کا اقرار کیا۔

یہ خبریں ایسی نہیں تھیں کہ پوشیدہ رہ جاتیں۔ ہر جگہ اس معجزانہ ولادت کے چرچے ہونے لگے۔ ان خبروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ قوم دو حصوں میں بٹ گئی۔ اصحاب خیر نے اسے خیر و سعادت کا ماہتاب سمجھا تو اصحاب شر نے اس کی ہستی کو اپنے لیے بُرا جانا اور بغض و حسد کے شعلوں نے اندر ہی اندر انہیں جلانا شروع کر دیا۔ اس نفرت کا نشانہ حضرت زکریا علیہ السلام بھی بن رہے تھے۔ جب وہ وعظ فرماتے تو انہیں حضرت مریم کے طعنے دیتے اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتے۔

☆☆☆

URDU TUBE

بادشاہ فارس اپنی ملکہ کے ساتھ چھت پر تھا۔ اس کی نظر آسمان کی طرف گئی۔ اس نے ایک نیا اور نہایت روشن ستارہ دیکھا۔ وہ ستاروں کا علم رکھتا تھا اس لیے اس ستارے کو دیکھ کر چونکا لیکن اس وقت کوئی ایسا خاص خیال نہیں کیا۔ ملکہ سے باتوں میں بھی الجھا ہوا تھا اس لیے زیادہ غور نہیں کیا۔ جب وہ چھت سے نیچے آیا تو اچانک اسے اس ستارے کا خیال آ گیا۔ وہ بڑی دیر تک سوچتا رہا کہ یہ ستارہ کیوں ابھرا ہے۔ اس کی ضرور کوئی وجہ ہوگی۔ وہ ستاروں کا علم رکھنے کے باوجود اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ پا رہا تھا۔ وہ رات بھر جاگ کر صبح ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ صبح ہوتے ہی اس نے درباری نجومیوں کو طلب کیا اور انہیں اس ستارے کے متعلق بتایا۔

نجومی اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتے تھے جب تک وہ خود اس کا مشاہدہ نہ کر لیں چنانچہ بادشاہ کو رات ہونے کا انتظار کرنا پڑا۔ وہ یہ بھی سوچتا رہا تھا کہ شاید اب وہ ستارہ اس مقام پر نہ رہا ہو۔

رات ہوئی تو وہ ان نجومیوں کے ساتھ محل کی چھت پر گیا۔ نجومیوں نے اس ستارے کا مشاہدہ کیا۔ اس کی سمت کا اندازہ کیا اور حساب کتاب لگا کر بادشاہ کو یہ اطلاع دی۔

''اس ستارے کا طلوع کسی عظیم انسان کی پیدائش کی خبر دیتا ہے۔ یہ ہستی کسی پیغمبر کی بھی ہو سکتی ہے بلکہ گمان غالب یہی ہے کہ کوئی پیغمبر دنیا میں تشریف لایا ہے۔ یہ ستارہ روحانیت کے بادشاہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔''

''یہ تو مجھے بھی اندازہ ہو گیا ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس عظیم انسان ہستی کی پیدائش کہاں ہوئی ہے۔''

''ہمارے حساب سے اس کی پیدائش بیت اللحم میں ہونی چاہیے۔''

بادشاہ فارس نے ایک وفد ترتیب دیا اور خوشبوؤں کے تحفے دے کر اسے ملک شام کی طرف روانہ کیا کہ وہ وہاں جائیں اور کیا واقعہ ہوا ہے، اس کی خبر لے کر آئیں۔ اس وفد میں منجم بھی تھے اور علماء بھی۔ یہ وفد سفر کرتا ہوا شامی علاقے کے شمال مغرب میں پہنچا جہاں ہیرودیس نامی بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس وفد نے یہودیوں سے اس بچے کے بارے میں دریافت کیا۔

''کیا تم اس بچے کے بارے میں جانتے ہو جو بیت اللحم میں پیدا ہوا ہے؟''

''روزانہ سیکڑوں بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ہمیں کیا معلوم تم کس بچے کے بارے میں دریافت کر رہے ہو۔''

''وہ بچہ کوئی معمولی ہستی نہیں۔ ہم نے اپنے ملک میں اس کے نام کا ستارہ آسمان پر دیکھا ہے۔ ہم اسی کی تلاش میں نکلے ہیں۔ ہم تو سمجھ رہے تھے یہاں اس کے بارے میں سب جانتے ہوں گے۔''

''اگر تمہیں یہ معلوم ہے کہ وہ بچہ بیت اللحم میں پیدا ہوا ہے تو تمہیں یروشلم جانا چاہیے۔ شاید تمہیں وہاں کوئی بتا سکے۔''

وفد کے ارکان ان یہودیوں سے ملاقات کے بعد آگے بڑھنے لگے تھے کہ ان لوگوں نے پھر انہیں اپنے پاس بلا لیا۔

''ہم تمہیں اپنے بادشاہ ہیرودیس کے پاس لیے چلتے ہیں۔ شاید اسے کچھ معلوم ہو اور وہ تمہاری راہنمائی کرے۔''

یہ وفد ان یہودیوں کے ہمراہ ہیرودیس کے دربار میں پہنچ گیا اور اسے ملک فارس میں دیکھے گئے ستارے کے بارے میں بتایا۔ یہ تک بتا دیا کہ یہ بچہ روحانیت کا بادشاہ ہوگا۔ دنیاوی بادشاہتیں اس کے سامنے گرد ہوں گی۔

ہیرودیس یہ سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ اگر یہ لوگ سچ کہہ رہے ہیں اور ایسا بچہ زندہ رہ گیا تو اس کی بادشاہت کے لیے سخت خطرہ بن سکتا ہے۔ اسے فوراً قتل کرا دینا چاہیے لیکن مصیبت یہ تھی کہ وفد کی طرح وہ بھی اس بچے کے بارے میں لاعلم تھا۔ اسے اپنے بھائی فلپ کا خیال آیا جو جنوب میں حکومت کرتا تھا۔ اس نے وفد کو اپنے پاس روک لیا اور اپنے بھائی فلپ کو بلا بھیجا۔

اس دوران اس نے اپنے دربار کے نجومیوں کو بھی جمع کیا اور ان سے معلوم کیا کہ اس بچے کی پیدائش کہاں ہونی چاہیے۔

انہوں نے حساب کتاب لگا کر ہیرودیس کو بتایا۔

''اس بچے کی پیدائش یہودیہ کے بیت اللحم میں ہونی چاہیے کیونکہ نبی کی معرفت یوں لکھا گیا ہے۔

اے بیت اللحم یہوداہ کے علاقے تو

یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں

کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا

جو میری امت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا۔''

اس کا بھائی فلپ آیا مگر اسے بھی کچھ معلوم نہیں تھا۔ اب ہیرودیس نے ان معلومات کو ہی بہت جانا جو وہ جمع کر چکا تھا۔

اس نے مجوسیوں کے وفد کو اپنے پاس بلایا۔

''تم لوگ بیت اللحم کی طرف جاؤ اور اس بچے کی بابت ٹھیک ٹھیک دریافت کرو۔ جب وہ مل جائے تو مجھے خبر کر دینا تاکہ میں بھی آکر اسے سجدہ کروں۔''

پارسیوں کا یہ وفد بیت المقدس پہنچا۔ انہیں کوئی دقت پیش نہیں آئی اور جب انہوں نے یسوع مسیح کو دیکھا تو اپنے رسم و رواج کے مطابق پہلے ان کو سجدۂ تعظیم کیا اور پھر مختلف قسم کی خوشبوئیں ان پر نثار کیں اور پھر چند روز وہاں قیام کی اجازت حاصل کر کے بیت المقدس میں رہنے لگے۔ ابھی دو دن بھی نہیں گزرے تھے کہ اس وفد کا سردار نہایت گھبراہٹ کے عالم میں حضرت مریمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا خواب بیان کیا۔

''اے بابرکت بچے کی والدہ، میں نے اور میرے وفد کے لوگوں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے جو اس بچے کی ہلاکت کا باعث بنے گا۔ ہیرودیس نے یہ کہہ کر ہمیں بھیجا ضرور تھا کہ جب ہم یسوع کا پتا لگا لیں تو اسے بھی اطلاع کر دیں تاکہ وہ بھی آئے اور سجدہ کرے لیکن خواب کے ذریعے ہمیں بتایا گیا ہے کہ ہیرودیس درپردہ اس بچے کے قتل کی تیاریاں کر رہا ہے کیونکہ اس کے درباری نجومی نے اسے بتایا ہے کہ یسوع مسیح اس کی بادشاہت کے لیے خطرہ ہوں گے۔ یہ بالکل ویسا ہی معاملہ ہوا ہے جیسا کہ موسیٰ اور فرعون کا معاملہ ہوا تھا۔ بشارت دینے والے نے ہمیں ہدایت کی ہے کہ ہم دوبارہ ہیرودیس کے پاس نہ جائیں بلکہ دوسرے راستے سے فارس چلے جائیں اور ہم آپ سے بھی التجا کریں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر کہیں چلی جائیں۔''

حضرت مریمؑ نے غور کیا تو انہیں اس خواب میں صداقت نظر آئی۔ انہیں یقین ہو گیا کہ خدا انہیں بیت المقدس میں رکھنا نہیں چاہتا۔ ان کی قوم دشمنوں میں بٹ گئی تھی۔ واضح نشانیوں کے باوجود قوم میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو انہیں طعنے دیتے رہتے تھے اور لوگوں کو ان کے خلاف اکساتے رہتے تھے۔ یہ صورت حال کسی بھی وقت کسی بڑے ہنگامے کا سبب بن سکتی تھی اور اب یہ خواب دکھایا جا رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ کہیں چلی جائیں۔ آپ انہیں لے کر مصر چلی گئیں اور وہاں سے ناصرہ چلی گئیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی نگرانی میں اس مقدس بچے کی تربیت اور حفاظت کرتا رہا۔

جب ہیرودیس کو معلوم ہوا کہ پارسیوں نے اس کا مذاق اڑایا ہے اور اسے بتائے بغیر فارس کی طرف نکل گئے ہیں تو وہ

URDUTUBE
www.urdutubes.com

غصے سے بے قابو ہو گیا۔ اس نے اپنے لوگوں کو اس بچے (عیسیٰ) کی خیر خبر لانے کے لیے روانہ کیا اور بے چینی سے ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ اس کا بھیجا ہوا وفد واپس آیا تو یہ خبر لایا کہ مجوسی یہاں تک تو درست تھے کہ وہ بچہ بیت اللحم میں پیدا ہوا تھا۔ مجوسیوں نے اس سے بیت المقدس میں ملاقات بھی کی تھی لیکن اب وہ وہاں نہیں ہے۔ کوئی کچھ نہیں بتاتا کہ اس کی ماں اسے لے کر کہاں چلی گئی۔ اس کے خاندان والوں کو بھی کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں گئی۔ شام میں ہے یا اس ملک سے نکل گئی۔
یہ سن کر ہیرودیس نے وہی کام کیا جو کبھی فرعون مصر نے بنی اسرائیل کے ساتھ کیا تھا۔ اس نے حکم جاری کیا کہ بیت اللحم اور اس کی سب سرحدوں کے اندر کے ان سب لڑکوں کو قتل کر دیا جائے جو دو برس کے یا اس سے چھوٹے ہوں۔

اس وقت وہ بات پوری ہوئی جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہی گئی تھی۔

رامہ میں آواز سنائی دی۔ رونا اور بڑا ماتم
راخل اپنے بچوں کو رو رہی ہے
اور تسلی قبول نہیں کرتی اس لیے کہ وہ نہیں ہیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہ السلام کو بروقت اطلاع دے دی کہ وہ مصر چلی جائیں [illegible] اگر وہ یہاں رہتیں تو یقیناً ہیرودیس کی تلوار چل کر رہتی۔

حضرت مریم علیہ السلام مصر میں عیسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرتی رہیں [illegible] آپ کی ذات میں بعض اوقات نہایت غیر معمولی صفات دیکھی جاتی تھیں [illegible] یہ دیکھنے میں آرہا تھا کہ بعض چھپی ہوئی باتیں آپ پر ظاہر ہو جاتی تھیں [illegible]

ایک مرتبہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اچانک ایک بچے سے کہا [illegible] تمہارا کیا خیال ہے، تمہاری ماں نے تمہارے لیے کیا پکایا ہوگا؟"

"مجھے کیا پتا۔ میں تو باہر ہوں، تمہارے ساتھ کھیل رہا ہوں۔" بچے نے جواب دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ فلاں فلاں چیز پکائی ہوگی۔ [illegible] تم نے فلاں فلاں چیز پکائی ہے۔ لاؤ مجھے کھلاؤ۔ وہ بچہ اپنے گھر گیا [illegible] ماں کو تعجب ہوا۔

"تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں نے کیا پکایا ہے؟"

"مجھے عیسیٰ بن مریم نے بتایا تھا۔"

"ہو سکتا ہے وہ آکر دیکھ گیا ہو۔"

اس دن بات آئی گئی ہو گئی لیکن پھر ایک دن ایک اور لڑکے کے ساتھ بھی پیش آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا، تمہاری ماں نے فلاں چیز پکائی ہوگی۔ [illegible]

جب یہ واقعات تواتر سے پیش آنے لگے تو محلے کی عورتیں ایک جگہ جمع ہو گئیں۔

"بہن! عیسیٰ بن مریم کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے گھروں میں [illegible] بچوں کو اس کے ساتھ کھیلنے سے روک دو۔"

"بہن! یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن اتنا ضرور کہتی ہوں کہ اپنے بچوں کو اس [illegible]"

"وہ کیوں بہن؟"

"اس لیے کہ وہ ہمارے گھروں کی باتیں بتا کر ہمارے بچوں کو ورغلا رہا ہے۔"

"بچوں کو روکیں کیسے، وہ تو موقع ملتے ہی پھر کھیلنے لگیں گے۔"

"ایسا کرتے ہیں، سب بچوں کو ایک گھر میں جمع کیے دیتے ہیں کہ یہاں کھیل کر اپنا شوق پورا کر لو۔"

بچوں کے ماں باپ نے بچوں کو ایک مکان میں بند کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچوں کی تلاش میں نکلے کہ ان کے ساتھ کھیل سکیں تو کوئی بچہ انہیں نہ ملا۔ وہ مایوس ہو کر واپس آرہے تھے تو ایک مکان سے بچوں کی آوازیں آرہی تھیں۔

"بچے تو اس مکان میں ہیں۔ ان کی آوازیں آرہی ہیں۔" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

"بچے کہاں، یہ تو بندر اور خنزیر ہیں۔" لوگوں نے کہا۔

"اے اللہ یوں ہی ہو۔" آپ نے فرمایا۔

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

کچھ دیر بعد لوگوں نے دیکھا تو مکان میں بچے نہیں بندر اور خنزیر ہی تھے۔ اب تو وہ بہت گھبرائے۔ دوڑتے ہوئے حضرت مریمؑ کے پاس آئے اور سارا ماجرا انہیں سنایا۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا، اے اللہ وہ بچے ہی ہوں۔ بچے پھر اپنی اصلی حالت میں آگئے۔

یہ بچپن کی شرارتیں تھیں جو ان سے سرزد ہو رہی تھیں۔

محلے کے لوگ حضرت مریمؑ کے خلاف ہو گئے اور ان پر زور دینے لگے کہ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ کسی دوسری جگہ جا کر رہنے لگیں۔ نہ جانے اس کی زبان سے کس وقت کیا نکل جائے اور ہمارے بچوں کا نقصان ہو جائے۔

مصر میں ایک شخص ایسا تھا جو نہایت مالدار تھا اور اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کیا کرتا تھا۔ اس کی صورت اس نے یہ نکالی تھی کہ مسافروں، بیماروں اور محتاجوں کو اپنے گھر ٹھہراتا تھا اور ان کی دیکھ بھال میں اپنا مال خرچ کرتا تھا۔ حضرت مریم علیہ السلام بھی یسوع مسیح کو لے کر اس کے گھر چلی گئیں۔

اس دوران ہوا یہ کہ اس رئیس کے گھر سے مال چوری ہو گیا۔ سب یہ سمجھے کہ چوری کرنے والا وہ ہے جو سب کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے پھر کسی کو مال چرانے کی کیا ضرورت تھی۔ ... ایک اندھے اور ایک لنگڑے ... کوئی ماننے کو تیار نہیں تھا۔ آخر حضرت عیسیٰ ... سے مخاطب ہوئے۔ آپ نے اندھے سے کہا اس لنگڑے کو اٹھاؤ اور کھڑے ہو جاؤ۔ اندھے نے کہا مجھ میں اتنی طاقت کہاں کہ اسے اٹھا سکوں۔ آپ نے فرمایا جب تم نے مال چوری کیا تب اس کو کس طرح اٹھا لیا تھا۔ الماری سے مال اس نے نکالا تھا۔ یہ سن کر دونوں دہشت زدہ ہو گئے اور اپنا جرم قبول کر لیا۔

اس واقعے نے حضرت عیسیٰ کی قدر و منزلت ... بڑھا دی حالانکہ آپ بچے تھے۔ مالک مکان نے حضرت مریمؑ کو اپنے پاس بلایا اور بہت سا مال ہدیہ کرنا چاہا لیکن آپ نے قبول نہ کیا۔ تب اس رئیس نے آپ کو ایک پیشکش کی۔

”تمہارا بچہ بہت ذہین ہے۔ میں چاہتا ہوں اسے تعلیم دلائی جائے۔ تم اسے مدرسے کیوں نہیں بھیجتیں۔“

”اس بچے کی تعلیم و تربیت کا ذمہ اس مالک نے لیا ہے جسے ہم خداوند کہتے ہیں۔ کیا اس سے بڑا بھی کوئی مددگار ہو سکتا ہے؟“

”اسی خداوند نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ میں اسے تعلیم دلاؤں۔“

”میں ڈرتی ہوں کہ کہیں مدرسے جا کر یہ ... اور ... نقصان نہ پہنچائیں۔“

”ہر مدرسے میں میرا اثر و رسوخ ہے۔ کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔“

حضرت مریمؑ نے مجبور ہو کر انہیں مدرسے بھیج دیا۔ معلم مسند پر بیٹھا تھا۔ کھلی کتاب اس کے سامنے کھلی رکھی تھی۔ باری باری بچوں سے سوال کرتا جا رہا تھا۔ اس نے حضرت عیسیٰ سے بھی سوال کیا۔ ابھی سوال ختم نہیں ہوا تھا کہ آپ اس کی گہرائی تک پہنچ گئے اور نہایت جامع جواب دیا۔ معلم نے اس وقت تو نظرانداز کر دیا لیکن پھر ہر بچے پر یہ ہونے لگا کہ سوال ختم نہیں ہوتا اور جواب حاضر تو معلم تعجب میں پڑ گیا۔

”اے خوش نصیب بچے! تجھے یہ باتیں کون سکھاتا ہے؟“

”جب خود نہیں معلوم تو مجھ سے کیوں پوچھتے ہو؟“

”اسی لیے تو پوچھ رہا ہوں کہ مجھے نہیں معلوم۔“

”جب تمہیں معلوم نہیں تو دوسروں کو کیا سکھاؤ گے۔“

”میں تو کچھ نہیں جانتا تم سکھا دو۔“

”معلم تو مسند پر ہی سجتا ہے۔“

”میں مسند سے اٹھا جاتا ہوں۔ میری جگہ تم بیٹھ جاؤ۔“ معلم نے کہا اور مسند سے اٹھ گیا اور آپ اس کی جگہ تشریف فرما ہو گئے۔

”اب پوچھو کیا پوچھنا ہے۔“

”یہی کہ تمہیں یہ باتیں کون سکھاتا ہے جبکہ تم ابھی ابتدائی جماعتوں میں ہو۔“

”میں جس کی تمجید کروں گا، وہی مجھے سکھانے والا ہے۔“ آپ نے فرمایا اور پھر آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات حیرت افزا جاری ہو گئے۔

”اے اللہ تو اپنی بلندی میں قریب ہے اور تو اپنی قربت میں بلند ہے۔ اپنی مخلوق پر بلند ہے۔ تو نے اپنے کلمات کے

ذریعے ہوا میں سات آسمان ٹھہرا دیے جو بالکل برابر ہیں اور وہ پہلے دھواں تھے اور پھر تیرے حکم کو سن کر خوشی سے اس صورت میں آگئے۔ اس میں تیرے فرشتے ہیں جو تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اس میں تو نے تاریکیوں کو توڑنے والا نور رکھ دیا اور دن کو زبردست چمکنے والا سورج رکھ دیا جو حمد و تسبیح کرتے ہیں۔ آسمانوں میں ایسے چراغ رکھ دیے جن کے ذریعے اندوہناک اندھیروں کے مسافر راہ پکڑتے ہیں۔ تو نے اپنی قدرت سے زبردست موجوں والے پانی پر زمین کو ساکت کر دیا...... اس میں سمندروں کے بعد دریا اور نہریں بہہ پڑی ہیں اور نہروں کے بعد ندی نالے بہہ پڑے ہیں۔ ان کے بعد چشمے ابل پڑے ہیں۔ پھر تو نے زمین سے پھلوں، درختوں اور نباتات کو نکالا پھر تو نے زمین کی پشت پر پہاڑوں کو ٹھونک دیا اور زمین کے نیچے تک پانی پر ان کیلوں کو گاڑ دیا۔

پس اے اللہ تو بابرکت ہے۔ کون اتنی نعمتوں کے ساتھ تیری صفات بیان کر سکتا ہے اور کون اپنی صفتوں کے ساتھ تیری صفت کو پہنچ سکتا ہے۔ تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تجھ سے صرف عقل مند لوگ ہی ڈرتے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ایسا معبود نہیں جس کو ہم نے خود بنا لیا ہو، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اکیلے اور بے نیاز ہیں۔ تو نے کسی کو جنم نہیں دیا اور نہ تجھے جنم دیا گیا۔"

ایک طویل خطبہ دینے کے بعد آپ منبر سے اترے تو [illegible] جواب [illegible] تھا کہ وہ جس کی مدح کر رہے ہیں، وہی انہیں علم دینے والا ہے۔ [illegible] کتابوں میں نہیں ملتیں۔

ارشاد ربانی ہے۔

"ماں کی گود میں اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی لوگوں سے یکساں گفتگو کرے گا اور ایک مرد صالح ہوگا اور اللہ انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گا اور تورات و انجیل کا علم سکھائے گا اور بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر ہو کر جائیں گے اور کہیں گے کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں اور وہ یہ کہ تمہارے سامنے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور پیدائشی اندھے اور کوڑھ والے کو تندرست کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے میں جان ڈال دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، سب تمہیں بتا دیتا ہوں۔ اگر تم صاحب ایمان ہو تو ان باتوں میں تمہارے لیے کافی نشانی ہے۔" (آل عمران)

اسحٰق بن بشر کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس [illegible] کہ حضرت عیسیٰ بن مریم بچپن میں گود میں بات چیت کرنے کے بعد کلام سے رک گئے پھر جب [illegible] عمر میں بولنے لگے اور پھر اللہ نے آپ کی زبان پر حکمت و دانائی کی باتیں جاری کر دیں۔ پھر یہودیوں نے آپ اور آپ کی والدہ کے متعلق طرح طرح کے اعتراضات شروع کر دیے۔

جب آپ نے مکتب میں ایسی دانائی کی باتیں کیں [illegible] یہاں بھی [illegible] ہیرودیس ابھی تک نہیں تھی۔ ایک گروہ یہاں بھی پیدا ہو گیا تھا جو آپ [illegible] وہاں حکمرانی کر رہا تھا اور تاک میں تھا کہ کسی طرح اس بچے کا پتا چلے جو اس کے ہاتھوں قتل ہونے سے رہ گیا ہے۔ حضرت مریم ڈریں کہ کہیں ان دانائی کی باتوں سے ہیرودیس کو ان کا سراغ نہ مل جائے اور وہ ان تک پہنچ جائے۔ آپ نے مصر چھوڑ دیا اور خدا کے حکم کے مطابق گلیل کے شہر ناصرہ چلی آئیں۔ اللہ تعالیٰ یہاں آپ کی پرورش کرتا رہا۔

حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ سے [illegible] میں پرورش پا رہے تھے۔ انہیں خدا نے حضرت عیسیٰ کی آمد کی خوشخبری سنانے والے کے طور پر منتخب کر لیا تھا۔ [illegible] آیا تھا لیکن آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔ [illegible] کے لائق ہوئے تو بچوں کو نیا ساتھی ملنے کی خوشی ہوئی۔ آپ نے ان کے ساتھ کھیلنے سے انکار کر دیا۔ [illegible] کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔" آپ کی باتوں سے حکمت و دانائی اس طرح ظاہر ہوتی تھی کہ اس بچے کی عمر سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ ذرا بڑے ہوئے تو گویا آنسوؤں کو اپنا مشغلہ اور جنگل کو اپنا گھر بنا لیا۔ ہر وقت خوفِ خدا میں آنسو بہاتے رہتے اور مخلوقِ خدا سے دور جنگل میں اپنا وقت گزارتے۔ ٹڈیاں اور درختوں کے پتے آپ کی خوراک ہوتے۔ اونٹ کے بالوں کی پوشاک پہنے جب آپ جنگل میں داخل ہوتے تو اہلِ قبیلہ پر ایک نادیدہ خوف طاری ہو جاتا۔ آپ سب سے بے نیاز جنگل میں داخل ہوتے اور عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔

شب و روز انہی سرگرمیوں میں گزرتے رہے۔ اب آپ لڑکپن کی حدود سے جوانی کی منزلوں میں قدم رکھ رہے تھے۔ بچپن سے لے کر اب تک کسی نے انہیں کسی برائی میں نہیں دیکھا تھا بلکہ بولتے ہوئے بھی نہیں سنا تھا۔ بس یہ دیکھا تھا کہ خاموشی سے جنگل کی طرف جاتے ہیں اور کئی کئی دن بعد واپس آتے ہیں۔ یادِ الٰہی میں اتنا روتے ہیں کہ آپ کے رخساروں پر آنسوؤں کے نشان پڑ گئے ہیں۔ اہلِ قبیلہ انہیں ایک بے ضرر انسان سمجھتے تھے۔ کسی سے کچھ نہیں کہنا۔ وعظ و تبلیغ کر کے کسی کو پریشان نہیں کرنا۔ ہم جو بھی کرتے رہیں اسے کسی سے کوئی پرخاش نہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی مخالفتیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ یہودی ابھی تک انہیں حضرت مریم کا طعنہ دیتے تھے اور یہ الزام لگاتے تھے کہ انہوں نے حضرت مریم کو کہیں چھپا دیا ہے اور ابھی تک ان کی کفالت کرتے ہیں۔ بعض لوگ حضرت یحییٰ کی طرف یہ گمان بھی رکھتے تھے کہ دوسروں کی طرح وہ بھی [illegible] اسی لیے گھر میں نہیں جنگلوں میں رہتے ہیں۔

بنی اسرائیل تو یہ سوچ رہے تھے اور قدرت ابھی کچھ اور سوچ رہی تھی۔ وہ بچپن اور لڑکپن کی حدود سے نکل آئے تھے۔ پاکیزہ جوانی آپ کے سامنے پلکیں جھکائے کھڑی تھی۔ آپ کو نبوت مل گئی۔ کسی پکارنے والے نے آواز دی۔

”خدا کی کتاب ”توریت“ کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دو۔“ حضرت یحییٰ علیہ السلام رسول نہیں تھے۔ آپ پر کتاب نازل نہیں ہوئی تھی اس لیے توریت کی پیروی کا حکم دیا جا رہا تھا۔

بنی اسرائیل چونکہ مختلف قبائل میں تقسیم تھے لہٰذا ان کی حکومتیں بھی چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹی ہوئی تھیں۔ اسی لیے ان کے درمیان ایک ہی وقت میں متعدد نبی مبعوث ہوتے رہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام یردن کے گرد و نواح میں دینِ الٰہی کی منادی کرنے لگے اور حضرت عیسیٰ کے ظہور کی بشارت سے سماعتوں کو سجانے لگے۔

کچھ دنوں بعد اللہ نے انہیں پانچ باتوں کا حکم دیا اور حکم ہوا کہ بیت المقدس جا کر لوگوں تک یہ باتیں پہنچا دیں۔ وہ کچھ دن تو جھجکتے رہے کیونکہ وہاں لوگ حضرت زکریا علیہ السلام کے خلاف تھے اور یہ ان کے بیٹے تھے لیکن پھر اس خوف سے خدا کی نافرمانی نہ ہو، آپ بیت المقدس میں آئے اور تمام بنی اسرائیل کو جمع کر کے وعظ شروع کیا۔

”اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور تم کو بھی عمل کی تلقین کروں۔ وہ پانچ احکام یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

تم خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرو۔

روزہ رکھو۔

مال میں سے صدقہ نکالا کرو۔

دن رات میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہا کرو۔“

پھر آپ نے ان میں سے ہر حکم کی تفصیل بیان کی۔

یہ باتیں ایسی تھیں کہ دلوں میں اترتی تھیں۔ عام لوگ ان سے متاثر ہو رہے تھے۔ ہر طرف ان باتوں کا چرچا ہو رہا تھا لیکن علمائے یہود کو اپنی دکانیں بند ہوتی نظر آ رہی تھیں۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اگر عام لوگ یحییٰ کے پیچھے چلے گئے تو ہمیں کون پوچھے گا۔ وہ صرف اتنا ہی سوچ سکے تھے کہ یحییٰ ایسی باتیں کر کے اپنا ایک گروہ بنا رہے ہیں اور بالآخر حکومت پر قبضہ کر لیں گے اور ہماری حیثیت بالکل ہی ختم ہو کر رہ جائے گی۔ اگر ان کا راستہ نہ روکا گیا تو پانی سر سے اونچا ہو جائے گا۔ وہ ان احکام کی مخالفت تو کر نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مخالفت پر کمر کس لی۔ اس مخالفت کے لیے انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی حیثیت کو مشکوک بنانے کی مہم شروع کر دی۔ لوگوں میں یہ باتیں پھیلائیں کہ یحییٰ اپنی مقبولیت کے لیے از خود یہ باتیں کر رہے ہیں اور یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ خدا سے ان کا رابطہ ہے۔ اگر وہ نبی ہیں تو ثابت کریں کہ وہ نبی ہیں۔ اگر وہ نبی نہیں ہیں تو ہم ان کی باتیں کیوں مانیں۔

(جاری ہے)

ماخذات

قصص القرآن، قصص الانبیاء ...... انجیل مقدس (متی، مرقس، لوقا، یوحنا) سو عظیم آدمی۔ ترجمان القرآن

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

ماضی کے دریچوں سے.....

ہوم ورک

جاوید مرتضیٰ

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutube.com

جیسے ذہین آدمی آنکھوں سے دل کا حال اور ہوا کے رخ سے موسم کے تیور پہچان لیتا ہے اسی طرح ذہانت ایک نقطے سے حقیقت اور اس کے انجام کو جانچ لیتی ہے وہ بھی ایک ایسی ہی ذہین ٹیچر ثابت ہوئی جس نے ایک طالب علم کے ہوم ورک سے اس کے گھر میں گزر جانے والی قیامت کا اندازہ بخوبی کرلیا تھا... اور پھر اس نے سچائی جاننے کے لیے جو ذمے داری نبھائی اگرچہ اس پر لازم نہیں تھی مگر... اس نے فطری تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر بالآخر حقیقت کو بے نقاب کر ڈالا۔

ایک بہترین استاد کے روپ میں سراغ رسانی کا دلچسپ اور انوکھا انداز

جب کوئی بچہ نظریں چرائے، مجرمانہ انداز میں اس کا سر جھک جائے اور وہ اپنی جگہ کھڑے کھڑے اس طرح پہلو بدلے جیسے جوتے کاٹ رہے ہوں تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس نے گھر پر اسکول کا کام نہیں کیا۔ مس مارتھا ان اشاروں سے اچھی طرح واقف تھی۔ اس کا ہاتھ جونی کی طرف پھیلا ہوا تھا۔

''میں انتظار کررہی ہوں جونی!''

ملزم نے کھڑے کھڑے پہلو بدلا۔ ''میں...... میں

شب و روز انہی سرگرمیوں میں گزرتے رہے۔ اب آپ لڑکپن کی حدود سے جوانی کی منزلوں میں قدم رکھ رہے تھے۔ بچپن سے لے کر اب تک کسی نے انہیں کسی برائی میں نہیں دیکھا تھا بلکہ بولتے ہوئے بھی نہیں سنا تھا۔ بس یہ دیکھا تھا کہ خاموشی سے جنگل کی طرف جاتے ہیں اور کئی کئی دن بعد واپس آتے ہیں۔ یادِ الٰہی میں اتنا روتے ہیں کہ آپ کے رخساروں پر آنسوؤں کے نشان پڑ گئے ہیں۔ اہلِ قبیلہ انہیں ایک بے ضرر انسان سمجھتے تھے۔ کسی سے کچھ نہیں کہنا۔ وعظ و تبلیغ کر کے کسی کو پریشان نہیں کرنا۔ ہم جو بھی کرتے رہیں اسے کسی سے کوئی پرخاش نہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی مخالفتیں بڑھتی جارہی تھیں۔ یہودی ابھی تک انہیں حضرت مریم کا طعنہ دیتے تھے اور یہ الزام لگاتے تھے کہ انہوں نے حضرت مریم کو کہیں چھپا دیا ہے اور ابھی تک ان کی کفالت کرتے ہیں۔ بعض لوگ حضرت یحییٰ کی طرف یہ گمان بھی رکھتے تھے کہ دوسروں کی طرح وہ بھی حضرت زکریا علیہ السلام سے ناخوش ہیں اسی لیے گھر میں نہیں جنگلوں میں رہتے ہیں۔

بنی اسرائیل تو یہ سوچ رہے تھے اور قدرت الٰہی کچھ اور سوچ رہی تھی۔ وہ بچپن اور لڑکپن کی حدود سے نکل آئے تھے۔ پاکیزہ جوانی آپ کے ... آپ کو نبوت مل گئی۔ کسی پکارنے والے نے آواز دی۔

"خدا کی کتاب توریت ... شروع کردو۔" حضرت یحییٰ علیہ السلام رسول نہیں تھے۔ آپ پر کتاب نازل نہیں ہوئی ... توریت ہی کی پیروی کا حکم دیا جارہا تھا۔

بنی اسرائیل ... مختلف قبائل میں ... حکومتوں میں بٹی ہوئی تھیں۔ اسی لیے ان کے درمیان ایک ہی وقت میں متعدد نبی مبعوث ہوتے رہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام یردن کے گردونواح میں دینِ الٰہی کی منادی کرنے لگے اور حضرت ... بشارت ...

کچھ دنوں بعد اللہ نے انہیں پانچ باتوں کا حکم دیا ... بیت المقدس جا کر لوگوں تک یہ باتیں پہنچا دیں۔ وہ کچھ دن تو جھجکتے رہے کیونکہ وہاں لوگ حضرت زکریا علیہ السلام کے خلاف تھے اور یہ ان کے بیٹے تھے لیکن پھر اس خوف سے خدا کی نافرمانی نہ ہو، آپ بیت المقدس میں آئے اور تمام بنی اسرائیل کو جمع کر کے وعظ شروع کیا۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور تم کو بھی عمل کی تلقین کروں۔ وہ پانچ احکام یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو ...

تم خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرو۔

روزہ رکھو۔

مال میں سے صدقہ نکالا کرو۔

دن رات میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہا کرو۔"

پھر آپ نے ان میں سے ہر حکم کی تفصیل بیان کی۔

یہ باتیں ایسی تھیں کہ دلوں میں اترتی تھیں۔ عام لوگ ان سے متاثر ہو رہے تھے۔ ہر طرف ان باتوں کا چرچا ہو رہا تھا لیکن علمائے یہود کو اپنی ... وہ سوچ رہے تھے کہ اگر عام لوگ یحییٰ کے پیچھے چلے گئے تو ہمیں کون پوچھے گا۔ وہ صرف ... ایسی باتیں کر کے اپنا ایک گروہ بنا رہے ہیں اور بالآخر حکومت پر قبضہ کرلیں گے اور ہماری حیثیت بالکل ہی ختم ہو کر رہ جائے گی۔ اگر ان کا راستہ نہ روکا گیا تو پانی سر سے اونچا ہو جائے گا۔ وہ ان احکام کی مخالفت تو کر نہیں سکتے تھے۔ ... اس مخالفت کے لیے انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی حیثیت کو مشکوک بنانے کی مہم شروع کردی۔ لوگوں میں یہ باتیں پھیلا دیں کہ یحییٰ اپنی مقبولیت کے لیے ازخود یہ باتیں کر رہے ہیں اور یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ خدا سے ان کا رابطہ ہے۔ اگر وہ نبی ہیں تو ثابت کریں کہ وہ نبی ہیں۔ اگر وہ نبی نہیں ہیں تو ہم ان کی باتیں کیوں مانیں۔

(جاری ہے)

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

ماخذات

قصص القرآن، قصص الانبیاء ...... انجیل مقدس (متی، مرقس، لوقا، یوحنا) سو عظیم آدمی۔ ترجمان القرآن

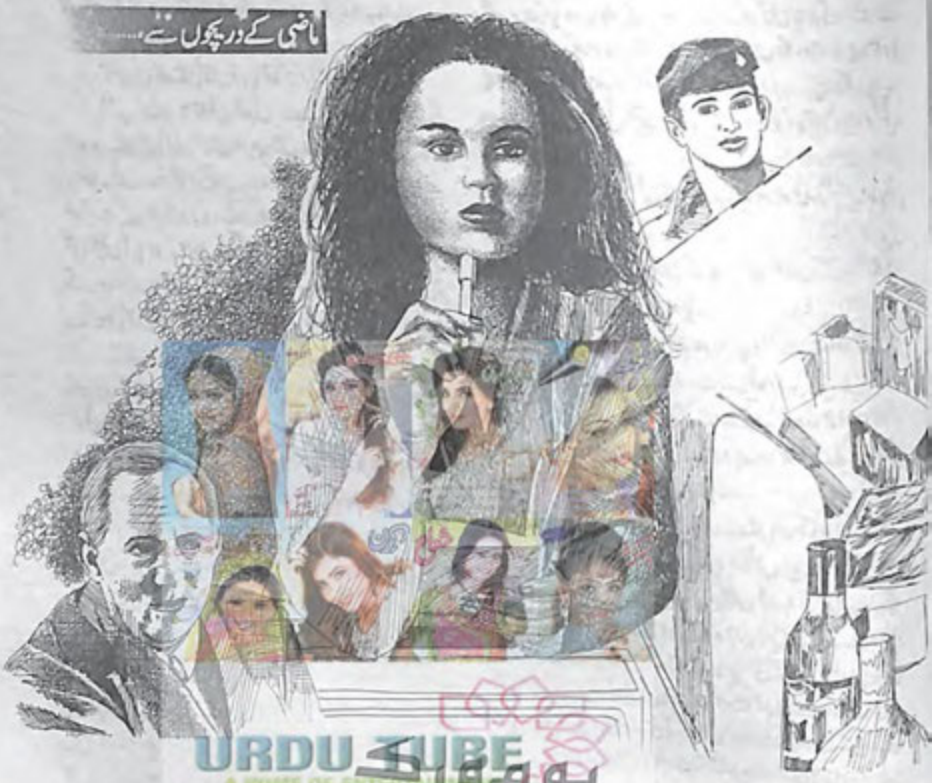

URDU TUBE
A WINE OF ENTERTAINMENT
www.urdutube.com

ہوم ورک

جاوید تقی

جیسے ذہین انسان آنکھوں سے دل کا حال اور ہوا کے رخ سے موسم کے تیور پہچان لیتا ہے اسی طرح ذہانت ایک نقطے سے حقیقت اور اس کے انجام کو جانچ لیتی ہے وہ بھی ایک ایسی ہی ذہین ٹیچر ثابت ہوئی جس نے ایک طالب علم کے ہوم ورک سے اس کے گھر میں گزر جانے والی قیامت کا اندازہ بخوبی کر لیا تھا... اور پھر اس نے سچائی جاننے کے لیے جو ذمےداری نبھائی اگرچہ اس پر لازم نہیں تھی مگر... اس نے فطری تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر بالآخر حقیقت کو بے نقاب کر ڈالا۔

ایک بہترین استاد کے روپ میں سراغ رسانی کا دلچسپ اور انوکھا انداز

جب کوئی بچہ نظریں چرائے، مجرمانہ انداز میں اس کا سر جھک جائے اور وہ اپنی جگہ کھڑے کھڑے اس طرح پہلو بدلے جیسے جوتے کاٹ رہے ہوں تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس نے گھر پر اسکول کا کام نہیں کیا۔ مس مارتھا ان اشاروں سے اچھی طرح واقف تھی۔ اس کا ہاتھ جونی کی طرف پھیلا ہوا تھا۔

”میں انتظار کر رہی ہوں جونی!“

ملزم نے کھڑے کھڑے پہلو بدلا۔ ”میں...... میں

نہیں لکھ سکا مس۔'' اس نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔
''کیوں آخر؟''
''میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا لکھوں مس۔''
''یہ بہانہ ناقابلِ قبول ہے۔'' مس مارتھا نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''اس مرتبہ میں نے آسان ترین کام دیا تھا۔ میں نے تمام بچوں سے کہا تھا کہ وہ کوئی ایسا واقعہ لکھ کر لائیں جو انہوں نے دیکھا ہو۔ کوئی بھی واقعہ، کہیں بھی پیش آیا ہو۔ ان کے گھر میں، اسکول میں یا کسی بھی جگہ۔ دوسرے تمام بچے گھر کا کام مکمل کر کے لائے ہیں، تم نے کیوں نہیں لکھا جونی؟''
''میں...... میں......'' جونی نے [illegible] زبان پھیری۔ ''میں نے بہت سوچا مس لیکن میرے سامنے کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔''
''تمہیں چھٹی کے بعد کلاس میں بیٹھ کر کام کرنا پڑے گا جونی۔ جب میں [illegible] کام دیتی ہوں تو تمام بچے کام کر کے لائیں [illegible] جب کوئی ایسا نہیں کرتا تو وہ سزا کا مستحق بن جاتا ہے۔'' مس مارتھا نے [illegible] تمام بچوں کے مضامین رکھ دیے اور [illegible] سبق پڑھانے [illegible]
چھٹی کا گھنٹا بجتے ہی مس مارتھا کی نظروں کے سامنے تمام نشستیں اس طرح خالی ہو گئیں جیسے [illegible] جادو کی قوت سے بیک وقت سارے بچوں کو غائب کر [illegible] اپنی نشست پر بیٹھا ہوا نظر آرہا تھا اور وہ بھی حسرت بھری نظروں سے کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا جہاں [illegible] بچے [illegible] مچاتے ہوئے اسکول سے باہر [illegible]
''اب تم اپنا کام شروع کر سکتے ہو جونی۔'' مس مارتھا نے بلند آواز میں کہا۔ ''جب تک تم کوئی واقعہ نہیں لکھو گے گھر نہیں جا سکتے اور کھڑکی کی طرف [illegible] شروع کر دو۔''
بچے ایسی نظروں سے [illegible] دیکھ رہا تھا جیسے یہ سب کچھ مذاق ہو اور مس مارتھا چند لمحوں بعد اسے زبردست ڈانٹ پلا کر [illegible] کی اجازت دے دیں گی لیکن مس مارتھا مذاق [illegible] اور جونی کو سزا دے کر اسے خود بھی بڑی کوفت اٹھانا پڑ رہی تھی کیونکہ جب تک وہ کوئی واقعہ نہیں لکھے گا اسے خود بھی کلاس میں بیٹھنا پڑے گا۔ وہ اس سزا کو دوسروں کے لیے نمونہ بنانا چاہتی تھی تاکہ آئندہ اسے اس قسم کی صورتِ حال کا سامنا نہ کرنا پڑے۔
ایسا نظر آتا تھا جیسے جونی کی یادداشت بالکل کورے ورق کی مانند ہو جس پر آنکھوں نے کوئی واقعہ تحریر نہ کیا ہو یا پھر قدرت نے اسے تخیل نام کی شے سے بالکل محروم رکھا ہو۔ کچھ دیر وہ پنسل میں لگا ہوا ربر چباتا رہا پھر نشست پر کسمسا کسمسا کر ذہن پر زور دینے لگا۔ جب ان کوششوں کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تو وہ تختۂ سیاہ کو ٹکٹکی باندھ کر گھورنے لگا۔
''تم بالکل کوشش نہیں کر رہے ہو جونی۔'' مس مارتھا نے سخت لہجے میں کہا۔
''میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا لکھوں مس۔'' جونی نے بے چارگی سے جواب دیا۔
''تم بہت کچھ لکھ سکتے ہو جونی، اگر تم کچھ اور نہیں لکھ سکتے تو اپنے [illegible] کے بارے میں لکھ دو۔''
''میرے پاس نہ کتا ہے نہ بلی۔'' وہ لاجواب ہو کر دوبارہ بچوں کا کام دیکھنے لگی۔ کچھ دیر بعد جونی نے بے تابی سے ہاتھ اٹھا کر زور زور سے ہلایا۔
''کیا میں کسی خواب کے بارے میں لکھ سکتا ہوں مس؟''
[illegible] نے ایک گہرا سانس لیا۔ ''میرا خیال ہے کہ اگر تمہیں کوئی واقعہ یاد نہیں آرہا تو خواب کے بارے میں بھی لکھ سکتے ہو۔'' وہ اس نازک صورتِ حال سے بچ نکلنے کا یہ موقع گنوانا نہیں چاہتی تھی۔ ''لیکن میری خواہش تھی کہ تم کوئی ایسا واقعہ لکھو جو تمہارے ساتھ پیش آیا ہو یا تم نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ میں اپنی کلاس کے تمام بچوں کی قوتِ مشاہدہ اور اندازِ بیان دیکھنا چاہتی تھی۔''
''لیکن مس [illegible] سارا کا سارا خواب نہیں ہے، وہ واقعہ آدھا خواب ہے اور آدھا حقیقت۔''
''ٹھیک ہے، تم شروع کر دو۔'' جونی سر جھکا کر بڑی تیزی سے [illegible] چلانے لگا۔ پندرہ منٹ بعد اس نے [illegible] کے سامنے کاغذ کا ایک صفحہ رکھ دیا۔
''ٹھیک ہے، اب تم جا سکتے ہو۔'' مس مارتھا نے جونی کی تحریر پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''اور دیکھو، آئندہ جب بھی میں گھر کا کام دوں تو اسے ضرور مکمل...''
...... لیکن جونی کمرے سے جا چکا تھا۔ ایک آسودہ سی مسکراہٹ مس مارتھا کے چہرے پر پھیل گئی۔ اس نے سامنے رکھی ہوئی تمام کاپیاں سمیٹ لیں اور سب سے اوپر جونی کا لکھا ہوا خواب رکھ دیا۔ وہ گھر جا کر انہیں پڑھنا چاہتی تھی۔ اس کی نظر جونی کی تحریر پر پڑی۔ وہ آغاز کے چند جملے پڑھنا چاہتی تھی پھر کسی فقرے نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کروالی اور وہ اٹھنے کا ارادہ

URDU TUBE

ملتوی کر کے جونی کا لکھا ہوا خواب پوری یکسوئی کے ساتھ پڑھنے لگی۔ وہ ایک مختصر سا واقعہ تھا جسے اس بچے نے جان چھڑانے کے لیے بڑی عجلت میں لکھا تھا۔ اس وجہ سے تحریر بھی آڑھی ترچھی ہوگئی تھی۔ پورا مضمون عنوان سمیت کچھ یوں لکھا گیا تھا۔

''ایک واقعہ ہمارے گھر میں ہوا۔ ایک رات مجھے اچھی نیند نہیں آرہی تھی کیونکہ میں نے کوئی غلط سلط چیز کھالی تھی اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کشتی پر سوار ہوں اور بڑی بڑی لہریں اٹھ رہی ہیں۔ میری کشتی بری طرح لہروں پر اچھل رہی ہے جس [illegible] رہا ہوں۔ میری آنکھ کھل گئی اور میرے [illegible] تھا اور اس کے ساتھ میرا بستر بھی اور [illegible] میز اور کرسی کے گرنے کی آواز سنائی [illegible] میں ڈر کر اپنے کمرے سے باہر آ[illegible] دیکھوں یہ سب کیا ہو رہا ہے لیکن جب [illegible] سے پہلے ہی سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔ میری [illegible] میں چیزیں درست کر رہی تھی۔ انہوں [illegible] اندر آنے سے منع کر دیا لیکن میں اند[illegible] نے باورچی خانے کا وہ دروازہ بند کر دیا جو باہر کی طرف کھلتا ہے اور مجھے بتایا کہ جنگل سے کوئی جانور [illegible] جسے مارنے کے لیے تمہارے پاپا کو بڑی محنت کرنا پڑی [illegible] لیے تمام چیزیں گری پڑی تھیں۔ وہ جانور بہت خوف[illegible] ہوگا کیونکہ پاپا نے جانور کو مار دیا تھا لیکن میری ماں کا خوف دور نہیں ہوا تھا۔ وہ کپکپا رہی تھیں۔ لیکن ان کی سانس اس طرح پھولی [illegible] سے بھاگ کر آئی ہوں۔ میں نے پوچھا [illegible] جو پاپا نے مارا تھا؟ انہوں نے کہا [illegible] پھینکنے گئے ہیں پھر میں نے پاپا کا [illegible] پکڑتے ہوئے ان کے سر پر سے [illegible] نہیں چلا تھا۔ وہ چولہے کے اندر ر[illegible] بتایا تو میری ماں نے پاپا کا ہیٹ چو[illegible] پر راکھ جم گئی تھی اور وہ پہلے سے زیادہ [illegible] بالکل نیا ہو۔ پھر انہوں نے پانی ڈال کر وہ جگہ جھاڑو سے رگڑنا شروع کر دی جو جانور نے خراب کر دی تھی لیکن انہوں نے مجھے فرش کا وہ حصہ نہیں دیکھنے دیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ جانور نے کس طرح فرش خراب کیا۔ انہوں نے مجھے باورچی خانے میں رکنے اور انہیں کام کرتا ہوا دیکھنے کی بھی اجازت نہیں دی اور مجھے زبردستی اوپر اپنے کمرے میں بھیج دیا اور میں اپنے کمرے میں واپس آگیا۔

تو یہ تھا وہ واقعہ جو ہمارے گھر میں پیش آیا تھا۔''

مضمون ختم کر کے مس مارتھا نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا جیسے وہ اس بچے کا نام یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہو جس نے وہ مضمون لکھا تھا۔ وہ کچھ دیر چپ چاپ پنسل سے اپنے اگلے دو دانت بجاتی رہی اور کچھ سوچتی رہی جیسے وہ کسی حتمی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کر رہی ہو۔

☆☆☆

مس مارتھا کا سامنا پہلے بھی کسی پیشہ ور سراغرساں [illegible] نہیں ہوا تھا۔ خاص طور پر [illegible] شخص تو اسے کسی بھی طرح [illegible] لگتا تھا جیسے وہ کوئی [illegible] ہونے کی رپورٹ [illegible]

[illegible] کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''

[illegible] نے کہا۔

[illegible] میں ایک ایسے واقعے کا ذکر کرنا چاہتی [illegible] جس کا [illegible] پولیس کو علم ہونا ضروری [illegible] گفتگو کا آغاز کیا۔ ''میرا نام مارتھا [illegible] پبلک اسکول میں ٹیچر ہوں۔'' پھر اس نے مختصر طور پر جونی کے بارے میں بتایا کہ کس طرح وہ گھر کا کام کر کے نہیں آیا تھا اور کس طرح اس نے جونی [illegible] سزا دی۔ ''اور یہ ہے وہ مضمون جو جونی نے [illegible] کے بعد لکھا تھا۔''

[illegible] نے جونی کا لکھا ہوا واقعہ پڑھ کر کاغذ [illegible] بولا۔ ''میرا تعلق [illegible] کسی فرد سے ملنے [illegible] میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ آخر آپ [illegible] انگریزی لکھی ہے [illegible] زبان قتل کرنے کے مترادف ہے۔ کیا آپ اسی جرم کی اطلاع دینا چاہتی ہیں؟''

مس مارتھا نے ترس کھانے والی نظروں سے اس نوجوان سراغرساں کو دیکھا۔ ''میرا خیال تھا کہ اس تحریر کو پڑھتے ہی آپ سمجھ جائیں گے کہ جونی کسی تشدد آمیز جرم کا عینی گواہ ہے جس کا اسے قطعی احساس نہیں ہوسکا تھا۔'' اس کا لہجہ اب سرد پڑ گیا تھا۔ ''آپ ان سطروں کے درمیان اصل واقعہ پڑھ سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس گھر میں کسی کو قتل کر کے لاش چھپا دی گئی ہے۔ پولیس کو اس معاملے کی ضرور تفتیش کرنی چاہیے۔''

URDU TUBE
www.urdutube.com

مس مارتھا کو اپنا مافی الضمیر ادھورا چھوڑنا پڑا کیونکہ پولیس سراغرساں پر اس کے خیالات کا بڑا عجیب ردعمل ہوا تھا۔ اس کے چہرے کا نچلا حصہ اس طرح حرکت کرنے لگا جیسے اسے شدید تکلیف ہو رہی ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر گہری سرخی چھانے لگی۔

''معاف کیجیے گا۔'' سراغرساں نے گھٹی گھٹی آواز میں معذرت طلب کی اور اچھل کر اپنی نشست سے کھڑا ہو گیا اور پھر تیزی سے کمرے کے دوسرے کونے کی طرف بڑھا۔ مس مارتھا کی تیز نظروں سے یہ بات چھپی نہیں رہی کہ اس نے ایک ہاتھ اپنے منہ پر اس طرح رکھا ہوا تھا کہ چہرے کا وہ حصہ اسے [illegible] کھڑا ہو گیا۔ اس کی پشت مارتھا کی جانب [illegible] کاندھے بری طرح [illegible] رہے تھے۔ ایک منٹ [illegible] پرسکون ہو گیا تو واپس [illegible] اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔

''اگر میری بات [illegible] کوئی [illegible] میں اس سے لطف اندوز ہونے سے [illegible]''

''میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ دراصل صورت حال کچھ اتنی عجیب تھی کہ میں خود پر قابو نہیں رکھ سکا۔ ایک بچے نے مضمون لکھنا ہے اس لیے اس کے ذہن میں جو پہلا خیال آتا ہے وہ اسے لکھ دیتا ہے تاکہ وہ جلد از جلد گھر جا کر اپنے دوستوں کے ساتھ کھیل سکے اور [illegible] سامنے اس بچے کا لکھا ہوا مضمون [illegible] ہیں کہ ہمیں اس معاملے کی تفتیش کرنی چاہیے، [illegible] خاتون!''

مس مارتھا سراغرساں کو ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جن سے احترام کے جذبات [illegible] ہو رہے تھے۔ ''آج اسکول [illegible] پر میں نے اس سلسلے میں جونی سے سوالات لیے تھے۔ اس کا کہنا ہے [illegible] اس نے جو کچھ لکھا ہے اس کا ایک ایک لفظ [illegible]''

''ظاہر ہے ایک بچہ [illegible] ٹیچر کے سامنے اور کیا کہے گا۔ میرا مطلب ہے کہ آپ نے اسے کوئی سچا واقعہ لکھنے کا حکم دیا تھا اس لیے وہ [illegible] اعتراف کر سکتا ہے کہ اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض اس کا تخیل تھا۔''

''ایک منٹ مسٹر!''

''کینڈال۔'' سراغرساں نے جواب دیا۔

''تو مسٹر کینڈال! کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ پولیس کے محکمے میں آپ کیا فرائض ادا کرتے ہیں؟''

''میں شعبۂ قتل میں ایک سراغرساں ہوں اور میرے فرائض اسی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے یہ سوال کیوں پوچھا؟ میں نے سب سے پہلے اپنا تعارف کرواتے ہوئے یہ بات بتائی تھی۔''

''میں گفتگو آگے بڑھانے سے پیشتر اس امر کا یقین کرنا چاہتی تھی کہ میں صحیح آدمی سے مخاطب ہوں کیونکہ اب تک کی گفتگو سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ آپ کا تعلق واقعی شعبۂ قتل سے ہے۔''

''اوہ۔'' سراغرساں خاموش ہو گیا۔

''تو مسٹر کینڈال! اس مضمون میں چند تفصیلات ایسی ہیں جن کا احاطہ کسی بچے کا تخیل نہیں کر سکتا۔'' مس مارتھا نے [illegible] اغرساں کی نظروں کے سامنے جونی کا لکھا ہوا مضمون [illegible] وہ لکھتا ہے کہ اس کی ماں ایک جگہ [illegible] سانس اس طرح پھولی ہوئی تھی جیسے وہ بہت دور سے بھاگ کر آئی ہو اور یہ فقرہ بھی آپ کی توجہ کا [illegible] کا ہیٹ کس جگہ کس حالت میں پڑا [illegible] آپ کو اہم محسوس نہ ہو کہ اس کی ماں [illegible] خانے کا فرش پانی ڈال کر جھاڑو سے [illegible] قسم کی باتیں کسی بچے کا تخیل نہیں سوچ [illegible] باتیں اس بچے کے لیے ناقابلِ قبول ہیں لیکن اس نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا، وہ اپنے انداز میں بیان کر دیا۔ ایک بچے کا تخیل اس عمر میں جنوں اور پریوں [illegible] ہے۔ اسے درختوں کے سائے اپنا [illegible] ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اسے اپنی خواب [illegible] کھڑکی میں عجیب وغریب چہرے جھانکتے ہوئے نظر آتے [illegible] ہے کہ بچوں کا ذہن کس طرح کام کرتا ہے کیونکہ روزانہ میرا واسطہ بچوں سے پڑتا ہے اور میں انہیں خوب سمجھتی ہوں [illegible]''

''اور میرا واسطہ قتل کی وارداتوں سے پڑتا ہے۔'' سراغرساں نے [illegible] لہجے میں کہا۔ ''اگر میں کسی بچے کے لکھے ہوئے مضمون [illegible] تفتیش کرنے لگوں تو پولیس کا پورا محکمہ مجھے پاگل سمجھنے لگے گا۔''

مس مارتھا ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی نشست سے کھڑی ہوئی۔ ''معاف کیجیے گا میں نے آپ کا بہت قیمتی وقت ضائع کیا۔ آئندہ احتیاط کروں گی۔''

''میرا نہیں اپنا وقت ضائع کیا۔'' سراغرساں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا اور مس مارتھا تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی پولیس ہیڈکوارٹر کی عمارت سے باہر نکل آئی۔

☆☆☆

دوسرے روز چھٹی کی گھنٹی بجتے ہی ایک چپراسی نے

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

مس مارتھا کو اطلاع دی کہ کوئی صاحب ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ انتظار گاہ میں گئی تو وہاں سراغرساں کینڈال چاک کا ایک ٹکڑا فضا میں اچھالتے ہوئے وقت گزار رہا تھا۔

”میں نے سوچا کہ شاید آپ یہ جاننا پسند کریں گی کہ آج صبح میں نے جونی سے بات کی تھی اور چند سوالات پوچھے تھے۔“ سراغرساں نے کہا۔ ”اور وہی بات نکلی جو میں کل کہہ رہا تھا۔ جونی نے کہا کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے اس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ چار بجنے والے تھے اور اسے کوئی واقعہ یاد نہیں آرہا تھا اس لیے اس نے جان چھڑانے کے لیے ایک واقعہ گھڑا اور جلدی جلدی لکھ دیا۔ [illegible] اگر اس کا خیال تھا کہ مس [illegible] ہو جائے گی تو اسے بڑی مایوسی ہوئی [illegible] آپ سے اور کیا کہے گا۔ یہ بالکل ایسا ہی معاملہ ہے جیسا کہ پولیس والے تشدد کے ذریعے کسی بے گناہ سے اقبال جرم کرواتے ہیں۔ جب ایک پولیس والے نے اس سے سوالات پوچھنے شروع کیے تو بچہ خوف زدہ ہو گیا اور اس نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے جس کا اسے [illegible] اس لیے اس نے یہی بہتر سمجھا کہ اسے جھوٹ کا پلندہ قرار دے کر پولیس والے سے جان چھڑائے۔“

”میں بتاؤں مس آپ کے ساتھ چکر کیا ہے؟ آپ خود کو کسی بڑی مصیبت میں ڈالنے کے لیے بے قرار ہیں۔“

”آپ کے بے پناہ تعاون کا بہت بہت شکریہ کینڈال۔“ مس مارتھا نے سرد لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر سراغرساں کے ہاتھ سے چاک کا ٹکڑا لے لیا۔ ”اور [illegible] چاک سے دیواروں پر نشان نہ ڈالا کریں [illegible] حرکت کرتے ہیں تو انہیں سخت سزا دی جاتی ہے۔“ وہ پیر پٹختی ہوئی انتظار گاہ سے باہر نکل گئی۔

مس مارتھا آندھی طوفان کی طرح کلاس روم میں داخل ہوئی۔ تمام بچے جا چکے تھے صرف جونی اپنی نشست پر دل گرفتہ سا بیٹھا تھا۔

”تم گھر جا سکتے ہو جونی! مجھے پتا چل گیا ہے کہ دیر سے اسکول آنے میں تمہارا اپنا کوئی قصور نہیں تھا۔“

جونی کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔ اس نے کتابیں اٹھائیں اور دروازے کی طرف جانے لگا۔

”ایک منٹ جونی! میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔“ بچے کا منہ لٹک گیا۔ وہ اپنی ٹیچر کے قریب آگیا۔

”تم نے پرسوں جو واقعہ لکھا تھا، وہ سچ تھا یا جھوٹ؟“

”وہ...... وہ سچ نہیں تھا مس۔“ جونی نے کھڑے کھڑے پہلو بدلا۔

مس مارتھا کی نظر میں یہ جواب ثابت کرتا تھا کہ جونی اپنی ٹیچر کی نسبت پولیس افسر سے زیادہ خوف زدہ تھا۔

”جونی! کیا تم بڑے مکان میں رہتے ہو؟“

”یس مس، ہمارا مکان بہت بڑا ہے۔“

”کیا...... میرا مطلب ہے کہ کیا تمہاری والدہ کچھ دنوں کے لیے ایک کمرا کرائے پر دے سکتی ہیں؟ اس وقت جہاں میں رہتی ہوں وہ جگہ مجھے خالی کرنی ہے اور نیا مکان تلاش کرنے میں آٹھ دس روز لگ جائیں گے۔“

جونی نے تھوک نگلنے کی کوشش کی۔ ”آپ کا مطلب [illegible] میں رہنا چاہتی [illegible] کلاس ٹیچر کا چوبیس [illegible] نہیں کرسکتا۔

[illegible] جونی کا خوف دور [illegible] تمہارے کام میں [illegible] تمہارے ساتھ [illegible] بات کرلوں؟“

[illegible] ہمارا مکان بہت دور ہے۔“

☆☆☆

جونی کا مکان مس مارتھا کی توقع سے کہیں زیادہ دور [illegible] آخر میں۔ موسم کے ہاتھوں پٹا ہوا ایک بڑا بوسیدہ مکان جس کی صورت دیکھ کر [illegible] دیہاتی طرز پر بنا ہوا تھا اور سب [illegible] دور دور تک خود رو [illegible] جنگل بھی نظر آتا [illegible] ہوتا تھا کہ یہاں [illegible] بہت سی کھڑکیوں کے پٹ ٹوٹ کر جھول رہے تھے۔ وہ [illegible] ایسا تھا کہ جہاں کسی کے ساتھ کوئی بھی واقعہ پیش آسکتا تھا۔

جیسے ہی وہ مکان کے قریب پہنچے، صدر دروازہ کھلا اور ایک عورت [illegible] کپڑوں میں ملبوس باہر نکل کر جونی کی طرف بڑھی۔

”ممی! یہ میری کلاس ٹیچر ہیں مس مارتھا۔“ جونی نے تعارف کرواتے ہوئے کہا۔

جونی کی ماں کے چہرے کے تاثرات فوراً تبدیل ہوگئے۔ وہ بہت تھکی ہوئی اور خوف زدہ سی نظر آنے لگی۔ ”جونی! تم نے پھر کوئی غلط حرکت کی ہے؟ تم کیوں

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

اچھے بچوں کی طرح کام نہیں کرتے؟''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے خاتون۔'' مس مارتھا نے جلدی سے کہا اور پھر اپنی آمد کا مقصد واضح کیا۔

عورت کے چہرے سے ظاہر ہونے والے تاثرات ثابت کر رہے تھے کہ مس مارتھا کی درخواست نے اسے خوفزدہ کر دیا ہے۔ ''میں کچھ کر نہیں سکتی۔'' اس نے انگلیاں مروڑتے ہوئے جواب دیا۔ ''پتا نہیں مسز میسن کیا کہیں، وہ اس وقت گھر پر نہیں ہیں۔''

اسکول میں جونی کے باپ کا نام مسٹر میسن نہیں مسٹر ڈیوڈ لکھا ہوا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ مسٹر میسن جونی کے سوتیلے باپ تھے اور ماں کے ہوتے ہوئے بھی اس گھر میں صرف ان ہی کا سکہ چلتا تھا اور وہی ہوتا تھا جو مسٹر میسن چاہتے ہیں۔ یہ حقیقت بذات خود مارتھا کے لیے بہت دلچسپ اور معنی خیز تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس مکان میں ضرور داخل ہوگی خواہ اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے۔ اس نے پرس کھول کر اندر سے پچاس ڈالر کا ایک نوٹ باہر نکالا اور جونی کی ماں کو اس کی جھلک دکھائی جس کا مطلب تھا کہ اگر وہ اسے کمرا دینے پر راضی ہو جائے تو نوٹ اسے مل سکتا ہے۔

نوٹ دیکھ کر بچے کی ماں کے منہ میں پانی بھر آیا لیکن خوف کا جذبہ لالچ سے زیادہ طاقت ور تھا۔ ''... کی ضرورت ہے اور اس رقم سے ہمارے بہت سے کام نکل سکتے ہیں لیکن...... یہ مکان آپ کے لیے بہت دور ثابت نہیں ہوگا؟''

مس مارتھا نے ہلکے سے کھانسنے کی کوشش کی اور کامیاب بھی ہوگئی۔ ''بالکل نہیں، سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ کھلی فضا صحت کے لیے دوا کی طرح کام کرے گی۔ کیا میں اندر جا کر ایک کمرا دیکھ سکتی ہوں، میرا مطلب ہے کہ مکان دکھانے میں کیا حرج ہے؟''

مسز میسن جواب دینے سے پہلے کچھ ہچکچائی۔ ''نہیں میرا خیال ہے کوئی حرج نہیں۔ آپ اندر تشریف لے آئیں۔''

اندر سے مکان اتنا بڑا نہیں تھا جتنا کہ باہر سے نظر آتا تھا۔ مسز میسن سگھڑ اور سلیقہ شعار عورت نظر آئی تھی۔ اس کے شوہر کی فطرت البتہ مختلف تھی۔ باہر سے مکان کو تھوڑی سی مرمت اور مکمل رنگ و روغن کی ضرورت تھی اور یہ کام مردوں کا ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جونی کا باپ انتہائی کاہل اور کام چور ہے۔

مسز میسن اسے گھماتی ہوئی ایک کمرے میں لے گئی۔ ''بس یہی ایک کمرا کچھ اچھا ہے۔'' اس نے معذرتی لہجے میں کہا۔

مس مارتھا نے گرم لوہے پر چوٹ لگانے کا فیصلہ کیا۔ ''بس ٹھیک ہے، یہ کمرا مجھے پسند آگیا ہے، یہ لو۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے جونی کی ماں کے ہاتھ میں پچاس ڈالر کا نوٹ تھما دیا۔

گرم لوہے پر چوٹ صحیح وقت پر لگی تھی۔ ''میں...... میرا خیال ہے کہ ٹھیک ہے۔'' مسز میسن نے مجرمانہ انداز میں انگلیاں مروڑتے ہوئے کہا۔ ''میں مسٹر میسن سے کہہ دوں گی کہ بس چند روز کی بات ہے۔ ویسے بھی وہ آپ کے یہاں قیام پر اعتراض نہیں کریں گے۔'' اس نے جلدی سے کہا۔ ''آپ تو ویسے بھی جونی کی کلاس ٹیچر ہیں۔ آپ یہاں کب آئیں گی؟''

مس مارتھا کو یقین تھا کہ اگر وہ اس وقت یہاں سے چلی گئی تو دوسرے دن وہ اس مکان میں قدم نہیں رکھ سکے گی۔

''میں یہاں آ تو گئی ہوں، واپس جانے سے کیا فائدہ۔ میں کل کسی کے ہاتھ اپنا سامان بھیج دوں گی۔''

☆☆☆

سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے مس مارتھا کو مکان کے باہر بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے احتیاط سے کھڑکی کے ایک طرف کھڑے ہو کر نیچے جھانکا۔ مسٹر میسن اسے پہلی ہی نظر میں اچھا آدمی محسوس نہیں ہوا۔ وہ گہرے بدن کا مضبوط اور توانا مرد تھا۔ گھنی سیاہ بھوؤں کے نیچے چھوٹی چھوٹی تیز آنکھیں، ہاتھوں پر ریچھ کی طرح گھنے سیاہ بال۔ اس نے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر ایک پسینے میں شرابور میلا ہیٹ سر سے ہٹایا اور ایک میلے رومال سے پسینہ پونچھنے لگا۔ اس کی جلد دھوپ کی تمازت سے تانبے جیسی رنگت اختیار کر چکی تھی۔

وہ کھڑکی سے ہٹ کر اپنے کمرے کے دروازے کے پاس آ گئی تاکہ جب مسز میسن اپنے شوہر کو اس کے قیام کی اطلاع دے تو وہ اس کے شوہر کا پہلا ردعمل اپنے کانوں سے سن سکے۔ یہ ردعمل اس کے لیے بہت اہمیت رکھتا تھا جسے وہ ان کی لاعلمی میں سننا چاہتی تھی۔ وہ سانس روک کر کان دروازے سے لگا کر ساکت کھڑی ہوگئی۔

''ایڈ کہاں ہے؟'' مس مارتھا کو نیچے سے ایک غراہٹ سنائی دی۔ یہ نام اس نے پہلی بار سنا تھا جس کا

URDU TUBE
www.urdutubes.com

مطلب تھا کہ اس گھر میں جونی، اس کی ماں اور اس کے باپ کے علاوہ بھی کوئی چوتھا فرد رہتا ہے۔

''شہر میں ہوگا، ابھی واپس نہیں آیا۔'' اسے جونی کی ماں کی آواز سنائی دی۔ مسز میسن کے لب و لہجے میں دہشت کی پرچھائیاں جھلک رہی تھیں۔ شاید وہ اپنے شوہر کو ایک ناپسندیدہ خبر سنانے کے لیے اپنی تمام تر توانائی ایک جگہ جمع کر رہی تھی۔

''کیا بات ہے؟'' غراہٹ کی آواز دوبارہ بلند ہوئی۔

''وہ......وہ جونی کی کلاس ٹیچر چند دنوں کے لیے ہمارے ساتھ قیام کریں گی۔''

نیچے سے ایسی آواز سنائی دی جیسے کسی نے پنا ... ہو۔ ''احمق تو نے یہ حرکت کیوں کی؟''

چند لمحے نیچے سکوت طاری رہا۔ ''وہ......وہ اکیلی موجود ہے میسن۔'' مسز میسن نے اٹکتے ہوئے کہا۔

''اسے فوراً یہاں سے دفع کر دو۔'' جونی کے باپ نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

''اس نے مجھے پیسے بھی دیے ہیں اور... چند روز کی تو بات ہے میسن۔'' مسز میسن کا لہجہ التجا آمیز تھا۔

مس مارتھا نے بھاری قدموں کی چاپ اپنے کمرے کی طرف بڑھتی ہوئی سنی جو ٹھیک اس کے کمرے کے نیچے آکر رک گئی۔ وہ کان لگا کر اوپر کی سن گن لے رہا تھا بالکل اس طرح جیسے وہ خود دروازے سے کان لگائے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ مکان پر ایک غیر فطری خاموشی چھا گئی۔ وہاں بلی اور چوہے والا کھیل شروع ہو گیا تھا۔ مارتھا بہت دیر تک دروازے سے کان لگائے کھڑی رہی۔ مکان بالکل ساکت تھا۔ اس غیر فطری سکوت اس کے اعصاب پر حاوی ہونے پر مسلط ہونے لگا۔ اگر کچھ دیر یہ مقابلہ جاری رہتا تو اسے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھنا پڑ جاتا۔ اس کی ٹانگیں جواب دے رہی تھیں پھر اسے نیچے میسن کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ وہ اوپر کی سن گن لینے کی کوشش ترک کر چکا تھا۔ مارتھا احتیاط سے پنجوں کے بل چلتی ہوئی بستر پر بیٹھی اور گہرے سانس لینے لگی۔

جونی کے باپ کا ردعمل کیا مجرمانہ ضمیر کی شہادت دے رہا تھا؟ وہ سوچنے لگی اور پھر اس نتیجے پر پہنچی کہ وہ صرف اس ردعمل سے کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکتی۔

کچھ دیر بعد اسے مکان کے باہر دوبارہ قریب ہوتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز پہلی آواز سے ہلکی اور مختلف تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ اس مکان میں رہنے والا

سنہری باتیں

☆ آدمی کے سب سے بڑے دشمن اس کے برے ہم نشیں ہیں (غوث پاک)

☆ جو آدمی انتقام کے طریقوں پر غور کرتا رہتا ہے۔ اس کے زخم ہمیشہ تازہ رہتے ہیں (بوعلی سینا)

☆ جہاں تشدد ہے وہاں آزادی زیادہ عرصہ برقرار نہیں رہتی (نہرو)

☆ [illegible] کی دوبارہ آرائش کرتا اور ہر [illegible] زبان [illegible] دوست [illegible] کے لیے خطرناک ہے (فارسی کہاوت)

☆ تمام برائیوں اور آفتوں کی پیداوار تنہائی سے نفرت ہے۔

☆ [illegible] کے لیے آتی ہیں نہ کہ پریشان کرنے کے لیے۔

☆ ساری حاجتیں حق تعالیٰ کے حوالے کر۔ اسی سے مانگ اور اس کے سوا کسی اور پر بھروسا نہ کر (غوث اعظم)

مرسلہ۔ محمد خواجہ، کورنگی

[illegible] عقل

ایک شخص انٹرویو کے لیے گیا۔ دروازے پر بھی چوکیدار نے اسے کہا۔ ''صاحب تین سوال کریں گے۔ پہلا سوال یہ کہ آپ کی عمر کیا ہے؟ جواب دینا تیس سال (یا جو بھی تمہاری عمر ہو) ویسے لگتا تو یہی ہے۔ دوسرا سوال یہ ہوگا کہ تجربہ کتنا ہے؟ تم کہنا پانچ سال۔ آخری سوال پوچھے گا کہ تمہیں انگلش آتی ہے یا اردو؟ تم کہنا دونوں۔''

جب امیدوار صاحب کے سامنے گیا تو صاحب نے پہلا سوال کیا۔ ''تمہارا تجربہ کتنا ہے؟''

امیدوار نے جواب دیا۔ ''تیس سال۔''

پھر پوچھا گیا۔ ''تمہاری عمر کتنی ہے؟''

جواب ملا۔ ''پانچ سال۔''

صاحب نے جھلا کر کہا۔ ''تم پاگل ہو یا میں......''

امیدوار نے اطمینان سے جواب دیا۔ ''دونوں۔''

مرسلہ۔ ریاض بٹ، حسن ابدال

URDU TUBE

چوتھا فرد بھی آ گیا ہے۔ اس مرتبہ اس نے نو وارد کا ردعمل سننے کی کوشش نہیں کی۔ اس کے خیال میں اس مرتبہ ساری گفتگو دھیمے لہجے میں ہوئی۔ کچھ دیر بعد اسے مسز میسن کی آواز سنائی دی۔ وہ اسے پکار رہی تھی۔

''مس مارتھا! کھانا تیار ہے آپ نیچے آجائیں۔''

مارتھا نے ایک گہرا سانس لیا اور حوصلہ جمع کرتے ہوئے بستر... سے کھڑی ہوگئی۔ اب اعصابی جنگ کا آغاز ہونے والا تھا۔ مقابل جانوروں کی طرح عیار اور درندوں کے مانند خطرناک تھا جبکہ اس کے پاس ایک تربیت یافتہ ذہن اور خود پر قابو رکھنے کی [illegible] تھی۔ [illegible] دشمن کے مقابلے میں اس [illegible] اعتماد دیتیں۔ وہ کمرے سے [illegible] اور میز [illegible] وہ لوگ کھانا [illegible] شروع کر چکے تھے۔ وہ میز [illegible] کھانا کھا رہے تھے اور چور نظروں سے مہمان کا جائزہ لے رہے تھے۔ مسز میسن نے کہا۔ [illegible] جائیں مس، یہ میرے شوہر [illegible] اور یہ میرے سوتیلے بیٹے ہیں، ایڈ [illegible]''

ایڈ کے چہرے سے ٹپکنے والی [illegible] باپ [illegible] مقابلے میں کم تھی اور ان دونوں میں بس یہی فرق تھا۔

''گڈ ایوننگ۔'' باپ کے حلق سے آواز نکلی اور بیٹے نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ دوسرے [illegible] چھوٹی چھوٹی سی آنکھوں سے مہمان کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ [illegible] دیر سب خاموشی کے ساتھ کھانا کھاتے رہے لیکن مارتھا محسوس کر رہی تھی ان کے ذہن اس کی ذات پر مرکوز ہیں۔ وہ کون ہے؟ اس کا یہاں قیام کرنے کا مقصد کیا ہے؟

''آپ ہمارے ہاں کافی دن ٹھہریں گی؟'' میسن نے سکوت توڑتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔'' اس نے مختصر سے لہجے میں جواب دیا۔ ''آٹھ دس روز سے زیادہ نہیں۔''

دوسرا سوال ایڈ نے پوچھا اور مارتھا نے یہ اندازہ لگا لیا کہ یہ سوال کرنے سے پہلے وہ کئی منٹ تک اس پر غور کر چکا ہے۔ ''آپ کو ہمارے مکان کا کیسے علم ہوا؟''

''جونی میری کلاس میں پڑھتا ہے اور میں چند روز پرسکون کھلی فضا میں رہنا چاہتی تھی۔''

باپ بیٹے کے درمیان نظروں کا تبادلہ ہوا لیکن وہ یہ اندازہ نہیں لگا سکی کہ اس کا جواب تسلی بخش تھا یا وہ انہیں مطمئن نہیں کر سکی۔

وہ کھانا کھا رہی تھی کہ دوسروں نے میز پر سے اٹھنا شروع کر دیا۔ ایک کے بعد ایک وہ سب اٹھ گئے لیکن کسی نے بھی اس سے معذرت نہیں کی۔ میسن مکان سے باہر چلا گیا۔ ایڈ چند قدم چل کر سگریٹ جلانے لگا۔ گو اس کی پشت مارتھا کی طرف تھی لیکن اس کا سر ترچھا اور وہ آنکھوں کے کونوں سے اسے یہ سوچتے ہوئے دیکھ رہا تھا کہ وہ اس کی حرکت سے لاعلم ہے۔

''ایڈ! ذرا باہر آؤ، تم سے بات کرنی ہے۔'' میسن نے باہر سے آواز دی اور ایڈ باہر چلا گیا۔

وہ سمجھ گئی کہ انہیں کیا باتیں کرنی ہیں۔ وہ دونوں [illegible] ایک دوسرے کو اپنے تاثرات سے [illegible] اور اس کی روشنی میں وہ کوئی لائحہ عمل تیار [illegible] تھے۔ اعصابی جنگ کا پہلا راؤنڈ برابر [illegible] گیا تھا۔

وہ [illegible] اور باورچی خانے میں چلی گئی۔ ''لاؤ میں برتن دھونے میں تمہاری مدد کروں۔'' وہ دراصل باورچی [illegible] چاہتی تھی۔ پہلے تو اسے وہ جگہ نظر نہیں آئی جس کا ذکر جونی نے اپنے مضمون میں کیا تھا۔ وہ برتن [illegible] ہوئے فرش پر نظریں دوڑا رہی تھی پھر اسے فرش کا ایک حصہ بقیہ حصے سے زیادہ صاف ستھرا محسوس ہوا جیسے کہ اسے خوب اچھی طرح رگڑ رگڑ کر دھویا گیا ہو۔ وہ مسز میسن کی [illegible] بیٹھ کر غور سے اس حصے کا جائزہ نہیں لے سکتی تھی۔ وہ کوئی ایسی ترکیب سوچنے لگی کہ جس پر عمل کرنے سے حقیقت کا علم ہو جائے پھر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی۔ مسز میسن برتن دھو رہی تھی اور وہ انہیں کپڑے سے خشک کر رہی تھی۔ ایک پلیٹ ہاتھ میں لے کر وہ اسے خشک کرتے ہوئے ٹہلتی ہوئی فرش کے اس حصے پر کھڑی ہوگئی پھر اس نے برتن صاف کرتے کرتے کپڑا نیچے گرا دیا۔ جب وہ جھک کر کپڑا اٹھا رہی تھی تو اچانک اس کا توازن بگڑ گیا اور مس مارتھا فرش کے اس حصے پر ہتھیلی پھیلا کر توازن درست کرنے لگی جس میں کچھ وقفہ لگ گیا۔

[illegible] مسز میسن کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھنے پڑے۔ پانی کا جگ جونی کی ماں کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ یہ ردعمل بہت کافی تھا۔ وہ کچھ جاننا چاہتی۔ مسز میسن نے اسے بتا دیا تھا۔ سیدھا کھڑے ہوتے ہوئے اس نے جونی کی ماں کی طرف دیکھا جس کا چہرہ کچھ سپید پڑ گیا تھا۔ اس نے نظریں چرا لیں۔ اس کے بعد ان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ برتنوں کی صفائی سے فارغ ہو کر وہ اپنے

URDU TUBE

کمرے میں چلی گئی۔

اگر کسی کو باورچی خانے میں قتل کیا گیا تھا تو لاش کہاں گئی؟ ظاہر ہے انسانی لاش کو غائب تو نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے لاش کا کیا کیا؟ پھر اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کیا وہ چھ قاتلوں کے درمیان ایک ہی چھت کے نیچے سو سکتی ہے؟ یہ خیال اس کی قوتِ ارادی کو کمزور کرتا جارہا تھا کہ اچانک اس کی نظروں کے سامنے سراغرساں کینڈال کا مضحکہ اڑاتا ہوا چہرہ گھومنے لگا...... مس مارتھا کی مٹھیاں بھنچ گئیں اور آنکھیں شعلے برسانے لگیں۔

”وہ کیا سمجھتا ہے خود کو، میں [illegible] کہ میں کیا کرسکتی ہوں۔ وہ مجھے احمق سمجھتا ہے۔ میرا مذاق اڑاتا ہے۔“ وہ فوراً لیپ [illegible] کرکے بستر پر دراز ہوگئی لیکن بہت [illegible] اس کا خون کھولتا رہا۔

صبح جب سورج کی شعاعوں نے گھر کو روشن کیا تو مارتھا کو وہ رات کی نسبت کم خوف ناک نظر آیا۔ وہ جونہی [illegible] ساتھ بس کے ذریعے اسکول پہنچی اور آئندہ [illegible] توجہ سے بچوں کو پڑھاتی رہی۔ اسکول سے فارغ ہوکر وہ اپنے گھر گئی اور تھوڑا سا سامان اٹھا کر بس اسٹاپ پر آگئی۔ دوبارہ اس مکان میں سامان کے بغیر جانا گویا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ میسن فوراً [illegible] وہ بس کا انتظار کررہی تھی کہ اسے سراغرساں کینڈال [illegible] کے دوسری جانب اپنی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ یہ وہ [illegible] کہ اگر دنیا کی ساری آبادی ختم ہوجاتی اور صرف وہ دونوں زندہ بچتے تب بھی وہ اس شخص سے ملنا پسند نہیں کرتی خاص طور پر اس موقع پر جب وہ سامان لے کر جارہی تھی۔ وہ چہرہ موڑ کر دوسری طرف اس محویت سے دیکھنے لگی جیسے اس طرف کوئی دلچسپ فلم چل رہی ہو۔ سراغرساں کینڈال نے سڑک عبور کی اور اسی طرف آیا جس سمت میں وہ کھڑی تھی۔ اس نے ہیٹ اتارا اور مسکراتے ہوئے سر کو جنبش دی۔

”معلوم ہوتا ہے کہ آپ رہائش تبدیل کررہی ہیں۔ چلیے میں آپ کی مدد کردوں۔“

”شکریہ، میں اپنا کام خود کرنے کی عادی ہوں۔“ مارتھا نے رکھائی سے جواب دیا۔

چند لمحے وہ تجسس بھری نظروں سے دور تک اس سڑک کو دیکھتا رہا جو باہر نواحی علاقوں سے گزرتی تھی پھر اس نے پلٹ کر مارتھا کی طرف دیکھا۔ ”آپ نے رہائش کے لیے کہیں میسن خاندان کے مکان کا انتخاب تو نہیں کیا؟“

مارتھا سراغرسانی کے اس نمونے پر حیران رہ گئی۔ وہ کینڈال کو اس کا اہل تصور نہیں کرسکتی تھی۔ ”اتفاق سے ایسا ہی ہے۔“

سراغرساں کا مسکراتا ہوا چہرہ سنجیدہ ہوگیا۔ ”اس قسم کے لوگوں کے درمیان رہنا انتہائی حماقت کی بات ہے۔ میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ مس! تمہاری جان خطرے میں پڑسکتی ہے۔“

”تمہارے خیالوں میں بڑا تضاد ہے مسٹر سراغرساں۔“ مارتھا نے اپنی زبان کو تیز دھار والے [illegible] استعمال کرتے ہوئے کہا۔ ”اگر اس مکان میں کوئی خوف ناک واردات رونما ہوئی ہوتی تو میں ضرور تمہارے اندیشوں سے اتفاق کرتی لیکن بقول تمہارے جب وہاں کچھ ہوا ہی نہیں تو پھر ڈر کس بات کا؟ میری زندگی [illegible] خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔“

”دیکھو مس! تمہاری سوچ کا انداز بالکل غلط ہے۔ اس قسم کے معاملات میں ایک [illegible] ضرور ہوتی ہے۔ مثال [illegible]“ اس نے انگلیوں پر گننا شروع کردیا۔ ”سب سے پہلے کسی شخص کی گمشدگی ضروری ہے۔ جب کوئی شخص اچانک غائب ہوجاتا ہے تو اس کے لواحقین رپورٹ درج [illegible] موجودگی یا کچھ ایسے شواہد جو ثابت کرتے ہوں کہ [illegible] جرم ہوا ہے۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں یا ان میں سے ایک حقیقت ضرور سامنے آنی چاہیے تاکہ ہم یہ سوچنے پر مجبور ہوجائیں کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ ہم اس طرح کام کرتے ہیں۔ اب تمہاری مثال ہے تم ایک آٹھ سالہ بچے کا لکھا ہوا مضمون ہمارے سامنے پیش کرتی ہو اور مطالبہ کرتی ہو کہ پولیس اس معاملے کی تفتیش کرے۔ پھر جب ہم وہ مضمون پڑھتے ہیں تو اس کے کسی جملے سے ظاہر نہیں ہوتا کہ واقعی وہاں تشدد کی کوئی واردات رونما ہوئی تھی۔ بچے نے اپنی آنکھوں سے کچھ نہیں دیکھا۔ اس نے واقعے سے پہلے یا بعد میں کوئی لاش نہیں دیکھی۔ دوسرے لفظوں میں تم نے اس مضمون کی سطروں کے درمیان جس جرم کا سراغ لگایا ہے اسے محض تمہارا تخیل ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں جن سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی۔“

”آپ اپنا بے حد قیمتی وقت ضائع کررہے ہیں مسٹر کتابی سراغرساں۔ آپ نے کتابوں میں جو کچھ پڑھا، یہ واقعہ اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔ اس لیے آپ نے یہ فیصلہ

کرلیا کہ سرے سے کوئی جرم ہی نہیں ہوا۔"

کینڈال نے بے بسی کے عالم میں دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔ "لیکن کوئی مرد، عورت یا کوئی بچہ ہمارے علاقے سے گم نہیں ہوا۔ کسی نے کسی کی گمشدگی کی رپورٹ تھانے میں درج نہیں کروائی اور ہمارے تھانے میں میسن کا مکان بھی شامل ہے۔ اگر اس پورے علاقے سے کوئی شخص غائب ہوتا تو اب تک اس کے لواحقین رپورٹ درج کرا چکے ہوتے۔"

"کیا یہ ضروری ہے کہ غائب ہونے والا شخص تمہارے تھانے کی حدود ہی میں رہتا ہو؟" مارتھا کا چہرہ غصے کی شدت سے تمتما [illegible] "یہاں بیٹھے [illegible] دیکھ رہے ہو۔ جاؤ جا کر دوسرے تھانوں [illegible] کرو، ان سے پوچھو کہ کہیں ان کے علاقے سے تو کوئی غائب نہیں ہوا۔ [illegible] کر رہی ہوں کہ میں خود یہ کام نہیں کرسکتی اور تمہیں اس کی تمام سہولتیں حاصل ہیں۔"

کینڈال نے [illegible] ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ "یہ میں کرسکتا ہوں لیکن اس کے ساتھ مجھے اس درخواست کی وجہ بھی بتانی پڑے گی۔ کیا میں ان سے یہ کہوں کہ ایک آٹھ سالہ بچے نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ رات دو بجے اس کی ماں باورچی خانے کا فرش رگڑ رگڑ کر صاف [illegible] خیر اس کے لیے کوئی دوسرا جواز تلاش [illegible] پڑے گا [illegible] بات مانو، تم اس معاملے سے علیحدہ ہو جاؤ۔ یہ ہمارا کام ہے اور ہم بہتر طریقے سے انجام دے سکتے ہیں۔ اگر مجھے دوسرے تھانے سے کسی گمشدگی کی اطلاع ملی تو میں خود میسن کے مکان پر تفتیش کے لیے [illegible]"

مارتھا نے جس [illegible] سے اس کا جواب دیا [illegible] کینڈال اسے دیکھ [illegible] "بہت بہت شکریہ مسٹر کینڈال! میں نے [illegible] لیکن میرے پاس سوچنے کے لیے ایک ذہن موجود ہے [illegible] میرا ذہن ہتھکڑیوں میں [illegible] میں اپنی حفاظت خود کرسکتی ہوں، مجھے [illegible] ضرورت نہیں [illegible] آگئی ہے، خدا حافظ مسٹر کینڈال۔"

☆☆☆

جب وہ سامان لے کر اس مکان پر پہنچی تو جونی کی ماں تنہا تھی۔ وہ باورچی خانے میں کام کر رہی تھی۔ اس نے فرش کے اس حصے کو دیکھا جو بقیہ فرش سے زیادہ صاف اور اجلا نظر آتا تھا۔ اسے وہاں بہت بڑی تبدیلی نظر آئی۔ اسے کسی تیزاب یا دھار والی چیز سے اس بری طرح کھرچا گیا تھا کہ چوبی فرش کی اوپری تہ تقریباً صاف ہوگئی تھی۔ اس حرکت کا جواز بہت معنی خیز تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے گزشتہ شب فرش کے اس حصے پر جو دھبے نظر آرہے تھے وہ دراصل جما ہوا خون تھا جو لکڑی کی ریخوں میں اتر گیا تھا۔ وہ گھر میں استعمال ہونے والی کسی چیز کا دھبا نہیں تھا جسے صاف کرنے کے لیے کسی کو اس قدر محنت کرنے کی ضرورت تھی۔ جرم کے اس ثبوت کو ضائع کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ فرش کو تیزاب سے صاف کیا جائے یا لکڑی کی اوپری سطح کھرچ دی جائے تاکہ ریخوں میں جمے [illegible] بالکل صاف ہوجائیں۔ اب وہ [illegible] کر دیا تھا لیکن یہ عمل خود اس جرم کا ناقابل تردید ثبوت بن گیا تھا۔

مارتھا نے باورچی خانے کا وہ دروازہ کھول دیا جو باہر کی طرف کھلتا تھا۔ ہر طرف سکون آمیز خاموشی طاری تھی۔ غروب کی طرف جھکتے ہوئے سورج کی نرم دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ فاصلے پر جنگل واقع تھا جس کے تناور درخت دور سے پہاڑ دیوار کی مانند نظر آرہے تھے۔ مکان کے ایک سمت میں دور تک مکئی کے کھیت لہلہا رہے تھے جن کی اونچائی انسانی قد کے برابر تھی۔ ان کھیتوں میں بہت کچھ چھپایا [illegible] کھیتوں کے اوپر دور آسمان پر سیاہ رنگ پرندوں کا ایک جھنڈ منڈلاتا ہوا نظر آیا۔ وہ کچھ دیر آسمان پر منڈلاتے رہتے تھے اور پھر زمین کی طرف لپکتے تھے۔ اس عمل کے دوران وہ اس مخصوص مقام سے دور نہیں جاتے تھے۔ دور تک پھیلے ہوئے کھیتوں میں صرف وہی ایک مقام ان کے لیے دلچسپی کا باعث بنا ہوا تھا۔

مکان کے بائیں جانب، بہت دور، اسے کوئی شے نظر آئی۔ وہ [illegible] محسوس ہوتی تھی۔ زمین سے تھوڑی ہی بلندی [illegible] اور اس پر دھوپ اور بارش سے بچاؤ کے لیے شیڈ پڑا ہوا تھا۔ اس تک پہنچنے کے لیے ایک پگڈنڈی بھی بنی ہوئی تھی۔

"وہ کیا ہے؟" مارتھا نے اشارہ کرتے ہوئے مسز میسن سے دریافت کیا۔

جونی کی ماں چند لمحے خاموش رہی پھر ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "وہ کنواں تھا ہم اس میں سے پانی بھرتے تھے۔ اب پانی میں مٹی شامل ہوگئی ہے۔ اسے گہرا کروانا پڑے گا۔ بہت دنوں سے اسے کوئی بھی استعمال نہیں کرتا۔"

"تو اب آپ لوگ کہاں سے پانی بھرتے ہیں؟"

"پڑوس سے جو بہت دور ہے۔ بالٹیاں بھر کر لانی

URDU TUBE ENTERTAINMENT

پڑتی ہیں، بڑا سخت کام ہے۔ پڑوسی بھی ہمارا روز پانی لینا پسند نہیں کرتے لیکن کیا کیا جائے، مجبوری ہے۔"

مارتھا نے دوسرا سوال کرنے سے پہلے کچھ وقفہ دیا تاکہ مسز میسن اس کی اہمیت نہ سمجھ پائے۔ اس نے سرسری انداز میں پوچھا۔ "کنوئیں کا پانی کب سے خراب ہوا ہے؟"

اس سوال کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔ ہر طرف نئی گھاس اگی ہوئی تھی لیکن کنوئیں تک جانے والی پگڈنڈی کا استعمال حال ہی میں ترک کیا گیا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ نظریں چرا رہی ہو۔

"تقریباً دو تین ہفتے۔" جونی کی ماں [illegible] ہوئے جواب دیا۔

آسمان پر منڈلاتے ہوئے [illegible] ایک ایسا کنواں جس کا استعمال اچانک [illegible] باورچی خانے کی مخالف سمت میں [illegible] چھپانے کے لیے یہ تین امکانات [illegible] ایک خیال آیا کہ مسز میسن نے فرش [illegible] ردعمل سے بہت کچھ بتا دیا تھا۔ وہ دوبارہ [illegible] کر کے ایک اہم بات معلوم کر سکتی تھی۔ جو لوگ سائے [illegible] رہتے ہیں، ان کے دفاعی حصار کمزور ہوتے ہیں۔

"بہت خوب صورت منظر ہے۔" اس نے [illegible] کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں چہل قدمی کے [illegible] جا رہی ہوں۔"

اس نے جونی کی ماں کا ردعمل [illegible] ترکیب سوچ لی تھی۔ وہ ادھر ادھر کی [illegible] آہستہ مکئی کے کھیتوں کی سمت میں [illegible] مسز میسن کی طرف تھا اور وہ برابر گفتگو [illegible] ماں باورچی خانے کے دروازے میں [illegible] طرف دیکھ رہی تھی۔ جب اس نے [illegible] طرف دیکھ کر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا تو وہ اس طرح [illegible] جیسے کوئی بات یاد آ گئی ہو۔

"اوہ مسز میسن! کیا آپ [illegible] کمرے میں ڈلوا دیں گی؟" مارتھا نے کہا اور [illegible] کی مخالف سمت کی طرف جانے لگی۔ اس بار اس کا رخ اس پگڈنڈی کی طرف تھا جو کنوئیں پر جاتی تھی۔ "کسی بھی قسم کی کرسی ہو۔" اس نے بلند آواز میں کہا۔ "بس چار پائے اور بیٹھنے کے لیے ایک نشست ضرور ہونی چاہیے۔"

مسز میسن نے اسے پگڈنڈی کی طرف بڑھتا دیکھ کر بھی کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ مارتھا نے مزید آگے بڑھنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور پلٹ کر چند گز واپس آئی۔

"سورج کی کرنوں میں اب بھی بہت تپش ہے۔" اس نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے جونی کی ماں سے کہا۔ "چہل قدمی کے لیے کنوئیں والا راستہ ٹھیک نہیں رہے گا۔ میرا خیال ہے کہ مجھے جنگل کی طرف جانا چاہیے۔ کتنا ہرا بھرا، اندر کتنی خنکی ہوگی۔ میری ہمیشہ سے جنگل میں گھومنے کی خواہش ......"

مسز میسن کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس نے تھوک نگلنے کی کوشش کی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا اور پھر [illegible] اس کا جسم باورچی [illegible] کو پکڑتے ہوئے [illegible] ساکت تھے حرکت [illegible] ہاتھوں کی انگلیاں [illegible] بتا گئیں۔ اسے [illegible] میں چھپایا ہے [illegible] جنگل کی طرف بڑھتی [illegible] تب اس نے [illegible] مسز میسن بدستور باورچی خانے کے دروازے پر [illegible] فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ وہ اسے ایک سایہ نظر آ رہی تھی۔ اس سے ایک ہی نتیجہ اخذ [illegible] کرنا چاہتی تھی کہ وہ واقعی [illegible] اس تجربے سے اسے [illegible] لاش کہاں چھپائی ہے لیکن [illegible] احساس ہو جائے گا کہ وہ ان [illegible] الا اتفاق پیش [illegible] اور اب وہ جنگل [illegible] جہاں انہوں نے [illegible] کریں گے۔ آخر [illegible] آ رہے تھے؟ وہ [illegible] اور اب اسے بھی [illegible] تھا کہ جونی کی ماں [illegible] کیونکہ اس گھر پر مسز میسن کی حکمرانی تھی اور وہ اپنے شوہر سے اس قدر خوف زدہ رہتی تھی کہ اس سے کوئی اہم واقعہ نہیں چھپا سکتی تھی۔ سوال یہ تھا کہ جونی کی ماں نے اس جرم میں کیا کردار ادا کیا تھا۔ کیا اس نے رضاکارانہ طور پر اپنے شوہر کی بھرپور مدد کی تھی یا وہ صرف دیکھنے کی گناہ گار تھی؟

وہ جنگل میں داخل ہوگئی۔ اس کے گرد ٹھنڈا اجالا

URDU TUBE

پھیلا ہوا تھا۔ جہاں درختوں کے درمیان فاصلہ زیادہ تھا۔ وہاں دھوپ بھی پھیلی ہوئی تھی اور روشنی زیادہ تھی۔ درخت زیادہ قریب نہیں تھے لیکن خوب گھنے اور پھیلے ہوئے تھے۔

اسے یہ امید تو نہیں تھی کہ جنگل میں داخل ہوتے ہی اسے ٹھوکر لگے گی اور جب وہ اپنے قدموں کی طرف دیکھے گی تو وہاں کسی نامعلوم شخص کی لاش نظر آئے گی۔ اسے احساس تھا کہ ممکن ہے کہ لاش دریافت کرنے کے لیے اسے متعدد بار جنگل میں آنا پڑے۔

چلتے چلتے اسے تھکن کا احساس ہونے لگا۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر سستانے لگی۔ ابھی اسے دو تین منٹ ہوئے تھے کہ اس کے کانوں میں کسی کے چیخنے کی باریک آواز آئی۔ آواز خوف میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آواز کسی بچے کی تھی۔ وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ دوبارہ وہی چیخ بلند ہوئی اور اس کے ساتھ مزید دو بچوں کی چیخیں شامل ہو گئیں جن میں خوف کا عنصر نسبتاً کم تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے جھاڑیاں ہٹاتی ہوئی آوازوں کی طرف دوڑنے لگی لیکن جھاڑیوں کی وجہ سے اس کی رفتار بہت زیادہ نہیں بڑھ سکی پھر اچانک درخت ختم ہو گئے اور وہ ایک جگہ پر نکل آئی۔

وہ ایک بہت بڑا تالاب تھا جس کے چاروں طرف درختوں کی دیواریں کھڑی تھیں۔ تالاب کی شکل انگریزی کے ہندسے 8 کے مانند تھی۔ تالاب کا اوپر والا دائرہ قطر میں چھوٹا تھا اور نچلا دائرہ بہت بڑا تھا۔ چھوٹا دائرہ نسبتاً اونچا تھا جہاں سے پانی ریشم کی طرح بہتا ہوا نچلے دائرے میں گر رہا تھا۔ دونوں دائروں کے درمیان جو جگہ تھی وہ دوشیزہ کی کمر کے مانند بہت چھوٹی سی تھی اور اس پر پتھروں کا پل سا بنا ہوا تھا لیکن پتھروں کے درمیان خاصا فاصلہ تھا۔ ایک سے دوسرے پتھر پر جانے کے لیے چھلانگ لگانا ضروری تھی۔ اس کے بغیر اس پل کو عبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ البتہ وسیع دائرہ بہت خوب صورت تھا۔ مارتھا نے ایسا سحر انگیز منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کی گہرائی گھٹنوں گھٹنوں تک تھی۔ پانی شفاف تھا اور نیچے تہ میں سفید ریت بچھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر تازگی اور فرحت کا احساس ہوتا تھا۔

پتھروں کے پل پر دو بچے جھکے ہوئے کھڑے تھے۔ ان میں ایک جونی تھا۔ دونوں اپنے تیسرے ساتھی کے ہاتھ پکڑے اسے پوری قوت سے اوپر کھینچنے کی کوشش کر رہے تھے جو غالباً پل عبور کرتے ہوئے اندازے کی غلطی سے بڑے والے دائرے میں گر گیا تھا۔ اس کے پیر پانی کے اندر ٹخنوں تک ریت میں دھنسے ہوئے تھے اور پانی میں اس کے دھڑ کا نچلا حصہ ڈوبا ہوا تھا۔

"ٹانگیں چلاتے رہو۔" اس نے جونی کو چیختے ہوئے سنا۔ "باہر نکلنے کی کوشش کرو۔"

مس مارتھا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر وہ بچے کیوں اس قدر دہشت زدہ ہیں۔ پانی بچے کی کمر تک تھا اور وہ بچا اتنے سے پانی میں نہیں ڈوب سکتا تھا۔

"ہماری مدد کریں مس۔" جونی نے اپنی کلاس ٹیچر کو دیکھا تو زور سے چیخا۔ "اسے باہر نکالیے پلیز، مس جلدی کیجیے۔"

مس مارتھا نے جلدی سے اونچی ایڑی والی سینڈلیں اتار دیں اور دوڑتے ہوئے پتھروں کے پل پر بچوں کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے تالاب کے اندر کھڑے ہوئے بچے کا ایک ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر اسے اوپر کھینچا لیکن بچہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔ مارتھا نے دوسری مرتبہ پوری قوت لگائی۔ اس کے ساتھ جونی اور اس کا ساتھی بھی طاقت لگا رہے تھے۔ اس کے باوجود تالاب میں کھڑا ہوا بچہ ایک انچ بھی نہیں کھسک سکا۔ وہ حیران رہ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر بچے کے پیر کس چیز میں پھنسے ہوئے ہیں کہ اتنی قوت لگانے کے باوجود بھی وہ اسے نہیں ہلا سکے۔ اس نے غور سے بچے کے قدموں کی طرف دیکھا۔ پیروں کے گرد ریت ملا پانی ایک دائرے کی شکل میں اس طرح گردش کر رہا تھا جیسے بچے کے پیر اس کا محور ہوں۔ اس نے تیسری بار اپنے بدن کی ساری قوت صرف کر کے بچے کو اوپر کھینچا۔ چند لمحے وہ کسی قد آور درخت کی طرح اپنی جگہ جما رہا اور پھر اچانک ریت میں دھنسے ہوئے پیر باہر نکل آئے۔ دوسرے لمحے وہ اس کے ساتھ پتھروں کے پل پر کھڑا تھا۔ وہ سب پل سے اتر کر محفوظ جگہ پر کھڑے ہو گئے۔

"تم لوگ کیوں اس قدر خوف زدہ تھے؟" مس مارتھا نے جونی سے سوال کیا۔

"آپ کو نہیں معلوم؟" جونی نے حیرت بھری نظروں سے اپنی کلاس ٹیچر کو دیکھا۔ "اس تالاب کی تہ میں دراصل ریت کی دلدل ہے۔ ایک دفعہ اگر کوئی اس میں پھنس جائے تو......" جونی ایک جھرجھری لے کر خاموش ہو گیا پھر اس نے جھک کر ایک بڑا سا پتھر تلاش کیا۔ "میں آپ کو دکھاتا ہوں مس۔" اس نے پتھر تالاب میں پھینک دیا۔ چند لمحے پتھر تالاب کی سفید ریت پر ساکت پڑا رہا۔ پانی صاف...... تھا پتھر اسے واضح طور پر نظر آ رہا تھا۔ اچانک پتھر کے گرد ریت میں حرکت پیدا ہوئی جس کی رفتار

URDU TUBE

میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے ریت ملے پانی نے تیزی سے پتھر پر گردش کرتے ہوئے اسے نظروں سے اوجھل کر دیا۔ پانی کی سطح پر ایک بڑا سا بلبلہ اٹھا اور غائب ہو گیا۔ گردش کرتی ہوئی ریت ساکن ہو گئی۔ اب وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ سفید نرم ریت تالاب کی تہ میں ہر طرف ریشمی غلاف کے مانند پھیلی ہوئی تھی اور آنکھوں کو فرحت پہنچا رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر مس مارتھا کے بدن میں دہشت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ وہ بے ساختہ تالاب سے کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔

''چلو جونی، یہاں رکنا ٹھیک نہیں۔'' وہ درختوں کی طرف بڑھنے لگے جو تالاب کے چاروں [illegible] مانند کھڑے تھے۔

''چھوٹا تالاب خطرناک نہیں ہے مس، اس کی تہ میں کنکر اور بجری ہے۔'' جونی نے چلتے [illegible] کہا۔

اس نے جونی کا فقرہ نہیں سنا۔ وہ ایک گھنے درخت کی کچھ شاخوں کو غور سے دیکھ رہی تھی جو غیر فطری انداز [illegible] زمین کی طرف جھکی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک شاخ کو [illegible] کی طرف کھینچا۔ وہ درمیان میں سے ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس نے دوسری اور پھر تیسری شاخ کو نیچے جھکا کر انگلیوں سے ٹٹولا۔ وہ سب کی سب درمیان سے ٹوٹی ہوئی تھیں اور غیر فطری انداز میں جھکنے کا یہی راز تھا۔ اس [illegible] جھاڑیاں دیکھیں، ان کے تنے بھی ٹوٹے ہوئے تھے۔ [illegible] نے ذہن پر بہت زور دیا لیکن کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔

وہ بچوں کی راہ نمائی میں جنگل عبور کر کے باہر نکل آئی۔ سورج کچھ دیر بعد غروب ہونے والا تھا۔ جونی [illegible] مکان ان کی نظروں کے سامنے آ گیا تھا جسے دیکھتے ہی جونی رک گیا۔

''مس، آپ کسی سے اس کا ذکر نہیں کریں گی [illegible]''

''لیکن تمہارے بال گیلے ہیں جونی، تمہاری [illegible] جائیں گی کہ تم تالاب میں نہا رہے تھے۔''

''اس کی پروا نہیں، میں کہہ دوں گا کہ [illegible] تالاب میں نہایا تھا۔ ہمیں وہاں جانے کی اجازت ہے۔''

''اوہ...... تو جس تالاب سے ہم آئے ہیں، کیا تمہیں وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے؟''

جونی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس کی ایک وجہ تالاب کی جان لیوا ریتیلی دلدل بھی ہو سکتی تھی اور اس کی ایک دوسری وجہ بھی ہو سکتی تھی۔

''تمہیں بچپن ہی سے اس تالاب پر جانے سے منع کیا گیا ہو گا، کیوں جونی؟''

''نہیں مس، پہلے تو اجازت تھی لیکن کچھ دن پہلے منع کیا گیا ہے۔''

''کچھ دن پہلے......!'' مارتھا کے ذہن میں دیر تک یہ فقرہ گونجتا رہا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ ایک مرتبہ پھر وہ اس آدم خور تالاب پر جائے گی اور اپنے ساتھ ایک لمبا سا بانس لے جائے گی جس کی مدد سے وہ تالاب کی تہ میں چھپا ہوا راز دریافت کرنے کی کوشش کرے گی۔

☆☆☆

رات کا کھانا پُرفریب خاموشی سے شروع ہوا۔ باپ [illegible] دیکھتے رہے۔ اس [illegible] تجسس زیادہ تھا۔ یہ [illegible] سکی۔ جونی کے ایک [illegible] جونی بچہ تھا، اسے کیا پتا [illegible] مقدار شامل ہے۔

[illegible] کھاتے ہوئے بڑی معصومیت سے [illegible] وہ پڑھ لیا؟ وہی ایک واقعہ [illegible] پھینکنے والا [illegible] کیا میں اس میں پاس [illegible]

جونی کا وہ سوال اس قدر غیر متوقع تھا کہ وہ اسے روک بھی نہ سکی۔ جونی کے خاموش ہوتے ہی کمرے کی فضا [illegible] کے کشیدہ ہونے کے [illegible] جاتے جاتے رک [illegible] کے عالم میں اپنی پلیٹ کو گھورنے لگا۔ اس [illegible] وہ بھی سامنے رکھی [illegible] کسی نرم جوتے کے [illegible] سرسراہٹ سنائی دی۔

''[illegible] مس۔'' جونی کی ماں نے کہا۔ ''خاموشی سے کھانا کھاتے ہیں۔''

وہ جونی کے سوال کا صرف ایک ہی جواب دے سکتی تھی۔ ''نہیں جونی، [illegible] تمہارا مضمون نہیں پڑھ [illegible] کمرے میں رکھا [illegible] تھی۔ پتا نہیں کیا سوچ کر اس نے وہ جملہ آخر میں جمع کر دیا۔

مین نے کھانا کھانا شروع کر دیا۔ بیٹے نے بھی باپ کی پیروی کی۔

وہ انہیں اتنی رسی مہیا کر چکی تھی کہ دونوں باپ بیٹے اپنے گلوں میں پھندا ڈال کر آسانی سے خودکشی کر سکتے تھے۔

URDU TUBE

اگر اوپر اس کے کمرے میں رکھا ہوا جونی کا مضمون غائب ہو گیا تو وہ اسے ان کا اعتراف جرم تصور کرے گی۔ اس کے بعد مزید کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔

کھانے کے بعد مارتھا نے انہیں مضمون چرانے کا موقع فراہم کیا اور باورچی خانے میں مسز میسن کا ہاتھ بٹانے لگی۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہو کر اوپر اپنے کمرے میں جانے لگی تو اس نے باپ، بیٹے کو سیڑھیوں کے قریب والے کمرے میں بیٹھے دیکھا۔ میسن نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا اور وہ نظریں اوپر تک اس کا تعاقب کرتی رہیں۔

اسے وہ نظریں اپنے بدن میں سوئیوں کی طرح چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ ان نظروں میں [illegible] تھی لیکن کوئی ایسی بات ضرور تھی جس نے اس کا سکون اور اعتماد درہم برہم کر دیا۔

اس نے کمرے میں پہنچ کر دروازہ مقفل کر دیا اور اس کے سامنے کرسی لگا دی پھر وہ جلدی جلدی [illegible] ہوئے مضامین میں جونی کا مضمون تلاش کرنے لگی۔ جونی کا مضمون موجود تھا لیکن وہ اس ترتیب میں نہیں تھا جس ترتیب سے وہ مضامین رکھنے کی عادی تھی۔ وہ بچوں کے آخری نام کے پہلے حروف تہجی سے تمام مضامین ترتیب سے رکھتی تھی۔

اب اسے یہ یاد نہیں رہا تھا کہ اس نے جونی کا مضمون اس ترتیب میں رکھا تھا یا نہیں لیکن وہ [illegible] اس حقیقت کو وہ کس طرح جھٹلا سکتی تھی۔ اسے پورا یقین تھا کہ جب وہ اپنے کمرے میں آئے گی تو جونی کا مضمون غائب ہوگا اور اب اس کی موجودگی نے اس کے یقین کو متزلزل کر دیا تھا۔ جس بنیاد پر عمارت تعمیر کی گئی تھی، وہ اپنے مقام سے کھسک گئی تھی۔

وہ کتنی دیر سوتی رہی، اس کا تو مارتھا کو اندازہ نہیں تھا۔ آدھی رات کے بعد کسی وقت اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔ چند لمحے وہ یہ جاننے کی کوشش کرتی رہی کہ آنکھ کھلنے کی وجہ کیا ہے پھر اس [illegible] محسوس کی تو اچھل کر بستر پر سے کھڑی ہو گئی۔ [illegible] کا فرش بھی ہل رہا تھا اور نیچے سے ایسی آوازیں آرہی تھیں جیسے دو بھینسے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں۔ وہ تمام احتیاطی تدابیر بھول کر دوڑتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی اور سیڑھی کے چبوترے پر رک کر نیچے کی سن گن لینے کی کوشش کرنے لگی۔ ایک کرسی زور سے دیوار کے ساتھ ٹکرائی پھر ایک میز الٹنے کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ اسے گہرے گہرے سانس لینے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ یہ تمام آوازیں باورچی خانے سے آرہی تھیں۔ وہ سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آئی اور باورچی خانے کے دروازے پر کھڑی ہو گئی۔

باپ بیٹے ایک دوسرے سے گتھم گتھا بری طرح اپنے مدمقابل کو رگیدنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ ان کی جدوجہد نے باورچی خانے کی ہر چیز کو تہ و بالا کر دیا تھا۔ جونی کی ماں ایک کونے میں خوف زدہ سی کھڑی تھی۔ اس نے جلتی ہوئی لالٹین اٹھا رکھی تھی تاکہ لڑائی کے دوران لالٹین گر کر نہ ٹوٹ جائے اور لکڑی کا بنا ہوا مکان آگ نہ پکڑ لے۔

"دروازہ کھول احمق عورت، جلدی کر میں نے [illegible] پر قابو پا لیا ہے۔" میسن نے بری طرح پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا اور جونی کی ماں نے جلدی سے باورچی خانے کا عقبی دروازہ کھول دیا۔ میسن اپنے بیٹے کو رگیدتا ہوا دروازے تک لایا اور پھر پوری قوت کے ساتھ اسے مکان سے باہر دھکیل دیا پھر اس نے ایک [illegible] اٹھائی جو باورچی خانے کے ایک کونے میں اپنے خون کے تالاب میں پڑی ہوئی تھی اور مرغی کو باہر اپنے بیٹے کی طرف پھینک دیا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" اس نے چیخ کر اپنے بیٹے کو مخاطب کیا۔ "میں اپنے گھر میں شراب پی کر چوری کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ تم نشے کی حالت میں یہاں نہیں آسکتے۔" اس نے زور سے دروازہ بند کر دیا اور چٹخنی لگا دی۔

"فوراً اس فرش کی صفائی کرو۔" اس نے غراتے ہوئے اپنی بیوی کو حکم دیا اور دندناتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

مارتھا نیند میں چلنے والے انداز میں آہستہ آہستہ باورچی خانے میں داخل ہوئی۔

"جب بھی ایڈ شراب پی کر کچھ چوری کرتا ہے تو ان میں اسی طرح خوب لڑائی ہوتی ہے۔" مسز میسن نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "ویسے ایڈ چور نہیں ہے لیکن شراب پی کر اس کا ذہن الٹ جاتا ہے۔" وہ جھاڑو اٹھا کر چوبی فرش پر جمے ہوئے خون پر پانی چھڑکتے ہوئے اسے رگڑ رگڑ کر صاف کرنے لگی۔ "اس کا صاف ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے۔" مسز میسن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "پچھلی مرتبہ بھی میں نے کئی بار رگڑا تب کہیں جا کر فرش صاف ہوا تھا۔"

"باپ بیٹے اکثر اسی طرح لڑتے رہتے ہیں؟" بہت دیر بعد مس مارتھا نے دھیمے لہجے میں سوال کیا۔

''اکثر جب ایڈ خوب شراب پی لیتا ہے۔'' مسز میسن نے اعتراف کرتے ہوئے جواب دیا۔ ''ابھی پچھلی مرتبہ اس نے مسٹر اوبرین کی گاڑی چرائی تھی اور اس طرح ٹھاٹ سے گاڑی چلاتا ہوا یہاں لایا جیسے وہ اس کا مالک ہو۔ مسٹر میسن پھر چپکے سے گاڑی واپس اوبرین کے مکان پر چھوڑ کر آئے۔ اسی وقت، رات کے دو بجے۔''

مارتھا کی ناک میں کسی چیز کے جلنے کی بو آئی۔ میسن کا ہیٹ چولھے میں موجود گرم راکھ کے اوپر پڑا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے ہیٹ اٹھا کر ایک کرسی کی پشت سے مارتے ہوئے جھاڑ دیا۔ اسے عقب میں ہلکے ہلکے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ جونی باورچی خانے کے دروازے [illegible] آنکھیں مل رہا تھا۔

''مجھے پھر وہی خواب نظر آیا ہے ماں۔'' جونی نے کہا۔ ''میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارا مکان زور زور سے ہل رہا......''

''اچھا بس جاؤ، جا کر سو جاؤ۔'' مسز میسن نے [illegible] میں کہا۔ ''اور اس خواب [illegible] لکھنا، سمجھ گئے۔'' مسز میسن زمین پر پڑے ہوئے خون کے سامنے اس طرح کھڑی ہو گئی تھی جیسے وہ جونی کی نظروں سے اسے پوشیدہ رکھنا چاہتی ہو۔ ''آج رات پھر جنگل سے ایک لومڑی ہمارے مکان میں گھس آئی تھی۔ تمہارے [illegible] نے اسے مار دیا۔ بس اور کوئی خاص بات نہیں تھی۔''

جونی اپنے کمرے میں واپس چلا گیا تو مارتھا بھی اپنے کمرے کی طرف پلٹ گئی۔ [illegible] اس کے چہرے پر عجیب [illegible] جو اس وقت کسی کے چہرے پر پیدا ہوتے ہیں جب وہ خود کو دنیا کا احمق ترین انسان محسوس کر رہا ہو۔

اس نے کمرے کی کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھا تو اسے دور چاند کی روشنی میں ایڈ [illegible] قدموں سے ایک طرف جاتا ہوا نظر آیا۔ وہ پوری قوت سے چیخ چیخ کر کوئی گانا گا رہا تھا۔

☆☆☆

پتا نہیں کیا بات تھی۔ سراغرساں کینڈال اسے ہمیشہ ایسے موقعوں پر ٹکراتا تھا جب وہ اس کی صورت بھی دیکھنے کی روادار نہیں ہوتی تھی۔ دوسری صبح جب وہ اسکول جانے کے لیے بس سے نیچے اتری تو وہ اچانک کہیں سے نمودار ہو کر اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ ''ہیلو مس، کیسے حال چال ہیں کوئی خاص بات معلوم ہوئی؟''

اس نے جھلا کر تیز تیز قدموں سے آگے نکلنے کی کوشش کی۔

''میں نے ہیڈ کوارٹر کے ذریعے شہر کے تمام تھانوں سے گمشدہ افراد کی فہرست طلب کر لی ہے۔ اب تک مجھے کوئی اطلاع تو موصول نہیں ہوئی شاید دوپہر یا شام تک کچھ معلوم ہو سکے۔''

مارتھا نے سر موڑ کر سراغرساں کینڈال کی طرف دیکھا۔ ''تمہیں کہیں سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوگی۔ شہر سے کوئی شخص غائب ہی نہیں ہوا۔ تم اس سارے معاملے کو بھول جاؤ۔ ٹھیک ہے، تم مجھ پر ہنس سکتے ہو، خوب قہقہے [illegible] کیونکہ تمہارا خیال درست تھا [illegible]''

''تمہارا مطلب [illegible]''

''میرا مطلب ہے کہ جونی نے اس رات جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہی مسز میسن نے گزشتہ شب خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ محض ایک خانگی جھگڑا تھا، میں خوب [illegible] بے وقوف بنی۔''

''اب تم کیا کرو گی؟''

''[illegible] اپنا سامان واپس لے آؤں گی۔''

''خیر رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔'' کینڈال نے مارتھا کے لہجے میں افسردگی محسوس کرتے ہوئے کہا۔ ''کوئی بھی [illegible] کا شکار ہو سکتا ہے۔''

مارتھا کو دل میں یہ اعتراف کرنا پڑا کہ یہ سراغرساں کم از کم اتنا مہذب ضرور ہے کہ اس نے اس کے منہ پر ہنسنے کی کوشش نہیں کی۔ ممکن ہے بعد میں [illegible] نے جا کر اپنے دوستوں کو پورا واقعہ سنائے اور سب [illegible] خوب قہقہے لگائیں۔

جب وہ اسکول سے فارغ ہو کر اس مکان پر [illegible] تو مسز میسن تنہا تھی اور حسب معمول باورچی خانے میں مشغول تھی۔ مسز میسن نے سوالیہ نظروں سے مہمان کی طرف دیکھا جیسے وہ اس سے کچھ پوچھنا چاہتی ہو لیکن مارتھا خاموش رہی۔ وہ اس وقت کسی سے بھی بولنے کے موڈ میں نہیں تھی۔ وہ اپنا سامان باندھ کر واپس جاتے ہوئے مسز میسن کو اپنے ارادے سے [illegible]

اپنے کمرے میں آ کر وہ لباس کی تہ بنانے لگی جو گزشتہ شام اس نے جنگل میں چہل قدمی کے وقت استعمال کیا تھا۔ اسے ایک جگہ خون کا بڑا سا دھبا نظر آیا۔ وہ کچھ دیر قریب سے دھبے کو دیکھتی رہی۔ تب اسے یاد آیا کہ وہ گزشتہ سہ پہر جنگل میں چلتے چلتے تھک گئی تھی تو زمین پر گرے

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

ہوئے ایک درخت کے پاس ستانے کے لیے بیٹھ گئی تھی اور یہ دھبا اس وقت لباس پر لگا ہوگا جو اسے خون کا نظر آ رہا تھا لیکن اب وہ مزید یہ دھوکا کھانے کے موڈ میں نہیں تھی۔ وہ پہلے ہی ایک سراب کے پیچھے دوڑ کر اپنا بہت وقت برباد کر چکی تھی۔ اس نے بیگ میں لباس ٹھونس دیا۔

بچوں کے لکھے ہوئے مضامین میز پر رکھے ہوئے تھے۔ سب سے اوپر جونی کا مضمون رکھا ہوا تھا جس کی وجہ سے یہ سارا معاملہ شروع ہوا تھا۔ وہ بلاوجہ جونی کا مضمون اٹھا کر ایک مرتبہ پھر پڑھنے لگی۔ مضمون پڑھنے کے بعد وہ بستر پر بیٹھ گئی اور بہت دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے بیگ میں سے اپنا لباس نکالا اور بہت دیر تک خون کے دھبے کو گھورتی رہی۔

دروازے پر کسی نے دستک دی اور پھر مسز میسن نے اندر جھانک کر دیکھا۔ ''کیا سامان باندھ رہی ہو، میں تمہاری مدد کروں؟'' اس نے پوچھتے ہوئے دریافت کیا۔

مارتھا نے سرد نظروں سے اپنی میزبان کو دیکھا۔ ''تم سے کس نے کہا کہ میں واپس جا رہی ہوں؟ میں ابھی مزید دو تین روز ٹھہرنا چاہتی ہوں۔''

مسز میسن یہ سن کر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی اس نے سر اٹھا کر اپنے بچے کی استانی کو دیکھا۔ کچھ کہنے کے لیے اس کا منہ کھلا لیکن فوراً ہی بند ہوگیا پھر وہ دروازہ بند کرکے واپس چلی گئی۔

اصل مسئلہ سیڑھیوں پر سے بے آواز اترنے کا تھا۔ پورے مکان پر گہرا سکوت اور تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ دونوں باپ بیٹے سوتے ہوئے خراٹے لیتے ہیں اور سیڑھیوں پر سے اترتے ہوئے وہ ان کے خراٹوں کی گونج سن رہی تھی۔ اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ ٹارچ روشن کرکے اندھیرے کا سینہ چاک کر سکے جو اس وقت اس کے ہاتھ میں موجود تھی۔ اس نے شام کو اس علاقے کے بازار سے دو چیزیں خریدی تھیں۔ ایک طاقت ور ٹارچ اور دوسرے لمبا سا لباس۔ اس نے بانس مکان کے باہر گیراج میں چھپا دیا تھا۔ جو اب گودام کی حیثیت میں استعمال کیا جاتا تھا۔

اسے سیڑھیوں پر سے اترنے میں آدھ گھنٹا لگ گیا لیکن وہ کام بخیروخوبی ہوگیا۔ اس کے بعد وہ پنجوں کے بل چلتی ہوئی دروازہ کھول کر مکان سے باہر نکل گئی۔ اس نے ٹوٹے ہوئے گیراج میں سے بانس نکالا اور ٹارچ روشن کرکے جنگل کی طرف روانہ ہوگئی۔ اسے ایک ثبوت کی ضرورت تھی، خواہ کچھ بھی ہو۔ ایک کوٹ کا بٹن ہی کیوں نہ ہو، کسی سوٹ کی چھوٹی سی دھجی ہو جسے وہ سراغرساں کینڈال کے سامنے پیش کر سکے۔ اس نے صبح ہی سراغرساں کے سامنے اپنی ناکامی کا اعتراف کیا تھا۔ جس کے بعد وہ کسی ثبوت کے بغیر اس کے سامنے نہیں جا سکتی تھی اور ایسا کوئی ثبوت ملنے تک اسے تنہا ہی کام کرنا تھا..... اس نے بانس اس لیے خریدا تھا اور اس کے ایک سرے پر آہنی انگلیاں باندھ دی تھیں۔ وہ اسے تالاب کی تہ میں ڈال کر دیکھنا چاہتی تھی۔ اگر وہاں کوئی لاش ہوئی تو اس کی آہنی انگلیاں لاش کے لباس میں پھنس کر کوئی نہ کوئی ثبوت مہیا کر دیں گی۔

آسمان پر پورا چاند نکلا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں طاقت ور ٹارچ موجود تھی۔ اس کے باوجود اسے جنگل کی راستے تلاش کرنے میں بے حد دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ صاف شفاف پانی میں تالاب کی سفید ریت چاندنی میں پگھلی ہوئی چاندی کا تاثر پیش کر رہی تھی۔ وہ چند لمحے محویت کے عالم میں وہ منظر دیکھتی رہی اور جب اس کو ریت کی اصلیت کا خیال آیا تو اس کے بدن میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ اس نے ٹارچ اپنے قدموں میں رکھی اور بانس کا آہنی پنجوں والا سرا پانی میں ڈالا۔ فولادی پنجہ ریت میں گھستا چلا گیا۔ وہ ریت کا رد عمل دیکھنے کے لیے رک گئی لیکن یہ حسرت اس کے دل میں رہ گئی۔

عقب سے ایک مضبوط مردانہ ہاتھ اچانک اس کے جسم پر جم گیا۔ مارتھا نے گھبرا کر بانس چھوڑ دیا اور دونوں ہاتھوں سے منہ پر جمے ہوئے ہاتھ کو ہٹانے کی جدوجہد کرنے لگی۔ چند لمحوں بعد دوسرے مردانہ ہاتھ نے اس کے دونوں ہاتھوں کی کلائیاں اپنی آہنی گرفت میں جکڑ لیں۔ ''میں نے اسے قابو میں کر لیا ہے ایڈ۔'' میسن نے پرسکون اور بلند لہجے میں کہا۔

''میں آرہا ہوں ڈیڈی۔'' اسے ایڈ کی آواز سنائی دی۔

گویا اس نے گھر میں خراٹوں کی جو آوازیں سنی تھیں وہ مصنوعی تھیں اور باپ بیٹے بانس دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ اس کی منزل مقصود کیا ہے۔ وہ مختصر راستہ اختیار کرکے اس سے پہلے ہی تالاب پر پہنچ گئے تھے۔ میسن کا حملہ اس قدر خاموش اور بے آواز تھا کہ آخری لمحے تک اسے خطرے کا احساس نہیں ہوسکا۔ قاتلوں نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑا تھا

اور وہ ان جانوروں سے کسی قسم کے رحم کی توقع نہیں رکھتی تھی۔ وہ ہاتھ چھڑانے کے لیے پوری قوت سے جدوجہد کرنے لگی۔ وہ اس کے لیے زندگی اور موت کی کشمکش تھی۔ کسی طرح وہ ایک ہاتھ آزاد کروانے میں کامیاب ہو گئی۔ دوسری کلائی آزاد ہوتے ہی اسے نقل و حرکت کی جگہ مل جاتی۔ وہ ایک وحشی سے نمٹ سکتی تھی بشرطیکہ دوسرا درندہ اس وقت تک علیحدہ رہتا۔ اچانک اس کا آزاد ہاتھ ایک مردانہ ہاتھ کی گرفت میں آگیا۔ اس کی دوسری کلائی بھی ایک تیسرے ہاتھ نے جکڑ لی۔

''میں نے پکڑ لیا ہے ڈیڈی، آپ ہٹ جائیں۔'' اسے ایڈ کی آواز سنائی دی۔

اس کے منہ پر جما ہوا ہاتھ ہٹ گیا لیکن ایڈ اس کے دونوں ہاتھ بے رحمی سے موڑتے ہوئے پشت کی طرف لے آیا۔

میسن اس کے سامنے آگیا۔ ''تم یہ جاننا چاہتی ہو کہ اس تالاب کی تہ میں کیا ہے؟''

''پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟'' مارتھا کا دل ڈوبنے لگا۔ ''مجھے چھوڑ دو ذلیل، کمینے''

اسے اپنی پشت سے ایڈ کی بھیانک ہنسی کی آواز سنائی دی۔ ''تم ہمارا مطلب خوب جانتی ہو اور ہمیں بھی تمہارے مقصد کا اچھی طرح علم ہے۔ جلد ہی تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گی۔''

''آپ اس کے جوتے اور موزے اتار دیں ڈیڈی۔'' ایڈ نے اپنے باپ سے کہا۔ ''احتیاط کے ساتھ، موزے پھٹنے نہ پائیں، نہ جوتے خراب ہوں۔ انہیں تالاب کے کنارے پر سجا کر رکھ دیں۔''

''کیوں، کس لیے؟''

''اس لیے ڈیڈی کہ بہت سے لوگوں کو اس کے ہمارے گھر ٹھہرنے کا علم ہو گیا ہے۔ ممکن ہے اس نے خود کسی کو بتایا ہو۔ ممکن ہے جونی نے کلاس میں دوسرے بچوں کو بتا دیا ہو۔ اگر یہ اچانک غائب ہو گئی تو پولیس سب سے پہلے ہمارے گھر آئے گی اور ہمیں ان سے جان چھڑانی مشکل ہو جائے گی۔''

''تو پھر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟''

''اس کے جوتے اور موزے تالاب کے کنارے پر رکھے ہوں گے جنہیں دیکھ کر یہ فرض کر لیا جائے گا کہ یہ صبح ہوا خوری کے لیے اس طرف آئی تھی اور تالاب میں تھوڑا پانی دیکھ کر اندر چلی گئی۔ اسے دلدلی ریت کا علم نہیں تھا۔ دلدل نے اسے اندر کھینچ لیا۔ اس طرح پولیس مطمئن ہو کر اسے اتفاقی حادثہ قرار دے دے گی۔''

مارتھا کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اس کے حواس معطل ہو گئے۔ ذہن نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ وہ میسن کو جوتے اتارنے سے روکنے کے لیے بری طرح لاتیں چلانے لگی۔ اسے اتنا ہوش بھی نہیں رہا کہ وہ انہیں یہ بتا دیتی کہ اسے تالاب کے بارے میں سب کچھ علم ہے۔ وہ گزشتہ روز جونی کے ایک دوست کو دلدل سے بچا چکی ہے اور جونی کے علاوہ اس کے دو دوست اس امر کے گواہ ہیں۔ وہ ان سے یہ بھی نہ کہہ سکی کہ سراغرساں کینڈال کو اس بات کا بھی علم ہے کہ وہ ان کے گھر ٹھہری ہوئی ہے۔

میسن اس کی ایک ٹانگ پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے احتیاط سے اس کا جوتا اور موزا اتارا اور پھر یہی عمل دوسری ٹانگ کے ساتھ ہوا۔

''تم نے اس پر غور کیا کہ پولیس لاش کی دستیابی کے لیے تالاب کھنگالے گی اور یہ ہمارے حق میں برا ہوگا۔''

''وہ اپنی تلاش جوتوں کے پاس سے شروع کریں گے اور جب مس مارتھا انہیں جوتوں کے قریب ہی مل جائے گی تو وہ اپنی تلاش ختم کر دیں گے۔ اس کے بعد وہ پورا تالاب کھنگالنے کی زحمت نہیں کریں گے ڈیڈی۔ آپ مطمئن رہیں، کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔''

وہ ایسے پرسکون انداز میں گفتگو کر رہے تھے جیسے کسی غیر اہم اور معمولی موضوع پر تبادلہ خیال ہو رہا ہو۔ ان کے لہجوں نے مارتھا کو دہشت زدہ کر دیا تھا۔ اسے یقین کرنا پڑا کہ وہ واقعی اسے زندہ موت کے حوالے کر دیں گے۔ دلدل میں دھنستے ہوئے آہستہ آہستہ ایک ایک انچ مرنا زندہ دفن ہونے کے مترادف تھا۔ اس کے حلق سے ایک دہشت ناک چیخ نکلی اور درختوں سے ٹکرا کر گونجنے لگی مگر درخت اس کی کیا مدد کر سکتے تھے۔

''کیوں نہ رومال ٹھونس کر اس کا حلق بند کر دیا جائے۔'' میسن نے بیٹے کے سامنے تجویز پیش کی۔

''یہ مناسب نہیں ہوگا ڈیڈی۔ لاش دستیاب ہونے پر پولیس والے سوچیں گے کہ یہ رومال اس کے منہ میں کہاں سے آیا۔ اسے چیخنے دیں، یہاں اس کی چیخ سننے والا کون ہے۔''

مارتھا کسی جنگلی جانور کی طرح جان بچانے کے لیے

URDU TUBE
A HOUSE OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

بری طرح جدوجہد کررہی تھی۔ اس کے حلق سے دہشت ناک چیخیں بلند ہورہی تھیں۔ اب اسے اتنا ہوش نہیں تھا کہ وہ باپ بیٹے کے درمیان ہونے والا تبادلہ خیال سن سکے۔

''اسے اگر ہم تالاب میں پھینک دیں گے تو یہ اٹھ کر بھاگنے لگے گی اور اس طرح کنارے پر سے دور چلی جائے گی۔'' میسن نے قدرے تشویش سے کہا۔

''یہ جو اپنے ساتھ بانس لائی تھی، یہ کب کام آئے گا ڈیڈی۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو، میں بانس اٹھالیتا ہوں۔ تم اسے دھکیلتے ہوئے تالاب کی طرف لے چلو۔''

ایڈ اسے دھکیلتا ہوا تالاب کے کنارے لے گیا۔

پھر اس نے پھرتی سے مارتھا کو اپنی گود میں اٹھالیا اور دوسرے لمحے تالاب کی طرف اچھال دیا۔ ایک زوردار چھپاکے کی آواز آئی اور اس نے خود کو سفید ریت کے نرم بستر پر پڑا ہوا محسوس کیا۔ دہشت سے اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اس کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی جو درمیان ہی میں دم توڑ گئی۔ مارتھا کے پیٹ میں بانس کا سرا آہستہ چلا گیا۔ مارتھا کا سانس تقسیم ہوگیا، دم گھٹنے لگا۔

اچانک بانس کا دباؤ پیٹ پر سے ختم ہوگیا۔ اس نے اپنے نیچے ریت کو حرکت کرتے ہوئے محسوس کیا۔ وہ اب کھڑی ہوئی لیکن اسے دیر ہوگئی تھی۔ اس کے قدم ریت میں دھنس گئے تھے... ٹخنوں تک اور کوئی نامعلوم قوت اسے آہستہ آہستہ نیچے کی طرف کھینچنے لگی تھی۔

اسی دوران تالاب کے قریب جنگل میں کوئی واقعہ ظہور میں آرہا تھا۔ مارتھا کے حواس اس کا پوری طرح ادراک نہیں کرسکے۔ اس کی نظروں کے سامنے جنگل میں جگنو سے چمک رہے تھے اور وقفے وقفے سے ایسی آوازیں آرہی تھیں جیسے درختوں کے تنے ٹوٹ کر گر رہے ہوں۔ کچھ بھاری بھرکم اجسام ہر طرف سے اچانک نمودار ہوئے اور تالاب کی طرف بڑھنے لگے۔ ایک شعلہ لپکا اور پھر مارتھا کو ایک چیخ سنائی دی۔

''گولی مت چلانا۔''

مارتھا نے آواز کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ وہ تیز روشنی میں نہا گئی۔ اس کی چیخیں معدوم ہوکر ہچکیوں میں تبدیل ہوگئیں۔ اسے یہ احساس تو ہوگیا تھا کہ کچھ لوگ اس کی مدد کو آگئے ہیں لیکن وہ اپنے زندہ بچ جانے کی طرف سے مایوس ہوچکی تھی۔ وہ گھٹنوں گھٹنوں دلدل میں دھنس گئی تھی۔

''ادھر آؤ، دیکھتے نہیں ہو یہ کیا ہورہا ہے؟'' کسی نے چیخ کر کہا۔ ''یہ ریتیلی دلدل ہے، جلدی کرو۔'' مارتھا کو اپنے جسم سے بانس ٹکراتا ہوا محسوس ہوا۔ ''اسے پکڑلو مس۔'' اسی آواز نے چیخ کر کہا۔ اب وہ آواز پہچان گئی تھی۔ وہ سراغ رساں کینڈال تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی کے ساتھ بانس پکڑلیا۔

''رسی لاؤ جلدی کرو۔'' کینڈال نے چیخ کر کسی کو حکم دیا۔

مارتھا آہستہ آہستہ نیچے کی طرف دھنس رہی تھی۔ موت کی دہشت اس کے حواس زائل کیے دے رہی تھی۔ وہ بمشکل حواس قائم رکھنے کے لیے جدوجہد کررہی تھی۔ مدد آنے تک اس کا ہوش میں رہنا بہت ضروری تھا۔ بھاری بھرکم قدم دوڑ رہے تھے۔ کوئی چیخ چیخ کر احکامات صادر کررہا تھا پھر اسے پانی میں اپنے بالکل قریب چھپاکے کی آواز سنائی دی اور رسی کا پھندا اس کی کمر کے گرد تنگ ہوگیا۔

''مارتھا! مارتھا!'' کینڈال نے کنارے پر سے چیخ کر اسے متوجہ کیا۔ ''اپنے دونوں ہاتھ رسی کے حلقے میں ڈال کر اسے اپنے گرد تنگ کرلو اور زور زور سے ٹانگیں چلاؤ، پوری قوت سے۔''

[illegible] ہوا۔ اس نے پوری قوت لگا کر ٹانگیں چلانے کی کوشش کی لیکن انہیں جنبش تک نہ دے سکی۔ اسے زبردست قوت کنارے کی طرف کھینچ رہی تھی لیکن دلدل کی قوت اسے چھوڑنے پر تیار نہیں تھی۔ رسی کو پولیس کے تین جوان پوری قوت سے کھینچ رہے تھے۔

''تمہیں تکلیف تو نہیں ہورہی مارتھا؟'' اسے کینڈال کی تشویش بھری آواز سنائی دی اور اچانک اس کی ٹانگوں سے چپکی ہوئی ریت بے جان ہوکر ادھر ادھر بکھرنے لگی۔ اس کی ٹانگیں آزاد ہوگئیں۔ چند لمحوں بعد کئی مضبوط مردانہ ہاتھوں نے اسے پکڑلیا۔

☆☆☆

''میں نے ہیڈکوارٹرز کے ذریعے تھانوں سے گم شدہ افراد کی جو فہرست طلب کی تھی وہ کوشش نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔'' سراغ رساں کینڈال اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ وہاں مسز میسن اور جونی بھی موجود تھے۔ اس وقت وہ میسن خاندان کے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ''جانسن نام کا ایک سفری سیلز مین غائب تھا۔ اس کی رہائش شہر کے دوسرے علاقے میں تھی۔ وہ تین ہفتے کے دورے پر گیا تھا لیکن جب ایک ہفتہ زائد گزرنے پر بھی وہ واپس نہیں آیا

URDU TUBE
www.urdutubes.com

تب وہ جس ادارے کی نمائندگی کرتا تھا انہوں نے اپنے طور پر معلومات کیں تو پتا چلا کہ وہ واپسی کے سفر پر روانہ ہوگیا تھا۔ انڈین ریور کے علاقے میں دیکھے جانے کے بعد وہ غائب ہوگیا۔ اس کے پاس خاصی بڑی رقم بھی تھی۔ چند گھنٹے قبل ادارے کے سربراہ نے متعلقہ تھانے میں گمشدگی کی رپورٹ درج کروائی تھی اور مجھے گھنٹا بھر پہلے اس کی اطلاع ملی تو مجھے فوراً میسن خاندان کا خیال آیا جس کے لیے میں تمہارا شکرگزار ہوں مس۔ میں چند ساتھیوں کے ساتھ فوراً ادھر روانہ ہوگیا۔ ان کے مکان کے قریب مجھے جونی ایک سمت میں دوڑتا ہوا نظر آیا [illegible] کے لیے پڑوسی مسٹر اوبرین [illegible] اس کی ماں کا ضمیر بیدار ہوگیا تھا۔ [illegible] شوہر اور سوتیلا بیٹا کلاس ٹیچر کو [illegible] گئے ہیں۔ اس ہی نے جونی [illegible] کرکے مدد کے لیے طلب کیا تھا [illegible] کچھ بتا دیا ہے۔'' حیرت انگیز [illegible] تھی۔ ''میں نے ہیڈ کوارٹر سے [illegible] تالاب کی تہ سے گاڑی نکالنے کی کوشش کریں گے۔''

''گاڑی؟''

''ہاں، انہوں نے جانسن کو قتل کرکے گاڑی سمیت تالاب میں پھینک دیا تھا۔''

صبح مس مارتھا نیند سے بیدار ہوئی تو اس کی [illegible] ہشاش بشاش تھی۔ وہ ٹہلتی ہوئی تالاب کی طرف چلی گئی جہاں پولیس والے ساری رات کام میں مشغول رہے تھے۔ تالاب کے کنارے پرانے ریت [illegible] جو دراصل مقتول جانسن کی گاڑی تھی۔

''مقتول اس وقت بھی اپنی گاڑی میں موجود ہے۔'' کینڈال نے اسے بتایا۔ ''دونوں باپ بیٹے نے اقبال جرم کرلیا ہے۔ میسن نے اس رات [illegible] لفٹ لی تھی اور کسی بہانے سے اسے [illegible] تاکہ وہ اس کا بٹوا غائب کرسکے۔ مقتول نے اسے [illegible] ہاتھوں پکڑلیا اور شور مچانا چاہا تھا کہ دونوں باپ بیٹے نے اسے قتل کردیا جس کے بعد انہوں نے لاش کو مقتول کی گاڑی میں ڈالا اور اسے چلاتے ہوئے تالاب کے پاس لے آئے۔ نہیں، نہیں گاڑی کے قریب مت جانا مس۔ وہ کوئی اچھا منظر نہیں ہے۔'' مارتھا رک گئی۔

''لیکن مس، یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ تم نے اچانک اپنا خیال کیوں بدل دیا؟'' کینڈال نے سوال کیا۔ ''کل صبح تو تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم۔۔ غلط فہمی کا شکار ہوگئی تھیں اور اس کے بعد......''

''اس کی وجہ جونی کا مضمون تھا مسٹر کینڈال۔'' مارتھا کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ ''میں واپسی کے لیے سامان باندھ رہی تھی کہ ایک مرتبہ پھر جونی کا مضمون پڑھنے بیٹھ گئی۔ تمہیں یاد ہے مسٹر کینڈال جونی نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ اس کے باپ کا ہیٹ چولھے کے اندر گرا ہوا تھا۔ جب پرسوں رات باپ بیٹے نے میرے لیے ایک ڈراما اسٹیج کیا تو اس وقت بھی مجھے میسن کا ہیٹ چولھے میں گرا ہوا نظر آیا۔ یہ کیسے ممکن [illegible] دو مرتبہ باورچی خانے میں [illegible] مرتبہ اس کا ہیٹ لڑائی [illegible] ہے؟ ایسے اتفاقات بھی [illegible] دوسری بار ہیٹ کو چولھے [illegible] لیے جب مجھے اس کا [illegible] گئیں۔ لباس پر لگا ہوا [illegible] ایک جگہ بیٹھنے پر لگا تھا۔ [illegible] کی ٹوٹی ہوئی ٹہنیاں وغیرہ [illegible] ایک ٹارچ اور ایک بانس [illegible] تھا کہ تالاب کی تہ میں ایک لاش موجود ہوگی۔''

''اور تمہارا خیال درست ثابت ہوا۔''

[illegible] پرانے مکان میں بیٹھی ہوئی بچوں کے مضامین پڑھ کر نمبر دے رہی تھی۔ مکان [illegible] پر دستک دی۔

[illegible] ملنا چاہتے ہیں مس مارتھا۔ [illegible] ملاقات کی خاصی اہمیت رکھتی ہے۔'' ''مجھے معلوم ہے وہ [illegible] ان سے کہیں کہ وہ چند منٹ انتظار کریں۔ میں ایک بہت ضروری کام نمٹا رہی ہوں۔''

مکان [illegible] مارتھا نے جونی کا مضمون اٹھایا۔ اس پر 95% نمبر لکھ کر نیچے دستخط کیے۔ وہ اس سے زیادہ نمبر [illegible] اس نے کبھی اپنے کسی شاگرد کو اتنے نمبر نہیں دیے تھے۔ زندگی میں پہلی بار اس نے کسی مضمون کو نمبر دیتے ہوئے املا کی غلطیوں کو بھی نظرانداز کردیا تھا پھر اس نے اپنا ہیٹ سر پر رکھا، خواب گاہ کی روشنی گل کی اور سراغرساں کینڈال سے ملنے کے لیے سیڑھیاں اترنے لگی۔

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

ارسلان کی آنکھوں کے سامنے ہتھکڑیاں ناچنے لگیں۔ گرفتاری کے خوف سے اسے اپنا دل سینے میں بیٹھتا محسوس ہونے لگا۔ خوف بھی صرف گرفتاری کا نہیں تھا۔ گرفتاری کے بعد مقدمہ اور پھر اگر پھانسی نہیں تو عمر قید تو یقینی تھی کیونکہ وہ ایک قتل کا مرتکب ہو چکا تھا۔ اس کے بعد اسے وہاں سے بھاگ جانا چاہیے تھا اور اس کے دماغ میں شور بھی یہی تھا۔ ''بھاگ ارسلان! بھاگ یہاں سے!''

لیکن وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے پیر من من بھر کے ہو گئے تھے۔ وہ اس طرح لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا جیسے دوڑ کر کوئی چڑھائی طے کی ہو۔ وہ بار بار ارشد کی لاش کی طرف دیکھتا اور پھر لاش سے نظریں چرا لیتا۔

ارشد کی لاش صوفے پر گری ہوئی تھی اور اس کے سر سے بے تحاشا بہتا ہوا خون صوفے میں جذب ہوتا جا رہا تھا۔ صوفے کے سامنے تپائی پر شراب کی دو چھوٹی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ کرسٹل کا ایک گلاس بھی بوتل کے قریب رکھا تھا جس میں دو ایک گھونٹ مشروب باقی تھا۔ کرسٹل کا دوسرا گلاس جس میں ارسلان نے مشروب پیا تھا، اس کے ٹکڑے فرش پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ ارشد کا سر پھاڑنے کے

خوبصورت دھوکا

بعض اوقات جب اپنے پیاروں کا عکس اجنبی چہروں میں دکھائی دے تو بے نام اپنایت دل میں جگہ بنالیتی ہے... اور اس خوبصورت دھوکے سے ایک بے نام خوشی ملتی ہے لیکن... ان کا تعلق محض [illegible] اور [illegible] پر استوار ہونا ممکن نہ تھا اگرچہ سب کچھ حقیقت دکھائی دے رہا تھا مگر لاعلمی نے اسے خوابوں میں رہنے پر مجبور کردیا تھا۔ وہ جو دوستی نبھاتے نبھاتے دشمنی میں جان لے بیٹھا تھا۔ اب اپنی جان بچاتے بچاتے اپنا ہی دشمن بن گیا تھا لیکن... قدرت کبھی صاف دل اور نیک خصلت انسانوں کے ساتھ زیادتی نہیں ہونے دیتی... اگرچہ وہ بھی کچھ بری عادات کا شکار تھا مگر کچھ کمزور لوگوں کا سہارا بھی تھا لہٰذا ایک دن وہ خوبصورت دھوکا اس کی زندگی کی سب [illegible]

ایک دلفریب حسینہ کی خفیہ سرگرمیوں اور خونی واردات کا چونکا دینے والا انجام

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

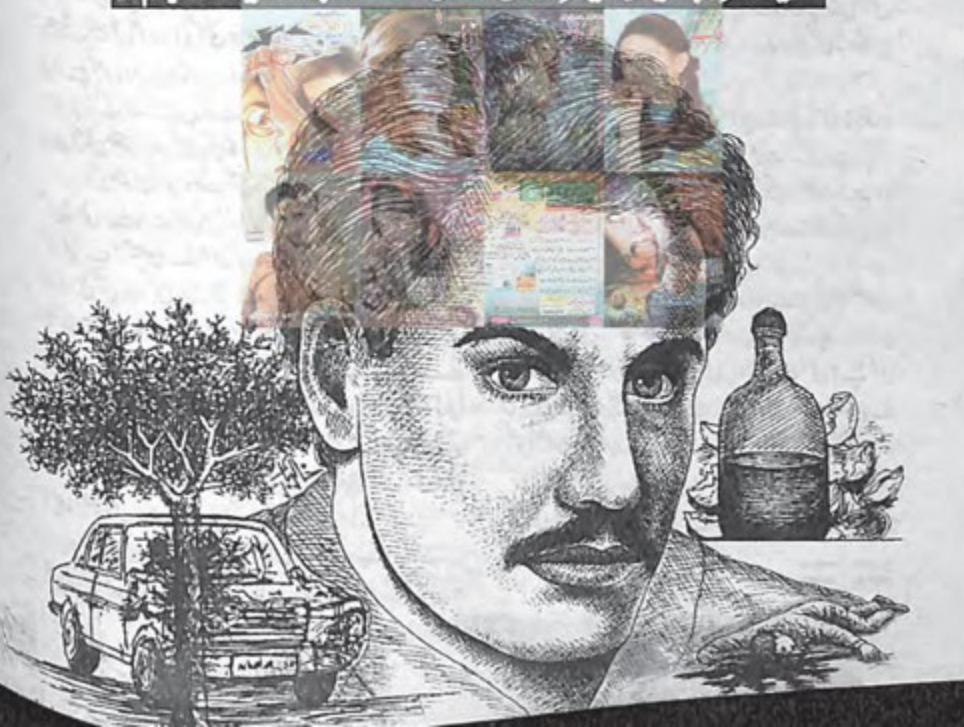

URDU TUBE

بعد فرش پر گرا تھا، تبھی اس کے ٹکڑے ہوئے تھے۔ ارسلان نے اس وقت تک صرف دو پیگ پیے تھے۔ ارشد اس وقت دوسرا پیگ ختم نہیں کرسکا تھا۔

ارشد کی بیوی کشمالہ اس وقت گھر میں نہیں تھی۔ ہفتے کی شام کو وہ عموماً اپنے والدین کے گھر چلی جاتی تھی۔ ارشد وہ تمام دن عموماً گھر پر ارسلان کے ساتھ مشروب پیتے ہوئے گزارتا تھا۔

ان دونوں کی دوستی بھی زیادہ پرانی نہیں تھی۔ کشمالہ کی ارشد سے شادی کے بعد ہی ارسلان نے اس سے تعلقات بنائے تھے اور اتنی تیزی سے بڑھائے کہ ہم پیالہ وہم نوالہ بن گئے تھے۔

ارسلان کا مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ اس بہانے وہ کشمالہ کو دیکھ لیتا تھا جس سے شادی کرنے کی خواہش تھی اسے۔ خود کشمالہ کسی اور کو پسند کرتی تھی لیکن اس کے والدین کو ارشد بھا گیا تھا چنانچہ انہوں نے کشمالہ کی شادی اسی سے کرادی۔

ارشد کو بھی کشمالہ پسند تھی۔ وہ اس شادی سے خوش تھا لیکن شادی کے چند دن بعد ہی اسے کسی طرح معلوم ہو گیا کہ کشمالہ کالج کے ایک اور نوجوان صفدر کو پسند کرتی تھی۔ یہ جاننے کے بعد وہ کشمالہ سے بدظن ہوتا چلا گیا۔ اس کے دل میں شکوک وشبہات بھی پیدا ہونے لگے کیونکہ صفدر نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی۔ ارشد اور کشمالہ کی شادی کو چھ ماہ سے زیادہ گزر چکے تھے۔ یہ کوئی بہت بڑا عرصہ نہیں تھا لیکن ارشد کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ کشمالہ اور صفدر اب بھی چوری چھپے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔

ارشد کے برخلاف ارسلان کو کشمالہ کے کردار پر کبھی شبہ تک نہیں ہوا تھا۔ اسے کشمالہ سے محبت ہی اتنی تھی کہ وہ اس کے بارے میں ایسی ویسی کوئی بات سوچ بھی نہیں سکتا تھا، نہ کسی اور سے بھی کشمالہ کے بارے میں ایسی کوئی بات سن سکتا تھا۔

اس شام بھی ہوا کہ ارشد نے کشمالہ کے خلاف کچھ ایسی باتیں کہہ دیں جو ارسلان کے لیے ناقابلِ برداشت تھیں۔ بات یہاں سے شروع ہوئی تھی۔ مشروب نوشی کے درمیان ارسلان نے کہا تھا۔ ''ہر ہفتے کے دن تمہاری اہلیہ کا معمول تمہارے لیے بہت مفید ثابت ہو رہا ہے۔ تم کہتے ہو نا کہ بیوی کی موجودگی میں مشروب نوشی کرنا اچھا نہیں لگتا۔''

ارشد نے ان باتوں کا جواب دینے کے بجائے سوال کر ڈالا۔ ''یہ تم کشمالہ کو میری اہلیہ کیوں کہتے ہو؟''

''کیوں!'' ارسلان ہنسا تھا۔ ''وہ تمہاری اہلیہ نہیں ہے؟''

''وہ تو ہے لیکن......'' ارشد اس طرح چپ ہو گیا جیسے اس کی کچھ سمجھ میں نہ آسکا ہو کہ اسے اپنی بات کس انداز میں کہنی چاہیے۔

''لیکن......'' ارسلان مسکرایا۔ ''میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم کیا کہتے کہتے رک گئے!''

ارشد سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

ارسلان ایک گھونٹ لے کر بولا۔ ''دوستوں کی بیویوں کو عموماً بھابی کہا جاتا ہے۔ تم اسی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہو نا؟''

''ہوں۔''

''لیکن مجھے یہ بات مضحکہ خیز لگتی ہے۔'' ارسلان نے جواب دیا۔ ''اگر میں تمہیں ارشد بھائی کہا کرتا تو تمہاری بیوی کو بھابی کہہ سکتا تھا۔''

''تو اس کا نام لیا کرو۔'' ارشد نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہونا تو یہی چاہیے لیکن مجھے خیال تھا کہ شاید تمہیں برا لگے۔''

''مجھے برا نہیں لگے گا۔'' ارشد نے سنجیدگی سے کہا۔ ''اس کا نام لے کر اسے پکارنے والا ایک اور بھی ہے۔''

''کون؟'' ارسلان سمجھ جانے کے باوجود بے اختیار پوچھ بیٹھا۔

''اس کا عاشق صفدر۔'' ارشد کے لہجے میں تلخی تھی۔

ارسلان کو اس کا یہ انداز اچھا نہیں لگا، وہ کچھ توقف سے بولا۔ ''تمہیں اپنی بیوی کے بارے میں اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے۔''

''اپنی بیوی کے بارے میں کوئی بھی، کچھ بھی کہہ سکتا ہے۔ تم میرے بہت اچھے دوست بن چکے ہو اس لیے میں تمہارے سامنے اپنے دل کا غبار نکال سکتا ہوں۔ کشمالہ اپنے کالج کے ایک لڑکے صفدر سے محبت کرتی ہے۔ یہ جو وہ ہر ہفتے اپنے گھر جاتی ہے تو یقیناً صفدر سے بھی ملتی ہوگی۔''

''تمہیں کسی ثبوت کے بغیر کشمالہ کے بارے میں ایسی بات نہیں کرنی چاہیے۔''

''ثبوت!'' ارشد مسکرایا۔ ''اچھا لگا کہ تم نے اس کا نام لیا۔ رہی ثبوت کی بات تو میں کسی عدالت کا جج نہیں ہوں جو فیصلہ کرتے وقت ثبوت کا محتاج ہوتا ہے۔ میں تمہیں صاف صاف بتاؤں کہ میں اب کسی دن بھی کشمالہ کو طلاق دے سکتا ہوں۔ مجھے اس کے جسم سے گھن آنے لگی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ جسم کسی اور کی آغوش میں بھی جاتا ہوگا۔''

''ارشد!'' ارسلان کو غصہ آگیا۔ ''تمہیں کشمالہ کے بارے میں اتنی رکیک بات سوچنا بھی نہیں چاہیے۔''

''میں تو یہ تک کہہ سکتا ہوں کہ جو عورت شادی کے بعد اپنے شوہر کے بجائے کسی ایک کی آغوش میں جاسکتی ہے

URDU TUBE
www.urdutubes.com

توکسی دوسرے کی آغوش میں بھی جاسکتی ہے۔"

"ارشد!" ارسلان کا غصہ مزید بڑھ گیا۔

"تم بھی ٹرائی کر کے دیکھو۔" ارشد تلخی سے مسکرایا۔ "خوب صورت تو تم بھی ہو۔ میرا خیال ہے کہ وہ تمہاری آغوش میں آنے کے لیے بھی تیار ہوجائے گی۔" یکایک اس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ اب نہ جانے کیوں اس کا چہرہ بالکل سپاٹ ہوگیا تھا۔

"بکواس مت کرو!" ارسلان اتنا بھڑکا کہ اس نے اپنے ہاتھ میں دبا ہوا مشروب کا گلاس پوری قوت سے ارشد کے سر پردے مارا۔

اور اب وہ خوف زدہ تھا۔

"یہ میں کیا کر بیٹھا ہوں۔" وہ سوچ رہا تھا۔ کوئی طاقت اسے وہاں سے بھاگ جانے پر اکسا رہی تھی۔ اسے اپنے سامنے [illegible] محسوس ہو رہی تھیں لیکن وہ بھاگ نہیں پا رہا تھا۔ اس کی ٹانگیں جیسے پتھرا کر رہ گئی تھیں۔

دروازہ کھلنے کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ [illegible] خیالات کے بھنور سے نکل کر اس نے کشمالہ کو دیکھا [illegible] ایک قدم کمرے میں آچکا تھا لیکن پھر وہ ٹھٹک کر رک گئی تھی۔ اس کی آنکھیں اس طرح پھیل گئی تھیں جیسے وہ شدید خوف زدہ ہوگئی ہو۔ اس کی نظر فرش پر پڑی ہوئی ارشد کی لاش پر تھی۔

"یہ...... یہ...... کیا!" وہ ہکلائی۔

ارسلان نہیں چاہتا تھا لیکن اس کے منہ سے تیز سرگوشی نکل گئی۔ "میں نے اسے مار ڈالا۔"

"کیوں؟" کشمالہ کے منہ سے بھی [illegible] نکلا تھا۔

"یہ تمہارے لیے...... بہت [illegible]" ارسلان نے جواب دیا۔ [illegible] تھا۔ [illegible] زبان پر بھی نہیں لاسکتا [illegible] ہونٹیں۔

کشمالہ سنجیدگی سے آ[illegible] انداز ایسا تھا جیسے اس نے کسی جانور کی موت کے بارے میں پوچھا ہو۔ بہت ہی سپاٹ لہجہ تھا۔ وہ یقیناً ارشد کے ساتھ خوش نہیں تھی۔

"مم...... معلوم نہیں۔" ارسلان ہکلایا۔

کشمالہ لاش کے قریب گئی۔ ارسلان کو اب بھی اس کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔

"ہاں۔" اس نے فرش کی طرف دیکھتے ہوئے کشمالہ کی آواز سنی۔ "مرچکا ہے اور تم اس کو قتل کرنے کے بعد بھی یہیں ہو؟ تمہیں بھاگ جانا چاہیے تھا۔"

ارسلان کچھ نہیں بولا۔

"فوراً چلے جاؤ یہاں سے۔" کشمالہ پھر بولی۔ "مجھے فون پر اطلاع تو دینی ہوگی پولیس کو۔ وہ تمہیں گرفتار کرلیں گے۔"

"میں نے تمہارے شوہر کو قتل کیا ہے۔" ارسلان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اور تم چاہتی ہو کہ مجھے گرفتار نہ کیا جائے؟"

"ہاں۔" کشمالہ نے کہا۔ "تم نے احسان کیا ہے [illegible] میری جان چھڑا دی۔ میں یہ بھی جانتی ہوں [illegible] تمہارے جذبات......" اس نے اپنی بات [illegible] چھوڑ دی اور [illegible] ہوئے انداز میں بولی۔ "تم جاؤ گے کہ نہیں یہاں سے؟"

"تم میرے جذبات سے واقف ہو؟" ارسلان نے [illegible] ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں [illegible]

[illegible] جواب دینے کے بجائے اپنا موبائل [illegible] سنبھالا۔ "میں پولیس کو فون کررہی ہوں۔ تم گرفتار ہونا ہی چاہتے ہو تو میں کیا کرسکتی ہوں۔"

☆☆☆

آدھے گھنٹے بعد پولیس وہاں موجود تھی۔ ارسلان جاچکا تھا۔ کشمالہ [illegible] افسردہ نظر آرہی تھی۔

"اتفاق ہے کہ میں آج جلدی گھر آگئی۔ [illegible] کو میں [illegible] چلی جاتی ہوں۔ ویسے تو ارشد شراب [illegible] پیتے تھے تو رات گئے [illegible] کے باعث مجھ پر ذرا ذرا سی بات پر بگڑنے لگتے تھے۔ اس سے بچنے کے لیے میں [illegible] اپنے والدین کے گھر جانے لگی تھی۔ وہاں سے رات گئے اس وقت لوٹتی جب وہ مدہوش ہوکر سوچکے ہوتے تھے۔"

"تو دروازہ کون کھولتا تھا؟" پولیس افسر نے سوال کیا۔

"دروازہ [illegible] لاک کیا جاتا تھا۔ صرف لاک ہوتا تھا۔ اس کی ایک چابی میرے پاس بھی ہوتی ہے۔"

"آج آپ جلدی کیسے آگئیں؟"

"میرے والد کسی کام سے لندن گئے ہیں۔ ان کے ساتھ والدہ بھی چلی گئی ہیں۔ انہیں ائرپورٹ پر چھوڑ کر میں سیدھی یہاں آگئی تھی۔ واپس اپنے والدین کے گھر اس لیے نہیں گئی کہ میں اپنے بڑے بھائی اور بھاوج کو ڈسٹرب

URDU TUBE

نہیں کرنا چاہتی تھی۔ والدہ ہوتی تھیں تو رات گئے تک میرے ساتھ بیٹھی رہتی تھیں۔''

پولیس آفیسر نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ کے چہرے کے تاثرات سے مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ کو اپنے شوہر کے قتل سے کوئی خاص صدمہ نہیں ہوا۔''

''ہم دونوں کے تعلقات خوش گوار نہیں تھے۔'' کشمالہ نے فوراً جواب دیا۔ وہ اس قسم کے سوالوں کے لیے ذہنی طور پر تیار تھی۔ اس نے مزید کہا۔ ''وہ حد سے زیادہ شراب نوشی کرنے لگے تھے۔ ممکن تھا کہ میں کچھ دن بعد ان سے طلاق کا مطالبہ کر دیتی۔ میں اس پر غور کر رہی تھی۔ میں نے اپنی والدہ کو بھی اس بارے میں بتا دیا تھا۔''

''اور اب طلاق کے بغیر ہی نجات پالی آپ نے!''

پولیس افسر نے اتنے عجیب سے لہجے میں کہا کہ کشمالہ اس کی طرف غور سے دیکھنے پر مجبور ہوگئی۔

''کیا مطلب ...... کوئی خاص بات ہے آپ کے ذہن میں؟'' وہ کچھ رک کر بولی۔

''باتیں تو بہت سی ہیں مسز کشمالہ! ایک سوال میرے دماغ میں چکرا رہا ہے کہ مقتول کے ساتھ بیٹھ کر شراب پینے والا کون تھا جس نے گلاس مار کر مقتول کا سر پھاڑا؟''

یہ گفتگو اس کمرے میں نہیں ہو رہی تھی جہاں ارشد کی لاش پڑی تھی۔ وہاں پولیس کے کچھ لوگ لاش کے پاس اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔

کشمالہ بولی۔ ''میں بس اتنا جانتی ہوں کہ ان کا کوئی دوست بھی ہفتے کو یہاں آ کر ان کے ساتھ شراب پیا کرتا تھا۔''

''اس کا نام؟''

''میں نہیں جانتی، نہ میں نے ارشد سے کچھ پوچھا۔''

''اسے دیکھا تو ہوگا؟''

''بس ایک بار۔'' کشمالہ نے جواب دیا۔ ''ایک شام میں کچھ دیر سے نکلی تھی یہاں سے۔ وہ آ چکا تھا۔ میں اس وقت جانے کے لیے اپنا پرس اٹھا رہی تھی۔ اس پر میں نے ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔''

''تو آپ اس کا خاکہ بنوانے میں پولیس کی مدد تو کر ہی سکیں گی......!''

''مجھے یقین نہیں کہ میں صحیح خاکہ بنوا سکوں۔ میں نے ابھی بتایا تھا کہ میں نے اس پر بس اچٹتی سی نظر ڈالی تھی۔''

پولیس آفیسر کچھ لمحے چپ رہا، پھر اس نے کشمالہ کے والد کے مالی حالات اور ارشد کے معاشی معاملات کے بارے میں چند سوال کیے، پھر کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

''ابھی میں نے آپ سے سرسری پوچھ گچھ کی ہے۔ آپ کا باقاعدہ بیان بھی ریکارڈ کیا جائے گا۔''

''مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔''

پولیس آفیسر کے ساتھ ہی اس کا ماتحت بھی اٹھا جو اس دوران میں بالکل خاموش رہا تھا لیکن بہت غور سے کشمالہ کی طرف دیکھتا رہا تھا۔ اس کے یوں دیکھنے پر کشمالہ نے بے چینی بھی محسوس کی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو، جیسے اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہو۔

''میں اب بیڈروم میں جا کر لیٹوں گی۔'' کشمالہ نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''میں بہت تھکن محسوس کر رہی ہوں اور اس کا سبب یہ واردات ہی ہے۔ آپ مجھ سے کوئی بات کرنا چاہیں، کسی کانسٹیبل کو بھیج دیں۔ وہ دروازہ کھٹکھٹائے گا تو میں یہیں آ جاؤں گی۔ اس کمرے میں جانے کی ہمت تو مجھ میں نہیں ہے جہاں لاش پڑی ہے۔''

پولیس آفیسر نے سر ہلانے پر اکتفا کیا اور چلا گیا۔

کشمالہ نے بیڈروم میں جا کر دروازہ اندر سے بند کیا اور موبائل نکال کر صفدر سے رابطہ کرنے لگی۔

پولیس کو فون کرنے سے پہلے بھی اس نے صفدر کو فون کر کے صورت حال بتا دی تھی۔ صفدر نے کہا تھا کہ وہ فوراً وہاں آ جاتا ہے لیکن کشمالہ نے اسے روک دیا تھا۔ صفدر نے وہاں یوں آنا چاہا تھا کہ پولیس جب کشمالہ سے پوچھ گچھ کرے تو وہ کشمالہ کی معاونت کے لیے وہاں موجود ہو۔ وکیل کی حیثیت سے اس نے اس میدان میں بہت جلد اپنا سکہ جما لیا تھا۔ کشمالہ نہیں چاہتی تھی کہ اس موقع پر صفدر پولیس کے سامنے آئے اور اسے یہ اعتماد بھی تھا کہ وہ پولیس سے نمٹ لے گی۔ پھر بھی صفدر نے کہا تھا کہ اگر کوئی پریشانی کی بات ہو تو وہ اسے فوراً اطلاع دے۔

اب جو کشمالہ نے دوبارہ فون کیا تو وہ جلدی سے بولا۔ ''کیا ہوا؟ کوئی گڑبڑ ہوئی کیا؟''

''نہیں۔'' کشمالہ نے جواب دیا۔ ''میں نے صرف اس لیے فون کیا ہے کہ تم پریشان ہو گے۔ یہاں سب ٹھیک ہے۔ پولیس پوچھ گچھ کر چکی ہے مجھ سے۔ باقاعدہ بیان بھی ریکارڈ کرے گی لیکن میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔''

''کیا پوچھ گچھ ہوئی ...... تم نے کیا کہا؟''

کشمالہ نے ممکنہ اختصار سے صفدر کے سوال کا جواب دیا۔

''اوہ!'' جواب سننے کے بعد صفدر کے منہ سے نکلا۔ ''ارسلان کے بارے میں نہیں بتایا تم نے پولیس کو۔''

"نہیں۔" کشمالہ نے جواب دیا۔ "میں نہیں چاہتی کہ وہ میری وجہ سے کسی مشکل میں پھنسے۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ وہ پاگل اب بھی مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اس نے ارشد سے دوستی ہی اس لیے کی تھی کہ مجھے کم از کم دیکھ تو سکے۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ وہ صرف مجھے دیکھنے کے لیے کبھی کبھی کسی اور دن بھی آجایا کرتا تھا لیکن میں نے پولیس کو ایسی کوئی بات نہیں بتائی۔"

"اس طرح تم ایک قاتل کی مدد کر رہی ہو۔" صفدر کے لہجے میں تشویش تھی۔

"اب کم از کم مجھ سے وکیل کی طرح [illegible]" کشمالہ نے منہ بنایا۔ "اگر وہ کسی اور وجہ سے [illegible] جال میں پھنس جائے تو اور بات ہے۔ [illegible] بہرحال [illegible] چاہتی کہ وہ میری وجہ سے مشکل میں پڑے۔ مجھے اس سے محبت نہیں لیکن اس کی محبت کی وجہ سے میں اس کی ہمدرد ضرور ہوں۔"

"اچ...... چھا......" صفدر نے طویل سانس لی۔

"اب میں بند کرتی ہوں فون۔"

گفتگو ختم کر کے اس نے موبائل ایک طرف رکھ دیا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

☆☆☆

ارسلان گھر پہنچا تو بے حد پریشان تھا۔ [illegible] دروازہ بوڑھی ملازمہ بوجی نے کھولا۔ ارسلان اور اس کی چھوٹی بہن فرزانہ کے علاوہ گھر کی وہ تیسری فرد تھی جس پر دونوں بہن بھائی اعتماد کرتے تھے۔ [illegible] سال [illegible] بیوہ ہونے کے بعد سے وہ ان کے ہاں ملازم تھی [illegible] وقت ارسلان اور فرزانہ کے والدین بھی زندہ تھے۔ ارسلان اور فرزانہ کو ان دونوں کی والدہ کے علاوہ بوجی نے بھی اپنی گود میں کھلایا تھا۔

"آج کچھ جلدی آگئے چھوٹے میاں!" بوجی نے کہا۔ "کھانا تو نہیں کھایا ہوگا؟"

سنیچر کی رات ارسلان خاصی رات گئے لوٹا کرتا تھا۔ "نہیں، میں کھا کر آیا ہوں۔" اس نے بوجی سے کہا۔ [illegible] نے سراسر جھوٹ بولا۔ دراصل اس کی بھوک ہی مر گئی تھی۔

"فرزانہ سو گئی؟"

"وہ تو اس وقت سو ہی جاتی ہے۔" بوجی نے جواب دیا۔ "بس امتحانوں کے دنوں میں جاگتی ہے زیادہ رات تک......"

فرزانہ تھرڈ ایئر کی طالبہ تھی۔

ارسلان، بوجی سے مزید کوئی بات کیے بغیر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ اس کے دماغ پر چھائے ہوئے خوف کے ساتھ یہ الجھن بھی تھی کہ کشمالہ نے اسے قتل کے کیس میں پھنسنے سے بچانے کی کوشش کی تھی اور ارشد کے قتل سے وہ کسی قدر مطمئن ہی ہوئی تھی۔

پریشانی کے باعث وہ خاصی دیر میں سو سکا اس لیے صبح جاگا بھی تاخیر سے...... عموماً وہ نو بجے دفتر پہنچ جایا کرتا تھا لیکن اس روز کیونکہ اتوار تھا اس لیے اسے دفتر جانا ہی نہیں تھا۔ اس نے تنہا ناشتا کیا کیونکہ فرزانہ آٹھ بجے ناشتا کر لیتی تھی۔ بوجی نے بتایا کہ اس کے کالج کی کوئی دوست آگئی تھی اور اس وقت وہ اپنے کمرے میں اسی سے گپ شپ کر رہی تھی۔

[illegible] اخبار بھی دیکھ لیا۔ بوجی [illegible]

اخبار میں ارشد کے قتل کی خبر خاصی نمایاں چھپی تھی۔ [illegible] کشمالہ کا بیان بھی تھا جس میں اس نے ارشد کے کسی [illegible] کا ذکر تو کیا تھا لیکن [illegible] اپنی عدم واقفیت بھی [illegible]

[illegible] ارسلان سوچنے لگا، کیا وہ اس قتل میں پھنس جائے گا؟

اس کا دماغ اس سوال کا جواب دینے سے قاصر تھا۔

ناشتا کر کے وہ اپنے کمرے میں آیا اور موبائل پر کانسٹیبل شبیر سے رابطہ کرنے لگا۔ اسے اپنے ڈرائیونگ لائسنس کی [illegible] ہفتے قبل گزر چکی تھی۔ اسے شاید اب بھی یہ بات یاد نہ آتی لیکن گزشتہ شام کشمالہ کے گھر کی طرف جاتے ہوئے وہ بے خیالی میں ایک ایسی [illegible] "ون وے" کیا گیا تھا [illegible] موجود تھا جس نے اسے روک لیا اور اس کا ڈرائیونگ لائسنس دیکھا جو ایکسپائر ہو چکا تھا۔ [illegible] چالان ہو سکتا تھا لیکن اس نے کچھ باتیں بنا کر اپنی جان بچائی۔ بہرحال اب ضروری تھا کہ وہ ڈرائیونگ لائسنس ری نیو کروا لیتا۔ اس کے پولیس ڈپارٹمنٹ کے ایسے چھوٹے موٹے کام کانسٹیبل شبیر کے ذریعے ہو جایا کرتے تھے جو اسکول کے زمانے میں اس کا کلاس فیلو تھا لیکن میٹرک کرنے کے بعد تعلیم جاری نہیں رکھ سکا تھا۔

کانسٹیبل شبیر پندرہ منٹ میں ہی آگیا۔ وہ کہیں قریب ہی تھا اور اس دن اس کی چھٹی بھی تھی۔ اس کے ہاتھ میں رول کیا ہوا کوئی اخبار بھی تھا جو اس نے ایک طرف ڈال دیا۔

"آج کیسے یاد آگئی؟" اس نے ارسلان سے پوچھا۔

ارسلان نے اپنا ڈرائیونگ لائسنس اس کی طرف

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutube.com

بڑھا دیا۔

"کل چالان ہوتے ہوتے رہ گیا۔ یہ ایکسپائر ہو چکا ہے۔"

"خیال رکھا کرو نا یار!"

طبقاتی فرق آجانے کے باوجود ان دونوں میں بے تکلفی تھی۔

"کل تمہارے دفتر آکر دے جاؤں گا۔" کانسٹیبل شبیر نے ڈرائیونگ لائسنس اپنی جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

ارسلان ایک انشورنس کمپنی میں ایک اچھے عہدے پر فائز تھا۔

"یہ اخبار ہاتھ میں لیے کیوں گھوم رہے ہو؟"

ارسلان نے قریب ہی پڑا ہوا اخبار ... ہوئے پوچھا۔

"آج صبح بہت جلدی گھر سے نکل پڑا ... تک اخبار نہیں آیا تھا۔ ابھی راستے سے خرید کر ... پر نظر ڈالی تھی کہ تمہارا فون آ گیا۔"

"کوئی خاص خبر؟" ارسلان نے اخبار کھولتے ہوئے پوچھا۔

"سب عام ہے۔"

"یہ قتل کی ایک خبر تو ہے۔" ارسلان نے ... قتل کی خبر پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"تو یہ کوئی خاص خبر کہاں ہے بھئی! ... یہ سب تو چلتا ہی رہتا ہے۔"

"اور قاتل بھی نہیں پکڑے جاتے۔"

"اس کا قاتل تو پکڑا جانا چاہیے۔"

ارسلان چونکا لیکن اس نے اپنے جذبات ظاہر نہیں ہونے دیے اور سرسری انداز میں پوچھا۔ "یہ کیوں پکڑا جانا چاہیے؟"

"دراصل ابھی تحقیق ... ملاقات ہوئی تھی۔ یار ہے اپنا۔ اس نے بتایا تھا کہ جو ... کر قتل کیا گیا تھا، اس کے ٹوٹے ہوئے ... پر انگلیوں کے نشانات ملے ہیں۔ پتا لگ جائے گا کس کے نشان ہیں۔"

ارسلان کا جسم سنسنا گیا۔ اسے خیال ... تھا۔

"یعنی کل تک پتا لگ جائے گا؟"

"کہاں ہے آج کل تمہارا دماغ بھئی! انٹرنیٹ کا زمانہ ہے یہ...... سب پتا ... آدھے گھنٹے میں پکڑا جانا چاہیے قاتل تو......"

ارسلان کے جسم کی سنسناہٹ بڑھ گئی......

"اچھا میں تو چلتا ہوں اب۔ کل آؤں گا تمہارے دفتر۔"

ارسلان نے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ کانسٹیبل شبیر کے جاتے ہی اس نے جلدی سے کپڑے بدلے۔ فوری طور پر اس کے ذہن میں آیا تھا کہ گھر سے بھاگ نکلے۔ یہ اس کے دماغ میں نہیں آیا کہ وہ کب تک بھاگے گا اور کہاں تک بھاگے گا؟

اس نے بوجی کو آواز دی۔ بوجی کے آنے پر اس نے پوچھا۔ "فرزانہ کی دوست چلی گئی؟"

"ابھی تو نہیں گئی چھوٹے میاں!"

"یہی خیال تھا مجھے۔ اتوار کو اس کی جو دوست آتی تھی، اسے فرزانہ دوپہر کا کھانا کھلائے بغیر نہیں جانے دیتی۔ مجھے کچھ کہنا ہے فرزانہ سے۔ اسے بلا لاؤ۔"

"جی چھوٹے میاں!"

ذرا ہی دیر بعد فرزانہ اس کے کمرے میں تھی۔

"جی بھائی جان" اس نے آتے ہی کہا۔

"میں ابھی کہیں جا رہا ہوں۔" ارسلان نے کہا۔ "ایک ایسا کام آ پڑا ہے کہ اگر وہ ابھی جا کر نہ ہو سکا تو مجھے حیدرآباد جانا پڑے گا۔ واپسی میں دو ایک دن لگ سکتے ہیں ... ویسے ہی چلا گیا تو تم پریشان ہو گی، اس لیے بتا کر جا رہا ہوں۔"

"... دو تین دن تک؟"

"... کیوں؟ بوجی تو ہیں۔"

"وہ تو ہیں لیکن آپ کئی دن نہیں ہوں گے تو...... تنہائی تو محسوس ہو گی۔"

"... ہے فرو؟"

"... دفتر کا ہے؟"

"... پوچھا ہوا تم نے پوچھ لیا۔ خیال نہیں رہا تھا مجھے...... میں ... سکوں گا دو تین دن تو دفتر سے ... فون آ سکتا ہے ... ان سے کہہ دینا کہ کسی عزیز کے بہت زیادہ بیمار ہونے کی وجہ سے میں بیرونِ شہر چلا گیا ہوں۔ حیدرآباد ... بتا دینا۔"

"... سمجھے گا، زیادہ دن نہ لگ جائیں"

"لیکن دفتر والے یہاں کیوں فون کریں گے؟ آپ ہی کو کریں گے، آپ کے موبائل کا نمبر تو ہو گا دفتر والوں کے پاس؟"

"... ایسا ہے کہ میں فون بند رکھوں گا۔ مجھے پوری یکسوئی سے کام کرنا ہے۔ فون وغیرہ آتے رہیں گے تو ڈسٹربنس ہو گی۔"

"مجھے تو فون کرتے رہیے گا۔"

"ہاں، تمہیں تو فون کرتا رہوں گا اگر حیدرآباد گیا۔"

اس طرح فرزانہ کو سمجھا بجھا کر ارسلان کار میں گھر سے روانہ ہوا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ فوری طور پر شہر نہ چھوڑے، شام تک دیکھ لے کہ کیا صورتِ حال سامنے آتی ہے۔

URDU TUBE
www.urdutubes.com

1987ء سے خدمت میں مصروف

پُھلبہری

LEUCODERMA-VITILIGO

تمام جلدی بیماریوں کا موثر اور بے ضرر علاج

STEROIDS FREE MOST PROGRESSIVE TREATMENT

ایوارڈز ہولڈر

اجمل زیدی

کا مستقل پروگرام

ASIAN EXCELLENCE PERFORMANCE AWARD

AWARD OF BEST ACHIEVEMENT

AWARD PILLAR OF LEUCODERMA

اسلام آباد

9-اپریل تا 30 مئی

9-اگست تا 30 ...

9-... تا 30 ...

(051)32331725

لاہور

گلف سینٹر

آفس نمبر 16

فیروز پور روڈ خرنگ چونگی

نزد والا کیڈ چیک لاہور

موبائل نمبر 0300-8566188

14-... تا 27 فروری

14-... تا 27 جون

14-اکتوبر تا 27 اکتوبر

پشاور

کیم فروری تا 11 فروری

قیام

کیم جون تا 11 جون

کیم اکتوبر تا 11-اکتوبر

0300-8566188

ملتان

ہوٹل سلور سینڈ

28 مارچ تا 6-اپریل

قیام

28 جولائی تا 6-اگست

28 نومبر تا 7 دسمبر

فون: (061) 4518061-62

4582803 (0300-8566188)

کراچی

13-مارچ تا 27 مارچ

قیام

13-جولائی تا 27 جولائی

13-نومبر تا 27 نومبر

آفس 7،706 فلور شاہراہ فیصل

نرسری اسٹاپ چیک

الفلاح اور ایم سی بی

موبائل: 0300-8566188

URDU TUBE

www.urdutubes.com

کانسٹیبل شبیر نے جو کچھ بتایا تھا، اس کی روشنی میں یہ سمجھا ہی جاسکتا تھا کہ پولیس کسی وقت بھی اس تک پہنچ سکتی ہے۔

یہ سوچنے کے بعد دماغ میں سوال ابھرا کہ دن کہاں گزارا جائے؟

☆☆☆

کانسٹیبل حیدر صبح دفتر پہنچا تھا کہ پولیس آفیسر سلمان ہاشمی نے اسے طلب کیا۔

”جی صاحب!“ اس نے ہاشمی کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”میں تمہارا ہی منتظر تھا۔“ ہاشمی نے کہا۔ ”کسی اور کو بھی لے لو۔ چلنا ہے کہیں۔“ وہ کانسٹیبل ہاشمی کا [illegible] چڑھا تھا۔

”صاحب ایک بات بتانا ہے آپ کو...“ وہ بولا۔

ہاشمی سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”رات کو جب ہم جائے واردات پر [illegible] مقتول کی بیوہ کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ آپ نے [illegible] ہوگا مجھے!“

”ہاں۔“ ہاشمی آہستہ سے ہنسا۔ ”مقتول کی بیوی کشمالہ خوبصورت تو ہے اور تم ٹھہرے دل پھینک۔“

”وہ الگ بات ہے صاحب!... مقتول کی بیوہ کو میں ایک خاص وجہ سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔ ویسے تو کہیں آتے جاتے بھی کسی کو دیکھ لیا جاتا ہے لیکن مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ اسے میں نے کسی خاص جگہ دیکھا ہے۔ وہ مجھے یاد نہیں آرہا تھا لیکن آج صبح اچانک یاد آگیا۔“

”کہاں دیکھا ہے؟“

”وکیل صفدر حسین کے ساتھ۔“

”اس کے ساتھ۔“ ہاشمی زیر لب بڑبڑایا۔ [illegible]

پولیس کا عدالت میں خاصا آنا جانا رہتا ہے اس لیے وہ خاصے وکیلوں کو جانتے ہیں یا ان کے چہرہ شناس تو ہوتے ہی ہیں۔ ہاشمی بھی صفدر حسین کو [illegible] وکیلوں کے حلقے میں صفدر خاصا مشہور بھی تھا۔ مقدمات زیادہ تر جیتا ہی تھا۔ وکالت کی دنیا میں آئے ہوئے بھی ابھی صرف دو ڈھائی سال ہوئے تھے۔ عمر بھی اس کی زیادہ نہیں تھی اور وہ خاصی پرکشش شخصیت کا مالک تھا۔

”کشمالہ مقدمے ہی کے سلسلے میں اس سے ملی ہوگی۔“ ہاشمی نے حیدر کی طرف دیکھتے ہوئے، سوچنے کے سے انداز میں کہا۔ ”یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ آخر کس مقدمے میں پھنسی ہوئی تھی یا پھنسی ہوئی ہے۔“

”صاحب! میرا خیال ہے کہ وہ کسی مقدمے کے معاملے میں اس سے نہیں ملی ہوگی۔ وہ دونوں مجھے ایک ریسٹورنٹ سے نکلتے دکھائی دیے تھے اور ان کا انداز ایسا بے تکلفانہ تھا جیسے وہ میاں بیوی ہوں۔ اس وقت مجھے خیال آیا تھا کہ صفدر حسین کو بیوی بھی ایسی ملی ہے جو اس کی طرح خوب صورت ہے۔ اب آج مجھے یہ منظر یاد آیا تو مجھے حیرت ہوئی۔ وہ تو مقتول ارشد کی بیوی ہے تو صفدر حسین سے وہ اتنی بے تکلف کیوں تھی؟“

”بات تو تم نے ٹھیک سوچی۔“ ہاشمی نے کہا۔ ”یہ معلوم کرنا ہوگا کہ [illegible] اس کا تعلق کس قسم کا ہے۔ [illegible] کے بیان کے مطابق بھی وہ اپنے شوہر سے خوش نہیں تھی اور اس سے طلاق لینے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔“

”پھر تو یہ بات بھی ہوسکتی ہے کہ وہ صفدر حسین سے شادی کرنا چاہتی ہو، ارشد اسے طلاق دینے کے لیے تیار نہیں ہو [illegible] اس نے ارشد کو قتل کردیا یا کسی سے کروادیا۔“

”اتنی جلدی کسی نتیجے پر نہ پہنچو۔ چھان بین کرنی پڑے گی۔ ابھی تو ارسلان کے گھر چلنا ہے۔ آج اتوار ہے اس لیے وہ شاید گھر پر ہی ہو۔“

”ارسلان؟ کون ارسلان صاحب؟“

”[illegible] گلے پر انگلیوں کے جو نشان ملے تھے، ان کی وجہ سے معلوم ہوگیا ہے کہ وہ ارسلان نامی کسی شخص کے ہیں۔ کشمالہ نے بھی بتایا تھا کہ ارشد کا کوئی دوست ہفتے کو اس کے گھر آیا کرتا تھا۔ ارشد اور وہ ساتھ ہی شراب پیا کرتے تھے۔“

”تب تو پھر وہی قاتل ہوا؟“ کانسٹیبل حیدر نے جلدی سے کہا۔

”ہاں اسے گرفتار [illegible] ہے اور یہ بھی پوچھنا ہوگا کہ اس نے ارشد کو قتل کیوں کیا۔ اگر اس نے کشمالہ کے ایما پر ایسا کیا ہے تو یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ کشمالہ آخر کیا [illegible] تو یہ خیال آیا تھا کہ شاید ارسلان ہی سے کوئی تعلق ہو اس کا لیکن اب تم نے صفدر حسین کی کہانی سنائی ہے۔ خیر، ان باتوں پر بعد میں سوچا جائے گا۔ ابھی تو جاکے ارسلان کو گرفتار کرنا ہے۔“

”ٹھیک ہے صاحب، چلتے ہیں۔“

ذرا دیر بعد جب پولیس کی گاڑی ارسلان کے گھر کی طرف روانہ ہوئی تو ڈرائیونگ حیدر کر رہا تھا۔ موبائل میں دو کانسٹیبل اور تھے۔ حیدر نے ایک کے بجائے دو کانسٹیبل

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

ساتھ لے لیے تھے۔

ہاشمی کو ارسلان کا نام ہی نہیں، پتا بھی معلوم ہو چکا تھا اس لیے موبائل کو ارسلان کے گھر پہنچنے میں کسی دشواری کا سوال ہی نہیں تھا۔

کال بیل بجائی گئی۔

''وہ کہیں پیچھے سے بھاگ نہ نکلے صاحب!'' کانسٹیبل حیدر بولا۔

ہاشمی ہنسا۔ ''روانگی سے پہلے میں ایک موبائل یہاں بھیج چکا ہوں۔ پچھلے راستے پر نظر رکھی جا رہی ہوگی۔''

دوسری کال بیل کے بعد ایک معمر عورت نے دروازہ کھولا جو اپنے لباس سے ملازمہ معلوم ہو رہی تھی۔ پولیس کو دیکھ کر اس کے چہرے پر الجھن کا تاثر ابھرا۔

''ارسلان صاحب سے ملنا ہے۔'' ہاشمی نے کہا۔

''وہ تو گھر پر نہیں ہیں۔'' عورت نے جواب دیا۔

''تم ملازمہ ہو؟''

''یہی سمجھ لیں۔''

''یعنی ملازمہ نہیں ہو؟''

''فرزانہ اور چھوٹے میاں کو میں نے اپنی [illegible] ہے۔ وہ ناراض ہوتے ہیں، اگر میں خود کو ملازمہ کہتی ہوں۔''

''چھوٹے میاں یعنی ارسلان صاحب؟''

''جی۔''

''ان دونوں کے بڑے؟''

''ان کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے۔ بس بھائی بہن رہتے ہیں یا میں ہوں۔ آپ کو چھوٹے میاں سے کیا کام ہے؟''

''کسی بارے میں کچھ معلوم کرنا ہے۔ اگر وہ نہیں ہیں تو ان کی بہن...... کیا نام بتایا تم نے... ہاں، فرزانہ! وہ پردہ تو نہیں کرتیں؟''

''جی نہیں۔''

''ان سے ملوا دیں۔'' ہاشمی نے [illegible]

''دونوں بھائی بہن [illegible] دیا گیا۔ ''میں بتاتی ہوں جا کر فرزانہ [illegible]'' وہ جاتے جاتے دروازہ بند کر گئی۔

''صاحب! یہ جھوٹ بھی بول سکتی ہے۔'' حیدر بولا۔

''پولیس موبائل دیکھ لی ہوگی اس نے کہیں سے۔ تلاشی لیں گھر کی۔''

''سرچ وارنٹ نہیں ہے۔''

حیدر چپ ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ ہاشمی بہت اصول پسند آفیسر ہے۔ اس سے پہلے حیدر جس آفیسر کے ساتھ رہتا تھا، اسے تو لوگوں کے گھر میں گھس پڑنے کی جیسے عادت تھی، سرچ وارنٹ ہو یا نہ ہو۔

بوا جی جلد ہی لوٹ آئی۔ اس نے پورا دروازہ کھول دیا۔

''آیئے!''

ہاشمی نے دو کانسٹیبلوں کو تو باہر ہی چھوڑا، صرف حیدر کو لے کر اندر گیا۔ ڈرائنگ روم میں اس نے ایک کے بجائے دو لڑکیوں کو دیکھا۔

''فرمایئے!'' ان میں سے ایک بولی۔

''آپ ہی فرزانہ ہیں؟''

''جی۔'' [illegible] نے دوسری لڑکی کی طرف دیکھا۔

''یہ میری دوست [illegible]'' فرزانہ نے جواب دیا۔ ''[illegible] کو ملنے آجاتی ہے۔ بھائی سے آپ کو کیا پوچھنا ہے؟''

عام طور [illegible] لڑکیاں پولیس کو اپنے گھر پر دیکھ کر گھبرا [illegible] پریشان ضرور ہوتی ہیں لیکن دونوں کے چہروں پر [illegible] تاثرات نہیں تھے۔ فرزانہ کچھ زیادہ [illegible] نظر آ رہی تھی۔

''[illegible] سے بات کرنا ضروری ہے۔'' ہاشمی نے کہا۔ ''لیکن معلوم ہوا کہ آپ ہی گھر پر ہیں اس لیے سوچا کہ آپ سے کچھ معلوم کر لوں۔''

''[illegible]''

''ارسلان صاحب آپ کو تو بتا کر گئے ہوں گے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں؟''

''[illegible] بتایا کہ وہ کسی کام سے جا رہے ہیں لیکن یہ [illegible] شاید اس کام کی وجہ سے انہیں حیدرآباد جانا [illegible] پھر وہ دو تین روز میں آ جائیں گے۔''

[illegible] اسے خیال آیا تھا کہ ارسلان یا تو گھر میں ہی چھپا ہوا ہے یا فرار ہو گیا ہے۔

''[illegible] موبائل نمبر تو ہوگا۔ وہ دے سکتی ہیں آپ مجھے؟''

''[illegible] لیجیے، لیکن موبائل شاید آپ کو بند ملے۔ کہا تھا انہوں نے کہ کام کی نوعیت کے اعتبار سے وہ ڈسٹرب نہیں ہونا چاہتے اس لیے جب خود فون کرنا ہوگا، تبھی موبائل کھولیں گے اپنا۔''

''اچھا!'' ہاشمی نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''چلیں آپ نمبر تو دیں، شاید مل جائے۔'' فرزانہ نے اسے نمبر دے دیا۔

''شکریہ۔'' ہاشمی نے کہا۔ ''وہ کام کہاں کرتے ہیں؟''

''اب آپ کی باتوں سے مجھے تشویش ہونے لگی

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

ہے۔ کچھ بتائیے تو سہی...... آخر معاملہ کیا ہے؟''

''سوری۔'' ہاشمی کھڑا ہو گیا۔ ''اگر آپ نہیں بتانا چاہتیں تو کوئی حرج نہیں۔ میں اصرار نہیں کروں گا۔''

''جب آپ کو موبائل نمبر دے چکی ہوں تو یہ بھی بتا دیتی ہوں۔ وہ انشورنس کمپنی میں ہیں۔'' فرزانہ نے انشورنس کمپنی کا نام بھی بتایا اور یہ بھی کہ ارسلان اس کمپنی میں کس عہدے پر ہے پھر بولی۔ ''بہرحال آپ اس پوچھ گچھ کے باعث مجھے الجھن میں چھوڑ کر جائیں گے۔''

''کچھ سرکاری باتیں ایسی ہوتی ہیں جو متعلقہ شخص کے علاوہ کسی کو نہیں بتائی جاسکتیں۔ میں معذرت خواہ ہوں۔''

''خوشی ہوئی آپ کے اس انداز گفتگو سے۔'' فرزانہ بہت خفیف سا مسکرائی۔ ''میں نے تو لوگوں سے پولیس افسروں کے بارے میں جو کچھ سنا تھا، آپ اس سے مختلف ہیں۔''

''شکریہ۔''

وہ اور حیدر گھر سے نکل آئے۔

''صاحب!'' حیدر بولا۔ ''مجھے تو لگتا ہے کہ وہ گھر میں ہی ہے۔''

''معلوم ہو جائے گا۔ نگرانی کی جائے گی گھر کی۔''

ہاشمی نے گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے اس موبائل کے پولیس والوں سے رابطہ کیا جو اس کی ہدایت کے مطابق گھر کی پچھلی گلی میں ہونی چاہیے تھی۔ اس نے [illegible] نگرانی کی تاکید کی، پھر گاڑی میں بیٹھ کر جب حیدر انجن اسٹارٹ کر رہا تھا تو اس نے موبائل پر ارسلان کا نمبر ملایا۔ نتیجہ وہی نکلا جو فرزانہ نے بتایا تھا۔ موبائل بند ملا۔

دفتر پہنچ کر اس نے کسی سے فون پر پوچھا۔ ''پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آگئی؟''

''جی سر!'' جواب ملا۔

''فوراً بھجوا دو مجھے۔'' ہاشمی نے [illegible] کر رابطہ [illegible]

☆☆☆

''یہ شہ اور مات۔'' ارسلان کے دوست محسن نے ایک خانے میں مہرے رکھتے ہوئے [illegible] ارسلان کی طرف دیکھا۔

دن گزارنے کے لیے ارسلان اپنے دوست محسن کے گھر آگیا تھا۔ اسی دوست کا انتخاب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہاں وہ خود کو بالکل محفوظ سمجھ سکتا تھا۔ محسن کے بنگلے کے عقب میں بھی ایسی جگہ تھی کہ وہاں کئی کاریں بھی کھڑی کی جاسکتی تھیں محسن سے اس نے یہ بہانہ کیا تھا کہ اس علاقے میں اس کے خاصے جاننے والے رہتے ہیں۔ اگر کسی کو سامنے پورچ میں اس کی کار کھڑی نظر آگئی تو وہ ضرور اسے فون کرے گا اور چونکہ اس کا موبائل بند تھا اس لیے وہ بنگلے کی کال بیل بھی بجا سکتا ہے جبکہ آج کے دن وہ ڈسٹرب نہیں ہونا چاہتا اور بہت عرصے بعد آج صرف شطرنج کھیلنا چاہتا ہے۔

محسن بھی شطرنج کا بہت دھتی تھا۔ وہ دونوں پہلے بھی اکثر کھیلتے رہے تھے۔

''چلو اگلی بازی لگاؤ۔'' ارسلان نے اپنے مہرے سجانے شروع کیے۔

''اگلی نہیں، چھٹی بازی۔'' محسن نے کہا۔ ''تم مسلسل پانچ بازیاں ہار چکے ہو۔ آج تم بہت [illegible] رہے ہو۔''

''میں اچھا نہیں کھیل رہا، تم خراب کھیل رہے ہو۔ تمہارا دماغ کہیں اور ہے۔ اگر تم شادی شدہ ہوتے تو میں کہتا...... بھابی سے لڑ کر آئے ہو۔''

''ارے چلو، بازی لگاؤ۔''

''کہیں کوئی بہت بڑی بازی ہار کر آئے ہو کیا؟... مجھے تو تمہاری یہی بات عجیب لگی تھی کہ آج سارا دن تم یہاں کھیلتے رہو گے۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کیا آج سارے دن کسی سے چھپ کر رہنا چاہتے ہو؟''

محسن نے انجانے میں ارسلان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ وہ قانون کی گرفت سے دور رہنا چاہتا تھا۔

''ارے تم مہرے لگاؤ، میں ذرا ایک فون کرلوں۔'' ارسلان نے جیب سے موبائل نکالا۔ وہ اپنے گھر کی صورت حال جاننا چاہتا تھا۔

محسن مہرے تو لگانے لگا لیکن اس کے چہرے سے فکر و تردد کا اظہار ہو رہا تھا۔

رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے فرزانہ نے پوچھا۔ ''کہاں ہیں آپ بھائی۔ یہاں تو پولیس آئی تھی آپ کو پوچھنے۔''

ارسلان کو اس کا اندیشہ تو تھا، تاہم فرزانہ کا جملہ سن کر اس کا سارا جسم سنسنا گیا۔ اس کے منہ سے ایک لفظ نہیں نکل سکا۔

''چپ کیوں ہو گئے بھائی...... کوئی مسئلہ ہے کیا؟''

''ارے نہیں۔ مسئلہ کیا ہوگا!'' ارسلان نے سنبھالا لینے کی کوشش کی۔ ''کیوں آئے تھے وہ لوگ؟''

''یہ تو نہیں بتایا۔ بس آپ سے کچھ بات کرنی تھی انہیں۔''

''وہ کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ یہ لوگ کسی بھی وجہ سے، کہیں بھی منہ اٹھا کر پہنچ جاتے ہیں اور تو سب ٹھیک ہے نا!''

ارسلان نے بے پروائی کا انداز اختیار کرنے کی کوشش کی۔

''ہاں اور سب ٹھیک ہے، لیکن میں پریشان ہوگئی ہوں۔ گھر سے بھی آپ اچانک ہی گئے تھے۔''

''اچانک نہیں، کل ہی پروگرام بن گیا تھا۔ رات کو تم سے بات نہیں ہوسکی تھی ورنہ رات کو ہی بتا دیتا۔ اچھا بس! اب میں فون بند کر رہا ہوں۔ یوں ہی فون کرلیا ہے میں نے تمھیں۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' پھر اس نے فرزانہ کی کوئی بات سنے بغیر رابطہ منقطع کردیا۔

''ہاں۔'' اس نے محسن سے کہا۔ ''چال چلو!''

محسن نے اپنے مہروں کے بعد [illegible] دیے تھے۔ جیت کی وجہ سے سفید مہرے [illegible] تھے۔ پہلی چال اسے ہی چلنا تھی لیکن اس نے چال چلنے کے بجائے بساط الٹ دی۔ ''پہلے یہ بتاؤ کہ مسئلہ کیا ہے۔ کس سے بات کر رہے تھے؟''

''ارے فرزانہ تھی یار!'' ارسلان نے [illegible] کرتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں بچپن کے دوست تھے۔ فرزانہ سے محسن [illegible] ناواقف نہیں تھا۔

''میرا خیال ہے فرزانہ نے فوراً کوئی ایسی بات کی تھی کہ تمہارے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔'' محسن نے کہا۔

''پھر بات بھی کسی مسئلے کے بارے میں ہوئی تھی۔ وہ [illegible] کون ہیں جو کہیں بھی منہ اٹھا کر چلے جاتے ہیں۔ [illegible]''

''ارے وہ چندہ مانگنے والے آجاتے ہیں اتوار کو۔ یتیم خانہ کھول کر اپنا ذریعۂ معاش......''

''یہ بات ہرگز نہیں ہے۔'' محسن بول پڑا۔ ''بتاؤ، کیا پروگرام بنالیا تھا تم نے کل رات؟''

''تم سے شطرنج کھیلنے کا!'' ارسلان نے زبردستی ہنسنے کی کوشش کی ورنہ حقیقت یہ تھی کہ اس کا دماغ جیسے ہوا میں اڑا جا رہا تھا۔

''بکواس مت کرو۔ ٹھیک بتاؤ کوئی بات ضرور ہے، کوئی خاص بات۔ تم [illegible] کے لیے یہاں آکر سارے دن شطرنج کھیلنے کا پروگرام بنایا ہے اور چندہ مانگنے والوں سے کوئی اس طرح نہیں بچتا۔''

ارسلان کو اندازہ ہوگیا کہ اگر اس نے کوئی معقول جواز نہ تراشا تو محسن مطمئن نہیں ہوگا اور جان نہیں چھوڑے گا اس کی۔

''کار بھی تم نے پیچھے کھڑی کی ہے۔'' محسن پھر بولا۔ ''پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ تم آتے ہی رہتے ہو اکثر اتوار کو۔''

''اچھا!'' ارسلان نے لمبی سانس لی۔ ''تو سنو!''

اسے بس اچانک سوجھی تھی کہ وہی ایک کہانی سنادے جو اکثر اخبارات میں آتی رہتی تھی۔

''ہوا یہ کہ...'' اس نے کہنا شروع کیا اور ایک سڑک کا نام لے کر کہا۔ ''وہاں سے ایک نوجوان لڑکی گزر رہی تھی۔ رات کے آٹھ ہی بجے ہوں گے لیکن تم جانتے ہو گے کہ وہ رہائشی علاقہ ہے، ابتدائی رات میں بھی وہاں نہ زیادہ ٹریفک ہوتا ہے، نہ راہ گیر زیادہ نظر آتے ہیں۔ میری کار کے آگے ایک جیپ تھی جس نے اس لڑکی کے قریب [illegible] ہارن دیا کہ وہ اچھل ہی پڑی۔ کچھ آگے [illegible] جیپ میں کچھ لوفر قسم [illegible] عورتوں کو اسی طرح [illegible] واپس آنے کا [illegible] ساتھ کوئی حرکت [illegible] کم کردی۔ میرا [illegible] پھر اس لڑکی کی [illegible] دیا بلکہ جیپ اس [illegible] گھبرا گئی تھی۔ اس [illegible] رفتار کے ساتھ اس کے ساتھ چلنے لگی۔ مجھے یقین ہوگیا کہ لڑکی سے کچھ بے ہودہ [illegible] میں کار کی رفتار بڑھا کر جیپ کے [illegible] دو نوعمر لڑکے تھے۔ مشکل سے پندرہ سولہ سال کے ہوں گے۔ اس عمر میں تو [illegible] نہیں دیا جاتا لیکن...... خیر! مجھے دیکھ کر [illegible] لڑکی سے بے ہودہ [illegible] میں نے کار سے [illegible] گالیاں دینے پر اتر [illegible] ابھی پولیس کو بلاتا ہوں۔ میں نے اپنا موبائل بھی نکال لیا۔ اس سے وہ ڈر گئے اور بھاگ گئے لیکن جاتے جاتے مجھے دھمکی دے گئے کہ [illegible] میں نے ان دھمکیوں کو اہمیت نہیں [illegible] میں نے اسے پیشکش بھی کی کہ میں اسے وہاں تک چھوڑ دوں گا جہاں وہ جا رہی ہے لیکن وہ یہ کہہ کر ٹال گئی کہ اب اس کا گھر قریب ہی ہے۔ میں نے اس سے یہ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا کہ وہ اس وقت سناٹے میں اپنے گھر سے نکلی کیوں تھی۔ خیر!...... جب تک وہ ایک بنگلے میں نہیں چلی گئی، میں نے اپنی کار اس کے پیچھے ہی رکھی۔ کہیں وہ لڑکے پھر اسے پریشان کرنے نہ آسکیں۔''

URDU TUBE
A HUB OF ENTERTAINMENT

ارسلان چپ ہوا ہی تھا کہ محسن بول پڑا۔ ''نتیجہ؟''

''نتیجہ تو آج صبح معلوم ہوا۔ شبیر کانسٹیبل کو تو تم جانتے ہی ہو...... اس نے صبح آ کر مجھے بتایا کہ ایک صاحب نے میرے خلاف یہ رپورٹ درج کرائی ہے کہ میں نے ان کے بیٹے اور اس کے دوست کو جان سے مارنے کی دھمکی دی ہے۔''

''تمہارا نام کیسے معلوم ہو گیا رپورٹ کرنے والے کو؟''

''رپورٹ میں میری کار کا نمبر لکھوایا گیا تھا۔ پولیس نے معلوم کر لیا کہ وہ میری کار ہے۔ شبیر نے مجھے بتایا کہ ان میں سے ایک لڑکا کسی وڈیرے کا تھا۔ وڈیرے ہی نے رپورٹ درج کرائی ہے۔ باپ سے اس لڑکے نے کوئی غلط سلط کہانی سنا دی ہوگی۔ شبیر نے مجھے [illegible] بچاؤ کا کوئی بندوبست کروں ورنہ وہ وڈیرا پو[illegible] خلاف کارروائی ضرور کرائے گا۔ میں نے سوچا کہ [illegible] تو گھر سے غائب ہو جاؤں اور دیکھوں کہ کیا ہوتا ہے۔ [illegible] بھی معلوم کرنے کے [illegible] فون کیا تھا۔ [illegible] پولیس آئی تھی اور میرے بارے میں پوچھ رہی [illegible]''

''کیا اندھیر مچا رکھا ہے ان پیسے والوں نے!'' محسن نے غصے کا اظہار کیا۔ ارسلان نے اطمینان کی سانس لی [illegible] محسن نے اس کی کہانی پر یقین کر لیا تھا۔

''تو اب تم گھر سے کب تک غائب رہو گے؟'' محسن پھر بولا۔ ''حالات سے نمٹنا تو ہوگا۔''

''مجھ جیسے لوگ ان وڈیروں اور جاگیرداروں سے نہیں نمٹ سکتے۔ میں رات کا اندھیرا پھیلتے ہی یہاں سے حیدرآباد کی طرف نکل جاؤں گا۔ وڈیرے [illegible] حیدرآباد میں رہنے والے ایک وڈیرے سے میرے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ دراصل [illegible] کروایا تھا۔ وہی یہ کوشش کر سکتا ہے کہ جس نے یہ رپورٹ کرائی ہے، وہ اپنی رپورٹ واپس لے لے۔''

''سانس لینا مشکل کر دیا ہے [illegible]'' محسن پھر بولا۔

اس طرح ارسلان [illegible] کامیاب ہو گیا۔

رات کو وہ محسن کے گھر سے حیدرآباد روانہ ہو گیا۔ محسن سے اس نے شروع سے آخر تک جھوٹ ہی بولا تھا۔ نہ کسی وڈیرے سے اس کے تعلقات تھے، نہ اسے کسی وڈیرے کی ضرورت تھی۔ وہ تو قانون کے شکنجے سے دور بھاگ رہا تھا اور اسے سوچنا تھا کہ وہ پھانسی کے پھندے سے اپنی جان بچا سکتا ہے یا نہیں؟ فی الحال اس کے ذہن میں ایسی کوئی تدبیر نہیں تھی اور معاملہ ایسا تھا کہ وہ اس سلسلے میں محسن سے بھی کوئی مشورہ نہیں کر سکتا تھا۔

حیدرآباد جانے کے لیے اس نے موٹروے کے بجائے چھوٹے راستے اختیار کیے۔ یہ سارا علاقہ اس کا دیکھا بھالا تھا۔ کالج کے زمانے میں وہ دوستوں کے ساتھ پکنک کے لیے اس علاقے میں جانے کہاں کہاں جاتا رہا تھا۔ اس کے باوجود اس نے اندازے سے کچھ دوسرے راستے بھی اختیار کیے۔

کھانا اس نے روانگی سے قبل محسن کے ساتھ ہی کھایا تھا۔ [illegible] گھنٹے کے سفر کے بعد اسے خاصی [illegible] کی کوشش کی کہ کھانے میں ایسی [illegible] پیاس لگنے لگی۔

[illegible] جلد از جلد حیدرآباد پہنچ جانا چاہتا تھا لیکن [illegible] کی وجہ سے اسے ایک ایسے اسٹور کے سامنے رکنا پڑا جہاں سے منرل واٹر کی بوتل مل سکتی تھی۔ اس نے [illegible] لی تاکہ راستے میں پھر پیاس لگے تو اسے کسی جگہ رکنا نہ پڑے۔ روانگی کے وقت اس نے اے ٹی ایم سے خاصی رقم نکلوا کر پاؤچ میں رکھ لی تھی۔ اتنے نوٹ جیب میں آ ہی نہیں سکتے تھے۔ وہ عام طور پر اپنے گاڑی کے کاغذات بھی اسی پاؤچ میں رکھا کرتا تھا۔ گاڑیوں کی چوری کی وارداتوں کے باعث اس نے یہ احتیاط برتنا شروع کی تھی۔ بعد میں اس نے اپنا شناختی کارڈ اور دوسرے چھوٹے موٹے کاغذات بھی اسی پاؤچ میں رکھنا شروع کر دیے تھے۔ پاؤچ وہ ہر وقت اپنے ہاتھ میں رکھا کرتا تھا۔ جب کار چلا رہا ہوتا تو وہ برابر کی سیٹ پر رکھ لیا کرتا تھا۔

پانی کی بوتل خرید کر جب وہ اپنی گاڑی کی طرف پلٹا، اسی وقت ایک اور کار وہاں آ کر رکی۔ اس میں بھی ایک ہی آدمی سفر کر رہا تھا۔ وہ عجلت میں اسٹور کی طرف گیا کہ کار [illegible] یہ ارسلان نے دیکھ لیا تھا...... فوراً [illegible] خیال آیا کہ اگر وہ اپنی کار یہیں چھوڑ کر یہ کار چرا کر [illegible] میں اور زیادہ بہتر ہوگا۔ اس کا خیال تھا کہ پولیس نے اس کی کار کا نمبر اور ماڈل وغیرہ بھی تمام چوکیوں وغیرہ کو دے دیا ہوگا۔ اسی لیے کسی اور کار میں زیادہ محفوظ رہتا......

چوری کرنا وہ بہت برا سمجھتا تھا لیکن اس وقت اس پر صرف یہ دھن سوار تھی کہ کسی بھی طرح قانون کی گرفت سے بچا رہے اور اسے اتنا وقت مل جائے کہ وہ پھانسی کے پھندے سے بچنے کی کوئی تدبیر سوچ لے۔ محسن کے ساتھ وقت

URDU TUBE

گزارتے ہوئے تو اسے سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا......

اس نے فوراً ہی اپنے ذہن میں آئے ہوئے خیال کو عملی جامہ بھی پہنا ڈالا۔ عادت کے مطابق پاؤچ اس کے ہاتھ ہی میں تھا۔ اسے کوئی بھی چیز لینے کے لیے اپنی کار کی طرف جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے اپنی کار کی چابی زور سے اچھال کر اپنی کار کی طرف پھینک دی اور دوسری کار میں بیٹھ کر اسے اتنی تیزی سے لے بھاگا کہ ایسی تیز رفتار ڈرائیونگ اس نے اپنی ساری زندگی میں نہیں کی تھی......

موٹر وے سے اس نے پہلے ہی گریز کیا تھا کیونکہ موٹر وے پر سفر کرنے میں پولیس کا زیادہ خطرہ تھا۔

اچانک اسے خیال آیا کہ ایک بار [illegible] فرزانہ سے رابطہ ہی نہیں کیا تھا، یہ اطلاع ہی نہیں دی [illegible] وہ حیدرآباد جا رہا ہے اس لیے فرزانہ خاصی پریشان ہو جاتی جس سے وہ بہت محبت کرتا تھا۔ اس نے موبائل نکال کر اس سے رابطہ کیا۔

"اب تو رات ہو گئی بھائی!" فرزانہ کے لہجے میں [illegible] پریشانی تھی۔

"سوری فرو!" ارسلان نے کہا۔ "[illegible] کچھ یاد ہی نہیں رہا تھا۔ مجھے تو حیدرآباد پہنچے ہوئے بھی ایک گھنٹا گزر چکا ہے لیکن کام نہیں بن رہا ہے۔ [illegible] شاید اس سے بھی آگے جانا پڑے۔"

یہ جھوٹ اس نے اس لیے بولا کہ زیادہ دن تک کراچی سے دور رہ سکے......

لیکن کتنے دن تک دور رہ سکے گا؟ یہ وہ سوچ ہی نہیں پا رہا تھا۔ دماغ میں اگر پھانسی کا پھندا [illegible] ہو تو انسان بھی ڈھنگ سے نہیں سوچ سکتا۔

"پولیس پھر تو نہیں آئی ہوگی۔" اس نے بظاہر بڑی بے پروائی سے پوچھا۔

"نہیں، پھر تو نہیں آئے وہ لوگ۔" فرزانہ نے جواب دیا۔ "لیکن بھائی آخر کتنے دن لگ جائیں گے آپ کی واپسی میں؟"

"ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا فرو! [illegible] سکوں۔" یہ بات اس نے خوامخواہ کہی تھی۔ "پریشان نہ ہو۔ بھابی ہیں نا تمہارے ساتھ...... وہ تو ہر وقت خیال رکھتی ہیں۔"

"ان کی بات اور ہے بھائی!" فرزانہ کچھ روہانسی ہو گئی۔ "اتنے دن تک میں کبھی آپ سے دور نہیں رہی۔"

"مجبوری ہے فرو! کام بہت ضروری ہے۔ اچھا اب آرام کرو۔"

"اپنا بہت خیال رکھیے گا۔" فرزانہ کی آواز میں لرزش تھی۔

ارسلان کا دل بھی اس خیال سے بھر آیا کہ مستقبل میں نہ جانے کیا ہو...... اس کے بغیر فرزانہ کیا کرے گی؟

اب وہ بولتا تو اس کی آواز بھی بھرا جاتی اس لیے اس نے آہستگی سے "ہوں" کر کے رابطہ منقطع کر دیا اور موبائل پاؤچ میں رکھ دیا جس میں وہ اپنا سارا سامان رکھتا تھا۔

اسی وقت اس نے دیکھا کہ سامنے سے ایک ٹرک تیز رفتاری سے چلا آ رہا تھا۔ ارسلان نے اس کی ہیڈلائٹس ذرا دیر پہلے بھی دیکھی تھیں لیکن قریب آجانے کے باعث یہ [illegible] کے بجائے دائیں [illegible] ارسلان کی کار کے بالکل [illegible] ارسلان نے اسٹیئرنگ [illegible] سکے۔ وہ اپنی اس [illegible] ایک کار سامنے [illegible] بھی بچنے کی کوشش [illegible] قابو سے باہر ہو کر خاصی [illegible] ایک بڑے درخت سے ٹکرا گئی۔

خاصا زوردار دھماکا ہوا تھا جس کے بعد ارسلان کو کچھ ہوش نہیں رہا۔

[illegible] حادثہ ڈاکٹر طاہرہ نے بھی دیکھا۔ بنیادی غلطی ٹرک ڈرائیور کی تھی جو غلط ٹریک پر چل رہا تھا۔ کار نے اس سے بچنے کی کوشش کی تھی تو ڈاکٹر طاہرہ کی کار کے سامنے آ گئی تھی۔ طاہرہ اپنی کار خود ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس نے بھی تصادم سے بچنے کے لیے کار دوسرے ٹریک پر لے جانے کی کوشش کی تھی۔ جب حادثہ ہوا تو ڈاکٹر طاہرہ نے محسوس کیا کہ سامنے سے آنے والی کار، ڈرائیور کے قابو سے باہر ہو گئی تھی اور اسی لیے درخت سے جا ٹکرائی تھی۔

ڈاکٹر طاہرہ نے بریک لگائے اور کار ٹھیک اسی جگہ رُکی جہاں سامنے سے آنے والی کار درخت سے ٹکرائی تھی۔

طاہرہ کی کار کی پچھلی سیٹ پر دو مرد بھی بیٹھے تھے جو ڈاکٹر طاہرہ کے اسپتال میں ملازم تھے۔ طاہرہ اس وقت ایک قریبی شہر میں اپنے ایک بیمار عزیز کو دیکھ کر کراچی واپس آ رہی تھی۔

ٹرک فراٹے بھرتا ہوا نکلتا چلا گیا تھا۔

"کمینے لوگ۔" ڈاکٹر طاہرہ نے یہ قصیدہ ٹرک

URDU TUBE ENTERTAINMENT

ڈرائیور کی شان میں پڑھا تھا، پھر وہ بہ سرعت کار سے اتری تھی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے اس کے دونوں ملازم بھی اترے۔ وہ تینوں تیزی سے کار کی طرف جھپٹے تھے۔

کار کا بونٹ بری طرح پچک گیا تھا۔ ونڈ اسکرین کے شیشے بھی ٹوٹ گئے تھے۔ ارسلان کا سر اسٹیئرنگ پر جھکا ہوا تھا اور اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔

''نکالو زخمی کو۔'' ڈاکٹر طاہرہ نے ملازمین سے کہا۔ وہ بحیثیت ڈاکٹر بہت بے چین نظر آرہی تھی۔ زخمی کا زیادہ خون بہہ جاتا تو اس کی زندگی بچانا مشکل ہو جاتا۔

اتنی دیر میں دو اور گاڑیاں وہاں آرکی تھیں۔ ان کے رکنے کا سبب یہی تھا کہ انہوں نے ایک کار [illegible] ہوئی دیکھ لی تھی جس کا بونٹ بالکل پچک گیا تھا۔

ڈاکٹر طاہرہ کے ملازمین نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی تو اسے کھول نہیں سکے۔

''دروازہ پھنس گیا ہے ڈاکٹر!'' ایک ملازم نے کہا۔

''زور لگاؤ۔'' ڈاکٹر طاہرہ نے بے چینی سے کہا۔

جو دو گاڑیاں آکر رکی تھیں ان میں ایک سوزوکی تھی جس سے دو آدمی اترے تھے۔ کار سے ایک عورت اور دو مرد اتر آئے تھے۔ وہ پانچوں ہی تیزی سے ان کے قریب آگئے۔

''کیسے ہوا یہ؟'' ان میں سے کسی نے پوچھا۔

''وہ ٹرک بھاگ نکلا ہے جس کی [illegible] ہے۔'' ڈاکٹر طاہرہ نے جواب دیا۔

اس کے دونوں ملازم دروازہ کھولنے کے لیے زور [illegible] رہے تھے لیکن وہ ان سے کھل نہیں رہا تھا۔ سوزوکی سے اترنے والے دونوں آدمیوں نے بھی جلدی سے آگے بڑھ کر ان کی مدد کی تو دروازہ ''تڑاخ'' کی آواز کے ساتھ کھل گیا۔ شاید وہ اس کا تالا ٹوٹنے کی آواز تھی۔

''بہت بری طرح پھنسا ہے۔'' عورت بولی۔

''نکالو باہر۔'' ڈاکٹر طاہرہ نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

سوزوکی سے اترنے والے دونوں آدمی پیچھے ہٹ گئے۔ وہ نہیں چاہتے ہوں گے کہ ان کے کپڑے خون سے رنگین ہوں۔ اب ان کی [illegible] عورت [illegible] تھی۔

''آپ ڈاکٹر طاہرہ ہیں نا؟'' عورت بولی۔

ڈاکٹر طاہرہ نے اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ اس کی ساری توجہ ارسلان کی طرف تھی جسے اس کے ملازمین نے کار سے اتار لیا تھا۔

''میری گاڑی میں ڈالو...... جلدی۔'' ڈاکٹر طاہرہ نے کہا۔

اس وقت ارسلان کا چہرہ بھی خون سے بڑی حد تک ڈھک گیا تھا۔ اسے پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔

☆☆☆

''کسی نے ٹرک کا نمبر بھی دیکھا؟'' کسی شخص نے پوچھا۔

''میں نے دیکھ لیا ہے، مجھے یاد بھی ہے۔'' ڈاکٹر طاہرہ کے ملازمین میں سے ایک نے جواب دیا۔ وہ دونوں ارسلان کو اٹھائے ہوئے ڈاکٹر طاہرہ کی کار کی طرف بڑھ رہے تھے۔

سوزوکی سے اترنے والوں میں سے ایک نے جلدی سے آگے بڑھ کر ڈاکٹر طاہرہ کی کار کا دروازہ کھولا۔

''پولیس کو بھی اطلاع تو دینی چاہیے۔'' کار سے اترنے والوں میں سے ایک شخص نے کہا۔

''میں ابھی فون کرتی ہوں۔'' ڈاکٹر طاہرہ نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے جواب دیا۔

''بہت خون بہہ گیا ہے بے چارے کا۔'' عورت [illegible] جائے۔''

[illegible] انجن اسٹارٹ کر دیا۔ اس کے دونوں ملازم پچھلی سیٹ پر بیٹھ سکے تھے کیونکہ ارسلان کی وجہ سے جگہ نہیں رہی تھی۔ ان کے کپڑے بھی خاصی حد تک خون سے سرخ ہو چکے تھے۔

[illegible] کار تیزی سے دوڑا دی۔

''[illegible] والے۔'' ڈاکٹر طاہرہ دانت پیستے ہوئے بولی۔ ''[illegible] کے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہیں۔'' اس نے اپنا موبائل نکال کر [illegible] کی طرف بڑھایا اور کہا۔ ''پولیس کو فون کرو۔ ٹرک کا نمبر [illegible] یاد ہی ہے۔''

[illegible] نے موبائل لے لیا اور نمبر ملانے لگا۔ دوسرا ملازم ارسلان کی قمیص سے اس کے چہرے پر پھیلا ہوا خون صاف کرنے میں لگ گیا تھا۔

''زندہ تو ہے نا یہ شخص؟'' ڈاکٹر طاہرہ نے اسی سے پوچھا۔ ''اس کا سینہ تو حرکت کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا میں نے [illegible]۔''

''میں اس کی نبض بھی دیکھ رہا ہوں ڈاکٹر صاحبہ!'' ملازم نے جواب دیا۔ ''بہت ہلکی چل رہی ہے۔''

''ہلکی تو چلے گی۔ خون بہت نکل گیا ہے۔'' ڈاکٹر طاہرہ نے کہتے ہوئے کار کی رفتار میں کچھ اور اضافہ کیا۔ وہ ارسلان کو جلد از جلد اپنے اسپتال لے جانا چاہتی تھی۔

اسے اپنا اسپتال کھولے ہوئے دو سال سے کچھ کم وقت گزرا تھا۔ وہ سرجن بھی تھی۔ اسپتال کھولنے سے قبل

URDU TUBE
A WORLD OF ENTERTAINMENT
www.urdutube.com

ایک بڑے اسپتال میں ملازم تھی۔ ملازمت کا مقصد صرف وقت گزاری اور لوگوں کی خدمت کا جذبہ تھا۔ بعد میں اسے اپنے دولت مند باپ کے سرمائے سے اپنا اسپتال کھولنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ اسپتال اس نے کراچی کے مضافات میں کھولا تھا تاکہ غریب لوگوں کو علاج کی سہولت حاصل ہوسکے۔ مزاجاً وہ بے حد ہمدرد تھی، غریبوں کے کام آنا چاہتی تھی۔ اسپتال کی ملازمت میں اسے ایسے مواقع حاصل نہیں تھے۔

پولیس کو اطلاع دینے کے بعد ملازم نے اس کا موبائل واپس کردیا۔

کار تیزی سے چلاتی ہوئی ڈاکٹر طاہرہ [illegible] اسپتال پہنچ گئی۔ اسپتال بہت بڑا نہیں تھا لیکن ڈاکٹر [illegible] نے کوشش کی تھی کہ وہاں لوگوں کو زیادہ سے زیادہ [illegible] حاصل ہوں۔

”اتارو جلدی۔“ ڈاکٹر طاہرہ نے کار کا انجن بند کرتے ہوئے کہا۔

دونوں ملازم کار سے ارسلان کا [illegible] اتار رہے تھے۔

اسپتال بڑا نہیں تھا اس لیے وہاں کا عملہ بھی زیادہ نہیں تھا لیکن جتنا بھی تھا، اس نے صورت حال دیکھ لی تھی۔ ایک اسٹریچر بہت تیزی سے قریب لایا گیا۔ دونوں ملازمین نے اسے اسٹریچر پر ڈال دیا۔

”آپریشن تھیٹر۔“ ڈاکٹر طاہرہ نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

لیکن اسے یہ کہنے کی ضرورت [illegible] کسی کو اسپتال [illegible] تھا کہ ایسی حالت میں [illegible] جایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر طاہرہ نے اپنے کمرے میں جاکر [illegible] گاؤن پہنا، چہرے پر ماسک لگایا اور دستانے [illegible] تیزی سے آپریشن تھیٹر کی طرف [illegible] بھی آپریشن تھیٹر میں پہنچ گئے [illegible] اسسٹنٹ سرجن ڈاکٹر زیدی بھی [illegible] آپریشن کی تیاری میں مصروف تھے۔

ارسلان کے چہرے سے خون صاف کیا جاچکا تھا۔ ڈاکٹر طاہرہ نے اس کا چہرہ دیکھا تو یکایک اس طرح ٹھٹکی جیسے کوئی غیر متوقع چیز سامنے آگئی ہو۔

”فیصل۔“ اس کے منہ سے لرزتی ہوئی مدھم آواز نکلی۔

معاونین اس کی طرف دیکھنے لگے۔

”جلدی کیجیے ڈاکٹر!“ ڈاکٹر زیدی بولا۔

ڈاکٹر طاہرہ کا جسم لرزنے لگا۔ جسم لرز رہا تھا اس لیے ہاتھوں میں بھی لرزش تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ بھی کپکپا رہی تھی جیسے وہ بے حد خوش ہوئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں آجانے والے آنسو بھی خوشی کے تھے۔

ارسلان کے سرہانے ایک اسٹینڈ تھا جس سے خون کی ایک بوتل بھی لٹکی ہوئی تھی۔ ارسلان کے جسم میں خون پہنچایا جارہا تھا۔

”زخم کی نوعیت؟“ ڈاکٹر طاہرہ کی آواز کانپ رہی تھی۔

”گہرا ہے۔“ ڈاکٹر زیدی نے کہا۔ ”سنبھالنا دشوار [illegible]

[illegible] کی آواز اب بھی [illegible]

[illegible] جی ہاں، کوئی [illegible] آپریشن آپ ہی کیجیے۔ میں نہیں کرسکوں گی۔

[illegible] رہوں گی۔“

[illegible] ہاتھوں میں وقت [illegible] آگیا...... ارسلان [illegible] شیشے کی چھوٹی بڑی کرچیں بھی [illegible] تھیں جنہیں فوری طور پر نکالنا تھا۔

[illegible] میرا فیصل آگیا۔“ ڈاکٹر طاہرہ [illegible]

[illegible] کی وجہ سے ڈاکٹر زیدی کی توجہ [illegible] ایک معاون کو اشارہ کیا کہ وہ ڈاکٹر [illegible]

[illegible] ہی تھی، اس نے [illegible] آپ کو آپ کے [illegible] سے ڈاکٹر زیدی کی [illegible] کمرے میں پہنچا دوں۔

[illegible] ڈاکٹر طاہرہ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

[illegible] کمرے میں پہنچا دیا۔ اس کی حالت ایسی ہوگئی تھی کہ وہ سہارے کے بغیر اپنے کمرے تک پہنچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اسے کرسی پر بٹھا کر اس کی معاون فوراً آپریشن تھیٹر کی طرف چلی گئی۔ جاتے جاتے اس نے ایک نرس سے کہہ دیا تھا کہ وہ ڈاکٹر طاہرہ کو پانی پلائے اور اس کے قریب موجود رہے۔

URDU TUBE

اس وقت ڈاکٹر طاہرہ کی نظریں اپنی میز پر رکھی ایک تصویر پر جمی ہوئی تھیں۔ بظاہر وہ تصویر ارسلان کی تھی لیکن دراصل وہ ڈاکٹر طاہرہ کے شوہر فیصل کی تھی جو ارسلان سے حیرت انگیز مشابہت رکھتی تھی۔

نرس اس کے لیے پانی کا گلاس لائی۔ وہ اس نے تھوڑا سا پیا اور گلاس میز پر رکھ دیا۔

''آپ کی طبیعت کیسی ہے ڈاکٹر؟'' نرس نے پوچھا۔

''ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔''

''آپ نے پانی پینے کے لیے ماسک تو اتار دیا لیکن دستانے اب بھی پہنے ہوئے ہیں۔'' نرس نے کہا۔

ڈاکٹر طاہرہ نے [illegible] ہوئے بھی اس کی نظر تصویر پر [illegible] ہوئی تھی [illegible] کیا کہ نرس وہیں موجود تھی۔

''جاؤ۔'' وہ سخت لہجے میں بولی۔

اس نے فوراً نرس کے جاتے ہوئے قدموں کی چاپ سنی۔

فیصل سے ڈاکٹر طاہرہ کی شادی [illegible] ہوئی تھی۔ شادی کے چند ماہ بعد ہی فیصل اپنے بزنس کے سلسلے میں بیرونِ ملک گیا تھا۔ وہیں اسے ایک چھوٹا سا بحری سفر بھی کرنا پڑا۔ وہ چھوٹا سا جہاز تھا جو صومالی قزاقوں نے قبضے میں کر لیا اور جو مسافر جہاز میں تھے، ان کے ممالک سے تاوان مانگا۔ اس معاملے میں کچھ دیر لگی تو قزاقوں نے [illegible] مسافروں کو ایک ایک کر کے ہلاک کرنا شروع کر دیا [illegible] آخرکار تاوان ادا کر کے مسافروں کو ان سے چھڑا لیا گیا۔ لیکن فیصل رہا ہونے والے مسافروں میں نہیں تھا۔ ڈاکٹر طاہرہ نے سمجھا کہ قزاقوں نے اسے ہلاک کر دیا ہوگا لیکن ڈاکٹر طاہرہ کے خیال کے مطابق حکومت نے یہ بات چھپانے کے لیے بیان دیا تھا کہ مسافروں میں سے کسی کو بھی قزاقوں نے ہلاک نہیں کیا تھا۔ ڈاکٹر طاہرہ [illegible] ہو گئی۔ اس کی دل بستگی ہی کے لیے اس کے والد نے اسے ایک اسپتال کھلوا دیا تاکہ اس کی مصروفیت میں طاہرہ کا غم ہلکا ہو سکے۔ وہ کیونکہ بزنس [illegible] تھی اس لیے اس کے والد نے فیصل کا کاروبار اپنے کاروبار میں ضم کر لیا تھا اور اس سے ہونے والا منافع ڈاکٹر طاہرہ کے اکاؤنٹ میں جمع کراتا رہتا تھا۔ کچھ دن بعد اس کے والد کا انتقال ہو گیا تو سارے کاروبار پر اس کے چھوٹے بھائی نے قبضہ کر لیا، ڈاکٹر طاہرہ کو منافع دینا بھی بند کر دیا۔ دو ایک افراد نے طاہرہ کو مشورہ دیا کہ وہ اس معاملے میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے لیکن طاہرہ کو تو اس منافع سے بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی جو اس کا باپ اس کے اکاؤنٹ میں جمع کرایا کرتا تھا۔ اس اکاؤنٹ سے کیا، اسے کسی بات سے بھی کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ اس کی زندگی مریضوں کی دیکھ بھال اور فیصل کی یادوں کے سہارے گزر رہی تھی کہ اب اچانک اس طرح فیصل مل گیا تھا جو دراصل ارسلان تھا۔

''ڈاکٹر!''

ایک آواز نے ڈاکٹر طاہرہ کو چونکایا اور اس کی نظریں تصویر سے ہٹیں۔

''پولیس آئی ہے۔'' ان دونوں ملازموں میں سے ایک نے اطلاع دی جو اس کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔

''بلاؤ۔'' طاہرہ کے لہجے میں تلخی تھی۔

ملازم واپس چلا گیا، لیکن جلد ہی لوٹا۔ اس کے ساتھ [illegible] تھا۔ طاہرہ اور وہ ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ طاہرہ اس کے گھر والوں کا علاج بھی کرتی رہی تھی۔ وہ اس کا احترام کرتا تھا۔

''ان کی حالت اب کیسی ہے ڈاکٹر صاحب؟'' ایس ایچ او نے پوچھا۔

''جن کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے، انہی کو پوچھ رہے ہوں گے آپ...... وہ آپریشن تھیٹر میں ہیں۔''

''آپ کے آدمی کی طرف سے تو ہمیں اطلاع ملی ہی تھی لیکن [illegible] صاحب نے بھی فون کیا تھا۔ وہ بھی وہاں [illegible] تھے جہاں کار درخت سے ٹکرائی تھی۔''

''آپ وہ کہیے جو آپ کہنا چاہتے ہیں۔''

''ان کا بیان لینا ضروری ہے۔ ابھی تو یہی نہیں معلوم کہ وہ کون ہیں۔''

''ان کا بیان تو آپ کل ہی لے سکیں گے۔ آپریشن کے بعد انہیں آئی سی یو میں رکھا جائے گا۔ جب وہ ہوش میں آئیں گے تو وہ بیان دے سکیں گے۔ وہ بھی اس صورت میں کہ اگر میں نے ان کی حالت تسلی بخش پائی تو ان کا بیان لینے کی اجازت دوں گی۔''

''ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر کی اجازت کے بغیر تو پولیس کسی مریض کا بیان نہیں لے سکتی۔''

''اگر ان کے لباس سے کوئی چیز ملی ہو تو اس سے کچھ نہ کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔'' ایس ایچ او نے کہا۔

''مجھے علم نہیں کہ ان کی جیبوں سے کیا کچھ نکلا ہے۔ آپریشن کے بعد ہی کچھ معلوم ہو سکے گا۔ ڈاکٹر زیدی ان کا آپریشن کر رہے ہیں۔''

''بیان تو آپ کا بھی لینا ہوگا۔'' ایس ایچ او نے

URDU TUBE
www.urdutube...

ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''وہ کار درخت سے کیسے ٹکرا گئی؟ کیا آپ اس بارے میں بتا سکتی ہیں؟''

''یقیناً بتا سکتی ہوں۔ میرے اسپتال کے وہ لوگ بھی بتا سکتے ہیں جو اس وقت میرے ساتھ تھے۔''

''جن صاحب نے اطلاع دی تھی، ان سے تو میری بات ہو چکی ہے۔ ٹرک کا نمبر بھی معلوم ہو گیا ہے۔''

''تو آپ کو سارا واقعہ معلوم ہو چکا ہوگا۔''

''آپ سے اس کی تصدیق ہو جاتی!''

''جھوٹ نہیں بولا گیا ہوگا آپ سے۔ وہی بیان آپ میری طرف سے بھی لکھ لیں۔ میں دستخط کر دوں گی۔''

ڈاکٹر طاہرہ کے جسم میں خوشی کی لہر [illegible] دوڑ رہی تھی کہ اسے اپنا شوہر فیصل مل گیا تھا۔ اس [illegible] نہیں کر پا رہی تھی کہ فیصل کے بارے میں پولیس کو [illegible] بتائے یا نہ بتائے۔ اسے گمان تھا کہ اس صورت میں بات کھل جائے گی، فیصل سے پوچھ گچھ کا سلسلہ شروع ہو جائے گا کہ وہ قزاقوں کے قبضے میں تھا یا نہیں [illegible] اور اب واپس آیا تو فوراً اپنی بیوی کے پاس کیوں نہیں [illegible] کار کا رخ تو کراچی کی طرف نہیں تھا۔ اس سے یہ بھی پوچھا جائے گا کہ وہ کہاں جا رہا تھا۔

خود طاہرہ کو بھی الجھن تھی کہ وہ سیدھا اس کے پاس کیوں نہیں آیا اور اس عرصے میں کس قسم کے حالات سے دوچار رہا۔ طاہرہ کو یہ گمان بھی تھا کہ شاید ان حالات کو پولیس سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہو۔

☆☆☆

ارسلان کو ہوش آیا تو اس کے [illegible] کھل گئی اور اس کی آنکھیں کھل گئیں۔

''کیسے ہو اب فیصل؟'' ایک سوانی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

ارسلان نے عورت کی طرف دیکھا۔ وہ خوب صورت عورت اس کے لیے اجنبی تھی۔ ارسلان اس پر زیادہ توجہ نہیں دے سکا۔ اسے وہ ٹرک یاد آگیا تھا جس سے بچنے کی کوشش میں وہ کار ایک درخت سے ٹکرا گئی تھی جو اس نے چوری کی تھی اور جو وہ اس وقت ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس تصادم کے ساتھ ہی اس نے دھماکے کی آواز تو سنی تھی جس کے بعد اسے ہوش نہیں رہا تھا۔

اب ہوش آیا تو ایک اجنبی عورت اس کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے بے اختیار اٹھنا چاہا تو اس عورت نے جلدی سے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا۔

''اٹھو مت!''

وہ ذرا سا ہی اٹھ پایا تھا جس کے باعث اس کے سر میں شدید تکلیف ہوئی تھی۔ بے اختیار اس کے ہاتھ سر پر پہنچ گئے تھے اور اب اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ اپنے سر کو جکڑا ہوا کیوں محسوس کر رہا تھا۔ اس کے سر پر بہت زیادہ پٹیاں کس کر لپٹی ہوئی تھیں۔

''اٹھو گے تو تکلیف ہوگی۔'' عورت پھر بولی۔

ایک طائرانہ نظر میں ہی ارسلان کو اندازہ ہو گیا کہ وہ کسی اسپتال میں تھا۔ جو عورت اس کے آرام دہ بستر کے قریب بیٹھی تھی اس کے جسم پر سفید گاؤن تھا۔ اسپتال کے کمرے کا احساس ہو جانے کے بعد ارسلان نے سمجھ لیا کہ وہ [illegible] ڈاکٹر ہوگی۔ [illegible]

''تم دوسری بار ہوش میں آئے ہو فیصل!'' وہ بولی۔ ''پہلی بار ہوش میں آنے لگے تھے تو تمہیں ایک انجکشن دے کر سلا دیا گیا تھا۔ اس وقت اگر تم جاگتے تو سر میں شدید تکلیف ہوتی۔ میں جب سے تمہارے پاس ہی بیٹھی ہوئی ہوں۔''

''آپ...... ڈاکٹر ہیں؟'' ارسلان رک رک کر دھیمی آواز میں بولا۔

طاہرہ کے چہرے سے حیرت ظاہر ہوئی۔ ''تم مجھے [illegible] نہیں [illegible]''

ارسلان اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ اس وقت اسے خیال آیا تھا کہ اس عورت نے اسے پہلے بھی فیصل ہی کے نام سے مخاطب کیا تھا۔

طاہرہ مسکرائی۔ ''کیا تمہیں اس طرح اپنا دیکھ کے [illegible] تمہیں خوشی نہیں ہوئی کہ ڈھائی سال بعد ہم پھر مل گئے ہیں؟'' ارسلان چکرا گیا۔ اس عورت کو غالباً کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی اس کے بارے میں......

''آپ [illegible]'' طاہرہ بولی۔ ''تمہارے چہرے سے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے تم مجھے پہچان نہیں رہے ہو۔ کیا ڈھائی سال میں مجھے بھول گئے؟'' طاہرہ نہ صرف بہت سنجیدہ بلکہ رنجیدہ بھی ہوئی۔ اس نے مزید کہا۔ ''اپنی طاہرہ کو بھول گئے؟''

اس کی آواز بھرا گئی۔ ''اپنی طوطی کو بھول گئے؟ شرارت سے تم مجھے طاہرہ کے بجائے طوطی کہا کرتے تھے۔ شادی سے پہلے بھی اسی طرح چھیڑا کرتے تھے۔''

''مجھے...... کچھ یاد نہیں......'' ارسلان نے کہتے

ہوئے آنکھیں بند کرلیں۔
طاہرہ کا چہرہ فق پڑ گیا۔
''تمہیں اپنا نام تو یاد ہے نا؟'' وہ کچھ توقف سے بولی۔
ارسلان نے جواب میں فوراً کچھ نہیں کہا۔ ان باتوں سے اس نے سمجھا تھا کہ اس عورت کا شوہر غالباً اس سے حیرت انگیز طور پر مشابہ تھا۔ یہ بات کہانیوں جیسی تھی لیکن ان باتوں کی روشنی میں یہی سوچا جاسکتا تھا۔ مزید یہ کہ اس کے شوہر کا نام فیصل تھا جو ڈھائی سال پہلے کہیں چلا گیا تھا اور اس عورت کا نام طاہرہ تھا اور وہ غالباً ڈاکٹر بھی تھی۔
''اپنا نام بھی یاد نہیں ہے کیا؟'' طاہرہ کی آواز دل گرفتہ سی تھی۔
ارسلان نے آہستگی سے نفی میں سر ہلادیا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ اگر اس نے اپنے سر کو زیادہ حرکت دی تو تکلیف ہوگی۔
''اچھا ٹھیک ہے۔'' طاہرہ بولی۔ ''چوٹ نے تمہاری یادداشت پر کچھ اثر ڈالا ہے۔ دھیرے دھیرے سب یاد آجائے گا۔ ابھی تم یاد کرنے کے لیے دماغ پر زور بھی نہ دو، سو جاؤ۔''
پھر اس نے نرس کو بلایا اور اس کی ہدایت کے مطابق ارسلان کو ایک انجکشن لگایا۔ ارسلان کے دماغ پر دھندی چھانے لگی اور آنکھیں بوجھل ہونے لگیں۔ طاہرہ عجیب سے عالم میں اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جارہی تھیں۔
نرس اب بھی وہیں موجود تھی۔
''تم مریض کے پاس ہی رہنا۔'' طاہرہ نے اسے ہدایت کی۔
''جی ڈاکٹر!''
طاہرہ وہاں سے اٹھ کر تھکے تھکے سے انداز میں چلتی ہوئی اپنے کمرے میں آگئی۔ راہ میں نظر آنے والی ایک نرس نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ ڈاکٹر زیدی کو اس کے پاس بھیج دے۔ کمرے میں آکر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ دل ہی دل میں دعا مانگ رہی تھی کہ فیصل کی یہ کیفیت وقتی ہو۔
ڈاکٹر زیدی جلد ہی آگیا۔
''جی ڈاکٹر!''
''بیٹھیے!'' طاہرہ نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ سے مریض کے بارے میں بات کرنا تھی۔''
''آپریشن تو ٹھیک رہا تھا ڈاکٹر! میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ کچھ زیادہ پیچیدہ مسئلہ نہیں تھا۔ بس خون زیادہ بہہ جانے کے باعث......''
طاہرہ نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''گھاؤ کتنا گہرا تھا؟......کیا ضرب ہڈی تک پہنچی تھی؟''
''جی ہاں، لیکن بہت معمولی سی۔'' ڈاکٹر زیدی نے جواب دیا۔
''کس جگہ؟''
جواب میں ڈاکٹر زیدی نے کوئی ٹیکنیکل لفظ کہا۔
''ہوں۔'' طاہرہ نے پُرخیال انداز میں کہا۔ ''اس جگہ چوٹ لگنے سے دماغ پر کچھ اثر ہوسکتا ہے۔''
''کیا ایسا ہوا ہے؟ آپ تو مستقل وہیں کمرے میں رہی ہیں۔''
''جی ہاں۔ کچھ اثر ہوا ہے۔ وہ کچھ بھولے بھولے سے لگتے ہیں۔''
''یہ وقتی بات ہوسکتی ہے۔''
''خدا کرے ایسا ہی ہو!''
''اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ سے ایک بات پوچھوں؟''
''پوچھیے!''
ڈاکٹر زیدی نے میز پر رکھی ہوئی تصویر کی طرف اشارہ کیا۔ ''تصویر...... مجھے یہ آپریشن تھیٹر میں پہنچتے ہی دکھائی دی تھی۔ دوسری بات یہ کہ آپ کے منہ سے بہت دھیمی آواز میں ایک نام نکلا تھا......فیصل اور آپ کے کارڈ پر بھی آپ کے نام کے ساتھ یہ نام شامل ہے۔ آپ انہیں دیکھ کر گم صم سی ہوگئی تھیں۔ آپ کی حالت ایسی ہوگئی تھی جیسے انہیں دیکھ کر آپ کو ذہنی دھچکا لگا ہو......آپ کانپنے لگی تھیں۔ آپ اس وقت آپریشن کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہی تھیں۔ اسی لیے آپ نے آپریشن مجھ پر چھوڑ دیا تھا۔''
طاہرہ نے سب کچھ خاموشی سے سنا، پھر بولی۔ ''فیصل ہی نام ہے ان کا۔ وہ میرے شوہر ہیں۔''
''کچھ ایسی ہی بات میرے ذہن میں بھی آئی تھی۔'' ڈاکٹر زیدی نے کہا۔ ''لیکن آپریشن سے قبل بس شبہ تھا کہ یہ تصویر شاید انہی کی ہو۔ یہ آپ کے شوہر کے علاوہ بھی کسی کی ہوسکتی تھی۔ یہ خیال بھی تھا کہ فیصل شاید آپ کے والد کا نام ہو۔ وہ تو آپ کی حالت سے ذہن آپ کے شوہر کی طرف گیا۔ آپ اتنی ریزرو رہتی ہیں کہ اسپتال کے کسی فرد کو بھی آپ سے اس تصویر کے بارے میں پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ خود آپ کے منہ سے بھی ایسی کوئی بات نہیں سنی تھی۔''
طاہرہ آہستہ آہستہ سر ہلاتی رہی۔ ڈاکٹر زیدی کے

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

خاموش ہو جانے کے بعد بھی وہ کچھ نہیں بولی۔

ڈاکٹر زیدی پھر بولا۔ ''آپ کے انداز سے یہ بھی ظاہر ہوا تھا کہ وہ غیر متوقع طور پر آپ کے سامنے آئے تھے...... کیا وہ کہیں دور چلے گئے تھے؟''

''جی ہاں، ہم ڈھائی سال سے جدا تھے۔''

''کیوں ڈاکٹر؟ معاف کیجیے گا۔ بات چھڑ گئی ہے تو زبان پر بے اختیار سوالات آ رہے ہیں۔ الگ ہونے کا سبب اگر کوئی جھگڑا تھا تو اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہوگا۔ آپ کے انداز سے صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ آپ ان سے بہت محبت کرتی ہیں۔ آپ سوئی بھی نہیں ہیں۔ کل سے کھانا بھی نہیں کھایا۔ بس چائے کے ساتھ بسکٹ وغیرہ کھا لیے ہیں۔ آپ کی آنکھوں کی سرخی بھی بتا رہی ہے کہ آپ ایک پل کو بھی نہیں سوئیں۔''

''کیسے نیند آ سکتی تھی۔ ڈھائی سال بعد تو ان کو دیکھا ہے اور وہ بھی اس حالت میں......! اور ابھی پھر ایک اور ذہنی جھٹکا لگا ہے کہ انہیں کچھ یاد ہی نہیں ہے۔ وہ مجھے بھی نہیں پہچانے۔''

''اوہ! لیکن اتنی شدید ضرب تو نہیں لگی تھی ان کے سر پر......! آپ ان کا ایکسرے دیکھ چکی ہیں۔''

''قدرت کا نظام ہے ڈاکٹر!...... وہ ہم شاید کبھی نہ سمجھ سکیں۔ آج کی ترقی یافتہ میڈیکل سائنس بھی کسی موقع پر بے بسی کا شکار ہو جاتی ہے۔ جو نتیجہ ہم لوگ اخذ کرتے ہیں، معاملہ اس کے برخلاف ہوتا ہے۔''

یکا یک ڈاکٹر زیدی نے چونک جانے والے انداز میں گھڑی دیکھی اور بولا۔ ''اگر آپ نے مجھے نہ بتایا ہوتا تو میرا دماغ ان میں خود آپ کے پاس آنے والا تھا اور یہاں آ کر ان باتوں میں الجھ گیا۔ ایس ایچ او کا فون آ چکا ہے۔ آپ کا فون اسے بند ملا تھا۔''

''ہاں۔ میں نے خود بند کر رکھا ہے۔ کسی کی بھی کال ریسیو کرنے کا موڈ نہیں تھا۔ کیوں فون کیا اس نے آپ کو؟ بیان لینے کے لیے بے تاب ہوگا فیصل کے قاتل کا۔''

''میں نے کہہ دیا تھا کہ ابھی وہ بیان دینے کے قابل نہیں ہیں۔ اس پر وہ بولا کہ بات کچھ اور ہے۔''

''کچھ اور بات کیا ہو سکتی ہے؟''

''یہ تو اسی سے معلوم ہو سکے گا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے کے اندر اندر آئے گا۔ ابھی گھنٹا بھر تو نہیں ہوا اس کی کال آئے۔''

''ایک بات کا خیال رکھیے گا۔ میں نے فیصل کے بارے میں آپ کو جو کچھ بتایا ہے، وہ کسی کو نہیں بتایئے گا۔ ابھی میں یہ معاملہ پوشیدہ رکھنا چاہتی ہوں۔ اس کا کچھ سبب بھی ہے۔ کسی وقت وہ بھی بتا دوں گی آپ کو۔''

''جیسا آپ مناسب سمجھیں۔ میں خیال رکھوں گا۔''

طاہرہ ڈاکٹر زیدی کے مزاج سے واقف تھی۔ اسے اطمینان تھا کہ زیدی کسی کو کچھ نہیں بتائے گا۔

☆☆☆

ایس ایچ او کے آنے کا سبب اسی سے معلوم ہوا۔

''ڈاکٹر صاحبہ!'' اس نے طاہرہ سے کہا۔ ''میں دو کانسٹیبلوں کو لے آیا ہوں۔'' ڈاکٹر زیدی بھی موجود تھا۔ ایس ایچ او نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ مجھے بتا چکے ہیں کہ ابھی وہ اس قابل نہیں کہ اس کا بیان لیا جا سکے لیکن مجھے [illegible] کانسٹیبل [illegible] کر رہے ہیں۔''

''کیوں؟'' ڈاکٹر طاہرہ نے [illegible] پوچھا۔

''[illegible] وہ فرار [illegible]'' ایس ایچ او نے کہا۔ ''[illegible] گرفتار بھی کرنا ہے۔''

''اس کا بیان [illegible]'' [illegible] ڈاکٹر زیدی بھی [illegible] طاہرہ چونک گئی [illegible] چونکا تھا۔

''جی۔'' ایس ایچ او نے کہا۔ ''[illegible] ابھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ پیشہ ور کار چور ہے یا اس نے پہلی مرتبہ وہ کار چوری کی تھی جس میں اس کا حادثہ ہوا۔''

[illegible] نے غصے میں میز پر ہاتھ مارا۔ [illegible] بہہ کر اس [illegible] خاموش ہو گئی۔

''[illegible] کیا جا سکتا ہے ڈاکٹر صاحبہ کہ وہ [illegible] مطلب نہیں [illegible] کیسے معلوم [illegible]''

''[illegible] یہ کیسے جان لیا کہ وہ کار چوری کی تھی؟''

''جس جگہ کار درخت سے ٹکرائی تھی، اس علاقے کا تھانہ دوسرا ہے۔ وہاں کے انچارج نے وہ کار وہاں سے اٹھوائی تھی۔ اس کے پاس اطلاع آئی تھی کہ ایک کار چوری کی گئی ہے۔ کار کا نمبر بھی بتایا گیا ہے۔ وہ نمبر اسی کار کا ہے۔ اب یہ میری ذمے داری ہے کہ وہ زخمی جب سنبھالا لے لے تو یہاں سے فرار نہ ہو سکے۔''

ڈاکٹر طاہرہ نے اس کی بات بڑی توجہ سے سنی اور اس کے دماغ میں خیالات چکرانے لگے۔ یہ تو اس کی دانست میں ممکن ہی نہیں تھا کہ ایس ایچ او جھوٹ بول رہا ہو

لیکن وہ اس پر بھی یقین نہیں کرسکتی تھی کہ اس کا شوہر فیصل کار چور ہوگا...... وہ اس صورت حال سے خاصی چکرا گئی...... ان حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے؟

''آپ کو یقین ہے کہ وہ کار چوری کی ہے؟'' اس نے ایس ایچ او سے کہا۔

''جی ہاں۔ وہاں کا ایس ایچ او کار کی نمبر پلیٹ کی تصویر بھی لایا تھا۔ وہ کار واقعی چوری کی ہے۔ اس کی اطلاع مجھے بھی مل چکی ہے۔ جب اس قسم کے واقعات ہوتے ہیں تو سبھی تھانوں کو خبر کردی جاتی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' آخر طاہرہ نے کچھ فیصلہ کرلیا۔ ''آپ اس کے کمرے پر کانسٹیبل مامور کردیں۔ میں قانون کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ یہ میرا مزاج نہیں۔''

''میں جانتا تھا کہ آپ یہی جواب دیں گی۔'' ایس ایچ او کھڑا ہوگیا۔ ''اس کے کمرے تک راہنمائی کے لیے کسی کو میرے ساتھ بھیج دیجیے۔''

طاہرہ نے خاموش اور متفکر بیٹھے ہوئے ڈاکٹر زیدی کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''آپ ہی چلے جائیں ان کے ساتھ۔''

''جی۔'' ڈاکٹر زیدی کھڑا ہوگیا۔

چلتے چلتے ایس ایچ او نے ڈاکٹر طاہرہ سے پوچھا۔ ''وہ کب تک اتنا سنبھل جائے گا کہ بیان بھی دے سکے اور اسے گرفتار بھی کیا جاسکے؟''

''اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ [illegible] پرسوں تک وہ یقیناً بہتر ہوجائے گا اور ممکن ہے کل ہی ٹھیک ہوجائے۔ میرا مطلب ہے اس قابل ہوجائے۔''

طاہرہ نے جواب دیا اور پوچھا۔ ''کانسٹیبل کہاں ہے؟''

''باہر کھڑے ہیں۔''

ڈاکٹر طاہرہ نے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ ایس ایچ او ڈاکٹر زیدی کے ساتھ کمرے سے چلا گیا۔

طاہرہ کرسی سے اٹھی اور ٹہلنے لگی۔ اس کے ذہن میں بھونچال آیا ہوا تھا۔ وہ اندازہ لگانے سے بھی قاصر تھی کہ اس کے شوہر نے یہ حرکت کیوں کی؟ ابھی وہ یہ بھی نہیں جان سکی تھی کہ فیصل ڈھائی سال تک کہاں رہا تھا۔ یہ بات بھی اس کے لیے معما تھی کہ وہ کراچی واپس آنے کے بعد سیدھا اس کے پاس کیوں نہیں آیا؟ وہ کار میں کراچی کی مخالف سمت جارہا تھا جب حادثہ ہوا۔

ایک بات اس کے لیے یہ بھی تعجب خیز تھی کہ اس کی جیب سے شناختی کارڈ، پرس یا کوئی چھوٹا موٹا پرچہ بھی نہیں ملا تھا۔ کم از کم موبائل فون اس کے پاس ضرور ہونا چاہیے تھا لیکن وہ بھی نہیں ملا۔

چند منٹ بعد ڈاکٹر زیدی اور ایس ایچ او واپس آگئے۔

''میں بس آپ کے تعاون کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔'' ایس ایچ او نے کہا۔ ''اب آپ سے فون پر رابطے میں رہوں گا۔''

''ضرور۔'' طاہرہ نے دھیمی آواز میں کہا، پھر پوچھا۔ ''کار میں اس کا کچھ سامان تو ملا ہوگا......! دراصل اس کی جیبوں میں تو کچھ نہیں تھا۔ نہ شناختی کارڈ، نہ کچھ اور......''

''وہاں کے ایس ایچ او نے مجھے بتایا تھا کہ ڈیش بورڈ سے کار کے کاغذات ملے ہیں جو اسی شخص کے نام ہیں جس نے اپنی کار چوری ہونے کی رپورٹ درج کرائی ہے۔ ان کاغذات کے علاوہ اگر اسے کچھ ملا ہے تو مجھے اس کا علم نہیں۔ میں پوچھوں گا اس سے۔''

''بتایئے گا مجھے۔''

ایس ایچ او نے اثبات میں جواب دیا اور چلا گیا۔

ڈاکٹر زیدی بولا۔ ''میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ آپ بہت پریشان ہوں گی۔''

''بات ہی ایسی سامنے آئی ہے۔'' طاہرہ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ وہ ٹہلتی ہی رہی تھی اور ان دونوں کے آنے کے بعد بھی کھڑے کھڑے باتیں کی تھیں۔ اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''فیصل مجھے اتنے عرصے بعد ملے ہیں۔ میری آنکھیں پتھرانے لگی تھیں ان کا انتظار کرتے کرتے۔''

طاہرہ کی آواز بھرا گئی۔ ''اب میں ان سے جدا ہونے کے لیے بالکل تیار نہیں۔ انہیں ہر قیمت پر قانون سے بچانا ہوگا۔ میرا دل کہتا تھا کہ وہ زندہ ہیں اور کبھی نہ کبھی ضرور واپس آجائیں گے۔ مجھے یہ یقین تھا کہ وہ قزاقوں کے ہاتھوں مارے نہیں گئے۔''

''قزاق؟'' ڈاکٹر زیدی کے لہجے میں تعجب تھا۔

طاہرہ نے اثبات میں سر ہلایا اور ساری روداد سنادی۔

سب کچھ سننے کے بعد ڈاکٹر زیدی نے کہا۔ ''میں ان دنوں ملک سے باہر تھا جہاں میں نے اس واقعے کے بارے میں تفصیل میں سنا تھا۔ کچھ مصروفیت ایسی تھی کہ اس بارے میں سے باخبر نہیں ہوسکا۔ آپ نے بتایا کہ حکومت کے بیان کے مطابق وہ قزاقوں کے قبضے میں نہیں تھے۔ ہوسکتا ہے یہی بات درست ہو۔''

''بالکل ہوسکتا ہے یہ بھی لیکن پھر وہ کہاں گئے؟ میری بہت کوششوں کے سبب انہوں نے اس بارے میں تحقیقات تو کی تھی لیکن کچھ معلوم نہیں ہوسکا تھا۔ پھر یہ معاملہ داخل دفتر

URDU TUBE
www.urdutube.com

کر دیا گیا۔'' طاہرہ نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''حکومت کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی کہ ایک بیوی کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی۔'' طاہرہ نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ نیند نہ لینے کے باعث اس کا سر خاصا بھاری ہو چکا تھا۔ ''کوئی اچھا وکیل ہے آپ کا جاننے والا؟''

''ایک آدھ ہے تو لیکن بیرسٹر سلیم انور تو آپ کے خاصے مداح ہیں۔''

''اوہ، ہاں۔'' طاہرہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ ''گزشتہ سال ان کے گردے کا آپریشن کیا تھا۔ دراصل اس وقت میری دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے [illegible] خیال ہی نہیں آیا ان کا۔ انہی سے رابطہ کرنا بہتر ہوگا۔ آپ کے پاس ان کا موبائل نمبر تو ہے نا؟''

''آپ کے پاس بھی ہونا چاہیے۔''

''ہاں، ہے تو لیکن میں اس وقت ایسی کیفیت میں ہوں کہ ان سے فون پر بات نہیں کرسکوں گی۔ آپ ہی سے رابطہ کیجیے اور انہیں میرا یہ پیغام دیجیے کہ وہ کل جس وقت بھی فارغ ہوں، آ کر مجھ سے مل لیں۔ اگر صبح جلدی آجائیں تو بہت اچھا ہوگا۔''

''میں سمجھ گیا آپ نے کیا سوچا ہے۔ آپ فیصل صاحب کی ضمانت قبل از گرفتاری کرانا چاہتی ہیں۔''

''یہی ایک صورت ہے۔ بعد میں مقدمہ بھی بھگت لیا جائے گا۔''

''ابھی بات کروں ان سے؟''

''ظاہر ہے۔ تبھی تو وہ کل صبح آسکیں گے اگر فارغ ہوئے تو۔''

ڈاکٹر زیدی نے فوراً اپنا موبائل نکالا۔

طاہرہ بڑبڑائی۔ ''ابھی بہت زیادہ رات تو نہیں گزری کہ وہ سو گئے ہوں۔ بڑے شہروں میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اتنی جلدی سو جاتے ہیں۔''

اس کا خیال ٹھیک تھا۔ بیرسٹر سلیم انور سے ڈاکٹر زیدی کا رابطہ ہوگیا۔ اس نے انہیں ڈاکٹر طاہرہ کا پیغام دیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ان کی طبیعت [illegible] ہے، اس لیے وہ خود فون نہیں کرسکیں۔

موبائل بند کرنے کے بعد ڈاکٹر زیدی نے بتایا۔ ''انہوں نے کل صبح نو بجے آنے کو کہا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔''

''لیکن ضمانت کیسے ہوگی ڈاکٹر صاحبہ!'' زیدی نے کہا۔ ''نہ تو وہ عدالت جاسکتے ہیں، نہ ان کا شناختی کارڈ ہوگا آپ کے پاس۔''

''شناختی کارڈ کی فوٹو اسٹیٹ پڑی ہے۔ عدالت سے غیر حاضری کا سبب علالت بتایا جاسکتا ہے۔ اسپتال کی طرف سے اس کا سرٹیفکیٹ دے دیا جائے گا۔''

''میں قانون نہیں جانتا لیکن عدالت شاید کہے کہ جب وہ موجود ہیں تو ان کا اصل شناختی کارڈ......''

طاہرہ نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ ان کی ذہنی حالت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ وہ یہ بتانے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ان کا شناختی کارڈ کہاں ہے۔ ویسے بیرسٹر سلیم بہتر جانتے ہوں گے کہ ان حالات میں [illegible] کوئی راستہ نکال ہی [illegible] مقدمات کے بارے [illegible] دیکھا جائے گا۔ [illegible] میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی [illegible] سے آپ بے فکر [illegible] فیصل صاحب کا۔ آج رات [illegible]

''[illegible] ہو جاؤں گی۔'' طاہرہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔ ''ان حالات میں مجھے ٹرنکولائزر لیے بغیر نیند نہیں آسکتی۔''

''تو لے لیجیے۔ آرام کرنا بہت ضروری ہے۔''

''میں [illegible] کرنا چاہتی ہوں۔''

''میں [illegible] آئی سی یو [illegible] کے ساتھ گیا تھا [illegible] آپ وہاں ایک نرس کی ڈیوٹی لگا کر آئی تھیں۔''

''اس کی ڈیوٹی کا وقت [illegible] ختم ہو جائے گا۔ آپ اس کی جگہ کسی دوسری نرس کو ہدایت کر جائیے۔ آپ [illegible] میں تو رکوں گی۔ میرا اندازہ ہے کہ فیصل [illegible] جاگ جائیں گے۔''

ڈاکٹر زیدی سوچ میں پڑ گیا۔

''پلیز آپ گھر جائیں۔'' طاہرہ پھر بولی۔ ''اگر نیند کا بہت دباؤ پڑا تو [illegible] سو جاؤں گی۔ دو بجے کا الارم لگا دوں گی۔''

ڈاکٹر زیدی نے محسوس کرلیا کہ مزید سمجھانا بجھانا بے کار ہے، طاہرہ کا دل اسپتال اور فیصل ہی میں اٹکا رہے گا۔

☆☆☆

ارسلان کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ کمرے میں موجود نرس ایک کرسی پر بیٹھے بیٹھے اونگھ رہی تھی۔

یہ کوئی اسپتال ہے، ارسلان نے سوچا اور وہ عورت

URDU TUBE ENTERTAINMENT www.urdutubes.com

ڈاکٹر تھی جس نے اس سے باتیں کی تھیں۔

اتنا سوچنے کے بعد ارسلان نے جلدی سے آنکھیں بند کرلیں۔ اسے خیال آیا تھا کہ نرس نے اسے جاگتے دیکھ لیا تو فوراً اس ڈاکٹر کو یا کسی اور ڈاکٹر کو اطلاع دے دے گی۔ ڈاکٹر فوراً آجائے گا۔

اب ارسلان چاہتا تھا کہ کسی سے کوئی بات کرنے سے پہلے سوچ لے کہ وہ کس صورتِ حال میں ہے۔ اسے حادثہ تو یاد آگیا تھا جس کے بعد سر پر لگنے والی چوٹ سے وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔ اس کے بعد کسی نے اسے کار سے نکال کر اس اسپتال میں پہنچایا ہوگا۔ پہنچانے والے غالباً وہی لوگ ہوں گے جن کی کار سے تصادم سے بچنے کی کوشش میں کار اس کے قابو سے باہر ہوگئی تھی اور حادثہ ہوگیا تھا۔

اسے لیڈی ڈاکٹر کی باتیں یاد آنے لگیں جس نے اپنا نام طاہرہ بتایا تھا۔ وہ فیصل نام کے کسی شخص کی بیوی تھی اور غالباً کہانیوں جیسی بات کی طرح وہ [illegible] پر مشابہ تھا۔ وہ اسے فیصل ہی سمجھ رہی تھی جو دو سال پہلے کسی طرح اس سے جدا ہوگیا تھا اور اب ملا تھا۔ وہ فیصل سے اور فیصل اس سے بہت محبت کرتا تھا۔

ارسلان کے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ کیا وہ اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ وہ قاتلوں سے بھاگ رہا تھا اور اب حالات ایسے [illegible] کر اس شکنجے سے بچا رہ سکتا تھا بشرطیکہ یہ بھید کھل نہ جائے کہ وہ فیصل نہیں تھا۔ اسے فیصل کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا اس لیے اس کا کردار ادا کرنا اس کے لیے بہت مشکل ہوتا، یا شاید ناممکن!

یکایک اسے ڈاکٹر کی یہ بات یاد آئی کہ سر کی چوٹ نے وقتی طور پر اس کی یادداشت پر اثر ڈالا ہے لیکن دماغ کو آرام دینے سے صورتِ حال نارمل ہو جائے گی۔ اس لیے اسے خواب آور انجکشن دیا گیا تھا۔

ڈبل پرسنالٹی! ارسلان کے ذہن میں چھناکا سا ہوا۔ اسے خیال آیا کہ اس بیماری کا نام غالباً "شیزوفرینیا" ہے۔ تو کیوں نہ وہ ایسی باتیں کرے جیسے سر کی چوٹ کے باعث اس مرض کا شکار ہوگیا ہے۔ اس نے کہیں پڑھا تھا کہ اس بیماری کے اسباب بہت سے ہوتے ہیں۔ یہ اسے یاد نہیں آیا کہ سر کی چوٹ بھی اس کا سبب بن سکتی ہے یا نہیں؟ ممکن ہے اس کا سبب یہ بھی ہوتا ہو، اس نے خود کو سمجھایا اور فیصلہ کیا کہ اس پر عمل کرکے دیکھے کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ فیصلہ کرنے کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ نرس اس وقت بھی اونگھنے کی حالت میں تھی۔

"نرس!" کمزوری کی وجہ سے اس کی آواز دھیمی تھی لیکن نرس چونک گئی۔

"جاگ گئے آپ؟" وہ کرسی سے کھڑی ہوگئی اور ایک انٹرکام کی طرف جھپٹی جو دیوار پر آویزاں تھا۔ "میں ڈاکٹر صاحبہ کو اطلاع دے دوں۔" اس نے ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ارسلان خاموش رہا۔

اطلاع دینے کے بعد نرس ارسلان کے بستر کے قریب آگئی۔

"اب آپ بہتر محسوس کر رہے ہوں گے۔" وہ بولی۔

"ہاں۔" ارسلان نے جواب دیا۔ "مجھے یاد آگیا ہے کہ میری کار حادثے کا شکار ہوگئی تھی۔ مجھے یہاں کس نے پہنچایا؟"

"ڈاکٹر طاہرہ ہی آپ کو یہاں لائی ہیں۔" نرس نے جواب دیا۔

"میں ابھی کتنی دیر سویا ہوں؟"

"چوبیس گھنٹے سے کچھ کم۔" نرس نے گھڑی دیکھ کر کہا۔

"کیا بجا ہے؟"

"نو بجنے میں کچھ منٹ باقی ہیں۔"

ارسلان حیران رہ گیا۔ "میں اس سے پہلے بھی سویا تھا، یا سلایا گیا تھا؟"

"میں تو بعد میں آئی ہوں ڈیوٹی پر۔" نرس نے جواب دیا۔ "مجھے علم نہیں۔"

"میں پہلے جاگا تھا تو بھی شاید ڈاکٹر نے کہا تھا کہ..." ارسلان کہتے کہتے چپ ہوا، پھر اس نے پوچھا۔ "میں یہاں کب سے ہوں؟"

"کل رات سے۔"

ارسلان دم بخود رہ گیا۔ "کیا اس وقت بھی..... رات ہے؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"جی۔" نرس کا جواب تھا۔

ارسلان کو خیال آیا کہ اس کی بہن فرزانہ بہت پریشان ہوچکی ہوگی۔ وہ گزشتہ رات سے اب تک اسے فون ہی نہیں کرسکا تھا، فون کرنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔

"اگر وہ فیصل بنا رہا تو؟" اس کے ذہن میں سوالات ابھرے۔ "ایسی صورت میں فرزانہ کا کیا حال ہوگا؟"

دروازہ کھلنے کی آواز سن کر اس کی نظریں ادھر گئیں۔ ڈاکٹر طاہرہ بہت تیزی سے اندر آئی تھی۔

URDU TUBE
HOME OF ENTERTAINMENT

"اب کیسے ہو فیصل؟" وہ پوچھتی ہوئی تیزی سے ارسلان کے قریب آئی۔

"فیصل۔" وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔ اب اسے اداکاری کرنا تھی۔ اس نے دھیمی آواز میں پوچھا۔ "کیا میرا نام فیصل ہے؟"

ڈاکٹر طاہرہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ "اب بھی کچھ یاد نہیں آیا تمہیں؟" اس کے لہجے میں شدید مایوسی تھی۔

"میں کون ہوں؟" وہ بڑبڑایا۔ پھر یکایک چیخ پڑا۔ "مجھے بتاؤ میں کون ہوں؟"

"آہستہ بولو۔" طاہرہ نے جلدی سے کہا۔ "ورنہ تکلیف بڑھ جائے گی۔"

ارسلان کے سر میں تکلیف واقعی بڑھ گئی تھی۔

"مجھے...... مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے...... کچھ یاد نہیں آرہا۔" وہ پاگلوں کی طرح بڑبڑانے لگا۔

"گھبراؤ مت، سب یاد آجائے گا۔" طاہرہ نے اس کا شانہ تھپکا جبکہ وہ خود روہانسی ہوگئی تھی۔ "آجائے گا...... دھیرے دھیرے سب یاد آجائے گا۔ اپنے دماغ پر زیادہ زور نہ دو۔"

ارسلان اسے اس طرح تکنے لگا جیسے بالکل خالی الذہن ہو۔

"دماغ پر زور ڈالے بغیر بتاؤ۔" طاہرہ بولی۔ "کیا تمہیں کچھ بھی یاد نہیں؟"

"میں کسی کار میں تھا......" ارسلان کھوئے کھوئے سے انداز میں بولا۔ "وہ کار کسی حادثے کا شکار ہوئی تھی۔ اس کے بعد...... اس کے بعد......" اس نے اپنے چہرے سے ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ وہ الجھن کا شکار ہو رہا ہے۔

"تمہارے لباس کی کسی جیب سے کوئی سامان بھی نہیں نکلا۔" طاہرہ بولی۔ "تمہارا شناختی کارڈ بھی نہیں۔"

اس بات سے ارسلان کا سارا جسم سنسنا گیا۔ اسی وقت اسے خیال آیا تھا کہ اس کا شناختی کارڈ اور دوسری چیزیں پاؤچ میں تھیں۔

"پولیس کو اطلاع ہے اس حادثے کی؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"پولیس کو اطلاع دینا تو ضروری تھا۔"

ارسلان کو خیال آیا کہ پولیس کو کار سے اس کا پاؤچ بھی مل گیا ہوگا۔ یہ ظاہر ہوگیا ہوگا کہ اس کا نام ارسلان ہے۔ یہ ڈراما تو نہیں چل سکے گا۔ ارسلان نے سوچا۔

"پولیس اس حادثے کے بارے میں تمہارا بیان لینے کے لیے بھی تیار ہے۔" طاہرہ نے کہا۔ "میں نے ہی انہیں یہ کہہ کر روکا ہے کہ ابھی تم بیان دینے کے قابل نہیں ہو۔"

"کیا بیان دوں گا میں؟" وہ پھر بڑبڑایا۔

صورتِ حال واضح ہونے تک وہ ڈراما جاری رکھنا چاہتا تھا۔

"آجائے گا یاد...... دھیرے دھیرے یاد آجائے گا...... آرام کرو۔" طاہرہ نے کہا اور تیزی سے چلتی ہوئی وہاں سے نکل کر اپنے کمرے میں آگئی جہاں اسے چند گھنٹے کے لیے غنودگی آگئی تھی۔ نرس نے انٹرکام پر اس سے رابطہ کیا تھا تو وہ جاگی تھی۔

کمرے میں واپس آکر اس نے اپنا سر میز پر ٹکا [illegible] تھے...... یہ اس کے [illegible] کے خیال کے مطابق [illegible] کہ وہ حادثے کے [illegible] کا شکار ہو چکا تھا۔ اب کسی ماہرِ نفسیات ہی [illegible] کہ شاید وہ اس کی کھوئی ہوئی یادداشت واپس لانے میں کامیاب ہو جائے۔

ایس ایچ او اکمل دیر تک سوتا رہتا تھا لیکن اس صبح جب اسے جگا کر اطلاع دی گئی کہ ہیڈ کوارٹر سے کوئی افسر آیا ہے تو وہ بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ جلدی جلدی، جیسے تیسے تیار ہو کر [illegible] کمرے میں اس نے جس شخص کو بیٹھے دیکھا، وہ [illegible] ہاشمی تھا۔ ایس ایچ او اسے جانتا بھی تھا۔ اس نے [illegible]

"[illegible]" ایس ایچ او نے اپنی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"[illegible] باتیں بھی آپ کی زندگی کا حصہ ہیں؟" ہاشمی نے نہایت خشک لہجے میں کہا۔

ایس ایچ او نے فوراً معذرت کی اور اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"مجھے ایک شخص ارسلان کی تلاش ہے۔" ہاشمی نے کہا۔ "وہ کار میں اپنے گھر سے فرار ہوا تھا۔ وہ کہاں جا کر روپوش ہونا چاہتا تھا، یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن اس کی کار ایک مضافاتی بستی میں پائی گئی۔ اسی جگہ سے ایک کار بھی چوری ہوئی۔ مجھے شبہ ہے کہ ارسلان ہی نے وہ کار چوری کی ہوگی۔ اپنی کار وہ وہیں چھوڑ گیا تھا۔ دوسری بات مجھے یہ معلوم ہوئی کہ وہ کار ایک حادثے کا شکار ہوگئی تھی۔ جس علاقے میں حادثہ ہوا تھا، میں اس علاقے کے پولیس اسٹیشن میں گیا تھا۔ وہاں

سے معلوم ہوا کہ کار چلانے والا بہت شدید زخمی ہوا تھا جسے کوئی ڈاکٹر طاہرہ اپنے اسپتال لے گئی تھی۔ آپ ان حالات سے واقف ہوں گے۔''

''جی ہاں۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔''

''اس شخص کا بیان لیا آپ نے؟''

''اس کی حالت ابھی اتنی ٹھیک نہیں ہوئی کہ وہ بیان دے سکے۔ رات تک کی رپورٹ تو یہی ہے۔ اسی لیے ڈاکٹر طاہرہ نے ہمیں اس کا بیان لینے کی اجازت نہیں دی۔''

''جس علاقے میں حادثہ ہوا ہے، وہاں کے ایس ایچ او کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ کار چوری کی تھی۔ اسی لیے اس شخص کو گرفتار بھی ہونا چاہیے۔''

''ڈاکٹر طاہرہ نے کہا تھا کہ وہ اس حالت میں بھی نہیں کہ اسے گرفتار کر کے لے جایا جا سکے۔ اسی لیے فی الحال دو کانسٹیبل اس شخص کی نگرانی کرنے پر مامور کر دیے گئے ہیں تاکہ وہ فرار نہ ہو سکے۔''

''یہ بھی معلوم ہو چکا ہے مجھے، لیکن۔ اچھا یہ آپ یہ بتائیں کہ اس شخص کے پاس سے اس کا شناختی کارڈ اور شاید کچھ کاغذات تو ملے ہوں گے۔''

''ڈاکٹر طاہرہ کا بیان ہے کہ اس کی جیب سے ایسی کوئی چیز نہیں ملی۔''

''عجیب بات ہے۔'' ہاشمی نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔ ''یہ تو غالباً ممکن نہیں کہ کسی اجنبی کے لیے کوئی ڈاکٹر جھوٹ بولے لیکن یہ بات بڑی عجیب سی ہے کہ اس کی جیبوں سے کچھ نہ ملا ہو۔ چوری کی کار سے بھی صرف وہ کاغذات ملے ہیں جو اس کار کے اصل مالک کے ہیں۔''

''تو آپ کو یقین ہے کہ حادثے کا شکار ہونے والا وہ شخص ارسلان ہی ہوگا جو آپ کو مطلوب ہے؟''

''یہ یقین فی الحال تو نہیں ہے۔ میں اس کا چہرہ شناس نہیں اور ایک امکان تو یہ بھی ہے کہ ارسلان نے چوری کی ہوئی کار میں سفر کرنا بھی خطرناک سمجھا ہو اور کار کہیں چھوڑ کر کسی بس میں بیٹھ کر چلا گیا ہو۔''

''اگر وہ بس میں چلا گیا ہوگا تو چوری کی اس کار میں کون تھا، یہ بھی تو سوچنے کی بات ہے۔''

''فی الحال فرض ہی کیا جا سکتا ہے کہ وہ کار شاید کسی اور نے چرائی ہو اور وہی حادثے کا شکار ہوا ہو، لیکن وہ جو کوئی بھی ہے، اس کے کاغذات اگر اس کی جیبوں میں نہیں تو کار میں ہونے چاہیے تھے لیکن کار میں بھی نہیں۔ بہرحال میں اس شخص کو دیکھنا ضرور چاہوں گا جس نے کار چرائی ہے۔''

''ہاسپٹل چلے چلیے، دیکھ لیجیے اس شخص کو۔ اسے صرف دیکھنے پر تو ڈاکٹر طاہرہ کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں البتہ وہ بیان دینے کے قابل ہوا ہے یا نہیں، اس کا علم اسپتال چل کر ہی ہو سکے گا۔ ویسے ڈاکٹر طاہرہ بہت نفیس خاتون ہیں۔ غریبوں کی نہایت ہمدرد!......اس علاقے میں یہ اسپتال انہوں نے صرف غریبوں کی خدمت ہی کے لیے کھولا ہے ورنہ ان کے پاس پیسے کی کوئی کمی نہیں۔ وہ شہری حدود میں کوئی بڑا اسپتال بھی کھول سکتی ہیں۔''

موبائل جب تھانے سے روانہ ہوئی تو ہاشمی اپنی کار میں اس کے پیچھے تھا۔ وہ دونوں ڈاکٹر طاہرہ سے ملے جو اس وقت اسپتال ہی میں موجود تھی۔

''آپ بہت اداس نظر آ رہی ہیں ڈاکٹر!'' ایس ایچ او نے کہا۔

''غیر معمولی مریض مجھے متاثر تو کرتے ہیں۔'' طاہرہ نے جواب دیتے ہوئے ہاشمی کی طرف دیکھا۔

''یہ پولیس ہیڈ کوارٹر سے آئے ہیں۔'' ایس ایچ او نے بتایا۔ ''کسی معاملے کی تفتیش کر رہے ہیں۔ انہیں شبہ ہے کہ اس معاملے کا کچھ تعلق اس شخص سے بھی ہو سکتا ہے جس سے ہم اب تک بیان نہیں لے سکے ہیں۔ ابھی تو اس کا نام بھی معلوم نہیں ہو سکا۔''

''میں نے اس اہم بات پوچھنے کا مجھے خیال ہی نہیں آیا۔'' ڈاکٹر طاہرہ نے کہا۔ ''ذہن اتنا منتشر ہے۔ میں غالباً آپ کو بتا چکی ہوں کہ ان کی جیبوں سے تو کچھ نہیں ملا تو پھر ان کا شناختی کارڈ وغیرہ اسی کار میں ہوگا۔ وہ مل گیا آپ کو؟''

''جی نہیں۔ اس کار سے بھی ایسی کوئی چیز نہیں ملی۔''

''بہت ہی عجیب بات ہے۔''

''جی ہاں۔ بہت عجیب۔''

''میں اس شخص کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' ہاشمی بول پڑا۔

''جی ضرور دیکھیے!'' ڈاکٹر طاہرہ کھڑی ہو گئی۔

''کیا اب وہ اس قابل ہیں کہ ہم ان کا بیان لے سکیں؟'' ایس ایچ او نے پوچھا۔

''وہ تو مجھے بھی کچھ نہیں بتا سکے۔'' ڈاکٹر طاہرہ نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں بھی اس کے ساتھ قدم اٹھا رہے تھے۔

''آپ کو کیا نہیں بتا سکے؟'' ہاشمی بولا۔ ''کیا پوچھا تھا آپ نے ان سے؟''

''ان کا نام جاننا چاہا تھا۔'' ڈاکٹر طاہرہ نے کمرے سے نکلتے ہوئے کہا۔

''نام بھی نہیں بتایا؟'' ہاشمی کو حیرت ہوئی تھی۔

''وہ اپنی یادداشت کھو چکے ہیں۔''

''ارے!'' ایس ایچ او کے منہ سے نکلا۔

ہاشمی کی پیشانی پر شکن پڑ گئی تھی۔

''وہ اپنے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے۔'' ڈاکٹر طاہرہ نے کہا۔ ''میں نے سوچا تھا کہ کار سے ان کے کاغذات مل جائیں گے تو کم از کم یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں لیکن آپ بتا رہے ہیں کہ کار سے بھی کچھ نہیں ملا۔''

''جی ہاں۔'' ایس ایچ او نے کہا۔ ''یہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ ہر شخص اپنے پاس شناختی کارڈ یا کم از کم اس کی فوٹو اسٹیٹ ضرور رکھتا ہے۔''

باتیں کرتے ہوئے وہ اس کمرے تک پہنچ گئے جہاں دو کانسٹیبل کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی ڈیوٹی بدلتی رہتی تھی۔ ایس ایچ او کو دیکھ کر انہوں نے اسے سلام کیا۔ ہاشمی کو غالباً وہ جانتے نہیں تھے۔

وہ تینوں کمرے میں داخل ہوئے۔ ارسلان بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ایک نرس بھی وہاں موجود تھی۔

ہاشمی نے ایک طویل سانس لی۔ ارسلان اس خاکے سے مختلف تھا جو ہاشمی نے پولیس کے ایک آرٹسٹ کے ذریعے کشمالہ سے بنوایا تھا لیکن ایک بات اور تھی جس نے ہاشمی کو حیران بھی کیا تھا۔

''یہ پولیس ہیڈ کوارٹر سے آئے ہیں۔'' طاہرہ نے ارسلان سے کہا۔ ''کسی معاملے کی تفتیش میں انہیں تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔''

''کس معاملے میں؟'' ارسلان نے ہاشمی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا پھر کہا۔ ''مجھے کچھ یاد ہی نہیں آ رہا ہے۔''

''ڈاکٹر!'' ارسلان نے طاہرہ کی طرف دیکھا۔

طاہرہ نے ہاشمی کی طرف دیکھا۔ ''میں نے آپ لوگوں کو بتایا تھا نا!''

ہاشمی پُرخیال نظروں سے ارسلان کی طرف دیکھتا رہا، پھر طاہرہ سے بولا۔ ''اب یہ بیان دے سکتے ہیں؟''

''جی ہاں۔'' طاہرہ نے جواب دیا۔ ''لیکن یہ کیا بیان دے سکتے ہیں؟ انہیں کچھ یاد ہی نہیں ہے۔''

''ان کی حالت اب مجھے ایسی نظر آ رہی ہے کہ انہیں کسی دوسرے کمرے میں بھی منتقل کیا جا سکتا ہے۔''

''جی ہاں، لیکن مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''بس یہی پوچھنا چاہتا تھا کہ ان کی منتقلی ممکن ہے۔'' ہاشمی نے کہا، پھر ایس ایچ او کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''یہ شخص جو بھی ہے، اس نے کار تو چرائی ہے۔ اسے گرفتار کیا جانا چاہیے۔''

ڈاکٹر طاہرہ نہ صرف چونکی بلکہ پریشان بھی ہوئی۔

ہاشمی، ایس ایچ او سے کہتا رہا۔ ''پولیس کسٹڈی میں اسے سرکاری اسپتال پہنچایا جا سکتا ہے۔''

''جی ہاں، یہ تو اب ممکن ہے۔'' ایس ایچ او نے کہا۔

''کیا یہ ضروری ہے؟'' طاہرہ نے جلدی سے پوچھا۔

''یہاں دو کانسٹیبل پہرا تو دے رہے ہیں۔''

''ضرورت کیا ہے کہ صرف پہرا دیا جائے۔'' ہاشمی نے کہا۔ ''اسے اب باقاعدہ پولیس کسٹڈی میں ہونا چاہیے۔'' ہاشمی نے ایس ایچ او کی طرف دیکھا۔ ''آپ ایمبولینس منگوا لیں۔ پولیس ..... لیں۔''

طاہرہ کا رنگ بدلا۔

''کیوں!'' ہاشمی نے اس کی طرف دیکھا۔ ''آپ کو اس پر کوئی اعتراض ہے؟''

''نہیں نہیں۔'' طاہرہ نے جلدی سے کہا۔ ''میں قانون کے راستے میں رکاوٹ کیسے بن سکتی ہوں...... میں یہ کہہ رہی تھی کہ ایک مریض کا ہر طرح سے خیال رکھنا، میرا فرض ہے۔ ابھی ان کے زخموں کی ڈریسنگ ہونا ہے۔ ایمبولینس آنے میں بھی کچھ وقت لگے گا۔ اتنی دیر میں ان کی ڈریسنگ کر دی جائے گی۔ اس پر تو آپ لوگوں کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔''

''ہاں، یہ آپ کر سکتی ہیں۔ کتنا وقت لگے گا؟''

''آپ لوگ کچھ دیر باہر انتظار کریں۔ پندرہ بیس منٹ تو لگیں گے۔''

ہاشمی نے کچھ عجیب سی نظروں سے طاہرہ کی طرف دیکھا، کچھ کہتے کہتے رکا بھی، پھر شانوں کو ہلکی سی جنبش دے کر بولا۔ ''ٹھیک ہے۔'' پھر اس نے ایس ایچ او کی طرف دیکھا۔ ''آپ ایمبولینس کے لیے فون کر دیں۔ مزید پولیس منگوانے کی ضرورت تو نہیں ہے۔ یہ دونوں کانسٹیبل چلے جائیں گے ایمبولینس میں۔ آپ اپنی موبائل ان کے پیچھے رکھ سکتے ہیں۔ جہاں ایکسیڈنٹ ہوا ہے، اس علاقے کے پولیس اسٹیشن کو بھی اطلاع دے دیجیے۔'' یہ سب کچھ کہتے ہوئے ہاشمی کے قدم دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اس کے ساتھ ایس ایچ او بھی کمرے سے نکل آیا۔ چند قدم آگے چل کر ہاشمی رک گیا۔ اس نے پلٹ کر یہ بھی دیکھا کہ کمرے کا دروازہ بند کر لیا گیا تھا۔

URDU TUBE ENTERTAINMENT

ایس ایچ او موبائل فون پر ایمبولینس کے سلسلے میں کسی کو ہدایات دے رہا تھا۔ جب اس نے فون بند کیا تو ہاشمی نے اس سے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ یہ معاملہ بھی ایک مسئلہ بنے گا۔“

”کیا مطلب؟ مسئلہ کیوں؟“

”بتاؤں گا آپ کو...... آپ...... ایمبولینس کے ساتھ نہ جائیے۔ کوئی اور موبائل منگوالیں جو ایمبولینس کے ساتھ جائے۔ آپ بھی اس وقت میرے ساتھ رہیں جب میں ڈاکٹر طاہرہ سے کچھ باتیں کروں۔“

”ان سے کیا باتیں کرنا ہیں؟“ ایس ایچ او الجھ گیا۔

☆☆

ڈاکٹر طاہرہ کا ذہن بھی خاصا الجھ چکا تھا۔ فیصل کی گرفتاری اس کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ اسی لیے اس نے ضمانت قبل از گرفتاری کے سلسلے میں بیرسٹر سلیم انور سے رابطہ کیا تھا۔

”یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔“ بیرسٹر سلیم نے کہا تھا۔ طاہرہ نے ڈاکٹر زیدی کو بھی بیرسٹر سلیم کے ساتھ عدالت بھیج دیا تھا لیکن وہ دونوں ابھی تک واپس نہیں آئے تھے اور نوبت گرفتاری تک پہنچ گئی تھی۔

ہاشمی اور ایس ایچ او کے باہر جاتے ہی اس نے نرس سے کمرے کا دروازہ بند کرایا اور موبائل پر رابطہ کیا۔

اس وقت ارسلان کے چہرے سے کچھ پریشانی ظاہر ہو رہی تھی جس کی طرف ڈاکٹر طاہرہ کا دھیان ہی نہیں گیا۔

”جی ڈاکٹر صاحبہ!“ رابطہ ہو جانے پر بیرسٹر سلیم کی آواز آئی۔

”ضمانت کا کیا ہوا؟“ طاہرہ نے بے قراری سے پوچھا۔

”ہو گئی ڈاکٹر صاحبہ! ابھی ہوئی ہے۔“

طاہرہ نے سکون کی سانس لی۔ ”آپ کتنی دیر میں پہنچیں گے یہاں؟“

”زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے میں۔“ بیرسٹر نے کہا۔ ”کیوں۔ خیریت؟“

”پولیس گرفتاری کے لیے تیار ہے۔ میں نے کچھ بہانہ کر کے انہیں پندرہ بیس منٹ کے لیے روکا ہے۔ پلیز! جلدی آئیے...... آدھے گھنٹے میں تو یہ لے جائیں گے گرفتار کر کے۔“

”اوہ...... اچھا اچھا! میں ڈرائیور سے کہتا ہوں کہ گاڑی تیز چلائے۔“

”پلیز!“

دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

طاہرہ موبائل بند کر کے ٹہلنے لگی۔ ڈریسنگ کا تو اس نے بہانہ کیا تھا۔ اسے اتنا وقت گزارنا تھا کہ ضمانت نامہ آجاتا۔

گرفتاری کے بعد بھی فیصل کو آزاد کرایا جا سکتا ہے لیکن گرفتاری ہی کیوں ہو۔ وہ ٹہلتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

”کیا بات ہے ڈاکٹر صاحبہ!“ نرس نے ہمدردی سے پوچھا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ......“

”آ جائے گا سمجھ میں۔“ طاہرہ نے جھنجلا کر جواب دیا۔ ”خاموش رہو۔“

نرس چپ رہ گئی۔

”مجھے گرفتار کیا جائے گا؟“ ارسلان نے طاہرہ کی طرف دیکھا۔

”گرفتاری ہی رو کنے کا بندوبست کیا ہے میں نے۔“ طاہرہ نے اسے جواب دیا۔ ”وہ لوگ آ ہی رہے ہیں۔ ضمانت کرالی گئی ہے تمہاری۔“

”گرفتاری؟ مگر کیوں؟“

”شاید بتایا نہیں میں نے تمہیں...... جس کار کے حادثے میں تم زخمی ہوئے ہو، وہ چوری کی تھی۔ پولیس تمہیں کار چوری میں گرفتار کرنا چاہتی ہے۔ مجھے بھی اس بات کا اندیشہ تھا۔ اسی لیے پہلے سے بندوبست کیا تھا میں نے۔“

ارسلان خاموشی سے اس کا منہ تکتا رہا۔ طاہرہ نے رک رک کر اسے جواب دیا تھا۔ جواب دے کر وہ پھر ٹہلنے لگی۔

بیس منٹ اسی طرح گزر گئے۔ پھر دروازے پر دستک ہوئی۔

”وہی لوگ ہوں گے۔“ طاہرہ کا جسم جھنجنانے لگا۔ اس نے نرس کی طرف دیکھا۔ ”مجبوری ہے۔ کھول دو دروازہ۔“

نرس دروازے کی طرف بڑھی۔ طاہرہ نے فوراً ایک بار پھر موبائل پر بیرسٹر سلیم سے رابطہ کیا۔

”ہم بس ایک منٹ بعد وہاں ہوں گے۔“ بیرسٹر سلیم نے کہا۔

طاہرہ نے موبائل بند کر دیا۔ ہاشمی اور ایس ایچ او اندر آ رہے تھے۔ ان کے پیچھے دو آدمی اسٹریچر لا رہے تھے۔

”پلیز!“ طاہرہ نے ہاشمی کی طرف دیکھا۔ ”بس ایک انجکشن اور لگانا ہے۔“ وہ جواب کا انتظار کیے بغیر خود ہی انجکشن تیار کرنے لگی۔ اس نے نرس سے کچھ نہیں کہا تھا کیونکہ وہ صرف پین کلر کا معمولی سا انجکشن لگانا چاہتی تھی۔

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

انجکشن بھی لگ گیا۔ ایک منٹ سے زیادہ وقت لگ گیا لیکن بیرسٹر سلیم اور ڈاکٹر زیدی ابھی تک نہیں آئے تھے۔

”اسٹریچر پر ڈالو اسے۔“ ایس ایچ او نے ان دونوں سے کہا۔ اس وقت طاہرہ کی بے بسی قابلِ دید تھی۔ اس نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ ہاشمی اسے کچھ عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا پھر اس وقت ڈاکٹر طاہرہ کی آنکھیں چمک اٹھیں جب بیرسٹر سلیم اور ڈاکٹر زیدی کمرے میں داخل ہوئے۔

”رک جاؤ!“ بیرسٹر سلیم نے اسٹریچر والوں کی طرف دیکھتے ہوئے حکم دینے والے انداز میں کہا۔

وہ دونوں ٹھٹک گئے اور ایس ایچ او کی طرف دیکھنے لگے۔ انہیں تو ایس ایچ او کا حکم ماننا تھا۔

”بیرسٹر سلیم، آپ!“ ہاشمی حیرت سے بولا۔

”جی۔“ بیرسٹر سلیم مسکراتا ہوا اس کے قریب گیا اور ایک کاغذ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ ”ضمانت ہو چکی ہے ان کی۔“

ہاشمی نے ضمانت نامے پر نظر ڈالی اور اس کی پیشانی پر ایک سلوٹ ابھری۔

”فیصل۔“ اس کے منہ سے نکلا۔

”جی۔“ بیرسٹر سلیم نے کہا۔ ”یہ ان کے شناختی کارڈ کی فوٹو اسٹیٹ ہے۔“

ہاشمی نے فوٹو اسٹیٹ دیکھی، پھر ضمانت نامہ اور فوٹو اسٹیٹ ایس ایچ او کی طرف بڑھانے کے بعد ڈاکٹر طاہرہ کی طرف دیکھا جو اس سے نظریں چرا رہی تھی۔

”ڈاکٹر!“ وہ بولا۔ ”کچھ دیر پہلے آپ سے کچھ اس قسم کی بات کی تھی کہ آپ قانون کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتیں لیکن آپ نے اپنے مریض کا نام چھپایا۔ کسی وجہ سے مجھے تو حیرت نہیں لیکن ہمارے ایس ایچ او صاحب کو ضرور ہو گی کہ آپ کے پاس اپنے مریض کے شناختی کارڈ کی فوٹو اسٹیٹ بھی تھی۔“

طاہرہ چپ رہی۔

ہاشمی پھر بولا۔ ”قانون کی بات ہی کی تھی آپ نے؟“

”جی۔“ طاہرہ کی آواز دبی دبی سی تھی۔

”لیکن آپ نے یہ نام چھپایا!“

”کوئی بڑی مجبوری کسی بھی وقت کسی بھی انسان سے کچھ بھی کہلوا سکتی ہے۔“ طاہرہ نے کہا۔ ”میں نے بے شک فیصل کا نام چھپایا تھا لیکن کوئی فرضی نام بہرحال نہیں بتایا تھا۔“

”آپ کی اس مجبوری کے بارے میں کچھ بات کروں گا آپ سے!“ ہاشمی نے کہا، پھر بیرسٹر سلیم کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ ”کیسا مزاج ہے بیرسٹر صاحب!“

”ٹھیک ہوں۔“ بیرسٹر سلیم بھی مسکرایا۔

”کئی مقدموں کے دوران میں ملاقات ہوئی ہے آپ سے عدالت میں۔“

”جی ہاں، مجھے یاد ہے۔“

”نہایت بروقت کام آئے آپ ان کے۔“ ہاشمی نے ڈاکٹر طاہرہ کی طرف اشارہ کیا۔

”انہیں آپ میری مستقل کلائنٹ سمجھیں۔“

”آپ ضمانت تو کرا لائے لیکن مقدمہ تو چلے گا ان پر۔“ اس مرتبہ اس کا اشارہ ارسلان کی طرف تھا۔ ”اور وہ مقدمہ بہت دلچسپ ہوگا کیونکہ یہ اپنی ... ہیں۔“

”معلوم نہیں کہ واقعی ... یا خیر، چھوڑیں۔ میں اس بارے میں ڈاکٹر صاحب ہی سے بات کروں گا۔“

ڈاکٹر زیدی اس دوران میں بالکل خاموش رہا تھا۔ ... ایک طرف چپ چاپ کھڑی ایک ایک کا منہ دیکھ رہی تھی۔ ارسلان کا چہرہ اس طرح سپاٹ تھا جیسے وہ صورتِ حال کو سمجھنے ... ہو۔ ایمبولینس والے دونوں آدمی ایس ایچ او کا اشارہ پا کر کمرے سے جا چکے تھے۔

”میں اب چلوں گا ڈاکٹر!“ بیرسٹر سلیم نے طاہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”گھنٹے بھر بعد ایک اہم مقدمے کی پیروی کرنی ہے۔“

”جی ضرور۔“ ڈاکٹر طاہرہ نے کہا۔ ”لیکن آج ہی کسی وقت ملئے گا۔“

”ملاقات تو ضروری ہے ... فیصل صاحب کے بارے میں بات کرنا تو ضروری ہے۔ مقدمہ تو چلے گا ان پر!...... اس بارے میں ڈاکٹر زیدی مجھے کچھ بتا چکے ہیں لیکن صرف اتنا ہی کافی نہیں ہوگا مقدمے کی تیاری کرنے میں۔ شام کو کسی وقت فون کر کے آؤں گا۔“

اس کے بعد وہ سب سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔

”تو اس لیے ریکارڈنگ کرنے کا خیال آیا تھا آپ کو!“ ہاشمی، ڈاکٹر طاہرہ کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”اتنی مہلت درکار تھی کہ بیرسٹر صاحب ضمانت نامہ لے کر آ جائیں۔ خیر اس بارے میں تو کچھ تفصیل سے بات ہو گی۔ کیا آپ کے کمرے میں چلا جائے؟“

”آئیے!“ ڈاکٹر طاہرہ نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے اور ڈاکٹر زیدی کے قریب سے گزرتے ہوئے دھیمی

URDU TUBE
ONE STOP ENTERTAINMENT
www.urdutube.com

آواز میں کہا۔ ''ریفریشمنٹ کے لیے کچھ بھجوا دیجیے گا۔''

وہ ایس ایچ او اور ہاشمی کو لے کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

''ذرا یہ مجھے دیجیے گا۔'' بیٹھنے کے بعد ہاشمی نے میز پر رکھی ہوئی تصویر دیکھ کر کہا۔ ''یہاں سے اس کمرے تک جاتے ہوئے میری نظر اس پر پڑ گئی تھی اور اسی لیے جب میں نے انہیں دیکھا تھا تو چونک گیا تھا۔ میں یہ تصویر قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''جی۔'' طاہرہ نے سنجیدگی سے فریم اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''اب میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ فیصل میرے شوہر ہیں۔''

''اوہ! دلچسپ۔'' ہاشمی نے فریم اپنے ہاتھ [illegible] ہوئے کہا۔

''میری نظر تو کئی بار اس فریم پر پڑ چکی ہے۔'' ایس ایچ او بولا۔ ''لیکن میں نے کبھی توجہ نہیں دی۔''

''بس یہی تو فرق ہے پولیس کے مختلف [illegible] میں۔'' ہاشمی نے کہا۔

ایس ایچ او کچھ خفیف سا ہو گیا۔

تصویر کو غور سے دیکھنے کے بعد ہاشمی نے فریم ڈاکٹر طاہرہ کو واپس کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ بتا کر تو آپ مجھے چونکا چکی ہیں کہ یہ آپ کے شوہر ہیں لیکن ایس ایچ او صاحب اس بارے میں تفصیل بھی جاننا چاہتے ہیں۔ کیوں؟'' اس نے ایس ایچ او کی طرف دیکھا۔

''جی ہاں، کیونکہ......'' ایس ایچ او اتنا ہی کہہ کر چپ ہو گیا۔

''جی؟'' ہاشمی نے سوالیہ نظروں سے ڈاکٹر طاہرہ کی طرف دیکھا۔ ''یہ کتنی عجیب بات ہے کہ آپ جیسی خاتون کے شوہر نے کار چوری کی۔''

''یہ میرے لیے بھی بڑی عجیب کی بات ہے۔ ڈھائی سال میں ان پر نہ جانے کیا گزری ہے۔''

''ڈھائی سال؟''

''جی ہاں، یہ مجھے ڈھائی سال بعد ملے ہیں اور اس حالت میں کہ اپنی یادداشت کھو چکے ہیں۔''

''ڈھائی سال بعد کیوں؟''

ڈاکٹر طاہرہ نے ٹھنڈی سانس لے کر وہ سب کچھ دہرا دیا جو وہ ڈاکٹر زیدی کو بتا چکی تھی۔

سب کچھ سننے کے بعد ہاشمی نے کہا۔ ''مجھے آپ سے ہمدردی ہے ڈاکٹر! لیکن فیصل صاحب پر مقدمہ تو چلے گا۔''

''جب مجھے کار چوری کی بات معلوم ہوئی تھی، میں تبھی سے اس کے لیے ذہنی طور پر تیار ہوں۔''

''میں ڈاکٹر تو نہیں ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ شیزوفرینیا کی بیماری کے سبب کئی ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ سر پر چوٹ لگنا ہی اس کا سبب ہو۔ ممکن ہے کہ وہ اس حادثے سے پہلے ہی اپنی یادداشت کھو چکے ہوں۔ کیا معلوم ان ڈھائی سالوں میں ان پر کیا گزری۔''

''یہ کام...... یہ معلوم کرنا...... ان کا سراغ لگانا حکومت کا کام تھا لیکن یہ کیس داخل دفتر کر دیا گیا۔'' ڈاکٹر طاہرہ نے تلخی سے کہا۔

''میں کوشش کروں گا کہ یہ کیس ری اوپن ہو۔ مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکا وہ کروں گا۔ کیا آپ مجھے بتانا پسند کریں گی کہ وہ کہاں گئے تھے جو بحری قزاقوں کے ہاتھ لگ گئے؟ میں نے اخبارات میں اس معاملے کی خبر پڑھی تو تھی لیکن اب مجھے وہ سب کچھ ٹھیک سے یاد نہیں۔''

''فیصل اپنے کاروبار کے سلسلے میں کینیا گئے تھے۔''

''کینیا کا نام سامنے آتا ہے تو کافی یاد آتی ہے۔ کیا آپ کے شوہر یہاں سے کافی امپورٹ کرتے تھے؟''

''میں بزنس مائنڈڈ نہیں ہوں آفیسر! میں نے کبھی دلچسپی نہیں لی کہ وہ کس قسم کا بزنس کرتے ہیں۔ اسی لیے ان کی گمشدگی کے بعد میری رضا سے میرے والد نے ان کا کاروبار اپنے کاروبار میں ضم کر لیا تھا جس کا منافع میرے بینک میں جمع کرا دیا جاتا ہے لیکن مجھے اس سے بھی کوئی دلچسپی نہیں۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے اکاؤنٹ میں کتنا سرمایہ [illegible] جو بیلنس شیٹ بینک سے آتی ہے، وہ بھی ایک طرف ڈال دیتی ہوں۔ میں نے اس پر ایک نظر بھی نہیں ڈالی۔''

''میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ وہ بحری قزاقوں کے ہتھے کیسے چڑھے...... آپ کے بیان کے مطابق حکومت کی رپورٹ یہ تھی کہ قزاقوں نے جن لوگوں کو یرغمال بنایا تھا ان میں فیصل صاحب نہیں تھے لیکن آپ کا خیال ہے [illegible] کینیا سے وہ بحری قزاقوں کے ہتھے کیسے چڑھ سکتے ہیں۔''

''ان سے فون پر میرا رابطہ رہتا تھا۔'' طاہرہ نے کہا۔ ''کینیا سے وہ ایتھوپیا گئے تھے، اس کے بعد صومالیہ۔ صومالیہ میں انہیں اپنے کسی شناسا سے ملنا تھا یا ان کا صومالیہ کا ٹرپ بھی کاروباری تھا، میں نے اس بارے میں ان سے کبھی پوچھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ انہوں نے بتایا کہ صومالیہ میں انہیں کسی سے ملنا تھا لیکن جب وہ صومالیہ پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ جس شخص سے انہیں ملنا تھا، وہ چھٹیاں

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

منانے کسی قریبی جزیرے پر گیا ہوا تھا۔ اس سے ان کی فون پر بات چیت ہوئی تو اس نے انہیں جزیرے پر آنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ وہ یہاں کی فضا سے بھی لطف اندوز ہوں۔ اس جزیرے ہی پر جانے کے لیے انہوں نے بحری سفر کیا تھا اور اس طرح وہ قزاقوں کے یرغمالی بنے تھے۔ ان سے میرا رابطہ ہوا تھا تو انہوں نے بتایا تھا کہ وہ بحری سفر پر جا رہے ہیں کیونکہ قزاقوں کا معاملہ ان سے گفتگو کے دوسرے دن سامنے آیا تھا، اسی لیے میں سمجھتی ہوں کہ وہ بھی یرغمالیوں میں ہوں گے۔ بحری سفر پر روانگی کے بعد ان سے میرا رابطہ نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ جزیرے پر پہنچ کر مجھے فون کریں گے لیکن جب ان کا فون نہیں آیا تو میں نے فون کیا، ایک بار نہیں کئی بار کوشش کی لیکن ان سے رابطہ نہیں ہو سکا۔ اسی سے میں سمجھی ہوں کہ قزاقوں نے ان سے موبائل چھین لیا۔''

اتنی وضاحت کے بعد ہاشمی کے لیے کوئی سوال [illegible] کی گنجائش باقی نہیں رہی...... ''وہ بولا جیسا کہ [illegible] چکا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ اس بارے میں تحقیقات شروع کی جائے۔''

''میں آپ کی شکرگزار ہوں گی اگر ان کے گزشتہ وقت کے بارے میں معلوم ہو سکے۔ اب تو میں سوچ رہی ہوں کہ کسی وجہ سے ان کی یادداشت کا معاملہ اسی زمانے میں ہوا ہوگا۔ اگر وہ اس حادثے سے پہلے ٹھیک ہوتے تو پہچانتے، میرے پاس آتے، نہ کہ وہ کہیں اور جا رہے تھے اور یہ بھی میرے لیے ایک معما ہے کہ انہوں نے کار چوری کی تھی۔''

''میں ابھی یہ سوچنے لگا تھا کہ یہ ایک عجیب ہی بیماری ہے۔'' ہاشمی نے کہا۔ ''اس میں آدمی کو اپنے ماضی کے علاوہ سب کچھ یاد رہتا ہے۔ وہ ہر چیز کو پہچانتا ہے، اپنی زبان نہیں بھولتا، پڑھائی لکھائی، سب کچھ یاد رہتا ہے۔ کیا فیصل صاحب بھی پڑھ سکتے ہیں؟''

''میں نے ان کا یہ امتحان تو نہیں لیا؟'' طاہرہ کی مسکراہٹ بجھی ہوئی سی تھی۔

''میرے ذہن میں کوئی خیال ہے، اس لیے میں جاننا چاہوں گا کہ وہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔''

''میں معلوم کروں گی۔''

''کیوں نہ ابھی معلوم کر لیا جائے!...... پھر میں چلا جاؤں گا۔''

''اگر آپ ابھی چاہتے ہیں تو چلیے!''

طاہرہ ان دونوں کو پھر ارسلان کے کمرے میں لے آئی۔

''یہ پڑھ سکتے ہیں آپ؟'' ہاشمی نے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر ارسلان کے ہاتھ میں دے دیا۔

جو کچھ اس پر لکھا تھا، ارسلان نے پڑھ دیا۔

''عجیب بات ہے اس بیماری میں۔'' ہاشمی نے کارڈ واپس لیتے ہوئے کہا۔ ''انسان کو اپنے ماضی کے واقعات کے علاوہ سب کچھ یاد رہتا ہے۔''

وہ جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

☆☆☆

''میں کیا کرتی محسن بھائی!'' فرزانہ نے روہانسی آواز میں ارسلان کے دوست سے کہا جسے اس نے فون کیا تھا اور وہ دوڑا آگیا تھا۔

''تم مجھے کل رات ہی اطلاع دیتیں۔'' محسن نے کہا۔

''بس انتظار کرتی رہی کہ اب بھائی کا فون آجائے۔ کسی خاص مصروفیت کے باعث آدمی کو بعض اوقات فون کرنے کی مہلت بھی نہیں ملتی لیکن کل رات میرا دل بہت گھبرانے لگا۔ سوچتی رہی کہ کیا کروں پھر فیصلہ کیا کہ آپ کو بتاؤں لیکن رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ خیال تھا کہ آپ سو چکے ہوں گے اور یہ میری خودغرضی ہوگی کہ اپنی پریشانی کی وجہ سے آپ کو پریشان کروں اس وقت، آدھی رات کو۔ میں تو ساری رات نہیں سو سکی۔ صبح ہوتے ہی فون کر کے آپ کو بلایا۔''

''تم چھوٹی سی تھیں جب میری اور ارسلان کی گود میں کھیلا کرتی تھیں۔ اپنی سگی بہن ہی سمجھا تم کو اور تم نے اتنی غیریت برتی کہ مجھے رات ہی کو فون نہیں کیا۔''

''مجھے معاف کر دیجیے، غلطی ہو گئی۔'' فرزانہ نے کہا۔ ''لیکن میں اگر رات ہی کو فون کر دیتی تو اس سے کیا فرق پڑتا۔ اس وقت آپ بھی کیا کرتے...... پریشان ہی رہتے باقی رات۔''

''صبح ناشتا کرتے ہی میں آفس چلا جاتا ہوں۔ تمہارا فون آنے کی وجہ سے فوراً ہی آگیا۔ دفتر فون کر دیا تھا کہ آج شاید میں کچھ دیر سے آؤں۔''

''اب کریں کیا محسن بھائی؟''

''سوچ سمجھ کر ہی کوئی قدم اٹھانا چاہیے۔ پرسوں سارا دن وہ میرے گھر پر ہی رہا۔ ہم شطرنج کھیلتے رہے۔ مجھے محسوس ہو گیا تھا کہ وہ کچھ پریشان ہے۔ میرے بہت اصرار پر اس نے مجھے ایسی کہانی سنائی کہ میں نے اعتبار کر لیا لیکن اب اندازہ ہو رہا ہے کہ اس سے کوئی ایسی غلطی ہوئی ہے کہ

URDU TUBE
urdutubes.com

پولیس اس کی تلاش میں ہے۔''

''اللہ خیر کرے!'' بوا جی بول پڑی جو قریب ہی بیٹھی ہوئی تھی۔

محسن نے پوچھا۔ ''اس آفیسر کا نام کیا ہے جو تم سے ارسلان کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے آیا تھا۔''

''میں نے پوچھا نہیں تھا اور اس نے بتایا نہیں۔''

''پولیس آفیسر کی جیب کے پاس اس کے نام کی چھوٹی سی پلیٹ لگی ہوتی ہے۔''

''وہ سادہ لباس میں تھا۔ پٹی تو وردی پر ہوتی ہے۔'' فرزانہ جانتی تھی۔

محسن سوچ میں پڑ گیا، پھر بولا۔ ''شبیر سے ملنا پڑے گا۔ جانتی ہو اسے؟''

''وہ کانسٹیبل؟''

''ہاں۔''

''بھائی نے بتایا تھا اس کے بارے میں۔ کل اس کا فون بھی آیا تھا۔ پوچھ رہا تھا بھائی کو، میں نے کہہ دیا تھا کہیں کام سے گئے ہیں۔''

''وہ چھان بین کر کے معلوم کر لے گا۔ وہ پولیس ہیڈ کوارٹر ہی میں ہوتا ہے۔ ابھی جا کر ملتا ہوں اس سے اور تو کوئی بات سوجھ نہیں رہی ہے۔ اس آفیسر سے ہی پوچھوں گا کہ اسے ارسلان کی تلاش کیوں تھی۔ یہ خیال بھی ذہن میں آ رہا ہے کہ پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کرائی جائے۔''

''کچھ بھی کریں، کچھ معلوم کریں محسن بھائی!''

''جاتا ہوں۔'' محسن کھڑا ہو گیا۔ ''تم کالج جاؤ گی؟''

''ذہن الجھا ہوا ہے، رات بھر جاگتی رہی ہوں۔ کیسے جاؤں گی کالج۔''

''یہی خیال تھا میرا۔ اسی لیے پوچھا تھا۔ اچھا، خدا حافظ۔''

''خدا حافظ محسن بھائی!'' فرزانہ کی آواز مردہ سی تھی۔

محسن وہاں سے پولیس ہیڈ کوارٹر روانہ ہوا۔ کار بھی اس نے قدرے تیز چلائی۔ اسے علم تھا کہ شبیر کس ڈیپارٹمنٹ میں ہے۔ وہ مل بھی گیا۔

''ارے محسن! خیریت ہے؟'' شبیر نے پوچھا۔

ارسلان کی طرح وہ محسن سے بھی بے تکلف تھا۔ تینوں اسکول کے زمانے میں کلاس فیلو رہے تھے۔

''خیریت نہیں ہے شبیر! ارسلان کا معاملہ ہے۔''

''میں خود سوچ رہا تھا کہ حضرت کہاں غائب ہو گئے۔ اپنا ڈرائیونگ لائسنس دیا تھا کہ اسے رینیو کرادو۔ کرا بھی دیا ہے میں نے۔ دفتر گیا تھا دینے۔ معلوم ہوا حضرت آفس آئے ہی نہیں۔ بس فون کر دیا تھا کہ کچھ مصروفیت ہے۔ میں نے فون بھی کیا تھا فرزانہ کو۔ گھر پر بھی نہیں تھا۔ کیا مسئلہ ہے؟''

''وہ غائب ہے۔''

''غائب؟ کیا مطلب؟''

محسن نے اسے وہ سب کچھ بتا دیا جو اسے فرزانہ سے معلوم ہوا تھا اور یہ بھی کہ پرسوں وہ سارا دن اس کے گھر پر رہا تھا اور پریشان بھی تھا۔ پریشانی کی وجہ اس نے غلط بتائی تھی۔ شبیر کو اس سے بھی آگاہ کیا، پھر کہا۔ ''مجھے تو محسوس ہو رہا ہے کہ وہ کوئی غلطی کر بیٹھا ہے۔''

شبیر اپنی گردن کھجاتا ہوا سوچ میں پڑ گیا۔

محسن پھر بولا۔ ''میں اس آفیسر کا نام معلوم کرنا چاہتا ہوں جو فرزانہ سے ارسلان کے بارے میں پوچھ گچھ کر کے گیا ہے۔''

''وہ سادہ لباس میں تھا تو اسپیشل برانچ کا ہوگا شاید۔'' شبیر نے کہا۔

''معلوم کرو شبیر! معلوم کرو کسی طرح۔'' محسن بے چین تھا۔

''اتنی [illegible] بھی کوشش کرتا ہوں معلوم کرنے کی۔'' شبیر کھڑا ہو گیا۔

وہ جاتے جاتے ایک کانسٹیبل کو کچھ اشارہ کر گیا تھا جو [illegible] منٹ میں اس کی میز پر چائے اور کچھ اسنیکس لے آیا۔

محسن ذہنی خلفشار کا شکار تھا۔ اس نے تکلفاً بھی کانسٹیبل سے شکریہ ادا نہیں کیا۔ اسنیکس کو تو اس نے ہاتھ بھی نہیں لگایا کیونکہ ناشتہ کیے اسے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔

شبیر نے واپسی میں خاصی تاخیر کی۔ گھنٹا بھر کے قریب لگ گیا تھا۔

''اتنی دیر؟'' محسن بولا۔ ''انتظار میں ہی تھک گیا۔''

''چالاکی سے پوچھ گچھ کرنی پڑی نا بھیے!'' شبیر نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''کسی سے ڈائریکٹ سوال کرنا تو ٹھیک نہیں ہوتا۔ قسمت کی بات کہ وہی کانسٹیبل مل گیا جو ہاشمی صاحب کے ساتھ ارسلان کے گھر گیا تھا۔ اس سے کچھ گپ شپ میں دیر لگی۔ پھر میں نے پوچھ لیا کہ آج کل ہاشمی صاحب کے پاس کوئی پھڈا چل رہا ہے کہ نہیں۔ حیدر بہت قریب ہے ہاشمی صاحب کے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس سے کچھ نہ معلوم ہوتا تو کسی اور سے بات کرنی پڑتی۔ دیر تو اس سے زیادہ بھی لگ سکتی تھی۔''

URDU TUBE
urdutubes.com

"مطلب کی بات کرو۔ کچھ معلوم ہوا اس سے؟"

"معاملہ تو بہت ٹیڑھا ہے یار! ارسلان نے کسی کو قتل کر دیا ہے۔"

"کیا!" محسن کے دماغ پر جیسے بم پھٹ گیا۔

"ہاں بھیے!" شبیر نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ "پوچھ گچھ کرنے کے لیے وہ ارسلان کو تھانے پکڑ لاتے۔"

"پوری بات بتاؤ۔" محسن نے بے تابی سے پہلو بدلا۔ قتل کی بات سن کر اس کا سارا جسم سنسنانے لگا تھا۔

شبیر نے اسے وہ سب کچھ بتا دیا جو اسے کانسٹیبل حیدر سے معلوم ہوا تھا۔ محسن اس [illegible] خاموش ہو [illegible] ناقابلِ یقین کہانی سن رہا ہو۔ شبیر [illegible] اس کا منہ تکتا رہا۔

"تمہارے جیسی حالت [illegible] ہے۔" شبیر نے کہا۔ "بس حیدر [illegible] دیا کہ مجھے بھی سب کچھ تو پتا کرنا تھا [illegible]"

"تو ارسلان اس لیے بھاگ [illegible]"

"کہاں تک بھاگا بھاگا پھرے [illegible] آ رہا ہے اس پر۔" شبیر نے جذباتی انداز میں کہا۔ "[illegible] مجھ سے مشورہ کرنا چاہیے تھا۔ میں تو اسے اس طرح بھاگنے نہیں دیتا۔ ابھی اس کے خلاف کوئی پکا ثبوت تو [illegible] آسانی سے ضمانت ہو جاتی۔ پھر جو بھی ہوتا [illegible] وہی ہے۔"

"تو اس کی تلاش جاری [illegible]" محسن نے پوچھا۔

"آج کوئی خاص سراغ [illegible] ہاشمی صاحب [illegible] چکر میں کہیں گئے ہوئے ہیں وہ۔ زیادہ سے زیادہ لنچ تک واپس آ [illegible] اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"سراغ؟" محسن نے اس [illegible]

"ارسلان کے بارے میں!"

"اسی کی بات ہو رہی [illegible] نے اپنے لیے اور برا کیا ہے۔ [illegible] اس سے...... کہا کرتا تھا میں ا[illegible] نشے میں آدمی کچھ بھی کر بیٹھتا ہے۔"

"وہ روزانہ نہیں پیتا تھا۔"

"آدمی جب بھی پیے، گڑبڑ تو ہو سکتی ہے اس وقت!"

"ہاشمی کو جو سراغ ملا ہے، اس کا نتیجہ کب سامنے آئے گا؟" محسن نے پوچھا۔

"صاحب واپس آئیں تو پتا چلے۔" شبیر کے چہرے سے بھی پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ "وہ ایک فون ہی کر لیتا مجھے یا تمہیں!"

"میرے ساتھ تو اس نے سارا دن گزارا لیکن کچھ نہیں بتایا۔ گھڑ کر کہانی سنا دی ایک!" محسن نے متفکر لہجے میں کہا۔

"مجھے ابھی ایک کام سے جانا ہے۔" شبیر نے کہا۔ "ایک ڈیڑھ بجے کے بعد ہی کچھ معلوم ہوگا۔ میں تمہیں فون پر بتا دوں گا، یا تم آ جانا۔"

اس وقت گیارہ بجے تھے۔

"اچھا تو میں دفتر کا ایک چکر لگا کر آ جاؤں۔" محسن [illegible] بہت پریشان تھی [illegible] سے ملنے چلا [illegible]

[illegible] کا کام ہے۔ واپس آ کر [illegible] کیا کوئی بندوبست تو [illegible] سلوک نہ ہو۔" [illegible] طرف تھا۔

[illegible] انہوں نے ارسلان کے سامنے پریشانیوں کا ایک نیا دروازہ کھولا تھا۔ یہ بات تو اس [illegible] سکون کی بھی کہ اس نے جو کار چوری کی تھی اور جس کا [illegible] کاغذات نہیں ملے [illegible] ظاہر کر دیتے۔ گاڑی کے کاغذات، اپنا شناختی کارڈ، پرس اور ایسی سبھی چیزیں وہ [illegible] پولیس کو نہیں ملا تھا۔ [illegible] ارسلان کا خیال یہ تھا [illegible] وہاں پولیس کے پہنچنے سے پہلے کوئی چور [illegible] وہ پاؤچ لے اڑا۔ اس چور [illegible] ارسلان کے دل سے دعا ہی نکلی ورنہ وہ [illegible] برقرار نہ رکھ پاتا لیکن فیصل [illegible] ہو سکتی تھی اگر ڈاکٹر طاہرہ نے اس کی ضمانت قبل از گرفتاری نہ کرائی ہوتی تو اسے [illegible] چوری کے الزام میں گرفتار کر لیا جاتا۔

لیکن اب اسے دوسری طرف ہوئی تھی۔ جو پولیس آفیسر ہیڈ کوارٹر سے آیا تھا، وہ خاصا چالاک تھا۔ وہ تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ وہ فیصل ہے یا نہیں، لہٰذا اس نے بڑی چالاکی سے فنگر پرنٹ حاصل کر لیے تھے۔ اس نے اپنا وزیٹنگ کارڈ اسے پڑھنے کے لیے دیا تھا جو بے تکی سی بات تھی۔ اس طرح اس نے ارسلان کے فنگر پرنٹ حاصل کر لیے تھے۔ ان

URDU TUBE

نشانات کی وجہ سے اسے حقیقت معلوم ہوجاتی اور اس طرح اب اس کی گرفتاری ارسلان کی حیثیت سے ہوتی۔ اپنا زخمی سر لیے وہ یہاں سے فرار بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ اب اسے یہ بھی خیال آرہا تھا کہ فرار ہوکر اس نے غلطی کی تھی۔ آخر وہ کہاں تک بھاگ سکتا تھا؟ اسے اس سلسلے میں کسی وکیل سے رابطہ کرنا چاہیے تھا یا کم از کم محسن اور شبیر سے بات کرنی چاہیے تھی۔ شبیر پولیس کا آدمی سہی لیکن بہرحال اس کا دوست تھا۔ وہ کسی نہ کسی طرح اس کی مدد کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا۔

ارسلان نے یہ بھی سوچا کہ شاید اس کی عقل خبط ہوگئی تھی، وہ کچھ سوچ ہی نہیں سکا اور بھاگ نکلا۔ اس کی عقل خبط ہونے کی وجہ صرف یہ تھی کہ اسے پھانسی کا پھندا نظر آنے لگا تھا۔

اب اسے اس کا بھی افسوس ہورہا تھا کہ اس نے ایک ایسی عورت کو دھوکا دیا ہے جو ڈھائی سال سے اپنے شوہر کے لیے دکھی تھی۔

پولیس کے جانے کے بعد وہ خاصی دیر تک سوچتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہیے اور آخر اس نے فیصلہ کرلیا کہ ارسلان کی حیثیت سے اس کی ضمانت ہوجانی چاہیے اور وہ بھی جلد از جلد...... پولیس آفیسر کو اس کی حقیقت جاننے میں دیر نہیں لگتی لیکن مشکل یہ بھی تھی کہ اپنی موجودہ حالت میں وہ کسی وکیل سے رابطہ نہیں کرسکتا تھا۔ صرف یہ صورت ممکن تھی کہ وہ اس سلسلے میں محسن کی مدد لیتا لیکن اس میں دشواری یہ تھی کہ اس کے پاس موبائل فون نہیں تھا، وہ کس طرح رابطہ کرتا محسن سے۔

یہ کام وہ ڈاکٹر طاہرہ ہی سے لے سکتا ہے لیکن اس میں بھی مسئلہ تھا۔ ڈاکٹر طاہرہ اس سے ضرور پوچھتی کہ وہ کسے فون کرنا چاہتا ہے جبکہ وہ اپنا ماضی فراموش کرچکا ہے۔

باتوں باتوں میں کوئی تدبیر ذہن میں آسکتی ہے، اسے خیال آیا اور اس موہوم سی امید پر اس نے نرس سے کہا کہ وہ ڈاکٹر طاہرہ سے ملنا چاہتا ہے۔

نرس نے انٹرکام پر ڈاکٹر طاہرہ کو اس کی خواہش سے آگاہ کیا۔

ڈاکٹر طاہرہ اسے اپنا شوہر سمجھ رہی تھی اور اسے اپنے شوہر سے اتنی محبت تھی کہ ارسلان کی خواہش سے آگاہ ہوتے ہی فوراً آگئی۔

''کیا بات ہے؟'' اس نے آتے ہی پوچھا۔ ''کچھ تکلیف محسوس ہورہی ہے؟''

''پولیس والے شاید اب چلے گئے ہوں گے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔''

ڈاکٹر طاہرہ نے نرس کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا، پھر بولی۔ ''تم مجھے آپ کہہ کر مخاطب نہ کیا کرو۔'' اس کا لہجہ جذباتی تھا۔ ''تم نے مجھے کبھی اس طرح نہیں مخاطب کیا، ہمیشہ تم کہا ہے، آپ نہیں کہا۔ اب بھی تم مجھے اسی طرح مخاطب کرو۔ تم مجھے بھول گئے، میں تو تمھیں نہیں بھولی!''

بے چاری عورت! ارسلان نے اس کے لیے ہمدردی محسوس کی......

''دوسری بات......'' طاہرہ بولتی رہی۔ ''تمھیں میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اور کس بات کا شکریہ؟''

''آپ نے میری ضمانت کرادی ورنہ میں گرفتار کرلیا جاتا۔''

''میں تمہارے لیے کچھ بھی کرسکتی ہوں فیصل!......''

لیکن تم نے مجھے پھر آپ کہا۔'' اس کے لہجے میں شکایت تھی۔

''پرانی عادت پڑنے میں دیر تو لگے گی۔'' ارسلان خفیف سا مسکرایا۔

''نئی نہیں یہ پرانی عادت! بس تم بھول گئے ہو۔ اچھا تو تم نے مجھے میرا شکریہ ادا کرنے کے لیے بلایا تھا؟''

''ہاں، یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم میری بیوی ہو۔''

''گڈ!'' طاہرہ کی آنکھیں چمکیں۔ ''بہت اچھا لگا کہ تم نے مجھے تم کہا۔''

''کوشش کروں گا کہ آئندہ کبھی بھولوں نہیں۔''

''تو تم نے مجھے اسی لیے بلایا تھا؟''

''شاید کوئی اور بات بھی تھی، اب بھول گیا ہوں۔''

''یاد آجائے تو بتا دینا۔ ابھی تم مجھے نہ بلاتے تو بھی میں تمھیں دیکھنے آتی۔ دراصل اب میں گھر جاکر سکون سے سونا چاہتی ہوں۔ پرسوں سے میں اسپتال ہی میں ہوں۔ اب میری ہمت جواب دے رہی ہے۔''

''آپ......'' ارسلان یکلخت چپ ہوا اور مسکرایا۔ ''سوری! میں نے کہا تھا کہ عادت پڑنے میں کچھ وقت لگے گا۔ تمھیں تین دن گزر گئے ہیں تو یقیناً اب ہمت جواب دے رہی ہوگی۔ تم آرام کرو، گھر جاکر۔ یہاں سبھی میرا خیال رکھتے ہیں۔''

''پھر بھی میں ڈاکٹر زیدی کو ہدایت کرکے جاتی کہ خاص طور پر وہ تمہارا خیال رکھیں۔''

''ایک بات کہوں؟ ایک خیال آیا ہے میرے ذہن میں......''

''کہو!''

''تم مجھے ماضی کے واقعات یاد دلاؤ۔ شاید اس طرح مجھے سب یاد آجائے۔'' ارسلان نے کہا، اب اسے اپنی اصل بات کہنے کے لیے راستہ ہموار ہوتا محسوس ہوا تھا۔

''میں ایک سائیکاٹرسٹ سے بات کرچکی ہوں۔

URDU TUBE
ENTERTAINMENT
urdutubes.com

تمہارا زخم کچھ اور ٹھیک ہوجائے تو وہ تمہارا ٹریٹمنٹ شروع کردے گا۔"

"تم مجھے ماضی کی باتیں بتاؤ تو بھی شاید کچھ یاد آئے۔"

"ہاں یہ تو ہوتا ہے۔ میں تمہیں بہت کچھ یاد دلاؤں گی۔"

"اکیلا پڑے پڑے گھبراہٹ ہونے لگی ہے۔ جی چاہتا ہے کسی سے باتیں کرتا رہوں اور کسی سے کیا، میں تم ہی سے باتیں کرسکتا ہوں۔ تم مجھ سے ماضی کی باتیں کرسکتی ہو لیکن جب تم اسپتال میں نہ ہو تو میں تم سے بات نہیں کرسکتا۔ میرا موبائل نہ کھویا ہوتا تو کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ تم اسپتال میں ہو یا نہ ہو، میں تم سے بات کرسکتا تھا۔"

"تو تمہارا دل چاہتا ہے مجھ سے باتیں [illegible]"

طاہرہ کھل اٹھی۔

"اب چاہنے لگا ہے۔ یقین ہونے لگا ہے کہ تم میری بیوی ہو۔"

طاہرہ بہت خوش نظر آئی۔ اس نے کہا۔ "تمہارے لیے موبائل کا بندوبست ابھی کرتی ہوں۔"

"تمہاری باتوں سے مجھ میں جیسے جان آگئی ہے [illegible]"

فیصل!" طاہرہ نے اسے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں بس ابھی آتی ہوں موبائل لے کر۔ آدھے [illegible] سے زیادہ نہیں لگے گا۔ اس کے بعد میں چلی جاؤں گی گھر۔"

اس طرح وہ کام بن گیا جو ارسلان چاہتا تھا۔ طاہرہ اس کے لیے بہت قیمتی اسمارٹ فون لے کر آئی تھی۔ [illegible] نے اپنے دو نمبر بھی فیڈ کردیے تھے۔ فون دیتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ "میرے تین نمبرز ہیں۔ ایک نمبر کسی کے پاس [illegible] اس لیے میں نے وہ نمبر فیڈ نہیں کیا [illegible] خاص لوگوں کے پاس ہیں۔ [illegible] دوسرا نمبر ملا لینا۔" پھر وہ ارسلان کا بوسہ [illegible] محسوس کی لیکن اس کی اس حرکت سے ارسلان نے خود کو کچھ مطمئن کیا۔ وہ اسے اپنا شوہر سمجھ رہی تھی [illegible]

ارسلان نے نرس کی طرف دیکھا جو اب پھر اس کے کمرے میں موجود تھی۔ اس کی موجودگی میں محسن سے بات نہیں کی جاسکتی تھی۔ نرس کو کسی طرح کمرے سے ٹالنا ضروری تھا۔ ارسلان کے دماغ میں ایک تدبیر بھی آگئی۔

☆☆☆

تیسرے پہر کا وقت تھا۔ پانچ بجنے والے تھے جب سلیمان ہاشمی ڈاکٹر طاہرہ کے اسپتال پہنچا۔ طاہرہ اس وقت موجود نہیں تھی۔

"آئیے ہاشمی صاحب!" ارسلان ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "ان سے ملیے!" اس نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ میرے دوست ہیں، محسن۔"

"خوب!" ہاشمی نے غور سے محسن کی طرف دیکھا، پھر ارسلان سے بولا۔ "یہ کب سے دوست ہیں آپ کے؟"

"بچپن کے تو نہیں، ہاں البتہ لڑکپن کے۔"

"گویا آپ کی یادداشت واپس آگئی؟"

"جی ہاں۔ یادداشت واپس آنا ہی چاہیے تھی کیونکہ آپ نے اپنے وزیٹنگ کارڈ پر میری انگلیوں کے نشانات لے لیے تھے۔"

ہاشمی چونکا۔ "تم ذہین بھی ہو ارسلان!"

"[illegible] کی اور کوئی وجہ نہیں ہوسکتی [illegible] میں نے اسپتال ہی [illegible] سے سنا تھا [illegible] کی بھی تصدیق ہوگئی کہ [illegible] کے قاتل کی تلاش آپ کو ہے۔"

اسی وقت نرس کمرے میں داخل ہوئی۔ ہاشمی کی آمد [illegible] نہیں تھی۔ وہ ہاشمی کو دیکھ کر چونکی پھر اس نے [illegible] نرس سے کہہ دیا ہے۔ پانچ منٹ [illegible]

"[illegible]" ہاشمی نے ارسلان سے پوچھا۔

"محسن کے لیے منگوایا تھا۔"

"سگریٹ کی ضرورت تھی یا تنہائی میں بات کرنے [illegible]" ہاشمی نے نرس سے کہا۔ "تم ابھی کمرے سے باہر ہی رہو۔"

"لیکن ڈاکٹر طاہرہ مجھے ہدایت کرگئی ہیں کہ......"

"جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو!" ہاشمی نے سخت لہجے میں کہا۔ "تم کو معلوم تو ہوچکا ہوگا کہ میں کون ہوں۔"

"جی... جی..." نرس بوکھلا گئی۔

"تو وہ کرو جو میں نے کہا ہے۔" ہاشمی نے لہجے کی سختی برقرار رکھی۔ "ڈاکٹر طاہرہ کو اطلاع دے دو کہ میں یہاں آیا ہوں اور میں نے ہی تمہیں کمرے سے باہر بھیجا ہے۔"

بوکھلائی ہوئی نرس کمرے سے نکل گئی۔ اسی دوران میں محسن نے ارسلان کے تکیے کے نیچے سے ایک لفافہ نکال کر اس کے ہاتھوں میں دے دیا تھا۔

"موبائل فون آگیا تمہارے پاس؟" ہاشمی کی نظر ایک طرف رکھے ہوئے موبائل فون پر پڑی تھی۔

"جی ہاں۔ ڈاکٹر طاہرہ ہی نے میری یہ فرمائش پوری کی ہے۔" ارسلان نے کہا اور پھر لفافہ ہاشمی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ دیکھ لیجیے۔"

"ضرورت نہیں ہے مجھے دیکھنے کی۔" ہاشمی نے تلخی سے کہا۔ "فون تمہارے پاس موجود ہے جس پر تم نے اپنے دوست سے رابطہ کیا ہوگا۔ یہ تمہارا ضمانت نامہ ہوگا جو یہ لے کر آئے ہیں۔"

"آپ ٹھیک سمجھے۔"

"لیکن میں کسی اور وجہ سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ گرفتار کرنے نہیں آیا۔ تم پر مقدمہ تو بہرحال چلے گا کیونکہ تم نے ایک شخص کا سر پھاڑا ہے اور کار بھی چرائی ہے لیکن یہ ابھی ثابت نہیں ہوسکا کہ تم ہی اس کے قاتل ہو۔"

ارسلان اور محسن نے اس کی طرف الجھی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

ہاشمی پھر بولا۔ "ارشد کی پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے کنفیوژن ہے۔ جو شراب ارشد پی رہا تھا اس میں زہر ملایا گیا تھا۔ پوسٹ مارٹم کرنے والے حتمی طور پر نہیں بتا سکتے کہ موت کا سبب پھٹے ہوئے سر سے خون بہہ جانا تھا یا زہر اپنا کام کرچکا تھا جب تم نے اس کا سر پھاڑا۔ رات تک یا کل صبح تک کوئی حتمی رپورٹ آسکے گی۔"

ارسلان اور محسن اس کا منہ تکتے رہ گئے۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ نرس سگریٹ کا پیکٹ لے کر آئی تھی۔ وہ اس نے محسن کو دیا اور کمرے سے پھر چلی گئی۔

"میں اپنی بات دوسرے انداز میں یوں دہرا سکتا ہوں کہ حتمی رپورٹ کچھ بھی ہو مقدمہ تم پر چلے گا۔ تم نے ضمانت کرالی، اچھا کیا۔ ایک بات تو تمہیں معلوم ہو چکی ہے کہ تمہارا راز کھل چکا ہے، یعنی تم فیصل نہیں، ارسلان ہو۔ دوسری بات تم سے مجھے یہ کہنی ہے کہ کسی بھی حیثیت سے ڈاکٹر طاہرہ کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کر بیٹھنا۔ وہ ایک اچھی خاتون ہیں جن کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی تو میں تمہارے لیے بہت زیادہ پریشانیاں کھڑی کردوں گا۔ صرف یہی بتانے کے لیے میں یہاں آیا ہوں۔"

"میں سمجھ گیا کہ آپ کا اشارہ کس طرف ہے۔" ارسلان نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ مجھ سے کسی گھٹیا حرکت کی توقع نہ کریں۔ مجھے ڈاکٹر طاہرہ سے دلی ہمدردی ہے۔"

"بس۔" ہاشمی کھڑا ہوگیا۔ "میں یہی کہنے آیا تھا۔" ہاشمی ضمانت نامہ دیکھے بغیر کمرے سے نکل آیا۔

ڈاکٹر زیدی دروازے کے قریب ہی ٹہل رہا تھا۔

"کیا معاملہ ہے آفیسر؟" اس نے فوراً پوچھا۔ "نرس نے مجھے کچھ بتایا تو تھا۔ اسی لیے کمرے میں نہیں آیا۔"

"وہ کچھ خاص باتیں کرنا تھیں مریض سے۔" ہاشمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن آپ ان سے اس بارے میں کوئی سوال نہ کیجیے گا۔" پھر اس نے پوچھا۔ "ڈاکٹر طاہرہ کہاں ہیں؟"

"وہ آرام کرنے گھر چلی گئی ہیں۔ پرسوں سے تو یہیں تھیں، ٹھیک سے سو بھی نہیں سکی تھیں۔ وہ غالباً اب شام کو آئیں گی۔"

"ان سے بھی کہہ دیجیے گا۔ وہ بھی مریض سے یہ سوال نہ کریں کہ میں یہاں کیوں آیا تھا اور میں نے کیا باتیں کی ہیں۔"

"بہتر ہے۔" ڈاکٹر زیدی نے مختصر طور پر جواب دے دیا۔ وہ کچھ الجھا ہوا نظر آرہا تھا۔ ہاشمی کا اس طرح آنا اور پھر یہ تاکید اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

ہاشمی تیزی سے چلتا ہوا اسپتال سے نکل گیا۔ گاڑی اس نے خاصی تیزی سے چلائی تھی کیونکہ وہ نسبتاً کم وقت میں پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچنا چاہتا تھا۔ اس کے کمرے میں کانسٹیبل حیدر کے ساتھ اس کا خاص اسسٹنٹ جعفر بھی موجود تھا جو دس دن سے چھٹی پر گیا ہوا تھا اور آج ہی لوٹا تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں ہاشمی زیادہ تر کام حیدر کانسٹیبل ہی سے لیتا تھا۔

"کیا رہا؟" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے جعفر صاحب کو ساری رپورٹ دے دی ہے سر!"

"کیوں جعفر! کیا خیال ہے؟"

"حیدر نے خاصی معلومات جمع کرلی ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ اس کی تکمیل میں دس بارہ دن بھی لگ سکتے ہیں۔"

"کوئی حرج نہیں۔" ہاشمی نے کہا۔ "معاملات جہاں تک پہنچے ہیں وہاں سے آگے شاید ہی بڑھیں۔ بس یہ ممکن ہے کہ صفدر کے سلسلے میں کچھ ڈیولپمنٹ ہو۔"

صفدر کے بارے میں اسے حیدر ہی سے معلوم ہوا تھا جو فوجداری مقدمات کا وکیل تھا اور جسے حیدر نے کشمالہ کے ساتھ دیکھا تھا۔

ہاشمی نے موبائل پر اپنے ایس پی سے رابطہ کیا۔ "سر!" اس نے کہا۔ "آئی جی صاحب سے بات کرلی آپ نے؟"

"تم جس کام سے بھی گئے تھے، اس سے بروقت لوٹے ہو۔ آئی جی صاحب نے یہی وقت دیا تھا اور مجھے بھی تمہاری باتوں سے اندازہ ہوا تھا کہ تم اس وقت تک لوٹ آؤ گے۔ تم دس منٹ بعد آئی جی صاحب سے مل سکتے ہو؟"

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

''انہوں نے آپ سے پوچھا تو ہوگا کہ میں کس سلسلے میں ملنا چاہتا ہوں؟''

''بتا دیا تھا میں نے انہیں۔ وہ اس بارے میں تم سے دو چار ہی سوال کریں گے اور غالباً وہ ہو جائے گا جو تم چاہتے ہو۔ بس دس منٹ بعد ان سے مل لو۔''

''شکریہ سر!'' ہاشمی نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

جعفر اور حیدر اس کی طرف دیکھتے رہے تھے۔ جیسے ہی اس نے رابطہ منقطع کیا، جعفر بول پڑا۔ ''یہ آئی جی صاحب کا کیا معاملہ ہے؟''

''ان سے کچھ بات کرنی ہے۔''

''ہاں۔'' ہاشمی نے مختصراً کہا۔

''کوئی نیا کیس؟''

''نہیں۔'' ہاشمی نے جواب دیا۔ ''اسی کیس کے سلسلے میں بات کرنی ہے یا یوں سمجھو کہ اسی کیس سے متعلق کوئی بات ہے۔ میں دو ہفتے کی چھٹی لے رہا ہوں۔''

''اس کیس کے بارے میں تو آپ ایس پی صاحب ہی سے بات کر سکتے تھے۔''

''میں نے کہا نا کہ بات صرف اس کیس ہی کی نہیں، اس سے متعلق ایک بات کی ہے۔ تم نے ابھی کہا بھی ہے کہ ساری تحقیقات مکمل کرنے میں دس بارہ دن لگ سکتے ہیں۔ میں چھٹی تو دو ہفتے کی لے رہا ہوں لیکن ہو سکتا ہے کہ پہلے ہی واپس آ جاؤں۔''

''کیا شہر سے باہر جا رہے ہیں صاحب؟'' حیدر نے حیرت سے پوچھا۔

''یہی سمجھو۔'' ہاشمی کھڑا ہو گیا۔ ''آئی جی صاحب سے ملنے جا رہا ہوں۔''

آئی جی کا کمرا ہیڈکوارٹر کی تیسری منزل پر تھا۔

☆☆☆

ڈاکٹر طاہرہ شام کو اسپتال پہنچی تو ڈاکٹر زیدی نے اسے ہاشمی کی آمد اور اس کی تاکید کے بارے میں بتایا۔

''عجیب معاملہ ہے یہ۔'' طاہرہ نے کہا۔

''جی ہاں۔ میرا ذہن بھی اس میں الجھ رہا ہے۔ دوسری بات یہ بھی عجیب ہے کہ ایک اور شخص بھی فیصل صاحب سے مل کر گیا ہے۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ فیصل صاحب کا دوست ہے اور اسے کسی ذریعے سے معلوم ہوا تھا کہ فیصل صاحب کسی کیس میں پھنس گئے ہیں اور زخمی حالت میں یہاں ہیں۔''

''کیا بات ہوئی ان دونوں میں؟''

''میں اس وقت ایک چھوٹے سے آپریشن کی تیاری کر رہا تھا۔ مجھے علم نہیں کہ ان میں کیا باتیں ہوئی تھیں۔ نرس کو بھی نہیں معلوم۔ اس نے بتایا تھا کہ اس دوست نے بہت دھیمی آواز میں باتیں کی تھیں۔ وہ کچھ نہیں سن سکی۔''

''وہ میں فیصل سے پوچھ لوں گی۔ یہ میرے لیے ایک خوشگوار اطلاع ہے کہ فیصل سے اس کے کسی دوست نے ملاقات کی۔ یقیناً وہ فیصل کے ماضی سے واقف ہوگا۔ میں اگر اسپتال میں ہوتی تو میں بھی اس سے ملتی۔ اب فیصل ہی سے کچھ معلوم ہو سکے گا۔ میں ابھی جاتی ہوں اس کے پاس۔ اسپتال کے بارے میں کوئی خاص بات تو نہیں بتانا مجھے؟''

''کچھ نہیں۔ سب معمول کے مطابق ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' ڈاکٹر طاہرہ نے کہا اور اپنے کمرے میں جانے سے پہلے اس نے ارسلان ہی کے کمرے کا رخ کیا۔ ارسلان آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے ڈاکٹر طاہرہ کو اندر آتے دیکھا۔

''کیسی طبیعت ہے فیصل؟'' اس نے تقریباً قریب آ کر پوچھا۔ ''زخم میں اب درد تو نہیں؟''

''حرکت کرنے سے کچھ محسوس ہوتا ہے۔''

''دو چار دن میں ہی تم اس قابل ہو جاؤ گے کہ اسپتال میں رہنا ضروری نہیں رہے گا۔ اچھا ہاں! میں نے ایک خوش خبری سنی ہے۔ تمہارا کوئی دوست تم سے ملنے آیا تھا؟''

''ہاں۔ [illegible] سے قبل شاید اسپتال ہی کے لوگوں سے معلومات حاصل کی ہوں گی۔ وہ جانتا تھا کہ میں اپنا ماضی بھول چکا ہوں۔ اس نے میری اور اپنی دوستی کی بہت سی باتیں بتائیں [illegible]'' ارسلان نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''لیکن مجھے کچھ بھی یاد نہیں آیا۔''

''آ جائے گا، دھیرے دھیرے یاد آ جائے گا۔'' ڈاکٹر طاہرہ یہ بات کئی بار کہہ چکی تھی پھر اس نے سوال کیا۔ ''میرے اور تمہارے بارے میں بھی تو کچھ جانتا ہوگا وہ؟''

''ہاں۔'' ارسلان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''میں نے خوشی کا اظہار کیا تھا کہ میں اپنی بیوی کے اسپتال میں داخل ہوں۔''

''اوہ!'' طاہرہ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''مجھ پر تو یقین کر ہی لیا تھا تم نے۔ اب تمہارے دوست نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔''

ارسلان مسکراتا رہا۔

''میں تھوڑی دیر میں پھر آؤں گی تمہارے پاس۔'' طاہرہ نے کہا۔ ''میرا معمول تو یہ ہے کہ پہلے چار پانچ منٹ

URDU TUBE
www.urdutubes.com

کے لیے اپنے کمرے میں جاتی ہوں، پھر اسپتال کا ایک راؤنڈ لگاتی ہوں۔ جن مریضوں کو دیکھنا ہوتا ہے، انہیں دیکھنے کے بعد پھر اپنے کمرے میں جاتی ہوں لیکن آج سیدھی تمہارے پاس آگئی۔"

"آج گئی تھیں تم اپنے گھر۔ باقی دنوں میں تو زیادہ تر وقت میرے ہی کمرے میں گزارتی رہی ہو۔"

"بہت بے چین تھی تمہارے لیے۔ اب سکون محسوس کر رہی ہوں۔ بس کار کی چوری کا مقدمہ فکر مندی کا سبب تھا لیکن بیرسٹر صاحب نے یقین دلایا ہے کہ وہ تمہیں کوئی سزا نہیں ہونے دیں گے۔"

"یہ میرے لیے ایک اچھی خبر ہے۔"

"اچھا میں ذرا اسپتال کا راؤنڈ لگا آؤں۔ پچھلے تین دنوں میں تو ڈاکٹر زیدی ہی سب کچھ دیکھتے رہے ہیں۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ ان دنوں میں کسی بڑے آپریشن کی ضرورت نہیں پڑی۔ ڈاکٹر زیدی بھی سرجن ہیں لیکن ابھی نوجوان ہیں، تجربہ کار نہیں۔ بڑے آپریشن مجھے ہی کرنے پڑتے ہیں۔"

"تم اب اطمینان سے اپنے فرائض کی طرف دھیان دو۔" ارسلان نے کہا۔ "میں خود بھی محسوس کر رہا ہوں کہ میرے سر کا زخم بھرتا جا رہا ہے۔"

طاہرہ چلی گئی۔

ارسلان سوچنے لگا کہ اس خوبصورت اور نیک صورت پر کیا گزرے گی جب اسے حقیقت کا علم ہوگا۔ یہ بات ہمیشہ تو راز میں نہیں رہ سکتی کہ وہ اس کا شوہر فیصل نہیں ہے۔ اس پر ارسلان کی حیثیت سے مقدمہ تو چلایا ہی جائے گا۔ اس وقت بات طاہرہ سے کسی صورت نہیں چھپ سکے گی۔

ہاشمی کے بعد محسن بھی اسے سمجھا کر اور خود بھی ارسلان کی دو ایک ہدایات لے کر اسپتال سے رخصت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سے اس کی شدید خواہش رہی تھی کہ وہ اپنی بہن سے بات کرے لیکن نرس کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں تھا۔ اسے ایسی کوئی بات بھی نہیں سوجھی تھی کہ بہانے سے نرس کو ٹال سکے...... ڈاکٹر طاہرہ ہی نے یہ کہہ دیا تھا کہ ایک نرس کو ہر لمحہ اس کے کمرے میں رہنا چاہیے۔

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے طاہرہ!" ارسلان نے اس وقت کہا جب طاہرہ اسپتال کا راؤنڈ لگا کر اس کے پاس واپس آئی تھی۔ "مجھے یہ بڑا عجیب سا لگنے لگا ہے کہ ہر وقت کوئی مجھ پر مسلط رہے۔ گھبراہٹ سی ہونے لگتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میری حالت اتنی خراب ہے کہ مجھے کسی وقت بھی وینٹی لیٹر پر......"

"خدا نہ کرے۔" ڈاکٹر طاہرہ نے جلدی سے کہا۔ "ایسی بدفال منہ سے نہ نکالنا آئندہ بھی۔"

"تو پھر نرس کا چکر ختم کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اسے رخصت کر دیتی ہوں۔"

طاہرہ نے نرس کو اشارہ کیا تو وہ جانے لگی۔ اسے رخصت کرنے کے لیے طاہرہ کو کسی بہانے کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر وہ ارسلان سے بولی۔ "تمہارے سرہانے ہرے رنگ کا ایک پش بٹن لگا ہوا ہے۔ جب بھی نرس کی ضرورت پڑے یا کوئی بھی بات ہو، یہ بٹن دبا دینا۔ نرس فوراً آجائے گی۔"

"صاحب رہنے دو کہ ... کیا تمہارے دوست نے تمہارے ماضی کے بارے میں کیا کیا بتایا؟"

"وہ تو جانے کیا کیا کچھ بتاتا رہا۔ کہاں تک تفصیل بتاؤں تمہیں۔ مجھے تو وہ سب کچھ یاد نہیں آتا تو ذہن بہت الجھنے لگتا ہے۔ یاد کرنے کے لیے دماغ پر زور ڈالتا ہوں تو سر میں درد ہونے لگتا ہے۔"

"تو پھر چھوڑو وہ باتیں۔ اب تمہاری یادداشت واپس لانے کی ذمے داری ایک ماہر نفسیات پر ہوگی۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں نے ایک سائیکاٹرسٹ سے بات کی ہے۔"

"وہ کب سے اپنا کام ......؟"

"جس دن اسپتال سے ڈسچارج کیا جائے گا اور تمہیں گھر لے جاؤں گی، اس کے دوسرے ہی دن سے۔"

"اس سے میرے سر میں درد نہیں ہوگا؟"

"نہیں۔" طاہرہ نے جواب دیا۔ "میں نے تو اسے تمہارے ماضی کے بارے میں وہ سب کچھ بتا دیا ہے جو مجھے معلوم تھا لیکن وہ تم سے وہ باتیں نہیں کرے گا۔ اس کی باتوں کا انداز دوسرا ہوگا۔ یہ تکنیک خود میں بھی پوری طرح نہیں جانتی لیکن کچھ اندازہ ہے۔ وہ ایسی باتیں کرے گا کہ تمہیں از خود کچھ یاد آنے لگے۔"

"کسی بھی جبر نہ ہونے کا ورنہ دوسرے میرے دماغ کی رگ پھٹ جائے گی۔"

"تم اب اس بارے میں بالکل نہ سوچو۔ تمہارا دوست تو شاید پھر آئے تمہیں دیکھنے، تم سے ملنے۔ اس سے بھی کہہ دینا کہ وہ تم سے ماضی کی باتیں نہ کرے۔ کبھی مجھے بھی ملوانا اس سے۔"

"ضرور۔" ارسلان نے جواب دیا لیکن یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ محسن کو ڈاکٹر طاہرہ سے ملواتا۔ اس طرح تو

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
urdutubes.com

بات ابھی سے بگڑ جاتی۔ محسن کچھ جانتا ہی نہیں تھا فیصل کے ماضی کا حال!...... وہ بات کیا کرتا۔ ارسلان چاہتا تھا کہ جب تک بھی یہ بات چھپی رہے، اچھا ہے، البتہ وہ سوچتا رہتا تھا کوئی ایسی تدبیر کہ راز کھلنے سے ڈاکٹر طاہرہ کو بہت زیادہ شدید ذہنی جھٹکا نہ لگے۔

رات کو طاہرہ نے اسی کے کمرے میں اس کے ساتھ کھانا کھایا، اس کے بعد ارسلان کا بوسہ لے کر چلی گئی۔

"میں اسے روک بھی تو نہیں سکتا ایسا کرنے سے۔" ارسلان نے اپنے دل میں کہا۔

اب موقع تھا کہ وہ فرزانہ سے بات کر لیتا لیکن اس سے پہلے اس نے محسن سے رابطہ کیا۔

"ہاں۔" محسن نے کال ریسیو کی۔ "تمہیں ... سے کوئی خاص بات کہنا ہو تو ... بات ہے ورنہ پہلے فرزانہ سے بات کرنی چاہیے ... وہ بہت بے چین ہے ... سے بات کرنے کے لیے۔"

"تم نے اسے کیا بتایا ہے؟"

"جو تم نے مجھ سے کہا تھا۔" محسن نے جواب دیا۔ "میں پولیس ہی کے ذریعے تم تک پہنچا ہوں لیکن تمہارا موبائل کوئی تم سے چھین کر بھاگ گیا ہے اس لیے تم اس سے رابطہ نہیں کر سکے۔ تم ایسی جگہ تھے جہاں کوئی دکان نہیں تھی جہاں سے موبائل خریدا جا سکے۔ اب تم ایسی جگہ پہنچ گئے ہو کہ تم نے موبائل خرید لیا ہے لیکن تم جن لوگوں کے ساتھ ہو کہ ان کے سامنے اسے فون نہیں کر سکتے اور جیسے ہی موقع ملے گا، تم اس سے بات کرو گے۔ میں نے اسے تمہارا نمبر بھی دے دیا ہے کہ جب اس نمبر سے کال آئے تو وہ کسی جھجک کے بغیر کال ریسیو کر لے لیکن خود تمہیں فون نہ کرے کیونکہ تم جن لوگوں کے ساتھ ہو، وہ ان کے سامنے اس سے بات نہیں کر سکتے۔"

"ہاں، اب فون کرتا ہوں میں اسے۔"

"فوراً کرو۔ بہت پریشان ہے وہ تمہارے لیے۔ ... اسے ان باتوں پر بھی یقین نہیں آیا جو میں نے اسے بتائی تھیں۔ وہ کہہ رہی تھی کہ ... بھائی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ میں نے اسے جواب دیا تھا کہ جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے، وہی میں نے اسے بتایا ہے۔ تمہیں کوئی اور بات سوچنی چاہیے تھی ارسلان جس پر وہ یقین کر لے۔"

"میں اور کچھ سوچ ہی نہیں سکا تھا۔ تمہیں اتنی دیر روکنا بھی نہیں چاہتا تھا کہ کچھ اور سوچ سکوں۔ مجھے ڈر تھا کہ ڈاکٹر طاہرہ نہ آ جائے۔ تمہارا اور اس کا سامنا بہتر نہیں ہوتا۔ کچھ بھی گڑبڑ ہو سکتی تھی کیونکہ تم فیصل کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ خود مجھے بھی نہیں معلوم۔"

"اچھا تم اسے فون تو کرو۔"

"ہاں کرتا ہوں۔" ارسلان نے رابطہ منقطع کر کے فرزانہ کا نمبر ملایا۔

"ہیلو فرزانہ!" پہلے وہ خود ہی بولا۔

"شکر ہے کہ میں نے آپ کی آواز سنی بھائی! میں تو ہلکان ہو گئی ہوں۔ آخر کس چکر میں پڑ گئے ہیں آپ؟ محسن بھائی نے جو کچھ بتایا ہے، مجھے اس پر یقین نہیں آیا۔"

"وہی حقیقت ہے فرو!...... تمہیں یقین کرنا چاہیے۔"

"معاملہ کیا ہے؟"

"... آ کر بتاؤں گا ... نہیں ہے۔"

"کوئی پولیس کا چکر ہے کیا؟"

"میں اگر پولیس کے کسی چکر میں پھنس گیا ہوتا تو کیا پولیس محسن کو مجھ تک پہنچاتی؟" ارسلان جھوٹ بولنے پر مجبور تھا۔ ... فون پر فرزانہ کو اصل حقائق بتا دیتا تو اس کی پریشانی انتہا کو پہنچ جاتی۔

"اب آ کب رہے ہیں آپ؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"معاملہ ایسا ہے کہ یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا البتہ اب فون میں روزانہ کرتا رہوں گا۔ شاید اسی وقت کیا کروں۔ محسن نے بتایا تھا کہ تم کالج بھی نہیں گئیں۔"

"... کیسے جاتی۔"

"اب کل سے جانا شروع کرو۔ محسن ہر وقت تمہارا خیال رکھے گا اور ہاں! امی جی کا کیا حال ہے؟"

"میری ہی طرح وہ بھی پریشان ہیں۔"

"اب تمہارے ساتھ ان کی پریشانی بھی ختم ہو جائے گی۔ اچھا اب میں بند کر رہا ہوں فون۔ وہ لوگ آ رہے ہیں جن کے سامنے میں تم سے بات نہیں کر سکتا۔"

اس سے پہلے کہ فرزانہ کچھ اور کہتی، ارسلان نے رابطہ منقطع کر دیا۔ اس کے بعد پھر محسن سے رابطہ کیا۔

"فرزانہ کو فون کر چکا ہوں۔" اس نے کہا۔ "اب وہ کچھ تو مطمئن ہو گی۔"

"اسے یہ اطمینان ہو گیا ہے کہ تم زندہ ہو اور خیریت سے ہو لیکن اس کا دماغ اس میں تو الجھا رہے گا کہ آخر تم کس چکر میں پڑ گئے ہو!"

"فون پر اسے حقائق تو نہیں بتائے جا سکتے نا!" ارسلان نے کہا۔ "اچھا تم شبیر سے رابطے میں ہو؟"

"وہ بے چارہ خود پریشان ہے تمہارے لیے۔ حیدر

کانسٹیبل سے اس کے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ وہ اس سے معلومات حاصل کرتا رہتا ہے۔ وہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ یہ اس کی زندگی میں پہلی بار ہوا ہے کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مبہم ہے۔ ڈاکٹرز حتمی طور پر آج شام کو کچھ بتا سکیں گے۔''

''گردن تو میری ہی پھنسے گی۔'' ارسلان نے ٹھنڈی سانس لی۔

''وکیل صاحب تو پُرامید ہیں کیونکہ یہ قتل عمد نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ تم اس وقت نشے میں بھی تھے۔''

''ہر وکیل اپنے کلائنٹ سے یہی کہتا ہے کہ وہ پُرامید ہے۔'' ارسلان نے کہا۔ ''وہ ایسے نہ کہیں تو لوگ لات نہ ماریں گے۔ اگر کوئی وکیل مایوس کرنے لگے تو لوگ کسی اور کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔''

''دیکھو کیا ہوتا ہے، اللہ مالک ہے۔ اور ہاں! شبیر نے ایک اطلاع بڑی عجیب دی ہے۔''

''وہ کیا؟''

''ہاشمی آج شہر سے کہیں جا رہا ہے۔ اس نے دفتر سے کی چھٹی لی ہے۔''

''ہاں یہ تو عجیب ہی بات ہے۔ اسے تو کیس عدالت تک پہنچانا ہے۔''

''شبیر کہہ رہا تھا کہ ابھی تفتیش مکمل نہیں ہوئی ہے۔ عدالت میں مقدمہ کمزور پڑ جائے گا۔ اس کی لیے اس نے حیدر اور اپنے خاص اسسٹنٹ کو کچھ ہدایات دی ہیں۔''

''غیر معمولی اطلاع دی ہے!''

''ہاں، ہے تو غیر معمولی لیکن سمجھ میں آتی ہے اور یہ اطلاع کیا غیر معمولی نہیں کہ پوسٹ مارٹم کی جو رپورٹ آئی ہے، وہ غیر حتمی ہے۔ حتمی رپورٹ شام کو آئے گی۔''

''مجھے نہیں معلوم کہ ایسا ہوتا ہے یا نہیں لیکن شبیر کہہ رہا ہے تو یقیناً یہ بھی ایک غیر معمولی بات ہے۔ پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے اور میری قسمت کیا کہتی ہے۔ لیکن ابھی تمہیں ایک بات اور بتانا چاہتا ہوں۔ میں ڈاکٹر طاہرہ کے سامنے آنے سے گریز کرتا ہے۔ اگر کسی باعث مجھ سے ملنا ضروری ہو تو رات کو نو بجے کے بعد آنا۔ وہ نو بجے اسپتال سے چلی جاتی ہے۔''

''یہ خیال میرے ذہن میں بھی تھا۔ وہ مجھ سے فیصل کے ماضی کی باتیں کرے گی جن سے میں قطعی بے خبر ہوں۔''

اس گفتگو کے بعد ارسلان نے محسن اور فرزانہ سے کی ہوئی کالز ڈیلیٹ بھی کر دیں۔ پہلے بھی جب اس نے محسن سے بات کی تھی، تب بھی ایسا ہی کیا تھا۔ یہ احتیاط اس لیے ضروری تھی کہ اتفاقاً بھی وہ کالز ڈاکٹر طاہرہ کی نظر میں نہ آ سکیں۔

پھر کوئی خاص واقعہ پیش آئے بغیر وہ دن آ گیا جب شام کو ارسلان اسپتال سے ڈسچارج کر دیا جاتا اور طاہرہ اسے اپنے ساتھ گھر لے جاتی۔

''پولیس نے اس دن کے بعد ادھر کا رخ ہی نہیں کیا۔'' طاہرہ نے ارسلان سے باتیں کرتے ہوئے تعجب کا اظہار کیا۔

''ایک امکان ہے میری نظر میں۔'' ارسلان نے کہا۔ ''جس کی کار میں نے چوری کی تھی اور جو مجھے یاد بھی نہیں ہے، وہ شخص شاید کوئی معروف و مستند آدمی ہو۔ ایکسیڈنٹ کی ہوئی کار تو اسے مل ہی گئی ہوگی یا مل جائے گی۔ اس پر کچھ پیسا خرچ کر کے وہ ٹھیک کروا لے گا یا دوسری کار خرید لے گا۔ وہ مقدمے بازی میں نہ پھنسنا چاہتا ہوگا لہٰذا اس نے رپورٹ واپس لے لی ہوگی۔ لوگ عدالت کے چکر میں پڑنے سے بچتے ہیں۔ اس کے رپورٹ واپس لینے کے بعد پولیس کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ پولیس ایکسیڈنٹ اور کاغذات نہ ہونے کا چالان کر سکتی ہے جس سے شاید اس لیے گریز کیا جا رہا ہو کہ ایس ایچ او آپ کا بہت احترام کرتا ہے۔''

طاہرہ کو ارسلان کی اصلیت نہیں معلوم تھی لہٰذا قتل کے بارے میں بھی علم نہیں تھا اس لیے ارسلان نے یہ بات گھڑی تھی۔

طاہرہ نے اس کی ساری بات سنی، پھر ہنس کر بولی۔ ''تمہارے یہ خیالات مجھے قرین از قیاس بھی لگے اور بعید از قیاس بھی۔ خیر الحمد للہ...... یہ بھی ممکن ہے کہ تمہاری یادداشت کا معاملہ سامنے آ جانے سے پولیس اور وکیل بھی ڈھیلی پڑ گئی ہوگی۔ میں ابھی یہ کرتی ہوں کہ ایس ایچ او کو مطلع کر دوں۔''

''کس بات سے؟''

''یہی کہ اب تم اسپتال سے ڈسچارج ہو رہے ہو اور میں تمہیں گھر لے جا رہی ہوں لہٰذا اب اگر انہیں ایکسیڈنٹ کے سلسلے میں کچھ بات کرنا ہو تو وہ میرے گھر آ سکتے ہیں۔ پتا بتانے کی بھی ضرورت نہیں۔ ایس ایچ او جانتا ہے میرا گھر۔''

ارسلان نے سر ہلایا۔ ''چلو کر دو فون۔''

طاہرہ اسی وقت فون کرنے لگی۔

ارسلان اس روز اس خیال سے پریشان تھا کہ جب وہ طاہرہ کے گھر میں ہوگا تو وہ اس سے کسی حد تک بھی بے

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

تکلف ہوسکتی ہے کیونکہ وہ یقین کر بیٹھی تھی کہ وہی اس کا گمشدہ شوہر فیصل ہے۔ ایسی صورت میں وہ کیا کرے گا؟ ذہن میں اٹھنے والے اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا...... بہت سوچنے کے باوجود اس کے ذہن میں کوئی تدبیر نہیں آرہی تھی۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اپنی اصلیت بیان کرکے اس شریف عورت کو ذہنی دھچکا پہنچائے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے دماغ میں یہ بات بھی تھی کہ آخر کار تو یہ ہونا ہی ہے۔

ایس ایچ او کو فون کرنے کے بعد طاہرہ نے کہا۔ ''ابھی سات آٹھ گھنٹے باقی ہیں۔ میں تمہیں اس وقت بھی ڈسچارج کرسکتی ہوں لیکن آٹھ نو بجے تک اسپتال میں رہنا میرا معمول رہا ہے۔ تمہارے ایکسیڈنٹ کی وجہ سے اس میں بس دو تین روز گڑبڑ رہی تھی۔''

''تم معمول کے مطابق کام کرو طاہرہ!'' ارسلان نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

وہ چاہتا تھا کہ جو مسئلہ اسے اب درپیش تھا، اس سلسلے میں محسن سے مشورہ کرے اور اسے فون کرنے کے لیے ضروری تھا کہ طاہرہ اس کے کمرے سے چلی جائے۔ طاہرہ چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی ارسلان نے محسن کو فون کیا۔

''ہاں ارسلان!'' محسن کی آواز آئی۔ ''میں سوچ ہی رہا تھا کہ رات کو تم سے ملنے آؤں۔''

''کوئی خاص بات؟''

''کچھ بہت زیادہ خاص بات بھی نہیں۔ تم بتاؤ، تم نے کیسے فون کرلیا؟''

ارسلان نے اسے اپنے مسئلے سے آگاہ کیا۔

''یہ تو واقعی......'' سب کچھ سننے کے بعد محسن نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر رک کر بولا۔ ''میں ابھی تک میں کیا سوچوں؟ تمہیں کل ہی بتانا چاہیے تھا۔''

''طاہرہ نے ہی مجھے آج بتایا ہے۔ اپنے خیال کے مطابق اس نے مجھے سرپرائز دیا ہے۔''

''مجھے کچھ مہلت دو سوچنے کی۔ دو گھنٹے بعد فون کرلینا۔''

''تم ہی کرلینا جب کوئی تدبیر ذہن میں آئے۔''

''تم نے کہا تھا کہ میں خود تمہیں فون نہ کروں۔ فرزانہ کے بارے میں بھی یہی کہا تھا۔''

''تمہاری بات اور ہے۔ اب تو طاہرہ کو معلوم ہوچکا ہے کہ تم میرے دوست ہو۔ اب تمہارے فون کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''صحیح کہا تم نے! مجھے خیال نہیں آیا تھا۔ اچھا ہاں! میں تمہارے پاس یہ بتانے کے لیے آنا چاہتا تھا کہ ہاشمی واپس آگیا ہے۔ شبیر نے مجھے ابھی فون پر بتایا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ گزشتہ دنوں جو سکوت رہا، وہ اب طوفان کی طرح پھٹ سکتا ہے۔ اچھا وہ اس کا کیا ہوا؟ پوسٹ مارٹم کی حتمی رپورٹ کا!''

''اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوسکا۔ شبیر کے بیان کے مطابق حیدر نے اسے بتایا ہے کہ ہاشمی کا اسسٹنٹ اسے پسند نہیں کرتا۔''

''شبیر کو وہ کیوں پسند نہیں کرتا؟''

''نہیں، حیدر کو پسند نہیں کرتا۔ حتمی رپورٹ اسی شام آگئی تھی لیکن اس نے حیدر کو نہیں بتایا۔ دراصل پچھلے دنوں تو وہ چھٹی پر تھا۔ اسی دن ڈیوٹی پر واپس آیا ہے جس روز ہاشمی گیا تھا۔ اسے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ ہاشمی ایک کانسٹیبل کو اتنی زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ وہ بے وقوف شخص حیدر کو اپنا رقیب سمجھتا ہے۔ اس نے حیدر کو رپورٹ کی ہوا بھی نہیں لگنے دی۔''

''یہ تو تم جانتے ہو کہ حیدر کو اس کے بارے میں پتا نہیں چل سکا ہے۔''

''لیکن یہ بات اس نے مجھے آج ہی بتائی ہے کہ ہاشمی کا اسسٹنٹ، شاید جعفر نام بتایا تھا شبیر نے...... وہ حیدر کو پسند نہیں کرتا۔''

''ابھی ایک خیال ہے میرے ذہن میں۔''

''لیکن طاہرہ......''

''نہیں۔'' ارسلان نے محسن کی بات کاٹی۔ ''میں سوچ رہا ہوں کہ اس بارے میں ہاشمی سے بھی بات کروں۔ اس کے ذہن میں یہ خیال آسکتا ہے کہ طاہرہ کے گھر جا کر میں فیصل کی حیثیت سے کچھ غلط فائدہ اٹھا سکتا ہوں، بلکہ......'' ارسلان رک کر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ ''کیوں نہ فون کرکے اس سے یہ کہوں کہ ادا کے قتل کے معاملے میں وہ میرا باقاعدہ بیان ریکارڈ کرلے۔ یہ تو اس نے معلوم کرہی لیا ہے کہ میں فیصل نہیں ہوں، ارسلان ہوں۔''

''تم کیا بیان ریکارڈ کرواؤ گے؟''

''قتل کا جو واقعہ ہوا ہے، وہ اسی طرح بیان کردوں گا۔ یعنی کوئی جھوٹ نہیں بولوں گا۔''

''ہوسکتا ہے تمہارا وکیل نہ چاہے کہ تم ایسا بیان ریکارڈ کرواؤ۔''

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

"یہ بھی تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تو ایسا کرو کہ تم ابھی وکیل صاحب کو میرے ارادے سے آگاہ کر دو۔ پھر وہ جو کچھ کہیں مجھے بتا دو۔"

"اچھا میں بات کرتا ہوں ان سے، پھر تمہیں فون کر کے بتاتا ہوں۔"

پھر کوئی بیس منٹ بعد ہی محسن کا فون آ گیا۔ اس نے کہا۔ "وکیل صاحب نے کہا ہے کہ وہ تو بنیادی اسی بات کو بنائیں گے کہ یہ قتلِ عمد نہیں اور جو کچھ ہوا وہ اشتعال کے باعث ہوا۔"

"یعنی میں نے یہ بیان دینے کے بارے میں ٹھیک سوچا؟"

"ہاں، تم یہ بیان ریکارڈ کروا [illegible]" محسن نے کہا۔ "تم خود رابطہ کرو ہاشمی سے؟"

"ہاں۔ مجھے اس کا نمبر بھی درکار ہے۔"

"مجھے احساس تھا کہ تمہارے پاس اس کا نمبر نہیں ہوگا۔ میں نے شبیر سے معلوم کر لیا ہے۔ لکھو۔"

ارسلان نے وہ نمبر لکھ لیا جو محسن نے بتایا۔

پھر اس نے فوراً ہی ہاشمی سے رابطہ کیا۔

"ہیلو! کون؟" ہاشمی کی آواز آئی۔

"میں ارسلان بول رہا ہوں۔"

"اوہو، بہت خوب! خادم کی یاد کیسے آ گئی؟"

"میں آج اسپتال سے ڈسچارج کر دیا جاؤں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ آج ہی آ کر میرا بیان باقاعدہ ریکارڈ کر لیں۔ بس اس وقت ڈاکٹر طاہرہ کمرے میں نہ ہوں۔"

"کوئی خاص انکشاف کرنا مقصود ہے؟"

"انکشاف تو نہیں لیکن ایک خاص بات ضرور ہے۔"

چند لمحے خاموشی رہی، پھر ہاشمی نے کہا۔ "میں آدھے گھنٹے میں پہنچ رہا ہوں۔"

اس نے ارسلان کی کوئی اور بات سنے بغیر لائن کاٹ دی۔

بیس منٹ بعد طاہرہ اس کے کمرے میں آ گئی۔ ارسلان اس کی وجہ سے پریشان نہیں ہوا۔ اس کا خیال تھا کہ ہاشمی خود ہی طاہرہ سے کہہ دے گا کہ وہ بیان اس کی عدم موجودگی میں لے گا۔

طاہرہ اس دن بہت خوش تھی کیونکہ آج وہ اپنی دانست میں "اپنے فیصل" کو گھر لے جاتی۔

ہاشمی آدھے گھنٹے ہی میں آ گیا۔ ایک نرس نے کمرے میں آ کر اس کے آنے کی اطلاع دی۔

طاہرہ کو تعجب ہوا۔ "آج یہ آخر پھر کیسے آ گیا؟" اس نے نرس سے کہا۔ "یہیں پہنچا دو اسے۔"

"نہ جانے کیا معاملہ ہے اب؟" ارسلان محض ڈاکٹر طاہرہ کو سنانے کے لیے بڑبڑایا۔

"معلوم ہو جائے گا ابھی!"

جلد ہی ہاشمی اس کمرے میں تھا۔ اس نے طاہرہ سے پہلے تو دو ایک رسمی باتیں کیں، پھر کہا۔ "معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ آپ مجھے اور فیصل صاحب کو ذرا دیر کے لیے تنہا چھوڑ دیں۔"

"وجہ؟"

"میں ان کا بیان ریکارڈ کرنا چاہتا ہوں۔"

"غالباً اس موضوع پر پہلے بھی بات ہو چکی ہے۔ جس شخص کی یادداشت ہی چلی گئی ہو، وہ کیا بیان دے سکتا ہے۔"

"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجیے کہ ان کا بیان میں کس مقصد سے لوں گا۔"

طاہرہ کچھ خفا سی ہو گئی۔ "جیسا آپ چاہیں۔"

"شکریہ۔"

ڈاکٹر طاہرہ کمرے سے چلی گئی...... ہاشمی نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

"ہاں!" اس نے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نکال کر قریب ہی رکھا اور ارسلان سے بولا۔ "جی؟" اس کا انداز سوالیہ تھا۔

"پہلے میں [illegible] من و عن بیان کرنا چاہتا ہوں جب میں نے ارشد کے سر پر گلاس مارا تھا اور میری نیت اسے قتل کرنے کی نہیں تھی۔"

ارسلان چپ ہوا ہی تھا کہ ہاشمی بول پڑا۔ "بات جاری رکھیں۔ اگر مجھے کوئی سوال کرنا ہوگا تو بعد میں کروں گا۔"

"بہتر ہے۔" ارسلان نے کہا اور پھر سارا واقعہ اسی طرح بیان کر دیا جس طرح پیش آیا تھا پھر بولا۔ "مجھ پر گھبراہٹ طاری ہو گئی تھی۔ میں بہت پریشان ہو گیا تھا کہ میں کیا کر بیٹھا ہوں۔ میری حالت ایسی ہو گئی تھی کہ میں وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا لیکن میرے پیر من من بھر کے ہو گئے تھے۔ میرے لیے ایک قدم اٹھانا بھی دشوار ہو گیا تھا۔ اسی وقت کشمالہ وہاں آ گئی۔"

کشمالہ کے ذکر پر ہاشمی کچھ چونکا، پھر یہ بھی محسوس ہوا کہ وہ کوئی سوال کرنا چاہتا تھا لیکن وہ خاموش ہی رہا۔

ارسلان نے اپنی بات جاری رکھی۔ اس نے بتایا کہ اس نے کچھ سوچے سمجھے بغیر فرار ہو جانے کا فیصلہ کیا۔ "میں پھانسی کے پھندے سے بہت خوفزدہ تھا۔ میں نے فوری طور پر حیدرآباد جانے کا فیصلہ کیا تھا لیکن دن میں سفر نہیں کرنا چاہتا

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

تھا۔ اسی لیے میں نے وہ سارا دن محسن کے گھر پر گزارا لیکن اسے بھی نہیں بتایا کہ میں کس قسم کی صورت حال میں پھنس گیا ہوں۔ رات کو میں محسن کے گھر سے روانہ ہوا اور......''

اس نے یہ بھی بتایا کہ اس نے کار کس خیال کے تحت چرائی تھی اور پھر حادثے سے دوچار ہونے کا سبب کیا تھا۔

''اس کے بعد جب میں ہوش میں آیا تو اسپتال میں تھا۔ جب ڈاکٹر طاہرہ کی باتوں سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ مجھے اپنا شوہر فیصل سمجھ رہی ہیں تو میں نے یہ بھی سمجھ لیا کہ فیصل میرا ہم شکل ہوگا۔ اس وقت میں نے فیصلہ کیا کہ اپنے بچاؤ کے لیے مجھے اس پوزیشن سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور میں فیصل بن گیا۔''

ہاشمی نے سر ہلایا، پھر کہا۔ ''میرے لیے اس کہانی میں اہم پہلو کشمالہ کا کردار ہے۔''

''یہ آپ جانیں کہ آپ کے لیے کیا اہم ہے اور کیا غیر اہم ہے لیکن میں آپ کو ایک خاص بات اور بتانا چاہتا ہوں جو میرے اعترافی بیان سے بھی [illegible] ریکارڈنگ جاری رکھیں۔ میری وہ بات بھی آن ریکارڈ ہونا چاہیے۔''

''میں نے ریکارڈر آف نہیں کیا ہے۔''

''آپ نے ایک بار مجھے تنبیہ کی تھی کہ میں فیصل کی حیثیت سے ڈاکٹر طاہرہ جیسی شریف خاتون کو کسی قسم کا دھوکا نہ دوں لیکن آج میں ڈسچارج ہو رہا ہوں۔ طاہرہ مجھے اپنے ساتھ گھر لے جائیں گی۔ وہاں وہ مجھ سے اس حد تک بے تکلف ہونا چاہیں گی جس حد تک کوئی بیوی اپنے شوہر سے بے تکلف ہو سکتی ہے۔ کیا میں ایسی صورت حال میں انہیں بتا دوں کہ میں دراصل فیصل نہیں ہوں؟''

یہ باتیں سنتے ہوئے ہاشمی کے چہرے پر تشویش کے آثار پیدا ہو گئے اور وہ کسی سوچ میں پڑ گیا۔ آخر کچھ رک کر اس نے کہا۔

''کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ صرف آج کے لیے اس معاملے کو سنبھال لیں؟''

ارسلان چونک گیا۔ جب سے ہاشمی نے یہ جانا تھا کہ وہ فیصل نہیں، ارسلان ہے، اس وقت سے وہ ارسلان کو ''آپ'' کے بجائے ''تم'' کہنے لگا تھا لیکن اس وقت اس نے لفظ ''آپ'' کا استعمال کیا تھا۔ کیا وہ اس کی اس شرافت سے متاثر ہوا تھا کہ وہ ڈاکٹر طاہرہ کے معاملے میں محتاط تھا؟

''صرف آج کے لیے معاملے کو سنبھال لوں؟''

ارسلان نے اس کا سوال دہرایا۔

''جی ہاں۔''

''یعنی کوئی ایسا طریقہ اختیار کروں کہ مجھے ان پر اپنی اصل شخصیت ظاہر نہ کرنی پڑے؟''

''ہاں۔ اس سے انہیں بہت شدید ذہنی جھٹکا لگے گا۔''

''یہی میں بھی سوچ رہا ہوں۔ اسی لیے میں آپ سے مشورہ کرنا چاہتا تھا لیکن کل...... کل کیا ہوگا؟ میرا مطلب ہے کہ اگر آج میں کسی طرح اس معاملے کو سنبھال لوں تو کل یا آئندہ آنے والے دنوں میں......''

ہاشمی نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''آئندہ دنوں کی بات نہیں۔ میں صرف ایک دن کے لیے کہہ رہا ہوں۔''

''[illegible] کوشش کرتا ہوں۔''

''[illegible] اب میں [illegible] جاؤں گا۔ بہت ضروری کام [illegible]'' ہاشمی نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔

ہاشمی نے جب دروازہ کھولا تو ڈاکٹر طاہرہ سوچ میں ڈوبی ہوئی وہیں ٹہل رہی تھی۔

''ڈاکٹر!'' ہاشمی نے اس سے کہا۔ ''اب آپ [illegible] سکتی ہیں۔ میں آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ فیصل صاحب آج ڈسچارج ہو رہے ہیں اور آپ انہیں گھر لے جا سکتی ہیں لیکن ان پر مقدمہ تو چلے گا۔''

''مبارک باد کا شکریہ۔'' ڈاکٹر طاہرہ نے خشک لہجے میں کہا۔

ہاشمی [illegible] قدم [illegible] بڑھا دیے۔

☆☆☆

اسپتال سے روانگی کے وقت ہاشمی نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا [illegible] کار کی رفتار میں غیر معمولی اضافہ کر دیا۔ [illegible] پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچنے کی جلدی تھی۔ وہ نسبتاً کم وقت میں ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا۔ اس کے کمرے میں اس کا اسسٹنٹ جعفر اور حیدر دونوں موجود تھے۔

''[illegible] کر لی؟'' ہاشمی نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''جی ہاں!'' جعفر نے جواب دیا۔

ہاشمی نے اپنا موبائل نکالا اور کسی کا نمبر ملا کر پوچھا۔

''تیار ہو؟''

''جی ہاں۔'' دوسری طرف سے جواب ملا۔

ہاشمی نے اس کے بعد تین فون اور کیے اور اتنی ہی مختصر بات کی پھر اس نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ ''میں بروقت آ گیا ہوں۔ اسے اب دو چار منٹ میں آ جانا چاہیے۔''

''جی ہاں صاحب! ٹائم تو یہی دیا تھا۔''

پھر ہاشمی نے رابطہ منقطع کیا ہی تھا کہ ایک کانسٹیبل

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

نے آکر اطلاع دی۔ ''آپ سے کوئی کشمالہ صاحبہ ملنا چاہتی ہیں۔''

''آنے دو۔'' ہاشمی نے کہا۔

کانسٹیبل چلا گیا۔

''فائل مجھے دو۔'' ہاشمی نے جعفر سے کہا۔

جعفر نے اپنے قریب رکھی ہوئی فائل اس کی طرف بڑھا دی۔

اونچی ایڑی کے سینڈلوں کی ''کھٹ کھٹ'' سنائی دی، پھر کشمالہ دروازے میں نظر آئی۔

''تشریف لائیں، بیٹھیے۔'' ہاشمی نے کہا۔

وہ قریب آئی اور ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''میں لیٹ تو نہیں ہوئی ہوں؟''

''آپ نے ایک منٹ کی بھی تاخیر نہیں کی۔''

''جب سے آپ کا فون ملا ہے، میں الجھی رہی ہوں کہ آپ نے اچانک مجھے بلایا۔''

''اچانک تو نہیں بلایا۔ دو گھنٹے پہلے فون کیا تھا آپ کو۔''

''یہ میں نے اس لیے کہا کہ مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔ آپ نے کوئی اشارہ بھی نہیں دیا تھا کہ میں پوچھ سکتی۔ بار بار بس یہی خیال آتا رہا کہ شاید آپ کو ارشد کے قتل کے معاملے میں کوئی خاص بات معلوم ہوئی ہے اور آپ مجھ سے اس کی تصدیق چاہتے ہیں۔''

''کچھ ایسی ہی بات ہے۔'' ہاشمی نے کہا اور فائل کھولی۔

اسی وقت کانسٹیبل پھر آیا۔

''کوئی آپ سے ملنے آیا ہے صاحب۔ اپنا نام نہیں بتا رہے ہیں، کہہ رہے ہیں کہ آپ کو معلوم ہے کہ وہ اس وقت آئیں گے۔''

''ہاں۔'' ہاشمی نے کہا۔ ''بٹھاؤ انہیں۔''

کانسٹیبل چلا گیا۔

اسی اثنا میں ہاشمی نے فائل سے ایک تصویر نکالی۔ وہ ایک خوب صورت جوان شخص کی تھی۔ وہ اس نے کشمالہ کے سامنے رکھ دی۔

''ان صاحب کو جانتی ہیں آپ؟'' ہاشمی بڑے غور سے کشمالہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایک پل کے لیے کشمالہ کے چہرے کا رنگ بدلا لیکن اس نے خود کو سنبھالنے میں بھی دیر نہیں لگائی اور کہا۔ ''کسی زمانے میں ان سے کچھ دوستانہ مراسم تھے۔''

''اب نہیں ہیں؟''

''جی نہیں۔''

''مراسم ختم ہونے کی کوئی خاص وجہ؟''

''لڑکی اگر کسی سے خوشگوار موڈ میں ملنے لگتی ہے تو لوگ اس کا مطلب کچھ اور ہی سمجھتے ہیں۔ ان صاحب کو بھی کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی اس لیے میں نے ان سے مراسم ختم کر لیے۔ غالباً آپ میرا اشارہ سمجھ گئے ہوں گے؟''

''بالکل سمجھ گیا ہوں۔'' ہاشمی نے کہا اور فائل سے ایک اور تصویر نکال کر کشمالہ کے سامنے رکھ دی۔ ''ان صاحب سے بھی آپ کے مراسم تھے؟ اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو آپ تردید کر سکتی ہیں۔''

''جی ہاں۔'' کشمالہ کی آواز کچھ دھیمی ہو گئی۔ ''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔''

''ان سے بھی آپ کے مراسم ختم ہو گئے ہیں؟''

''جی ہاں۔''

''اور وجہ وہی ہے؟''

ہاشمی نے اسے دو تصویریں اور دکھائیں۔ ان کے بارے میں بھی کشمالہ نے وہی جوابات دیے جو وہ ابتدائی دونوں تصویروں کے بارے میں دے چکی تھی پھر وہ بولی۔ ''دیکھیں، میں بہت سوشل ہوں۔ میرا حلقۂ احباب بہت وسیع ہے اور ...''

''حلقۂ احباب وسیع ہے تو ان میں خواتین بھی ہوں گی۔''

''جی ہاں۔''

''کیا آپ ان کے نام و پتے وغیرہ بتا سکتی ہیں؟''

''میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آپ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔'' اس مرتبہ کشمالہ کچھ بگڑے ہوئے انداز میں بولی۔

''اگر آپ نے میرے سوالوں کے سیدھے سادے جواب نہ دیے تو مجھے سختی سے پیش آنا پڑے گا۔''

کشمالہ نے پہلو بدلا۔ ''میں آخر کتنی خواتین کے نام گنواؤں ... وہ چند تو نہیں ہیں۔''

''اچھا یہ بتائیں کہ آپ کے والدین کہاں ہیں؟''

''اسی شہر میں ہیں لیکن کسی وجہ سے میں نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ میں اکیلی رہتی ہوں۔''

''کب سے؟''

''کئی برس ہو گئے۔''

''لیکن ہفتے کی شام تو آپ اپنے والدین سے ملنے جاتی ہیں۔''

''یہ کس نے کہا آپ سے؟''

URDU TUBE
A ... ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

"ارسلان کے بیان کے مطابق ارشد نے اسے بھی بتایا تھا۔"

کشمالہ چونکی۔ "ارسلان کون؟"

"آپ بتا چکی ہیں کہ آپ کے شوہر کا کوئی دوست ہفتے کو آپ کے گھر آیا کرتا تھا۔"

"میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ مجھے اس کا نام نہیں معلوم۔"

"ٹوٹے ہوئے گلاس سے انگلیوں کے جو نشانات ملے تھے، ان کی مدد سے اس کا شناختی کارڈ اور اس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہوگیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہی میرے شوہر کا قاتل ہے؟"

"اچھا... یہ بتائیں کہ آپ نے ارشد کے دوست کا جو خاکہ بنوایا تھا، وہ تو ارسلان سے [illegible] ہے۔"

"میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں ارشد کے دوست کے بارے میں جانتی تھی کہ وہ ہفتے ہی کے دن ارشد کے پاس آتا تھا اور اس کے ساتھ [illegible] نوشی کرتا تھا۔ صرف ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں [illegible] گئی تو میری اس پر ایک اچٹتی سی نظر پڑ گئی تھی۔ میں نے غالباً آپ سے یہ بھی کہا تھا کہ میں اس کا خاکہ شاید ہی بنوا سکوں۔"

"ابھی آپ بتا چکی ہیں کہ آپ نے اپنے والدین سے علیحدگی اختیار کرلی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"لیکن پہلے دن آپ نے بتایا تھا کہ آپ کے والدین بیرون ملک جا رہے ہیں اور آپ انہیں الوداع کہنے ائرپورٹ گئی تھیں اور واپسی پر آپ نے اپنے شوہر کی لاش دیکھی تھی۔ جب آپ ان سے علیحدگی اختیار کرچکی ہیں تو انہیں چھوڑنے ائرپورٹ کیوں گئی تھیں؟"

کشمالہ نے تحمل سے پوری بات سنی، پھر کہا۔ "میں نے علیحدگی کے بارے میں بتایا ہے۔ یہ تو نہیں کہا کہ میں ان سے ملتی بھی نہیں ہوں۔"

"خوب!" ہاشمی مسکرایا۔

جعفر اور حیدر خاموشی سے ان کی باتیں سن رہے تھے۔

ہاشمی دوبارہ سنجیدہ ہوکر بولا۔ "آپ کو یاد ہوگا، جب ارشد کی لاش فلیٹ میں تھی اور پولیس اپنا کام کررہی تھی تو آپ کچھ دیر کے لیے اپنے بیڈروم میں چلی گئی تھیں۔"

"مجھے یاد ہے۔"

"اس وقت آپ کے گھر کی تلاشی لی گئی تھی۔ وہاں کئی دواؤں کے علاوہ میری نظر ایک ایسی شیشی پر پڑی جس کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ اس دوا کے اثرات کیا ہوتے ہیں۔"

"جس میں بے رنگ محلول ہے؟"

"جی ہاں۔" ہاشمی نے کہا۔ "لیکن آپ کو فوراً یہ خیال کیسے آگیا کہ میں نے اسی شیشی کی بات کی ہے۔"

اس موقع پر کشمالہ تھوڑی سی گڑبڑائی، پھر بولی۔ "میں نہیں جانتی، نہ جانے کیوں مجھے اس شیشی کا خیال آگیا۔"

"آپ صحیح بیان دینے سے گریز کررہی ہیں۔" ہاشمی نے کہا۔ "خیر!...... ذرا یہ تصویر دیکھیں؟" ہاشمی نے فائل سے ایک تصویر نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔

"آپ مجھے ایسی بے ہودہ تصویریں کیوں دکھا رہے [illegible]" کشمالہ [illegible] کر بولی۔

[illegible] ایک شخص کی تھی جن کی تصویریں ہاشمی پہلے بھی [illegible] دکھا چکا تھا اور کشمالہ ان [illegible] کے بارے میں بتا چکی تھی۔ [illegible] لڑکی بھی تھی جس کا چہرہ [illegible] وہ تصویر یقیناً فحش تھی۔

[illegible] کو نظرانداز کرتے ہوئے تصویر اٹھا کر فائل میں رکھ دی اور بولا۔ "ایسی ہی تصویریں ان باقی تین افراد کی بھی ہیں جو میں آپ کو پہلے دکھا چکا ہوں۔ ان تصویروں میں یہ لڑکی کون ہے؟"

"بار بار عجیب سوال کررہے ہیں مجھ سے۔ میں کیا جانوں کون [illegible]"

ہاشمی نے گہری [illegible] اور بڑبڑایا۔ "دیر ہوگئی اسے۔" کشمالہ [illegible] رہی۔ جعفر اور حیدر نے بھی ہاشمی سے [illegible]

"پوسٹ مارٹم کی [illegible] رپورٹ [illegible] غیر تسلی بخش تھی۔" ہاشمی نے کشمالہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس رپورٹ میں لکھا تھا کہ ارشد کی موت کا سبب سر کی چوٹ اور بلیڈنگ کی وجہ سے بھی ہوسکتی ہے اور زہر کی وجہ سے بھی۔"

کشمالہ کچھ نہیں بولی۔

ہاشمی نے ایک ٹشو پیپر نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ "آپ کی پیشانی پر پسینا آگیا ہے، خشک کرلیں۔"

"مجھے [illegible] لگ رہی ہے۔" کشمالہ نے کہا اور ٹشو پیپر لے کر پیشانی صاف کرنے لگی۔

"اس قسم کی پوسٹ مارٹم رپورٹ میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھی ہے۔" ہاشمی سنجیدگی سے بولتا رہا۔ "دراصل میں نے ہی کہا تھا کہ رپورٹ جلد دی جائے۔ اس رپورٹ میں لکھا گیا تھا کہ موت کا جو وقت معلوم ہوا ہے،

URDU TUBE
www.urdutubes.com

تقریباً وہی وقت ہے جب ارشد کا سر پھٹا۔ اسی لیے کنفیوژن رہی کہ موت زہر کی وجہ سے ہوئی یا سر پھٹنے کی وجہ سے، تاہم یہ بھی لکھا گیا تھا کہ حتمی رپورٹ بھی جلد دے دی جائے گی۔ وہ رپورٹ بھی میرے پاس آچکی ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق موت کی وجہ زہر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اسے زہر کس نے دیا؟"

"اگر رپورٹ کے مطابق ارشد کی موت زہر سے ہوئی ہے تو یہ پتا لگانا پولیس ہی کا کام ہے کہ یہ کام کس نے کیا۔"

"فوری طور پر تو خیال آپ ہی کی طرف جاتا ہے کیونکہ فلیٹ میں آپ دونوں کے علاوہ کوئی نہیں رہتا تھا۔"

"کیوں؟ ہو سکتا ہے کہ زہر ارسلان نے دیا ہو۔"

"دو وجوہ ہیں جن کی وجہ سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ زہر ارسلان نے نہیں دیا۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ کوئی زود اثر زہر نہیں ہے۔ اس سے آدمی فوراً نہیں مر سکتا۔ وہ سلو پوائزن ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دوا کی جس شیشی کا ذکر ابھی ہوا ہے، اس شیشی پر آپ کی انگلیوں کے نشانات ملے ہیں جس کی تصدیق ہو چکی ہے۔"

"وہ زہر نہیں ہے۔ اس شیشی میں زہر نہیں ہے۔" کشمالہ نے تیزی سے کہا۔

"پھر کیا ہے؟"

"دوا ہے۔"

"کس چیز کی، کس مرض کی دوا؟"

"یہ تو میں نہیں جانتی لیکن اس دوا کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اگر اس کی کچھ مقدار شراب میں ملائی جاتی رہے تو شراب پینے والے کو شراب بری لگنے لگتی ہے۔"

"وہ آپ ہی نے ارشد کی شراب میں ملائی تھی؟"

"ہاں، کیونکہ وہ زہر نہیں ہے۔"

"وہ زہر ہے۔" ہاشمی نے زور دے کر کہا۔ "سلو پوائزن!...... وہ دوا جس مرض کی ہے اس میں وہ مریض کو بہت قلیل مقدار میں پلائی جاتی ہے۔ اگر وہ مقدار بڑھا دی جائے تو پھر وہ سلو پوائزن کا کام کرتی ہے۔ میں یہ بات جانتا تھا۔ اسی لیے میں نے اس پر پائے جانے والے انگلیوں کے نشانات کے پرنٹ بنوائے تھے۔ ویسے میں نے اس دوا کی خفیف سی مقدار نکال لی تھی۔ پوری شیشی اس لیے نہیں لی کہ آپ اسے غائب پا کر سمجھ جاتیں کہ وہ پولیس لے گئی ہے۔ وہ قلیل مقدار میں نے لیبارٹری بھجوائی تھی۔ وہاں سے ملنے والی رپورٹ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ میں اس کے بارے میں جو کچھ جانتا ہوں، وہ درست ہے۔ اب آپ کا یہ اعتراف کہ وہ آپ ہی ارشد کی شراب میں ملاتی تھیں، آپ کو سزا سے نہیں بچا سکتا۔"

اب کشمالہ کا چہرہ دھواں دھواں ہونے لگا۔

"میں یہ بات نہیں جانتی تھی۔" اس کی آواز کانپ گئی۔

"تو یہ دوا آپ کو کیسے ملی؟ کس نے تجویز کی تھی؟"

"میرے ایک جاننے والے ہیں۔ میں نے ان سے ذکر کیا تھا کہ میں ارشد کی شراب نوشی سے بہت تنگ ہوں۔ اس پر انہوں ہی نے مجھے وہ دوا لا کر دی تھی اور بتایا تھا کہ اس کی وجہ سے ارشد کو شراب بری لگنے لگے گی اور وہ شراب پینا چھوڑ دے گا۔"

"اس شخص نے آپ سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ ارشد سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہیں؟" ہاشمی نے سوال کیا، پھر جواب سننے سے پہلے بولا۔ "یہ آپ مجھے ارشد کے قتل والے دن ہی بتا چکی ہیں کہ آپ دونوں کے تعلقات خوشگوار نہیں تھے اور آپ اس سے طلاق لینے کے مطالبے پر غور کر رہی تھیں۔ یہ بھی کہا تھا آپ نے؟"

"جی۔" کشمالہ کی آواز میں اب مردنی آ گئی۔ "لیکن میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ اسے قتل کر دوں۔ مجھے اس دوا کی اس تاثیر کا علم نہیں تھا۔"

"آپ اس سے چھٹکارا بہرحال چاہتی تھیں!"

"جی ہاں۔"

"اس کا سبب آپ نے اس کی شراب نوشی کو بتایا ہے؟"

"جی۔"

"ہرگز نہیں۔" ہاشمی نے زور دے کر کہا۔ "اس کا سبب صرف یہ تھا کہ تم اسے بلیک میل نہیں کر سکتی تھیں۔ تم ایک بلیک میلر بھی ہو کشمالہ!" ہاشمی کا انداز اب جارحانہ ہو گیا تھا۔ "جو تصویریں میں نے تمہیں دکھائی ہیں، ان چاروں کو بھی تم بلیک میل کر رہی ہو۔ اس بلیک میلنگ ہی کی وجہ سے ان کے اور تمہارے مراسم ختم ہوئے ہیں۔ تم نے اپنی خواب گاہ میں کوئی خفیہ کیمرا اس طرح سیٹ کر رکھا ہوگا کہ ان کے ساتھ دادِ عیش دیتے وقت وڈیو کیمرا تمہارا چہرہ شوٹ نہ کر سکے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔" کشمالہ کی سانس اتنی تیز چلنے لگی تھی جیسے وہ ہانپ رہی ہو۔

"تم اب بازی ہار چکی ہو کشمالہ!" ہاشمی نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ اب اگر میں وہاں کی تلاشی لوں تو مجھے وہاں وہ کیمرا نہ ملے لیکن تم ذرا سا چوک گئیں۔ تمہاری خواب گاہ میں ایک خاص طرز کا کیلنڈر لگا ہوا ہے جس کی جھلک ان

URDU TUBE
A HUB OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com

تصویروں میں آگئی ہے۔ میرے ان لوگوں کو اس سلسلے میں خاصی محنت کرنا پڑی۔“ اس نے جعفر اور حیدر کی طرف اشارہ کیا۔ ”کیونکہ یہ بات تو واضح ہوگئی تھی کہ تم ہی ارشد کی قاتل ہو لیکن میں جاننا چاہتا تھا کہ اس میں تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہوسکتا ہے یا نہیں۔ تمہارے بارے میں چھان بین کی گئی تو معلوم ہوا کہ تمہارے تعلقات بہت سے مردوں سے رہ چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے ساتھ تمہارے مراسم ختم بھی ہوچکے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ ہو لیکن یہ چار افراد تو نظر میں آگئے تھے جن کی تصویریں میں نے تمہیں دکھائی ہیں۔ ان چاروں کو گھیرا گیا تو معلوم ہوا کہ انہیں بلیک میل کیا جارہا ہے۔ ان چاروں کی زبان بمشکل کھلوائی گئی۔ انہوں نے ہی یہ تصویریں فراہم کیں جن کی وجہ سے انہیں بلیک میل کیا جارہا تھا۔ ان چاروں ہی نے تمہارا نام لیا ہے۔ وہ چاروں ایک دوسرے سے واقف نہیں لیکن چاروں ہی نے تمہارا نام لیا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ چار مختلف افراد ایک ہی بلیک میلر کا نام بتائیں۔ ابھی میں ان لوگوں کو فون کرچکا ہوں۔ وہ تیار بیٹھے ہیں۔ ابھی انہیں دوبارہ فون کروں گا تو وہ یہاں آجائیں گے اور تمہیں پہچان لیں گے۔“

کشمالہ کا چہرہ اب زرد پڑچکا تھا۔

”ہاں، ایک بات اور بتاؤں۔“ ہاشمی پھر بولا۔ ”ارشد کی قاتل تم تنہا نہیں ہو۔ وہ شخص بھی ہے جس نے تمہیں وہ زہریلی دوا لاکر دی تھی۔ کیا تم اس کا نام بتانا پسند کروگی؟“

کشمالہ نے اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

”چلو میں بتا دیتا ہوں۔“ ہاشمی دھیرے سے ہنسا۔ ”اس کا نام صفدر ہے اور وہ ایک وکیل ہے۔“

کشمالہ اب بھی چپ رہی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس میں بولنے کی سکت ہی نہ رہی ہو۔

”اب اسے بلاؤ!“ ہاشمی نے حیدر سے کہا۔

”کسے صاحب؟“

”ابھی کانسٹیبل ظہور بتا کر گیا تھا کہ کوئی مجھ سے ملنے آیا ہے۔ میں نے ظہور سے کہا تھا کہ اسے بٹھاؤ اور چائے وغیرہ پلاؤ۔ اسی کو بلا کر لاؤ۔“

”جی صاحب!“ حیدر چلا گیا۔

کشمالہ اب ہاشمی سے آنکھیں نہیں ملا پارہی تھی۔ اس کا چہرہ بالکل اتر چکا تھا۔

ذرا دیر بعد ہی جو شخص حیدر کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا، اسے دیکھ کر کشمالہ بھی چونکی اور وہ بھی کشمالہ کو دیکھ کر چونک پڑا۔

وہ وکیل صفدر تھا۔

”آئیے وکیل صاحب!“ ہاشمی نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”میں نے ہدایت کردی تھی کہ آپ کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے۔ چائے وغیرہ پلائی گئی آپ کو؟“

”جی شکریہ۔“ وکیل صفدر نے آتے ہوئے کہا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ پریشان ہوگیا ہے اور پریشانی کی وجہ کشمالہ ہی ہوسکتی تھی۔

”ان سے میں خاصی پوچھ گچھ کرچکا ہوں۔“ ہاشمی نے کشمالہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اسی میں مجھے وقت لگا اور آپ کو انتظار کرنا پڑا۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ آپ وکیل ہوتے ہوئے بھی [illegible] ہیں۔“

”جی، کیا مطلب؟“ صفدر نے تیز لہجے میں کہا۔

”ان کے شوہر کو سلو پوائزن دیا گیا تھا۔ جو دوا ایک خاص مقدار سے زیادہ کسی کو دی جائے تو وہ سلو پوائزن کا کام کرتی ہے اور وہ آپ ہی نے مہیا کی تھی۔“

”مہیا کرنا تو دور کی بات ہے۔ میں ایسی کسی دوا کا نام بھی نہیں جانتا۔ میں نے انہیں ایسی کوئی چیز مہیا نہیں کی۔“ صفدر نے جواب دیتے ہوئے کشمالہ کو بڑی تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاشمی نے ایک چھوٹا سا کارڈ نکال کر صفدر کی طرف بڑھایا۔ ”یہ ہے وہ دوا۔ آپ نے واقعی اس دوا کا نام بھی نہیں سنا؟“

”کبھی نہیں سنا۔“ صفدر نے کارڈ پر ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر جواب دیا، پھر کشمالہ کی طرف دیکھتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔ ”میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم مجھ پر اس قسم کی الزام تراشی کروگی۔“

”کشمالہ نے اپنے بیان میں کئی جھوٹ بولے ہیں جو ریکارڈ بھی ہوچکے ہیں۔ کیوں جعفر؟“

”یس سر!“ جعفر نے کہا۔ ”بیان شروع ہوتے ہی میں نے ریکارڈر کا بٹن دبا دیا تھا۔“

”ان بہت سے جھوٹ میں ایک جھوٹ یہ بھی شامل ہے۔“ صفدر بول پڑا۔

”میرے محکمے نے اس سلسلے میں بہت سے میڈیکل اسٹورز کی خاک چھانی ہے۔ پانچ جگہ سے یہ دوا خریدی گئی ہے۔ یہ دوا کسی کو صرف اس صورت میں فروخت کی جاتی ہے

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

کہ اس کے پاس ڈاکٹر کا نسخہ ہو اور وہ اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو اسٹیٹ بھی میڈیکل اسٹور میں جمع کرائے۔ ایک میڈیکل اسٹور کے پاس آپ کے شناختی کارڈ کی فوٹو اسٹیٹ بھی موجود ہے اور آپ کے دستخط بھی! یہ دوا اتنی ہی خطرناک اور اہم ہے کہ اس کے لیے بہت احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔"

کشمالہ کے بعد اب جعفر کی باری تھی جس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

"تم دونوں اب خود کو زیرِ حراست سمجھو!" ہاشمی نے سخت لہجے میں کہا۔ صفدر تیزی سے کھڑا ہوا اور اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالنا چاہا۔

"بری بات۔" جعفر بول پڑا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کی نال صفدر کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ "تم پستول یا ریوالور نکال کر یہاں سے فرار نہیں ہو سکو گے۔"

"ذرا ایک نظر دروازے کی طرف بھی دیکھ لو۔" ہاشمی بولا۔

دروازے میں پولیس کے دو آدمی کھڑے تھے جن کے ہاتھ میں رائفلز تھیں۔

"مجھے اندیشہ تھا کہ ایسی کوئی بات ہو سکتی ہے۔" ہاشمی بولا۔ "لہٰذا سب انتظامات پہلے ہی کر لیے گئے تھے۔"

صفدر کا جیب کی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ جھول گیا۔ اس کا رنگ فق پڑ چکا تھا۔ کشمالہ پتھر کے بت کی طرح ساکت بیٹھی ہوئی تھی۔

ہاشمی نے موبائل پر یکے بعد دیگرے ان چاروں آدمیوں سے بات کی جنہیں کشمالہ کے آنے سے پہلے ہی فون کر کے تیار رہنے کی ہدایت کر چکا تھا۔ اب اس نے ان چاروں سے کہا کہ وہ ہیڈ کوارٹر آ جائیں۔

فون بند کر کے اس نے کشمالہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ چاروں افراد ابھی آ کر تمہیں شناخت کریں گے۔ صرف ایک الجھن باقی رہ جاتی ہے۔ ارشد کی لاش کے پاس ارسلان بھی موجود تھا اور تم نے اسے بھاگ جانے کا مشورہ دیا تھا۔ آخر کیوں؟"

کشمالہ نے اس طرح اپنا سر میز پر رکھ دیا جیسے اسے چکر آ گیا ہو۔

"اس اداکاری سے کام نہیں چلے گا کشمالہ!" ہاشمی نے کہا۔ "زبان تو تمہیں کھولنا پڑے گی اور تم بلیک میل بھی خوب صورت لوگوں کو کرتی ہو یعنی ہوس پرست بھی ہو۔ غالباً تم شکار کرنے کے لیے ارسلان کو محفوظ رکھنا چاہتی تھیں۔"

اس وقت صفدر بھی نڈھال انداز میں کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

☆☆☆

رات کے دس بج چکے تھے۔ ارسلان، طاہرہ کے گھر ہی نہیں، اس کی خواب گاہ میں تھا۔ دونوں ایک بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ طاہرہ کے جسم پر ایسی نائٹی تھی جس سے اس کا جسم جھلک رہا تھا۔ ارسلان کی کوشش تھی کہ اس کی نظر طاہرہ کے جسم پر نہ پڑے۔ وہ خاصا گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے ایسی باتیں چھیڑ دی تھیں کہ طاہرہ کا ذہن ان باتوں میں ہی لگا رہے لیکن ایسی باتیں وہ آخر کب تک کرتا اور جب چپ ہوا تو طاہرہ نے اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ وہ پہلے بھی کروٹ لیے، کہنی تکیے پر ٹکائے اور اپنا سر ہتھیلی پر رکھے مسکراتی ہوئی ارسلان کی طرف دیکھتی رہی تھی۔

جب اس نے ارسلان کے گلے میں بانہیں ڈالیں تو اس کے اتنے قریب ہو گئی کہ ارسلان نے اس کے خوب صورت جسم کا بھرپور لمس محسوس کیا اور اسے ایسا لگا جیسے اس کے رگ و پے میں شراب دوڑنے لگی ہو۔ اسے خود پر اختیار نہیں رہا۔ اس نے بھی طاہرہ کو اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ اس وقت اس کے دماغ میں ہاشمی کی آواز گونجی۔ "ڈاکٹر طاہرہ کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کر بیٹھنا۔ وہ ایک اچھی خاتون ہیں جن کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی تو میں تمہارے لیے بہت زیادہ پریشانیاں کھڑی کر دوں گا۔"

اس آواز کی گونج اتنی تیز تھی کہ ارسلان کی آنکھ کھل گئی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ وہ ڈاکٹر طاہرہ ہی کے بنگلے کی خواب گاہ میں تھا لیکن وہاں طاہرہ اس کے ساتھ نہیں تھی، وہ بستر پر اکیلا ہی تھا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو اس کے دل کی دھڑکنیں بہت تیز تھیں۔

اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ سب کچھ ایک خواب تھا۔ اگر وہ حقیقت ہوتی تو وہ خود کو زندگی بھر معاف نہیں کرتا۔

وہ اٹھ کر واش روم میں گیا۔ منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، پھر تولیے سے چہرہ خشک کر کے باتھ روم سے نکلا۔ ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس پیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ اب اس کی نیند اڑ چکی تھی۔ یہ اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ دس بج چکے تھے لیکن درحقیقت دو بجے کا وقت تھا۔

اسپتال سے طاہرہ اسے نو بجے اپنے گھر لے آئی تھی۔ "کیا تمہیں یہ گھر بھی یاد نہیں فیصل؟" اس نے پوچھا تھا۔

"مجھے کچھ بھی یاد نہیں طاہرہ!"

"خیر! کچھ بھی ہو، اگر تمہاری یادداشت واپس نہ آ سکی، تو بھی مجھے پروا نہیں۔ تم میرے پاس واپس تو آ گئے ہو نا!...... ہم نے ایک دوسرے سے یہی تو کہا تھا کہ ہم ساتھ جئیں گے اور ساتھ مریں گے۔"

URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT

ارسلان مسکرا کر رہ گیا تھا۔ اس بات کے جواب میں وہ کہہ بھی کیا سکتا تھا۔ رات کا کھانا انہوں نے گھر آ کر ہی کھایا تھا۔

''بس اب آرام کیا جائے۔'' طاہرہ نے کہا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ارسلان کے ساتھ خواب گاہ کا رخ کرتی۔

''میں کچھ دیر چہل قدمی کرنا چاہتا ہوں۔'' ارسلان نے کہا تھا۔ ''ہمارے گھر کا لان تو بہت خوب صورت ہے۔ کاش مجھے اپنا ماضی یاد آ جاتا۔ یقیناً ہم نے اس لان میں بہت چہل قدمی کی ہوگی۔''

''ہاں۔'' طاہرہ نے کہا۔ ''ہم دونوں ہی چہل قدمی کیا کرتے تھے۔ چلو آؤ، ان دنوں کی یاد تازہ کر لیتے ہیں۔''

اس طرح ارسلان اسے لان میں لانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

چہل قدمی کرتے ہوئے طاہرہ ماضی کی باتیں کرنے لگی اور ارسلان صرف ''ہوں، ہاں'' کرتا رہا۔ وہ اس سوچ میں غرق تھا کہ آج رات طاہرہ سے دور رہے۔ ہاشی نے اس سے کہا تھا کہ کسی بہانے بس آج کا دن نکال لو۔

لیکن ارسلان کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آیا تھا کہ ایک دن نکالنے سے کیا ہوگا۔ دوسرے دن صورتِ حال کس طرح قابو میں آئے گی۔

سوچتے سوچتے دفعتاً ایک خیال ارسلان کے ذہن میں آیا۔

''ایک بات کہوں طاہرہ!'' اس نے کہا تھا۔

''کہو فیصل! کیا تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت ہے؟''

''ہم ابھی خواب گاہ میں جائیں گے تو ہمارے...... بلکہ خصوصاً تمہارے جذبات تمہارے قابو میں نہیں رہیں گے۔''

''یقیناً۔'' طاہرہ نے اس کی طرف محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ آج رات ہم الگ الگ خواب گاہوں میں سوئیں۔''

''کیوں؟'' طاہرہ اس کا منہ تکنے لگی تھی۔

''میں جب اسپتال میں تھا تو میرے کمرے میں تم نے دو نرسیں متعین کر رکھی تھیں۔''

''تو اس سے کیا؟''

''میں نے ان کی باتیں سنی تھیں۔ وہ آپس میں کسی میاں بیوی کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں جو کئی سال بعد ایک دوسرے سے ملے تھے تو کسی مولوی نے انہیں بتایا تھا کہ اس عرصے میں ان کا آپس میں رابطہ تک نہیں رہا اس لیے ان کا نکاح فسخ ہو چکا ہے اور انہیں ایک دوسرے کے قریب جانے کے لیے دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔ کیا یہی معاملہ ہمارے ساتھ نہیں ہو سکتا؟''

ارسلان نے یہ سب کچھ کہہ تو دیا لیکن دراصل وہ نہیں جانتا تھا کہ ایسا کوئی شرعی معاملہ ہوتا ہے۔

''بکواس ہے یہ!'' طاہرہ جھنجلا گئی تھی۔

''کیوں نہ ہم اس سلسلے میں احتیاط برتیں۔ بس آج کی تو بات ہے۔ کل ہم کسی عالم سے مل کر اس بارے میں استفسار کر لیں گے۔ اگر یہ بات ہوئی تو ہمیں دوبارہ نکاح کرنے سے کون روک سکتا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر نکاح کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔''

طاہرہ ان باتوں پر کھسیا گئی تھی لیکن ارسلان کسی طرح اسے سمجھانے بجھانے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا۔

اس طرح وہ دونوں الگ الگ کمروں میں سوئے تھے لیکن ارسلان نے جو خواب دیکھا تھا، اس نے اس کے لیے سوچ کا ایک نیا دروازہ کھول دیا تھا۔ لاشعوری طور پر وہ طاہرہ کو پسند کرنے لگا تھا۔ اسی لیے اس نے ایک ایسا خواب دیکھا تھا جو اس کے جذبات اور خواہشات کا ترجمان تھا۔ کبھی کشمالہ سے بھی خاصی محبت تھی لیکن وہ اس قسم کی روایتی محبت نہیں تھی جس میں ناکام عاشق جنگلوں کی راہ لیتا ہے پھر اب تو اسے کچھ ایسی معلومات بھی حاصل ہو چکی تھیں جن کی وجہ سے کشمالہ کا کردار مشکوک ہو چکا تھا۔

ہاشی ہی کے ایک بیان کے مطابق ارشد کی موت شاید زہر سے واقع ہوئی تھی۔ ہاشی نے اس کا صرف امکان ظاہر کیا تھا لیکن ارسلان کو اب یقین ہو چکا تھا کہ اس نے ارشد کا سر تو یقیناً پھاڑا تھا لیکن اس کی موت کسی خاص قسم کے زہر سے ہوئی تھی جو اس کی شراب میں ملایا گیا ہوگا۔ ارسلان کو یاد آ چکا تھا کہ جب اس نے ارشد کے سر پر گلاس مارا تھا، اس سے پہلے ارشد نے ایک صوفے کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لی تھیں بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ اس کی آنکھیں کسی تکلیف کی وجہ سے بند ہو گئی تھیں اور اس کی روح بھی قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

ہاشی کو پوسٹ مارٹم کی حتمی رپورٹ کا انتظار تھا اور اس رپورٹ میں یقیناً یہ بات آ گئی ہوگی کہ ارشد کی موت کا سبب کسی قسم کا زہر تھا۔ یہ بات معلوم ہو جانے کے بعد ہی ارسلان سے ہاشی کا رویہ تبدیل ہوا تھا۔ آخری ملاقات میں

URDU TUBE
www.urdutube.com

ارسلان کے لیے اس کا رویہ جارحانہ نہیں رہا تھا۔

ارسلان کو اب بڑی حد تک یقین ہو چکا تھا کہ وہ صرف کار کی چوری کے الزام میں پھنسے گا اور وہ اس کی دانست میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جس کی وجہ سے وہ کسی کڑی سزا کا مستحق قرار پاتا۔ اس کا بھی امکان تھا کہ اس کا وکیل اسے اس مقدمے سے بری ہی کرا دیتا۔

ان حالات سے قطع نظر اب اس کی خواہش تھی کہ طاہرہ اس کی ہو جائے۔ وہ اسے چاہنے کی حد تک پسند کرنے لگا تھا۔

انہی خیالات میں بھٹکتے رہنے کی وجہ سے وہ کافی دیر تک جاگتا رہا۔ چار بجنے کے قریب جا کے اسے نیند آئی۔ اتنی دیر سے سونے ہی کی وجہ سے صبح وہ جاگا بھی دیر سے۔

وہ فوراً بستر سے اٹھ کر واش روم میں گیا۔ تازہ دم ہو کر وہ باہر نکلا تو طاہرہ کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔

”شکر ہے کہ تم جاگ گئے۔“ وہ بولی۔ ”تین بار آ چکی ہوں تمہیں دیکھنے۔“

”رات کو دیر سے نیند آئی تھی طاہرہ!“

”وہ دیکھ لیا تم نے؟“ طاہرہ نے ایک طرف اشارہ کیا۔

ارسلان نے اس جانب دیکھا۔

”یہ سوٹ نیا ہے۔“ طاہرہ نے بتایا۔ ”جب تم غائب ہوئے تھے، یعنی کسی کام سے کینیڈا گئے تھے، اس سے پہلے تم نے یہ سوٹ سلوایا تھا، لیکن اسے پہننے کی نوبت نہیں آئی تھی۔“

”لیکن کل تم میرے لیے اسپتال میں سوٹ لائی تھیں، وہی پہن کر تو میں یہاں آیا تھا، وہی سوٹ پہن لیتا ہوں۔“

”اچھا... اب تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ تمہارے انتظار میں اب تک میں نے بھی ناشتا نہیں کیا ہے۔“

تھوڑی دیر بعد ہی وہ دونوں ناشتے کی میز پر تھے۔

”میں نے ٹیلی فون کر کے دو ایک علاقے کے بارے میں معلوم کر لیا ہے۔“ طاہرہ نے ناشتے کے دوران میں کہا۔ ”ان کے پتے وغیرہ بھی معلوم کر لیے ہیں۔“ اس نے ایک کاغذ ارسلان کی طرف بڑھایا۔ ”اب تم ان میں سے کسی کا انتخاب کر لو۔ ناشتا کر کے اسی کے پاس چلتے ہیں۔“

لیکن ناشتا کرنے کے بعد اس کی نوبت نہیں آ سکی۔

ایک ملازم نے ہاشمی کے آنے کی اطلاع دی۔

”اس کمبخت نے میرے گھر کا پتا بھی معلوم کر لیا۔“ طاہرہ جھنجلا گئی لیکن ارسلان نے سکون کی سانس لی تھی۔

انہوں نے ڈرائنگ روم میں ہاشمی سے ملاقات کی۔

رسمی جملوں کے بعد ہاشمی نے کہا۔ ”ڈاکٹر صاحب! میں گھنٹا بھر کے لیے آپ کے شوہر کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔“

”کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟“ طاہرہ نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

”جن صاحب کی کار چوری ہوئی تھی، انہی سے ملوانا ہے۔ میں نے آپ کی خاطر ان صاحب سے مصالحت کی بات کی ہے۔ شاید وہ کار کی قیمت لے کر اس کیس سے دستبردار ہو جائیں۔ یعنی ان کے خلاف اپنی رپورٹ واپس لے لیں۔ میرا خیال ہے، کار کی قیمت ادا کرنا آپ کے لیے مشکل نہیں ہوگا۔“

”میں فیصل کی خاطر ایسی دس کاروں کی قیمت بھی ادا کر سکتی ہوں لیکن آپ اکیلے فیصل کو کیوں لے جانا چاہتے ہیں؟ میں بھی ساتھ چلتی ہوں۔“

”آپ کا میرے ساتھ نہ جانا بہتر ہوگا۔“ ہاشمی نے کہا۔ ”میں کسی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔ پلیز! آپ میری بات مان لیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہ ایک گھنٹے میں آپ کے پاس واپس آ جائیں گے۔“

”ٹھیک ہے طاہرہ!“ ارسلان بول پڑا۔ ”تمہیں ان کی بات مان لینی چاہیے۔“

”اچھا!“ طاہرہ نے طویل سانس لی۔ ”فیصل کی بات میں نہیں ٹالتی۔ لے جائیے آپ انہیں لیکن یاد رہے، آپ نے ایک گھنٹے کی بات کی ہے۔“

”شاید ایک گھنٹے سے بھی کچھ کم وقت لگے۔“ ہاشمی نے مسکرا کر کہا۔

وہ اس وقت پولیس موبائل کے بجائے اپنی ذاتی کار میں آیا تھا۔ اسی کار میں ارسلان اس کے ساتھ روانہ ہوا۔

”میں بے چین تھا کہ آپ مجھے اس مسئلے کا حل بتائیں گے۔“ ارسلان نے کہا۔

اس کا اشارہ طاہرہ سے اس کے تعلق کے بارے میں تھا۔

ہاشمی نے کہا۔ ”سب سے پہلے تو میں آپ کو اس بات پر مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ قتل کے الزام سے بچ گئے۔ ارشد کو آپ نے قتل نہیں کیا۔ اس کی موت زہر سے ہوئی تھی۔“

”یہ کیسے معلوم ہوا؟“ ارسلان نے بے تابی سے پوچھا۔

ہاشمی نے اسے ساری تفصیلات سے آگاہ کر دیا۔

”شکر ہے۔“ ارسلان نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ ”گزشتہ رات میں بھی سوچتا رہا ہوں کہ ارشد کی موت زہر ہی سے ہوئی ہوگی۔“

ہاشمی نے کار ایک ریسٹورنٹ کے سامنے روکی۔

"یہاں کیوں؟" ارسلان نے پوچھا۔

"کار ادھر اُدھر کیوں دوڑائی جائے۔" ہاشمی نے انجن بند کرتے ہوئے کہا۔ "کچھ گفتگو یہاں بیٹھ کر اطمینان سے کرلیں گے۔"

"طاہرہ اور فیصل کے بارے میں؟"

"ہاں۔"

وہ دونوں کار سے اتر کر ریسٹورنٹ میں آبیٹھے۔ ہاشمی نے ویٹر کو مشروب لانے کا آرڈر دیا، پھر ارسلان سے مخاطب ہوا۔

"ڈھائی سال پہلے فیصل کی تلاش میں ناکامی کے بعد فائل بند کردی گئی تھی لیکن میرا خیال تھا کہ اس سلسلے میں کوئی دوڑ دھوپ کی ہی نہیں گئی ہوگی۔ مجھے ڈاکٹر طاہرہ سے ہمدردی ہوگئی تھی اس لیے میں چاہتا تھا کہ یہ کیس دوبارہ کھولا جائے اور میں خود اس معاملے کی تفتیش کروں۔ میں نے اسی سلسلے میں اپنے آئی جی صاحب سے ملاقات کی اور انہیں سارے حالات سے آگاہ کیا۔ ان سے مجھے اجازت مل گئی کہ میں اس بارے میں چھان بین کرکے پوری کرلوں۔ اس چھان بین کے سلسلے میں مجھے چھٹی بھی مل گئی اور میں پہلی فرصت میں صومالیہ روانہ ہوگیا۔"

ارسلان کو یاد آگیا۔ اسے محسن کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ ہاشمی نے پندرہ دن کی چھٹی لی تھی اور بیرون شہر چلا گیا تھا۔ یہ بات اسے اب معلوم ہوئی تھی کہ ہاشمی بیرونی شہر نہیں بلکہ بیرون ملک گیا تھا۔

ہاشمی نے بات جاری رکھی۔ "فیصل گیا تو تھا کینیا لیکن چونکہ معاملہ قزاقوں کا تھا اس لیے میں نے کینیا سے پہلے صومالیہ ہی جانا مناسب سمجھا تھا اور یہ اچھا ہی ہوا۔ وہیں سے مجھے سراغ ملا کہ فیصل کہاں ہے۔"

"اوہ!" ارسلان کے منہ سے نکلا۔

"صومالیہ کی پولیس نے مجھ سے مکمل تعاون کیا تھا۔" ہاشمی نے کہا۔ "انہوں نے کچھ قزاقوں کو جیل میں بھی ڈال رکھا تھا۔ انہی قزاقوں سے انہیں یہ بھی معلوم ہوچکا تھا کہ قزاقوں کے اس گروہ میں ایک لڑکی آمینہ بھی ہے لیکن وہ صومالیہ کی ایک مقتدر شخصیت تھی۔ بہت بڑے بڑے لوگوں سے اس کے تعلقات تھے۔ کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر اس پر ہاتھ ڈالنا صومالیہ کی پولیس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ مجھے انہوں نے اجازت دے دی کہ میں اگر کچھ کرسکتا ہوں تو ضرور کروں۔"

ویٹر مشروب لے آیا تھا۔ ہاشمی نے ایک گھونٹ لے کر کہا۔ "میں وہ ساری داستان پھر کبھی سناؤں گا کہ میں نے کس طرح کامیابی حاصل کی۔ فی الحال آپ مختصر طور پر جان لیجیے کہ آمینہ ان قزاقوں کے سربراہ کی بہن تھی اور کبھی کبھی وہ بھی اپنے بھائی کی وارداتوں میں اس کی شریک ہوتی تھی کیونکہ اس نے فطرت ہی ایسی پائی تھی۔ وہ اس واردات میں بھی شریک تھی جس میں ان لوگوں نے اس جہاز کے مسافروں کو یرغمال بنایا تھا جس میں فیصل بھی تھا۔"

"فیصل بھی؟"

"ہاں۔" ہاشمی نے جواب دیا۔ "آمینہ ایک بوالہوس لڑکی ہے۔ کشمالہ سے بھی زیادہ...... فیصل کی خوب صورتی نے اسے بہت متاثر کیا۔ اس نے اپنے بھائی سے فیصل کو مانگ لیا اور اسے اپنے ساتھ صومالیہ لے گئی۔ اس نے فیصل کو دھمکی دی کہ اگر وہ اسے دھوکا دے کر بھاگنا چاہے گا تو زندہ نہیں بچ سکے گا کیونکہ صومالیہ کے طول و عرض میں بھی اس کے گروہ کے لوگ موجود تھے۔ نتیجہ یہ کہ فیصل اس کا غلام بن کر رہ گیا۔ وہ ہر وقت اسے اپنے ساتھ رکھتی تھی۔ اس بات کا اس نے خود خیال رکھا تھا کہ وہ فیصل کے بچے کی ماں نہ بننے پائے۔ مختصر یہ کہ میں نے اس کے خلاف ثبوت حاصل کرلیے اور پھر صومالیہ کی پولیس کے ساتھ اس کے گھر پر چھاپا مارا۔ اس کے گھر میں دیگر جرائم پیشہ افراد بھی رہتے تھے جنہوں نے پولیس سے سخت مقابلہ کیا لیکن آخرکار پولیس کامیاب ہوگئی۔ آمینہ کو جب یقین ہوگیا تھا کہ اب وہ بچ نہیں سکے گی تو اس نے خودکشی کرلی۔ خودکشی کرنے سے قبل اس نے فیصل کے جسم میں بھی کئی گولیاں اتار دی تھیں۔"

"اوہ!" ارسلان کے منہ سے پھر نکلا۔

"فیصل کو بہت نازک حالت میں اسپتال پہنچایا گیا۔ اس کے جسم سے دو گولیاں تو نکال لی گئیں لیکن تیسری گولی ایسی جگہ پھنسی تھی کہ اگر اسے نکالنے کی کوشش کی جاتی تو فیصل کی موت کا خطرہ تھا۔ صومالیہ میں اچھے ڈاکٹر نہیں ہیں چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ فیصل کو یہاں لے آؤں۔ اس کے لیے ایک طیارہ چارٹرڈ کیا گیا جس میں آئی سی یو کی تمام سہولتوں کا بھی خیال رکھا گیا اور دو ڈاکٹروں اور دو نرسوں کو بھی یہاں سے بلایا گیا تاکہ وہ اس جہاز میں فیصل کے ساتھ یہاں آئیں۔ اس معاملے میں بہت زیادہ اخراجات ہوئے جس کے لیے میں ذاتی طور پر یہاں کے ایک مخیر شخص کا بہت ممنون ہوں۔ یہاں لاکر اسے یہاں کے سب سے بڑے اسپتال میں داخل کرایا گیا لیکن ان ڈاکٹروں کا بھی یہ خیال تھا کہ اگر وہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر وہ گولی نکالنے میں کامیاب نہ ہوسکے تو انہیں امریکا یا لندن کے کسی اچھے

URDU TUBE
www.urdutubes.com

اسپتال میں لے جایا جائے۔"

"یہ کب کی بات ہے؟"

"کل انہیں اسپتال میں داخل کرانے کے بعد ہی آپ کے پاس آیا تھا۔ ہمارے یہاں کیونکہ بہت اچھے ڈاکٹر ہیں اس لیے مجھے یقین تھا کہ فیصل کا آپریشن کامیاب رہے گا اور ڈاکٹر طاہرہ کو ان کا اصل فیصل مل جائے گا۔ اسی لیے میں نے کہا تھا آپ سے کہ کسی بھی طرح آج کا وقت گزار لیں لیکن افسوس! فیصل کو لندن یا امریکا لے جانے کی نوبت نہیں آئی۔ آج صبح فیصل اس جہان فانی سے رخصت ہو چکا ہے۔"

"ویری سیڈ۔" ارسلان نے ٹھنڈی سانس لی۔ طاہرہ کے لیے اپنے جذبات سے قطع نظر اسے اس خبر سے واقعی افسوس ہوا تھا۔

"اور اب میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔" ہاشمی نے ارسلان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ ہمیشہ کے لیے فیصل بن جائیے۔ ڈاکٹر طاہرہ کی خاطر یہ قربانی دے دیجیے۔ یہ بھی ظاہر نہ ہو کہ آپ ارسلان ہیں۔"

اس وقت ارسلان متضاد جذبات کے سمندر میں ہچکولے کھا رہا تھا۔ ایک طرف طاہرہ سے اس کا لگاؤ اور دوسری طرف فیصل کی موت کا افسوس!

"آپ چپ ہو گئے!" ہاشمی بولا۔ "کیا آپ اس کے لیے تیار نہیں؟"

"کیا یہ ڈاکٹر طاہرہ کے ساتھ دھوکا نہیں ہوگا؟"

"دھوکا تو ہوگا لیکن میں اسے خوب صورت دھوکا کہوں گا۔ اس طرح ڈاکٹر طاہرہ اپنی باقی زندگی بہت خوشی سے گزار سکیں گی۔"

ارسلان پھر سوچ میں ڈوب گیا۔

"جواب دیجیے!" ہاشمی بولا۔

"میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں اب تک طاہرہ کی قربت سے کس طرح محفوظ رہا۔" ارسلان نے جواب دیا اور پھر ساری بات بتادی۔

"یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔" ہاشمی نے کہا۔ "اگر آپ ڈاکٹر طاہرہ کے لیے فیصل بننے کے لیے تیار ہیں تو نکاح بہرحال ضروری ہے اور وہ ممکن ہے۔ ابھی واپس جا کر آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے آپ کو ایک عالم سے بھی ملوا دیا ہے اور آپ نے مشورہ کرلیا لہٰذا نکاح ضروری ہے...... اس میں حقیقت ہو یا نہ ہو، ڈاکٹر طاہرہ اس بارے میں خود تو چھان بین نہیں کریں گی۔ آپ کی خاطر انہیں سب کچھ گوارا ہوگا۔ آپ کو فیصل سمجھ کر آپ کو بہت چاہتی ہیں۔"

ارسلان نے ایک طویل سانس لی۔ "میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

"گڈ!" ہاشمی خوش ہو گیا۔

"لیکن......" ارسلان بولا۔ "میری بہن اور خاص طور سے محسن کیا سوچے گا؟"

"اگر آپ محسن کو سارے حالات بتا دیں گے تو مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کے اس فیصلے کو مستحسن قرار دے سکتا ہے۔"

"میں محسن کے مزاج سے واقف ہوں۔ آپ کا خیال درست ہے۔ اب رہی بات فرزانہ کی، تو وہ بھی میں کسی طرح سنبھال لوں گا۔"

"تو اب ہم اٹھیں؟" ہاشمی نے کہا۔

"آپ بھی میرے ساتھ ہی چلیے!" ارسلان نے کہا۔ "آپ کے سامنے طاہرہ سے یہ بات کرتے ہوئے مجھے تقویت ملے گی۔"

"میں تیار ہوں۔"

وہ دونوں ریسٹورنٹ سے اٹھ کر واپس طاہرہ کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

طاہرہ نے فیصل کی بات سن کر کہا۔ "اگر شرعی طور پر ضروری ہے تو پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن میں یہ ضرور چاہتی ہوں کہ سب کچھ آج ہی ہو جائے۔"

"اس کا بندوبست میں کرنے کے لیے تیار ہوں۔ سہ پہر تک آپ کا نکاح ہو جائے گا۔"

اور پھر یہ سب کچھ ہوتا چلا گیا۔ سہ پہر کو ڈاکٹر طاہرہ اور ارسلان کا نکاح بہت سادگی سے ہوا جس میں شرکت کرنے والے صرف پانچ افراد تھے۔ خود ہاشمی، اُن کا اسسٹنٹ جعفر حیدر، محسن اور فرزانہ!...... جسے ایمرجنسی سے سفر کر کے بھائی کے پاس پہنچنا پڑا۔

فرزانہ سے اس وقت تک ارسلان کوئی بات نہیں کر سکا تھا اس لیے وہ الجھن میں تھی کہ اچانک یہ سب کیا ہوا ہے۔

ارسلان نے اس بارے میں سوچ لیا تھا کہ جس طرح اس نے محسن کو اپنے اعتماد میں لیا تھا، اسی طرح فرزانہ کو بھی یہی ساری باتیں سمجھا دے گا۔

اور اس رات ڈاکٹر طاہرہ کی، ارسلان سے قربت کی خواہش پوری ہو گئی۔

یہ ایک خوب صورت دھوکے کا آغاز تھا۔

URDU TUBE
ENTERTAINMENT
tubes.com

NEW
Care
ہیئر ریموور کریم/لوشن
URDU TUBE
A HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com
ہم لڑکیوں کو یہی تو چاہیئے
For Oily Skin
For Dry Skin
For Sensitive Skin
کیئر سے بہتر کیا!

قرشی
شربت توُت سیاہ
گلے کی خراش، دَرد اور وَرم کے لیے مؤثر
سُر سے سُر مِلا
توت سیاہ صِرف
قرشی کا ہی لا
Qarshi
Sharbat
Toot Siah
شربت توت سیاہ
قرشی شربت توت سیاہ کے فوائد:
• گلے کی خراش، درد، ورم اور آواز کے بیٹھ جانے میں مفید ہے
• گلے کے غدود بڑھ جانے (Tonsillitis) کی شکایت میں مؤثر ہے
• سگریٹ نوشی اور خشک چیزوں کے استعمال سے گلے میں ہونے والی خراش کے لیے انتہائی مفید ہے
• خناق میں ہونے والے گلے کے ورم میں بھی مفید ہے
لہٰذا خالص اور معیاری توت سے تیار کردہ صرف قرشی کا شربت توت سیاہ ہی استعمال کریں
facebook.com/QarshiNaturalHealth/ | www.qarshi.com